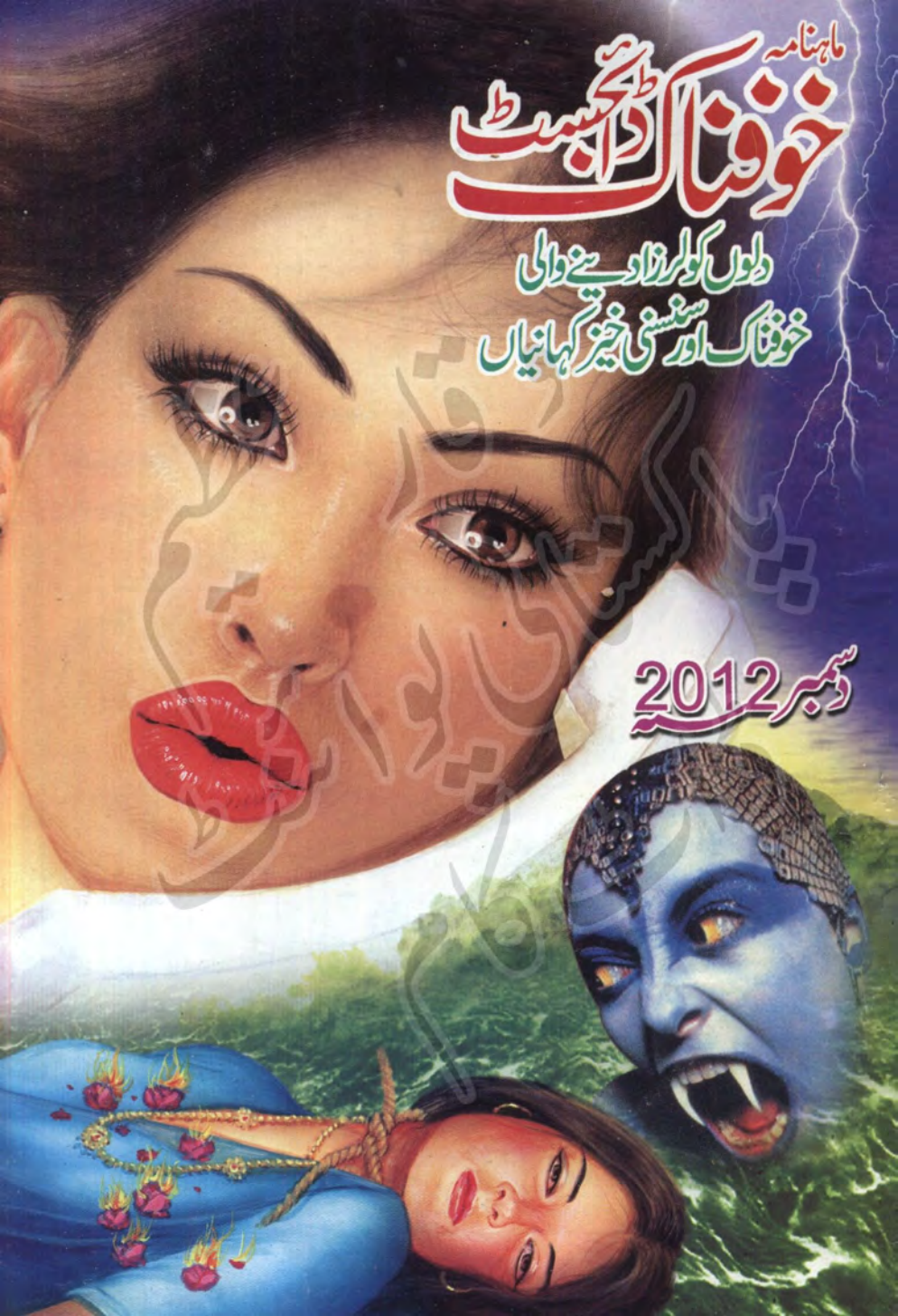


# ماہنامہ خوفناک ڈائجسٹ

دلوں کو لرزادینے والی  
خوفناک اور سنسنی خیز کہانیاں

دسمبر 2012





ماہنامہ لاہور / ماہ دسمبر 2012ء کے شمارے  
خونفک ڈائجسٹ / شیطانی چال نمبر کی جھلکیاں

قسط 4

سب مایا ہے

ساحل دعا بخاری، بصیر پور

ایم آفریدی، مانسہرہ

شیطانی چال

شیطان

خوف

خالد شاہان

خرم شاہ، لاہور

بدر وح کا انتقام

وہیم صفدر اعوان، ملتان

عطا محمد بروہی، سناگھر

آدم خور چیتے

کہانیوں کی صداقت ہر شک و شبہ سے بالاتر ہوتی ہے۔ ایسی تمام کہانیوں کے تمام نام واقعات قطعی طور پر تبدیل کر دیئے جاتے ہیں جن سے حالات میں کتنی پیدا ہونے کا امکان ہو جس کا ایڈیٹر، رائیٹر، ادارہ یا پبلشرز ذمہ دار نہ ہوگا۔ (پبلشرز شہزادہ عالمگیر۔ پرنٹرز زاہد بشیر۔ ریڈنگ روم لاہور)

ماہنامہ لاہور / ماہ دسمبر 2012ء کے شمارے  
خونفک ڈائجسٹ / شیطانی چال نمبر کی جھلکیاں

چڑیل

ماں غریباں

مرزا امین بیگ، قہر والی

صائمہ علی، فیض آباد

اسماء رحمن، لاہور

عمران رشید، راولپنڈی

نجات

موت کا بدلہ

پسندیدہ اشعار

راگنی

محمد اعجاز ناز، بھلوال

غزلیں

خطوط

کہانیوں کی صداقت ہر شک و شبہ سے بالاتر ہوتی ہے۔ ایسی تمام کہانیوں کے تمام نام واقعات قطعی طور پر تبدیل کر دیئے جاتے ہیں جن سے حالات میں کتنی پیدا ہونے کا امکان ہو جس کا ایڈیٹر، رائیٹر، ادارہ یا پبلشرز ذمہ دار نہ ہوگا۔ (پبلشرز شہزادہ عالمگیر۔ پرنٹرز زاہد بشیر۔ ریڈنگ روم لاہور)



# ماہ کال ریوالوڈ

--- تحریر۔ محمد وارث آصف۔ وال پھر ال۔ قسط نمبر ۴۔ ---

کشتی اس وقت کالے پہاڑوں کے درمیان سے ہو کر گزر رہی تھی کچھ دور چلنے کے بعد پہاڑی ختم ہو گئی تھی اور کسی ویران جزیرے کا کنارہ آ گیا تھا جزیرے کے کنارے پر وہی سوکھے ہوئے مردہ ٹہنیوں والے درخت کھڑے تھے زرد دھند میں جگہ جگہ سیاہ اور زرد چٹانیں زمین سے نکل کر سائت کھڑی تھیں ہر طرف موت کا سناٹا چھایا ہوا تھا نہ دن تھا نہ رات تھی بس ایک مردہ سی روشنی تھی جس نے ساری فضا کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا آسمان پر بھی اسی دھند کی چادر تھی ہوئی تھی آرتی کسی کنارے سے لگا دی اور آرتی وہ اتاری تو سعد بھی اتر گیا آرتی نے اسے دھیمی آواز میں کہا میں تم کو جو کہوں سنتے جانا آگے سے کوئی جواب نہ دینا چپ چاپ میرے ساتھ چلتے آؤ اور یاد رکھو کسی درخت کی طرف گھور کر مت دیکھنا سوکھے ہوئے آدم خور درخت انکے بائیں طرف تھے سعد نے پکا عہد کیا کہ وہ انکو نہیں دیکھے گا اور چپ چاپ سر جھکائے آرتی کے ساتھ چلنے لگا زمین خشک اور بھر بھری تھی کہیں کہیں گڑھے تھے ان میں گڑھوں میں نہیں کہیں انسانی ہڈیاں نظر آرہی تھیں شاید اس ویران دینا کو کوئی قبرستان تھا آگے بہت بڑی چٹان آگئی جو آگے کو اس طرح بھگی ہوئی تھی کہ جیسے ابھی زمین پر آگرے گی۔ جیسے جیسے وہ چٹان کے قریب آ رہے تھے چٹان بڑی دکھائی دے رہی تھی اور خوفناک بھی لگ رہی تھی چٹان کی دیوار میں سے ایک گھول سوراخ صاف دکھائی دے رہا تھا آرتی اس سوراخ سے باہر اور نزدیک آ کر کھڑی ہو گئی اور یوں یہاں پر تیرا اور میرا ساتھ ختم ہو جاتا ہے یہاں سے آگے نہیں جاسکتی۔ تم کو اکیلا ہی آگے جانا ہو گا سعد نے حیرت سے اسے دیکھا اور کہا میں تیرا مطلب نہیں سمجھا آرتی۔ کیا تم مجھ سے جدا ہو رہی ہو۔ میں جدا نہیں ہونا چاہتی مگر مجبور اچھے تم سے جدا ہونا پڑ گیا ہے کیونکہ آگے انسانوں کی دنیا ہے تمہاری دنیا ہے جو تمہاری منزل ہے میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ میں تم کو انسانی دنیا میں پہنچا دوں گی اور میں نے وہ وعدہ پورا کر دیا ہے لیکن سامنے تو ایک چٹان ہے اور اس چٹان میں ایک سوراخ ہے اور یہاں کہاں ہے انسانی دینا۔ تم اس شکاف کے اندر جاؤ گے تو تم کو ایک گارلے گا یوں مجھ لو کہ وہ غار اس منحوس دنیا کا آخری سرا ہے تم اس غار میں سے گزر گئے تو تم انسانی دنیا میں جا پہنچو گے۔ ایک سنہی نیز اور خوفناک کہانی۔

مجھے تمہارے بارے میں سب کچھ معلوم ہے اور میں جانتی ہوں ابھی خاموش ہو کر تم بیٹھے رہو اسی میں تمہاری بھلائی ہے سعد خاموش ہو گیا اس نے مزید کوئی سوال نہ کیا اور ذہنی طور پر وہ خود کو تیار کرنے لگا وہ جانتا تھا کہ پاتال میں کیا کچھ ہوتا ہے کافی دیر بعد کشتی جھیل کے دوسرے کنارے آگئی عورت نے دھیمی آواز میں کہا۔ آواز مت نکالنا۔ میرے پیچھے چلے آؤ عورت کشتی سے اتر گئی اور سعد بھی اس کے پیچھے اتر گیا عورت ایک جانب کو چل دی سعد بھی اس کے تعاقب میں قدم بڑھانے لگا فضا میں اسی طرح صحن کا احساس ہو رہا تھا اور گہری دھند چھائی ہوئی تھی دونوں جانب اندھیرا تھا اس اندھیرے میں کہیں کہیں مکانات





کے صرف دروازے ہی نظر آ رہے تھے کسی مکان کا دروازہ کھلا تھا کسی کا بند تھا ایک مکان کے دروازے سے گزرتے ہوئے سعد کو کسی کے رونے اور سسکیوں کی دہی دہی آوازیں آئیں خوف کی ایک سردلہ اس کے جسم میں سے گزرتی وہ جلدی سے قدم اٹھا کر پراسرار عورت کے قریب ہو گیا وہ اس سے ان پراسرار مکانوں اور ایک مکان کے اندر سے آتی ہوئی رونے اور سسکیوں کی آواز کے بارے میں پوچھنے لگا۔

اسے خیال آیا کہ پراسرار عورت نے اسے بولنے سے منع کر رکھا ہے ساڑھی والی پراسرار عورت اس کے آگے چل رہی تھی نیازی دھند کی روشنی میں اس کا صرف ہیولہ ساہی دکھائی دے رہا تھا کچھ دور چلنے کے بعد بائیں جانب پھر ایک مکان کا دروازہ آگیا عورت وہاں جا کر رک گئی سعد بھی رک گیا اور مکان کو جتنے لگا کر گئی اوپر والی منزل گہری دھند میں چھپی ہوئی تھی دروازے کا ایک پٹ کھلا ہوا تھا دیوڑھی میں تاریکی ہی تاریکی تھی یہ کسی پرانی شکستہ حویلی کا دروازہ لگ رہا تھا پراسرار عورت نے ہاتھ سے اسے پیچھے آنے کا اشارہ کیا وہ خود مکان میں داخل ہوگئی اور وہ بھی اسکے پیچھے پیچھے دیوڑھی میں آگیا اندھیرے میں اسے کچھ بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا عورت نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اس کا ہاتھ برف سے بھی زیادہ سرد تھا وہ اسے لیتی ہوئی اندھیرے میں سے گزرتی سامنے ایک تاریک دالان تھا اور اس کے دایاں آنے سے زرد رنگ کی روشنی سی پھیل گئی سعد کو اس روشنی کا منبع نظر نہ آیا دالان کے کونے میں ایک کوٹھری تھی جس کا دروازہ بند تھا پراسرار عورت دھیمے سے بولی بولنا مت۔ دالان کے اوپر بھی گہری دھند چھائی ہوئی تھی سامنے صرف کوٹھری کا بند دروازہ ہی نظر آ رہا تھا وہ اسے لے کر وہاں آگئی کوٹھری میں گھب اندھیرا تھا عورت نے کہا ظہور میں دیا جلاتی ہوں اس کے ساتھ ہی اندھیرے میں ایک دینے کی ٹٹمائی ہوئی روشنی نظر آئی اس نے دینے کو دروازے کے طاق میں رکھ دیا تھوڑی سی روشنی میں سعد کوٹھری کا جائزہ لیا یہ ایک تنگ سی کوٹھری تھی جس کی دیواریں بوسیدہ تھیں ایک طرف مٹی کا دو فٹ اونچا سا چوڑا تھا عورت نے اس سے کہا چوتھے پر جا کر بیٹھ جاؤ سعد خاموشی سے بیٹھ گیا عورت سامنے والی دیوار کے پاس جا کر جھک گئی اور زمین کی مٹی نکال کر اس میں سے ایک مٹکا باہر کھینچ لائی اس نے وہ مٹکا چوتھے پر رکھا اور خود بھی بیٹھ گئی اور بولی۔ میں سب سے پہلے تم کو ایک شے دکھانی ہوں مٹکے کا منہ کپڑے سے بند تھا اس نے مٹکے کے منہ سے کپڑا ہٹایا اور مٹکے کو چوتھے پر الٹا دیا اندر سے چھوٹی چھوٹی ہڈیوں کے ٹکڑے نکلے ان میں ایک گرد آلود انسانی کھوپڑی بھی تھی پراسرار عورت کہنے لگی یہ میرے جسم کی ہڈیاں ہیں یہ میری کھوپڑی ہے سعد نے یہ سنا تو اس کا دل دھڑکنے لگا بند ہو گیا اور وہ خوف سے اپنی جگہ بند ہو گیا مارے حیرت سے وہ ان ہڈیوں کو دیکھنے لگا پھر اس نے پراسرار عورت کو غور سے دیکھا عورت کی سیاہ آنکھوں میں مٹاٹیس چمک تھی اس کا رنگ سانولہ تھا عمر سے وہ تیس سے زیادہ نہیں لگتی تھی چہرے کے نقش پر کشش تھی وہ اسی وقت جان گیا کہ یہ بھی کوئی دھوکہ ہے اور عورت بھی ایک بھنگی آتما ہے اور ضرور اسے ضرور دے گی اس نے کچھ پوچھنا چاہا تو عورت نے اپنی برف سے بھی خنڈی انگلی اس کے ہونٹوں پر رکھ دی اور بولی تم کو کچھ بھی پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے میں خود ہی تم کو اس لیے اس جگہ پر لائی ہوں اس نے ہاتھ واپس کھینچ لیا ایک نظر جلتے ہوئے دینے پر ڈالی اور کہنے لگی۔

میرا نام آرتی ہے میں نے ایک تاپنے گانے والی کے ہاں پیدا ہوئی میں نے گناہ اور باپ کے ماحول میں آنکھ کھولی ذرا ہوش سنبھالا تو میری ماں مجھے اس دلدل سے دور کرنے کے لیے ایک سبیلی کے ہاں چھوڑ آئی۔ میں بلکہ میری ماں مجھے بھی اپنی طرح نہیں بنانا چاہتی تھی مجھے باپوں سے دور رکھنا چاہتی تھی میں اپنی ماما کی سبیلی کے ہاں رہنے لگی میری ماما ہر ماہ مجھ سے آکر مل جاتی ماما کی سبیلی مندر کے ایک بچاری کی بیٹی تھی جو ان ہوئی تو

میری ماں چل بسی ان کی موت کے بعد میں نے پرزے نکالنے شروع کر دیئے گناہ کے جراثیم میرے خون میں پہلے سے موجود تھے اور میں اسی راہ پر چل دی میرا کردار خراب ہو گیا ایک شخص سے میرا تعلق بن گیا ماں کی سبیلی کو علم ہوا تو اس نے میرا بیادہ کر دیا وہ گاؤں کے مندر کے پاس پھول بیچا کرتا تھا وہ کمزور ہونے کی حد تک بھلا مانس تھا مجھے ایسا ہی پتی چاہیے تھا میں نے اسے بہت جلد اپنا مطب بنالیا اور اپنے دوست سے ملنا شروع کر دیا ایک دن نا جانے کیسے اس کے اندر کا مرد جاگ اٹھا اس نے مجھے اور میرے دوست کو غلط حالت میں دیکھ لیا مگر اس نے اس وقت تو کچھ نہ کہا مگر میرا گھر سے نکلنا بند کر دیا میرے دوست نے مجھ پر جادو سہا کر دیا تھا میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتی تھی۔

میں نے اپنے پتی سے چھکارہ پانے کے لیے ایک بھیانک تدبیر سوچی ایک جاننے والے سپیرے سے خطرناک اور زہریلہ سانپ جو کہ پٹاری میں بند تھا اسے حاصل کیا اور جب رات کو وہ سو گیا تو اس کی چار پانپاں پر سانپ کو چھوڑ دیا خود باہر نکل آئی صبح ہوئی تو دروازہ کھول کر دیکھا میرا پتی مردہ پڑا تھا سانپ نے اسے ڈس کر ہلاک کر دیا تھا میں نے مگر چھپ کے آنسو بہانے شروع کر دیئے گاؤں والے جمع ہو گئے میں نے ان کو بتایا کہ میرے پتی کو سانپ نے ڈس لیا ہے میں دوا دہو گئی ہوں مگر اپنے دوست کو کون چھوڑا ایک وقت آنے پر اس کا مجھ سے دل بھر گیا اس نے دھوکے سے مجھے ایک دلال کے ہاتھوں فروخت کر دیا اور اس نے مجھے لاکھ کوٹھے پر بٹھا دیا میں گناہوں کی دلدل میں اترتی چلی گئی ایک بار میں ایک بد معاش کے ہاتھوں قتل ہو گئی ہم ہندو لوگ آواگون پر یقین رکھتے ہیں ہمارا عقیدہ یہ کہ مرنے کے بعد بھی دوسرا جنم ہوتا ہے میرے ساتھ بھی وہی ہوا میرا دوسرا جنم برے کاموں کی وجہ سے ایک کتیا کے روپ میں ہوا اور تیسرے جنم میں ایک لومڑی کے روپ میں اسی طرح کئی ایک جنم لینے کے بعد میں ایک بدروح بن گئی مجھے اس سے تو نجات نہ لی لیکن بھگوان نے مجھے ایک موقع ضرور دیا کہ میں نیک کام کر سکوں اور دوسروں کی مدد کروں تو میرا یہ جنم جنم کا چکر ختم ہو کر مجھے کھلتی قل سکتی ہے یہی وجہ ہے کہ جب مجھے پتہ چلا کہ دنیا میں ایک نیک انسان مشکل میں ہے جس کو ایک خطرناک سادھو مایہ کال اور چڑیلوں کی سردار نوٹی نے قابو کر کے اسے پاتال میں لا پھینکا ہے تو میں تمہاری مدد کو آگئی پراسرار عورت آرتی اپنی کہانی سنانے کے بعد خاموش ہو گئی سعد اس کی کہانی سے بہت متاثر ہوا اور اس نے بھی مختصر سے الفاظ میں اپنی ساری کہانی اسے بیان کر دی اس دوران اس کی آنکھیں کئی بار نم ہوئیں آنسو بھی گرے اور وہ رویا بھی۔ آرتی نے اس کی کہانی سن کر کہا مجھے میری غلطی کی بدولت تمہاری تھوڑی بہت کہانی تو پتہ تھی پورا پتہ نہیں تھا تم میری مدد کرو اور مجھے یہاں سے نکالو کسی بھی طرح سعد نے آرتی سے کہا میں مایہ کال کا مقابلہ نہیں کر سکتی ہوں اس کی شیطانی غلطی مجھ سے بہت زیادہ ہے اگر اسے ذرا سا بھی شک پر گیا یا اسے ذرہ سی بھی بھنگ پڑ گئی کہ میں تمہاری مدد کر رہی ہوں تو وہ مجھے جلا ڈالے گا۔

سعد نے یہ سن کر ناامیدی سے کہا تو کیا میں اب انسانوں کی دنیا میں نہیں جاسکوں گا آرتی بولی اگر ایسی بات ہوتی تو میں خود تمہاری مدد کرنے تمہارے پاس نہ آتی یہ میرا آخری جنم ہے اگر میں نے اس جنم میں تم کو یہاں سے نکالنے کے لیے مجھ سے جو ہو سکا میں کروں گی لیکن تم کو بڑی احتیاط سے کام لینا ہوگا میں جیسے کہوں ویسے ہی کرنا ہوگا۔ اس میں اگر میری جان جاسکتی ہے تو میں تمہاری جان کو بھی خطرہ ہے جس طرح تم نے مایہ کال کو تڑپ تڑپ کر مرنے کے موت کی غار میں پھینکا تھا اسی طرح مایہ کال نے تمہیں بھی تڑپ تڑپ کر مرنے کے لیے پاتال میں لا پھینکا ہے وہ ہر قیمت پر تم کو مارنا چاہتا ہے اسی طرح اذیتیں دے دے کر جیسے تم نے اس کو دی تھیں یہاں پاتال میں تمہاری نورانی شکلیاں تمہارے کام نہیں آسکتیں تم اس وقت عام سے انسان ہو سکتے



ٹھک ہے آرتی تم جو بھی کہو گی میں وہی کروں گا آرتی نے کہا میں تم کو یہاں نہیں رکھنا چاہتی یہاں ہر سو مایہ کال کا ظلم پھیلا ہوا ہے تم کو وہ ڈھونڈ نکالے گا یہ جگہ تمہارے لیے خطرناک ہے سعد نے پوچھا ان مکانوں میں کون رہتا ہے مایہ کال کی خوشحالیاں کالی بدروہیں اور خوفناک ڈاکٹریں آتھیں جو مایہ کال کے حکم پر تم کو اذیت دینا چاہتی ہیں میں تم کو یہاں سے بہت دور لے جاؤں گی جہاں مایہ کال کا گمان بھی نہیں جائے گا۔ میرے ساتھ آؤ آرتی کی بدروہ نے کہا اور اٹھتے ہوئے بولی۔

دیران حویلی سے نکل کر اس نے دیکھا باہر وہی زرد رنگ کی روشنی تھی آرتی کی بدروہ کے پیچھے چلتے وارث ایک بار پھر انہی مکانوں کے پاس سے گزر رہی تھی اور اپری منزل دھند میں لپٹی ہوئی تھی کسی کا دروازہ بند تھا تو کسی کا کھلا ہوا ان مکانوں کے قریب سے گزرتے ہوئے اس نے بڑی دردناک آوازیں سنیں وہ ایک بار پھر کالی جھیل کے پاس آگئے آرتی نے سعد کو کشتی میں بٹھایا اور خود چھو سنبھالنے لگی آرتی لاؤ اب میں چھو چلاتا ہوں تم تھک گئی ہو گی نہیں تم یہ نہیں کر سکو گے مگر سعد نہ مانا اور چھو سنبھال کر بیٹھ گیا جسے ہی اس نے جھیل کے تار کول جیسے گھاڑھے اور سیاہ پانی میں چھو چلانا چاہیے اسے ایسے لگا کہ جیسے کالا پانی اپنی جگہ جم گیا ہے دونوں چھو ساکت ہو گئے آرتی نے جلدی سے چھو خود سنبھالے اور آہستہ آہستہ مگر زور لگا کر چلانے لگی یہ میرا عذاب ہے اسے تم نہیں جھیل سکتے سعد کا دل کانپ اٹھا تھا واقعی آرتی سخت عذاب میں مبتلا تھی وہ بے اختیار اس کے لیے دعائیں کرنے لگا کہ اسے شکتی مل جائے اور اس عجیب و غریب دنیا سے اسے نجات ملے کشتی جھیل میں رک رک کر چلی جا رہی تھی جھیل کی سطح کی سیاہی دھند آہستہ آہستہ کم ہو رہی تھی جھیل کا پاٹ چوڑا ہو گیا تھا دور جھیل کے اوپر سیاہ بادل ساد کھائی دے رہا تھا کشتی کا رخ اسی بادل کی جانب تھا سعد نے پوچھا یہ جھیل کے اوپر سیاہ بادل سا کیا ہے جسے تم بادل سمجھ رہے ہو ہم وہیں جا رہے ہیں لیکن اگر خاموش ہی رہو تو بہتر ہے ورنہ تمہاری آواز فضا میں موجود مایہ کال کی غلام بدروہوں تک جا سکتی ہے سعد بالکل خاموش ہو گیا کشتی دیر تک چلتی رہی اور وہ ارد گرد کے ہیبتناک مناظر دیکھتا رہا دھند کی جادر پٹی ہو گئی تھی اور جس کو وہ بادل سمجھ رہا تھا وہ بادل نہیں بلکہ سیاہ رنگ کی چھوٹی بڑی چٹانیں تھیں جو جھیل کی سطح سے باہر نکلی ہوئی تھیں کوئی چٹان نکلتی تھی کوئی چوڑی اور بہت بڑی اور اس کے اوپر کالے برج بنے ہوئے تھے ہر چٹان کے گرد دھند کی لہریں لپٹی ہوئی تھیں اور کشتی انہی چٹانوں کے درمیان سے گزر رہی تھی ان سیاہ فام بلند و بالا چٹانوں کو دیکھ کر انسان پر ہیبت طاری ہو جاتی ہے وہاں کوئی آواز نہیں تھی جھیل کا پانی گاڑھا ہونے کی وجہ سے چھو کے چلنے کی آواز بھی نہیں آ رہی تھی چٹانیں بہت قریب آگئی تھیں ان کے درمیان کالے پانی کی گلیاں بن گئی تھیں کتنی ہی ہیبتناک چٹانوں کے درمیان سے گزرنے کے بعد آرتی کشتی کو لاک بہت بڑی چٹان کے عقب میں لے آئی اس سیاہ فام چٹان کو چوڑی دیوار جھیل میں سے نکل کر بالکل سیدھی اوپر تک چلی گئی چٹان کے اوپر سعد کو وہ برج نظر آئے۔

یہ برجوں والی چٹان تھی چٹان کے عقب میں جھیل کا پانی ایک بہت بڑے غار میں داخل ہو گیا آرتی کشتی کو غار کے اندر لے گئی غار ایک کشادہ سرنگ کی طرح تھی جس کی دیواروں میں سے سیاہ پانی رسیں رہتا تھا اس پانی کے موٹے موٹے قطرے پانی میں ٹپک رہے تھے کشتی آہستہ سے غار کے اندر بڑھ رہی تھی ایک جگہ پر اچانک کسی عورت کی تکلیف دہ چیخ بلند ہوئی سعد سہم یا چیخ کی آواز میں کچھ دیر تک غار میں گونجی پھر خاموش ہوئی اس نے آرتی کی جانب دیکھا تو آرتی نے اسے اشارے سے چپ رہنے کو کہا چلتے چلتے کشتی غار کے اندر ایک گول شکاف کے پاس آگئی اس شکاف کے باہر پتھر کی سیڑھیاں تھیں جو جھیل کے سیاہ پانی میں اترتی چلی گئیں اس نے کشتی ان کے ساتھ لگا کر آہستہ سے سعد سے کہا میرا تھ آؤ شکاف کے اندر پتھروں میں چند قدم

چلنے کے بعد دیوار میں زینہ اوپر کو جاتا دیکھائی دیا آرتی زینہ چڑھنے لگی سعد بھی اس کے پیچھے تھا زینہ تھوڑا سا ٹھوم کر اوپر جا کر ختم ہو گیا آگے تنگ پتھروں کی ایک کالی سی چوکھٹ تھی چوکھٹ کے پاس آکر آرتی رک گئی آرتی نے اپنے ہونٹ سعد کے کان کے قریب لاکر سرگوشی سے کہا۔

چاہے کچھ بھی ہو جائے خاموش ہی رہنا یہاں ٹھہر جاؤ اتنا کہہ کر آرتی نے جیسے ہی چوکھٹ پر اندر قدم رکھا ایک انسانی ڈھانچہ دیوار میں سے نکل کر اس کے سامنے آگیا ڈھانچے کی پسلیوں کی ہڈیوں کے ساتھ چھوٹے چھوٹے سانپ لپٹے ہوئے تھے ڈھانچے نے اپنے دونوں پنجے اوپر کر کے آرتی کو دبوچنے کی کوشش کی تو اس نے بھی اپنے بازو آگے بڑھائے اور کسی عجیب زبان میں منتر پڑھتا منتر سننے ہی دھانچے نے ہاتھ واپس کر لیے اور جس دیوار سے نکلا تھا اسی دیوار میں جا کر غائب ہو گیا تب آرتی نے سعد کو پیچھے آنے کا اشارہ کیا سعد اس کے پیچھے چلنے لگا ایک تنگ سی سرنگ میں گزرنے کے بعد وہ ایک ایسی کھڑی میں آگئے جس کی ایک کھڑکی کھلی ہوئی تھی باہر سے دھندلی دھندلی روشنی اندر آ رہی تھی کھڑکی کا فرش سیاہ پتھر کا تھا دیواریں بھی سیاہ پتھر کی تھیں ایک جگہ دیوار میں طاق بنا ہوا تھا طاق میں پتھر کی مورتی رکھی ہوئی تھی جس کا صرف سر ہی نظر آ رہا تھا اس کا چہرہ بہت ہی ڈرؤنا تھا آرتی نے مورتی کے آگے کھڑے ہو کر ہاتھ جوڑ کر منتر پڑھا اور بولی ماما۔ تو سب جانتی ہے یہ ایک نیک انسان ہے اور اس سے مایہ کال کے ظلم میں چھٹا ہوا ہے اس کی نورانی ہلکیاں سلب ہو گئی ہیں یہاں آکر۔ میں اسے واپس انسانوں کی دنیا میں پہنچانا چاہتی ہوں مگر تیری مدد کے بغیر میں ایسا نہیں کر سکتی ہوں مجھے شکتی دے کر میں اسے مایہ کال کے ظلم سے بچا سکوں اتنا کہہ کر آرتی ہاتھ باندھے ہوئے مورتی کی طرف جھک گئی کچھ دیر وہ اسی حالت میں کھڑی رہی سعد سامنے والی دیوار سے لگ کر یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا اچانک ایسی آواز آئی جیسے باہر بادل گرے ہوں مورتی میں سے آسانی نکلی کی ایک لہر نکلی اور آرتی کے سر میں جا کر غائب ہو گئی سناٹا چھا گیا آرتی نے سر اٹھایا اور کہا ماما تو نے میری پراسٹو بیکار کی میں وچن دیتی ہوں کہ اسی طرح بھلائی کے کام کرتی رہوں گی پھر اس نے طاق میں ہاتھ ڈال کر مورتی کے ماتھے پر انگلی لگا کر اسے اپنے ماتھے پر لگا لیا اور سر جھکا کر پرنام کر کے سعد کے پاس آکر بولی۔

ہاتھ باندھ کر سیدھے کھڑے ہو جاؤ سعد نے ایسا ہی کیا آرتی نے اپنا بازو پھیلا کر منٹھی بند کی اور بولی ماما کے حکم پر میرے پاس آ جا اس کے بعد اس نے منٹھی کھولی تو اس میں ایک کالا بچھو تھا بچھو کوئی حرکت نہیں کر رہا تھا اور وہ ایک کالے دھاگے میں پرویا ہوا تھا یہ ماما کا کالا بچھو ہے یہ ماما کا ورد دھان لیے اپنا دایاں بازو آگے کر دے سعد چونکہ مسلمان تھا وہ صرف اللہ کو ماننا تھا اور اسی سے مدد مانگتا تھا اس کے علاوہ وہ مگر بھی کسی کا فر سے مدد نہیں لے سکتا تھا اس نے فوراً کہا مات بھولو آرتی کہ میں مسلمان ہوں یہ سچ ہے کہ اس وقت میں مشکل میں ہوں مگر میں یہ نہیں کروں گا جانتی ہوں کہ تو مسلمان ہے مگر یہ ماما نیک لوگوں کو سیدھا راستہ دکھانے والی ہے یہ ماما کال ہلکیوں والی نہیں ہے اگر ایسا ہوتا تو میں تم کو ادھر نہ لاتی خدا کے حکم سے اسے پہن لو اس سے تم پر کوئی فرق نہیں آئے گا یہ ماما جو ہے نا تمام کالی ہلکیوں والے دیوتاؤں اور ماماؤں کی دشمن ہے میرا یقین کرو جب تک یہ بچھو تمہارے بازو پر رہے گا تم مایہ کال کے کالے ظلم اور کالی بدروہوں کی نگاہ سے پوشیدہ رہو گے مگر باہر نکلنے میں یہ تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا یہ صرف اور صرف پاتال کی بدروہوں کی دنیا میں ہی تمہارے کام آئے گا لیکن مجھے تو اس دنیا میں سے نکلنے کے لیے سب سے پہلے تمہارا اس دنیا میں میرا مطلب ہے مجھے کے لیے کر رہی ہوں لیکن اس پاتال سے نکلنے کے لیے سب سے پہلے تمہارا اس دنیا میں میرا مطلب ہے مجھے سب سے پہلے تمہاری حفاظت کا بندوبست کرنا ہے اور تم کو مایہ کال سے بچانا ہے اس کے بعد میں تم کو یہاں



سے نکالنے کی کوشش کروں گی سعد نے اللہ کا نام لے کر پھو بارو پر باندھ لیا آرتی نے اسے واپس چلنے کو کہا اور دونوں کشتی میں آکر بیٹھ گئے آرتی چو چلائے گی جب وہ سیاہ چٹانوں سے نکل آئے تو سعد نے پوچھا اب ہم کہاں جا رہے ہیں میں تم کو ایک محفوظ جگہ پر پہنچانے جا رہی ہوں جہاں تک تم اس وقت تک رہو گے جب تک میں واپس نہیں آجاتی اس کے بعد سعد نے کوئی سوال نہ کیا کشتی سیاہ چٹانوں سے بھی کافی آگے نکل آئی تھی یہاں جمیل کا پانی اب گھاڑا اور سخت نہیں تھا اور آرتی بڑی آسانی سے چو چلا رہی تھی۔

سعد نے یہ دیکھ کر کوئی سوال نہ پوچھا زرد پانی میں کشتی کافی دور تک چلتی رہی اب جگہ سعد نے پانی میں تیرتی ہوئی زرد رنگ کی لاش دیکھی لاش کے سر سے خون کا فوارہ چھوٹ رہا تھا اور اس سے جمیل کا پانی کا رنگ لال ہو رہا تھا لاش کشتی کے قریب سے بہتی ہوئی گزر گئی دور جمیل میں سے ابھری ہوئی کچھ پہاڑیاں دکھائی دینے لگیں آرتی نے ان کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا ہمیں ان پہاڑوں میں جانا ہے اور یہ زرد لاشوں کا جزیرہ ہے سعد غور سے ان پہاڑیوں کی جانب دیکھنے لگا کشتی ان پہاڑوں کے نزدیک آگئی یہ کسی جزیرے کی پہاڑیاں تھیں اس جزیرے میں زرد رنگ کی پتلی دھند پھیلی ہوئی تھی جسے رنگ سے زرد لاشوں کا اپنے حصار میں بند کیا ہوا تھا جزیرے پر موجود تمام درخت سوکھے اور خشک تھے کسی بھی پتہ پر کوئی پتا نہ تھا سوچی ہوئی ٹہنیاں نیچے کو لٹک رہی تھیں ایسے جیسے کہ مردہ ہو چکی ہوں زمین پر بھی زرد رنگ کی گھاس اگی ہوئی تھی اور اسے آرتی نے زرد لاشوں کا جزیرہ کہا تھا ابھی تک سعد نے کوئی بھی زرد لاش نہیں دیکھی تھی کشتی کنارے کے ساتھ لگا کر وہ اس کے ساتھ ساتھ پیدل چل رہا تھا زمین پر اگی ہوئی زرد گھاس میں سعد نے خون کے لال بڑے دھبے دو تین جگہ پر دیکھے تھے جو بالکل تازہ تھے سعد نے محسوس کیا کہ آرتی سوچی ہوئی شاخوں سے دور رہ کر چل رہی ہے درختوں کے قریب آکر اس نے سعد سے کہا ان درختوں کو گھور کر مت دیکھنا۔ اپنی نظریں سامنے رکھو سعد کو تعجب ہوا کہ بھلا ان سوکھے ہوئے درختوں کو دیکھنے سے کیا ہوتا ہے اسے یہ بات عجیب سی لگی اور اس نے گھور کر چپکے سے ایک درخت کو دیکھ ہی لیا جیسے ہی اس نے گھور اور درخت کی لگی ہوئی مردہ ٹہنیوں میں جیسے جان بڑ گئی ہو ایک دم سے دونوں شاخیں اوپر کو اٹھیں اور سعد کی جانب ایسے برھیں کہ جیسے اسے دبوچ لینا چاہتی ہوں آرتی نے یہ دیکھ کر سعد کا ہاتھ پکڑ کر اسے زمین پر بٹھا دیا سوکھے درخت کی سوچی ہوئی انسانی پنجے کی طرح شاخیں جہاں سعد کھڑا تھا وہاں تک لمبی ہوئی اور ادھر ادھر حرکت کرنے لگیں جیسے اسے تلاش کر رہی ہوں وہ زمین پر پانچ فٹ کی بلندی پر ایسا کر رہی تھیں اس سے نیچے نہیں آ رہی تھیں کافی دیر تک سوچی ہوئی شاخیں اسے تلاش کوئی رہیں پھر اسی طرح پیچھے بہت کر اسی طرح مردہ ہو کر لٹک گئیں سعد حیرت کے سمندر میں ڈوب سا گیا ایک سے ایک عجیب غریب چیزیں تھیں یہاں پر آرتی اسے کھینچ کر تیزی سے دور لے گئی اور غصے سے بولی جب میں نے تم کو منع کیا تھا کہ گھور کر نہیں دیکھنا تو پھر کیوں گھور۔ مجھ سے غلطی ہو گئی ہے معاف کر دو۔

اس نے التجائیہ انداز میں کہا۔ تو آرتی کا غصہ کم ہو گیا اور وہ بولی اگر تم نے آئندہ ایسی حرکت کی تو تم سے الگ ہو جاؤں گی پھر جو چاہو وہی کرنا آئندہ ایسا نہیں ہو گا تم کو شاید معلوم نہیں کہ اگر میں تم کو پکڑ کر نیچے نہ بٹھاتی تو کیا ہو جاتا۔ اس آدم خور درخت نے تمہاری لاش کی ہڈیاں بھی باقی نہیں چھوڑی تھیں سعد نے اپنی سنگین غلطی کی اس سے معذرت چاہی اور ایک بار پھر اسے کہا کہ اب وہ ایسا نہیں کرے گا چلتے چلتے وہ ان خوفناک درختوں کو پیچھے چھوڑ کر آئے سامنے ایک چھوٹے نیلے کی ڈھلان پر زمین سے تھوڑی بلندی پر باہر نکلی ہوئی پتھر کا چار دیواری بنی ہوئی تھی اس پتھر کی چار دیواری تک جانے کے لیے نیلے کی ڈھلان پر پتھروں کو کھود کر چھ سات میٹر حیاں بنائی گئی تھیں وہ میڑ حیاں چڑھ کر چار دیواری کے پاس آگئے چار دیواری سبز رنگ

کے پتھروں کو جوڑ کر بنائی گئی تھی اس کے تنگ دروازے کے اوپر دوسری منزل کی ایک شکستہ سی چوکور بارہ دری باہر نکلی ہوئی تھی بارہ دری کے اوپر کسی دیوتا کا بڑا سا دروازہ بنا ہوا تھا اس کی سرخ زبان منہ سے باہر نکلی ہوئی تھی آرتی نے اس بارہ دری والی کوٹھری کی جانب انگل اٹھا کر کہا یہ تمہاری کوٹھری کی بارہ دری ہے تم کو اس میں کچھ دن گزارنے ہونگے وہ اسی طرف چل دئے تنگ دروازہ میں سے گزرنے کے بعد کوٹھری میں ایک تاریک زینہ تھا وہ زینہ چڑھ کر اوپر بارہ دری والی کوٹھری میں آگئے۔

بارہ دری میں سے دھند میں پہلی ہوئی کمزور سی روشنی کوٹھری میں آ رہی تھی فرش پتھر کا بنا تھا جہاں دیواروں کے ساتھ زرد گھاس کا بستر سا بچھا ہوا تھا میں تم کو یہاں چھوڑ کر جا رہی ہوں اور تمہارے ہی کام سے جا رہی ہوں کب واپس آؤں گی نہیں پتہ۔ ایک دن میں بھی آسکتی ہوں اور مجھے ایک ماہ بھی لگ سکتا ہے مگر اس دروازہ میں تم اس بارہ دری سے باہر نہیں جاؤ گے بارہ دری میں بھی نہیں جاؤ گے اس بدروحوں کی دینا میں تم کو نہ بھوک لگے گی نہ پیاس نہ ہی نیند کی ضرورت محسوس ہوگی لیکن مجھے یہ معلوم ہے کہ تم انسان ہو زندہ ہو بدروح نہیں ہو میری طرح اور اگر انسان ہونے کی وجہ سے بہت مجبوری میں بھی اور نہایت ہی مجبوری میں اگر تمہارا دل باہر جانے کو چاہے تو صرف اس وقت باہر نکلتا جب چاروں طرف اندھیرا چھا جائے اور وہ بھی صرف تھوڑی دیر کے لیے لیکن دو باتیں یاد رکھنا۔ ایک تو اپنے بازو پر بندھے ہوئے ماتا کے پھوک لیلی کر لینا کہ وہ بازو پر ہی ہے اور دوسرا یہ کہ اس چار دیواری کے قریب رہنا جزیرے کے اندر جانے کا خیال بھی دل میں مت لاتا ورنہ تم نہیں جانتے ہو کہ تمہارے ساتھ کیا ہوگا اب میں جاتی ہوں اپنا خیال رکھنا سعد اور ہاں۔ تم بہت ہی خوبصورت ہو اور اچھے انسان ہو کاش میں بھی انسان ہوں یہ کہہ کر وہ مسکراتی ہوئی چلی گئی تھوڑی دیر بعد وہ اچانک واپس آگئی اور بولی اس چار دیواری کے دروازے کے پٹ غائب ہیں دروازہ دن رات کھلا رہتا ہے تمہاری اس کوٹھری کے دروازوں کے پٹ بھی غائب ہیں میں احتیاط کے طور پر چار دیواری کے باہر منتظر چھوٹے جا رہی ہوں مگر اس جزیرے کی زرد لاشیں بڑی طاقتور ہیں کچھ بھی ہو سکتا ہے مگر تم کو گھبراہٹ نہیں ہوگا ماتا کا دردحان تمہارے ساتھ ہے تمہاری رکھشا کرے گا یہ کہہ کر وہ تو چلی گئی مگر سعد کو خوف نے گھیر لیا۔

یہ خوف اس جزیرے کی طاقتور لاشوں کا تھا آرتی نے صاف الفاظ میں کہہ دیا تھا کہ زرد لاشیں بڑی طاقتور ہیں اور یہاں کچھ بھی ہو سکتا ہے ماتا کے پھوک پر اسے یقین نہیں تھا کیونکہ وہ مسلمان تھا اور وہ ایک پتھر کا بے جان چھوٹا وہ بھلا اس کی کیا حفاظت کر سکتا تھا اسے اپنی یقینی موت صاف دکھائی دے رہی تھی آرتی کا بھی کچھ پتہ نہیں تھا کہ وہ کب واپس آتی ہے وہ خود کہہ کر گئی تھی کہ اسے دن بھی لگ سکتا ہے اور ماہ بھی لگ سکتا ہے اسے یہ بھی نہیں پتہ تھا کہ ان بدروحوں کے اس خوفناک دینا میں دن کتنا لمبا ہوتا ہے یا رات۔ جب سے وہ اس محسوس دنیا میں داخل ہوا تھا دن ہی دن تھا زرد لاش جو زرد پانی میں تیر رہی تھیں اور اس کے سر سے خون بہہ رہا تھا اسے وہ دیکھ چکا تھا وہ دہشت ناک اور ڈرؤانے مناظر میں گھر چکا تھا اس کی طاقتیں اس دنیا میں اسے نہیں مل سکتی تھیں اور وہ بنا مایہ کال کو مارے مرنا نہیں چاہتا تھا مایہ کال موت کی غار سے نکل گیا تھا حالانکہ وہاں سے نکلتا مشکل تھا یہ سب اس کی سب سے بڑی عسکی ناکھی چیز مل کا پتہ تھا جس نے نہ صرف مایہ کال کو زندہ بچا لیا تھا بلکہ اسے قابو کر کے اس دنیا میں لایا تھا اسے یہاں رہ کر نوٹشیں کی یاد بھی بھول گئی تھی اسے اس وقت اپنی فکر تھی اور انتقام کی فکر تھی جو ادھر ادھر گیا تھا اگر زیادہ عرصہ اسے اس دنیا میں لگ جاتا تو مایہ کال ہانیہ سے شادی کر لیتا اور نوٹی مورتی کا راز حاصل کر کے امر ہو جاتا۔ اور پھر وہ اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا تھا وہ گھاس کے بستر پر بیٹھ گیا جب بیٹھے بیٹھے تھک گیا تو لٹ گیا نیند اس کا ساتھ چھوڑ چکی تھی اس پر ایک



سینڈ کے لیے بھی غنودگی طاری نہیں ہوتی تھی لینے لینے وہ تھک گیا اور کوٹھری میں ٹہلنے لگا نہ اسے بھوک لگ رہی تھی اور نہ ہی پیاس زندہ حالت میں موت کی تاریک دینا میں آگیا تھا وہ یہاں صرف سانس لینے سوچنے اور چلنے پھرنے کی حد تک زندہ تھا زندگی کی باقی ساری علامتیں اور ضرورتیں ختم ہو گئی تھیں ٹہلنے ٹہلنے مٹی بار اس کا دل چاہا کہ وہ باہر بارہ دری میں جائے لیکن اسے سختی سے منع کیا گیا تھا بارہ دری میں سے وہی زرد رنگ کی کمزوری روشنی یکسانیت کے ساتھ کوٹھری میں آ رہی تھی بدروحوں کی اس شیطانی زمین دو زدنیا میں آنے کے بعد اس نے کہیں بھی سورج نہیں دیکھا تھا آسمان پر بھی زرد رنگ کی دھند چھائی ہوئی تھی کچھ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ دن کا وقت ہے کون سا ہے شام ہے یا دوپہر ہے وہ بے زار سا ہو کر گھاس کے بستر پر لیٹ گیا کسی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔

وہ سوچ رہا تھا کہ اگر واقعی آرتی کو آتے آتے ایک ماہ لگ گیا تو اس کا یہ وقت کیسے کئے گا وہ لینے لینے زرد رنگ کی روشنی کو ٹھنکے لگا کچھ دیر بعد اس نے محسوس کیا کہ زرد رنگ گہرا ہوتا جا رہا ہے اور پھر اندھیرا سا چھا گیا ہے وہ سمجھ گیا کہ رات ہو گئی ہے مگر اس کے لیے رات اور دن برابر تھے کیونکہ وہ سو نہیں سکتا تھا اسے رات بھی دن کی طرح کبھی بیٹھ کر اور کبھی ٹہل کر اسی کوٹھری میں گزارتی تھی اسے یوں محسوس ہونے لگا جیسے وہ ایک خلا میں لٹک گیا ہے جہاں نہ دن ہے نہ رات نہ موت ہے نہ زندگی اتنے میں گپ اندھیرا چھا گیا کوٹھری میں اندھیرا اتنا گہرا ہو گیا کہ اسے اپنا جسم بھی دکھنا بند ہو گیا اس پر سناٹا اور خاموشی ایسی چھائی ہوئی تھی جیسے کاغذات کی ساری آوازیں خاموش ہو گئی ہوں۔ اسے اپنا کوئی بھی منتر یاد نہیں تھا سب کچھ اس وقت ہوا ہو گیا تھا ورنہ وہ کچھ منتر پڑھ کر اپنے اوپر غنودگی طاری کر لیتا اب سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ گھاس کے بستر پر آنکھیں بند کر کے لیٹا رہے اور جب بھی صبح ہو تو ٹھنڈا شروع کر دے اور آرتی کا وید کرے خدا جانے رات کا کیا بجا تھا کتنی رات گزر چکی تھی اور کتنی باقی تھی کوٹھری کے اندر اور بارہ دری کے باہر صرف اندھیرا تھا اسے اپنا آپ بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا وہ خود اندھیرے میں جیسے تحلیل ہو گیا تھا اس اندھیرے کو ماحول کی خاموشی اور سناٹا بے حد بھیانک بھنارہا تھا چونکہ اس نے کئی خطرناک چلے کئے تھے اور روحوں و جنات کا عادی تھی اور رات کے اندھیرے میں اس نے عمل کیے تھے اس وجہ سے اس کے ہوش و حواس قائم تھے اسے اگر ڈرتا تھا تو صرف اس بات کا کہ وہ زرد لاشوں کے جزیرے پر اکیلا تھا اور اپنی نورانی طاقتوں کے بغیر ہے کہیں بدروح یا زرد لاش اسے مار نہ دے مانتا کہ بچھو پر اسے ذرہ بھر بھروسہ نہیں تھا۔ اس گپ اندھیرے اور سناٹا خاموشی میں سعد نے کچھ دبی دبی سی آوازیں سنیں اس نے چونک کر بارہ دری کی جانب دیکھا آوازیں اسی جانب سے آ رہی تھیں اور یہ آوازیں ایسی تھیں کہ وہ یاتین آدمی نامتی منتر پڑھتے بین کرتے چلے آ رہے ہیں آوازیں گھٹی ہوئی تھیں بارہ دری کے قریب آ کر آوازیں بند ہو گئیں سعد اندھیرے میں ٹھٹکی باندھے بارہ دری کو دیکھ رہا تھا پہلے بارہ دری کے باہر اندھیرا چھا ہوا تھا پھر باہر اندھیرے میں زرد روشنی کا غبار سا پھیل گیا تھا اک بار کسی کے رونے کی دبی دبی آوازیں آنے لگیں گوکہ اسے آرتی نے بارہ دری سے باہر جانے کو منع کیا تھا پھر بھی دیکھنا چاہتا تھا کہ باہر کیا ہو رہا ہے اور کون رورہا ہے سعد سے نہ رہا گیا۔

اس نے دل کو تسلی دی کہ ایک بار دیکھنے سے کچھ نہیں ہوگا وہ گھاس سے اٹھا اور دے قدموں سے چل کر بارہ دری کے اس آبیٹھا پھر اس نے سراونچا کر کے بارہ دری سے نیچے جھانکا اس نے دیکھا کہ زرد روشنی کے غبار میں زمین پر ایک ارٹھی پڑی ہے اور اس کے دونوں جانب دو آدمی سر جھکائے ہوئے کھڑے ہیں ان کے کفن زرد رنگ کے ہیں اور انہوں نے ہاتھ باندھ رکھے ہیں اور دبی دبی آواز میں بار بار رورہے ہیں۔ ارٹھی

پر زرد کفن میں لپٹی ہوئی ایک لاش بڑی ہے لاش کے چہرے سے کفن ہٹا ہوا تھا اس کا چہرہ زرد اور بے جان ہے پھر ایک جانب سے ایسی کپکپاتی ہوئی آواز آئی جیسے کوئی کسی کا نام لے رہا ہو اس آواز کے سنتے ہی ارٹھی کے پاس کھڑے دونوں آدمی خاموش ہو گئے انہوں نے اپنے سر کو واپس جھکا یا پیچھے مڑے اور آہستہ سے چلتے چلتے اندھیروں میں گم ہو گئے۔

ارٹھی کی لاش بے حس و ساکت پڑی تھی ڈراؤنی سی آواز ایک بار پھر ابھر یا اور کسی نے نام لیا۔ سعد نے اس جانب دیکھا زرد روشنی کا غبار صرف لاش کے ارد گرد تھا جو دائرے میں پھیلا ہوا تھا دائرے کے باہر تاریکی چھائی ہوئی تھی سعد نے اس تاریکی میں سے ایک بہولے کو ابھرتے ہوئے دیکھا یہ انسانی بہولہ اندھیرے میں سے نکل کر ارٹھی کے گرد پڑی زرد روشنی کے غبار کے پاس آیا تو سعد نے دیکھا وہ بھی زرد رنگ کا انسان تھا جس کے جسم پر زرد رنگ کے کفن کے چھترے لٹک رہے تھے اس کے دونوں بازو چلتے ہوئے بالکل بھی نہیں بل رہے تھے وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا اس طرح چل رہا تھا جیسے اس میں کسی نے چابی دال دی ہو اور وہ خود بخود چلا آ رہا ہو اس کے ہونٹوں کے کناروں پر سرخ خون لگا ہوا تھا یہ زرد لاش ہی ہو سکتی تھی زرد لاش ارٹھی کے پاس آ کر رک گئی اس نے اپنے دونوں بازو اگے کر دئے سعد نے دیکھا کہ اس زندہ لاش کی انگلیوں کے ناخن پھتریوں کی طرح باہر نکلے ہوئے تھے جیسے ہی اس نے اپنے بازو اگے کر کے ارٹھی والی لاش پر لٹکیں لٹکیں لاش اٹھ بیٹھی وہ اس حالت میں بیٹھی ہوئی تھی کہ حرکت نہیں کر رہی تھی زرد لاش ایک قدم چل کر ارٹھی والی لاش کے پاس آئی اور زرد لاش کو اپنے قریب پا کر ارٹھی والی لاش کے منہ سے ایک گڑگڑاہٹ کی آواز نکلی زرد لاش نے اسی لمحے اس لاش کی گردن دونوں ہاتھوں سے دبوچی اور ایک جھٹکے سے گردن سے جدا کر دی سر جدا کر کے اس نے دوڑا چھال دیا اور کسی درندے کی طرح اس لاش کا گوشت نوج نوج کر کھانے لگی یہ منظر دیکھ کر سعد کے جسم میں خوف کی ایک لہر دوڑ گئی وہ باری دری سے پیچھے ہٹا اور لاش کو مردے کا گوشت کھاتے ہوئے دیکھتا رہا اور ہڈیاں چباتے ہوئے دیکھتا رہا۔ اس کے دیکھتے ہی دیکھتے زرد لاش ارٹھی والی لاش کو مکمل ہڑپ کر گئی لاش کو کھانے کے بعد اس نے منہ سے ایک خوفناک سی آواز نکالی اور وہ واپس جانے لگی۔

سعد نے بارہ دری کی جس منڈ پر ہاتھ رکھا تھا وہاں سے اس کا ہاتھ اتقا پھسل گیا اور منڈ پر کا جھوٹا سا پتھر جو پہلے ہی اکھڑا ہوا تھا نیچے جا کر اچھڑ کے گرنے سے آواز پیدا ہوئی اور اس آواز کو سن کر لاش رک گئی اس نے سر اٹھا کر بارہ دری کی جانب دیکھا سعد نے جلدی سے نیچے کر لیا نیچے پتھر کی جالی گئی ہوئی تھی وہ جالی کے سوراخوں سے زرد لاش کو دیکھنے لگا زرد لاش کچھ دیر تک ٹھٹکی باندھے ہوئے بارہ دری کو دیکھتی رہی شاید اس نے سعد کو دیکھ لیا تھا اس نے اچانک منہ سے وہی خوفناک آواز نکالی اور آہستہ سے چلتے ہوئے بارہ دری کی جانب بڑھنے لگی سعد جلدی سے ہٹ گیا وہ جان گیا کہ لاش اوپر آ رہی ہے نیچے پڑی ڈھکی کے دروازے کے پٹ نہیں تھے اوپر بارہ دری کے بھی دروازے کے پٹ نہیں تھے دونوں کھلے ہوئے تھے وہ خوفناک زرد لاش کسی بھی وقت اوپر آ سکتی تھی سعد پر گھبراہٹ طاری ہوئی اسے یاد آ گیا آرتی نے کہا تھا کہ زرد لاشوں کے پاس زبردست طاقت ہوتی ہے ہو سکتا ہے کہ مانتا کا بچھو اس کی حفاظت نہ کر سکے لہذا ہوشیار رہنا اور کبھی بھی تم ان کے سامنے نہ جانا لیکن سعد سے غلطی ہوئی تھی لاش نے اسے دیکھ لیا تھا اب شاید اسے کھانے اوپر آ رہی تھی اسے وہی خوفناک چیخ کی دبی دبی سے دوبارہ آواز سنائی دی یہ زرد لاش کے حلق سے نکلنے والی آواز تھی جو نیچے تاریک زینوں سے آ رہی تھی زرد لاش نے اپنے چہرے پر ہی تھی اور کسی بھی لمحے اوپر آ سکتی تھی اور اس کا وہی حشر کر سکتی



تھی جیسا کہ دوسری لاش کا ہوا تھا سعد خوف اور بے بسی کی حالت میں کونھری میں ادھر ادھر کو دوڑنے لگا اسے زرد لاش سے بچنے کا کوئی راستہ نظر نہ آ رہا تھا اس نے بارہ دری کی جانب دیکھا وہ دوڑ کر بارہ دری میں دیوار کو ٹولا شاید کوئی جنگلی بیل دیوار سے چمٹی ہوئی تھی زرد لاش کے منہ سے نکلنے والی آواز قریب سے قریب آگئی تھی زرد لاش اب کونھری میں داخل ہو کر اسے ڈھونڈ رہی تھی سعد کے سر پر موت کھڑی تھی اس نے بارہ دری کی دیوار سے چمٹی ہوئی بیل کو دونوں ہاتھوں سے پکڑا اور چھلانگ لگا دی وہ بیل کے ساتھ نیچے جھاڑی میں آگرا سے جھاڑی میں گرنے سے زیادہ چوہیں نہیں آئی تھیں وہ اٹھا اور دیوانہ وار ایک طرف کو بھاگ گیا۔

اسکے چاروں طرف تاریکی ہی تاریکی تھی اور اسی تاریکی میں بھاگتا ہوا چلا جا رہا تھا کونھری کی جھاڑی میں الجھ کر منہ کے بل گرنا اور تیزی سے اٹھ کر پھر بھاگنا شروع کر دینا اس کا سانس پھول گیا تھا مگر موت کا خوف اسے رکھنے نہیں دے رہا تھا اسے ایسے لگ رہا تھا کہ جیسے زرد لاش اس کا تعاقب کر رہی ہے اور اس کے پیچھے دوڑتی چلی آ رہی ہے دوڑتے دوڑتے جب اس کا سانس بہت پھول گیا اور مزید دوڑنا مشکل ہو گیا تو وہیں اندھیرے میں بیٹھ گیا اس نے ہانپتے ہوئے اندھیرے میں ادھر ادھر دیکھنے کی کوشش کی اسے تاریکی دکھائی دی اچانک اسے ایسے لگا کہ جیسے زرد لاش اس کے سر پر آ پہنچی ہو اور اپنے دونوں بازو پھیلا کر اسے دبوچنے ہی والی ہے تو وہ پھر سے خوفزدہ ہو گیا اور ہانپتے ہوئے دوڑنے لگا دوڑتے دوڑتے بھی اندھیرے میں ہوا میں طرف ہو جاتا اور کبھی بائیں طرف موت کا خوف اسے دوڑائے چلا جا رہا تھا اچانک کسی پتھر سے اس کا پیر ٹکرایا اور وہ ایک کھڈ میں گر گیا اور وہ اونچی سوکھی گھاس میں گر رہا تھا اگر تہی کھڈ کی دیوار سے لگ کر بیٹھ گیا اور لمبے لمبے سانس لینے لگا وہ پورا منہ کھولے ہانپ رہا تھا اور اوپر کھڈ کے کناروں کو دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا مگر اسے اندھیرے میں کچھ بھی نہ دیکھائی دیا وہ یہ سننے کی کوشش میں بھی تھا کہ کہیں سے زرد لاش کے منہ سے نکلنے والی وہ خوفناک آواز تو نہیں آ رہی۔ آواز نہیں آ رہی تھی اسے زرا بھی سا سکون ملا کہ لاش نہیں آ رہی سوکھی گھاس کے اس کے کندھوں سے بھی اوپر تک اگی ہوئی تھی وہ گھاس میں چھپ کے بیٹھ گیا اور اپنا سانس درست کرنے لگا اور سوچنے لگا کہ وہ کہاں پر ہے اور اسے کہاں جانا چاہیے بارہ دری والی کونھری میں وہ واپس جانے کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا اسے وہاں اس کی موت کا انتظار میں بیٹھی ہوئی نظر آئی زرد لاش نے اس پر دہشت طاری کر دی تھی اس نے باہر نکل کر غلطی کی تھی اور اب اس کی سزا بھگت رہا تھا گھاس میں بیٹھ بیٹھ جب اس کا سانس درست ہوا تو اس نے سر اٹھا کر باہر نکلا اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔

اسے کچھ دور زردی روشنی دکھائی دی اور اسی جانب چل کر کھڈ میں اونچی گھاس ہی گھاس تھی جو اس کی کمر تک آ رہی تھی فاصلے پر نظر آتے والی زرد روشنی نہ تو ٹھنڈی تھی نہ جھلما رہی تھی ویسے ساکت تھی جب وہ اس کے کافی قریب آ گیا تو اس نے دیکھا کہ زرد روشنی کھڈ کی اونچی دیوار کی ایک جگہ سے آ رہی تھی اس زرد روشنی کی وجہ سے کھڈ کے آس پاس کی جگہ دھندلی دھندلی سی تھی سعد ڈرتے ڈرتے دیوار کے قریب آ گیا اسے یہ بھی دھڑکا تھا کہ کہیں یہاں بھی کوئی زرد لاش نہ اچانک نکل آئے دیوار میں کسی سرنگ کا دھانا نہ تھا دھندلی روشنی اسی دھانے سے نکل رہی تھی وہ سوچنے لگا کہ وہ اندر جائے یا نہ جائے چھپنے کے لیے دوسری جگہ بھی نہیں تھی باہر وہ رہنا نہیں چاہتا کیونکہ اس کے خیال میں اسے زرد لاش کی بھی لٹے دیوچ سکتی تھی مصیبت یہ تھی کہ اس کو سارے متر پھول گئے تھے اگر سرنگ میں زرد لاش نہیں ہے تو شاید وہ ماتا کا بچھو اسے بدروح سے محفوظ رکھ لے یہ سوچ کر وہ سرنگ میں داخل ہو گیا۔ جسے وہ سرنگ سمجھ رہا تھا اسے وہ ایسی راہداری لگی جیسے

قدیم ویران محلات میں ہوتی تھی راہداری میں زرد روشنی خدا جانے کہاں سے آ رہی تھی راہداری کے دونوں جانب دیوار کے ساتھ ساتھ پتھر کے ستون بنے ہوئے تھے فرش پتھر کا تھا اونگھو ہوا تھا صرف اس پر گرد و جی ہوئی تھی کہیں کہیں چھت پر لگے ہوئے مکڑی کے جالے لٹک رہے تھے یہ پراسرار راہداری مسجد کو ایک دروازے کے پاس لائی جس پر پردہ گر ہوا تھا پردہ اس طرح سے گرا ہوا تھا کہ درمیان سے کھلتا تھا وہاں سے زرد روشنی کا غبار باہر نکل رہا تھا سعد نے اللہ کا نام لے کر دھڑکتے دل سے اندر جھانک کر دیکھا اسے عجیب و غریب منظر نظر آیا اس قسم کے منظر زرد لاشوں اور بدروحوں کے اس خوفناک جزیرے میں وہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا اس نے دیکھا کہ اس کشادہ کمرہ ہے جس کا فرش سرخ قالینوں سے ڈھکا ہوا تھا دیواروں پر پٹنوں کے پردے لٹک رہے ہیں دیوار کے ساتھ شاندار پینٹ پر مٹی بستر لگا ہوا تھا پینٹ کے کنارے ایک عورت کا پتھر کا مجسمہ کھڑا ہے جو نیچے جھک کر ہاتھ سے کوئی چیز اٹھانے کی کوشش کر رہی ہے سارے کمرے کی فضا ایک پراسرار مگر بڑی پرسکون اور زرد روشنی کا غبار سا پھیلا ہوا تھا اچانک کسی عورت کی آواز نے اسے چونکا دیا۔

اندرا آ جاؤ۔ میں تمہارا ہی انتظار کر رہی تھی وہ پردہ ہٹا کر اندر داخل ہوا جس عورت نے سے آواز دی تھی وہ اسے نظر نہیں آ رہی تھی اس نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا تم کون ہو میں تمہاری دوست ہوں سعد۔ تم کو میرا نام کب سے معلوم ہو میں تمہارا نام جانتی ہوں میں یہ بھی جانتی ہوں کہ تم خون کی زرد لاش سے بچ کر ادھر آئے ہو فکر کی ضرورت نہیں ہے تم میرے پاس آ گئے ہو اب تم کو کسی سے کوئی خطرہ نہیں ہے لیکن تم دروازے کے ساتھ کیوں کھڑے ہو اندرا آ جاؤ جانے کی بات تھی کہ سعد کا دل اسے اندر نہ جانے اور بھاگنے کو کہہ رہا تھا اس نے وہیں سے کہا مگر تم کہاں ہو دکھائی کیوں نہیں دے رہی ہو دروازے میں کھڑے کھڑے تم مجھے نہیں دیکھ سکتے وہ پینٹ کی جانب بڑھا جیسے ہی وہ دروازے سے ایک قدم آگے بڑھا ایک خوفناک گونج کی آواز کے ساتھ دیواروں کے پردے پھڑ پھڑانے لگے سنگ مرمر کا مجسمہ ایک دھماکے سے پھٹ گیا وہ گھبرا کر بھاگنے کے لیے پیچھے مڑا مگر اس نے دیکھا کہ جہاں پہلے دروازہ تھا اور پردہ گرا تھا اب وہاں پتھری دیوار تھی اسے اب احساس ہوا کہ وہ کسی بدروح یا زرد لاش کے جال میں پھنس گیا ہے اچانک پینٹ فرش سے اچھل کر چھت پر سے ٹکرایا اور نیچے گر پڑا نیچے گر تے ہی وہ غائب ہو گیا سعد خوفزدہ ہو کر دیوار سے لگ گیا شور مچا ہوا اور دیواروں کے پھڑ پھڑاتے پردے ساکن ہو گئے پینٹ پھر سے اپنی جگہ نمودار ہوا اور اس کے سر ہانے عورت کا جو مجسمہ کھڑا تھا وہ بھی پھر سے نمودار ہو گیا وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے ماحول کا جائزہ لے رہا تھا وہ سب جان گیا کہ یہ جادو کی کرشمہ سازی ہے صرف سعد اس خیال سے ڈر گیا کہیں یہ زرد لاش کی کرشمہ سازی نہ ہو اور وہ کسی طرف سے ظاہر ہو جاتی ہے تو سعد کا زندہ بچنا مشکل تھا کمرے کی فضا پر موت کی سی تاریکی چھا گئی پھر ایسا ہوا کہ ایک کونے کی جانب سے گرگڑاہٹ کی آواز بلند ہوئی سعد کا دل بیٹھ گیا اس کا رنگ زرد ہو گیا جسم ٹھنڈا ہو گیا یہ لاش کی آمد کی آواز تھی وہ کونے کی جانب سہی نگاہوں سے دیکھنے لگا اچانک اسے وہاں سے ایک آدمی باہر نکلتا ہوا دکھائی دیا اور نکل کر پینٹ پر دروازہ ہو گیا اس نے کمر کو پینٹ سے ٹیک لگایا اور بولا۔

حیران پریشان۔۔۔ سعد۔۔۔ اسے جان گیا ہو کوئی نہیں اس کا دشمن مایہ کال ہی تھا جو اس کی اس حالت سے خوش ہو رہا تھا میری دشمن بدروح۔ آرتی سے مل کر تم کو کیا لگا کہ تو میری قید سے بھاگ جائے گا یہ پاتال ہے اور ہر طرف میرا طلسم پھیلا ہوا ہے یہاں سے تو میری مرضی سے نہیں نکل سکتا اگر نکلے گا تو مارا جائے گا مفت میں اور میں تجھے ایسے مرنے نہیں دوں گا کیونکہ تم کو میں نے ازیت دے دے کر مارنا ہے ایک بار مارنے سے میری تسکین نہیں ہوگی تو نے بہت بڑی غلطی کی جو مجھ سے مایہ کال سے ٹکری تم کو پتہ بھی نہیں کہ مایہ کال کیا چیز



ہے تو نے پھر بھی مجھ سے ٹکری اور مجھے تڑپایا میرے سب سے وفادار غلام دیو کا لالہ اور ساتھ میں رانی کو بھی مار ڈالا تم نے مجھے چتا پر جلایا پھر نرک تلے کھلا اور آخر میں موت کے کنوئیں میں پھینک دیا مطلب اپنا انتقام پورا کیا مگر میں نہ مرا اور تو خود میرے طلسم میں پھنس گیا اوں۔ تو واقعی کھلاڑی ہے نیم کھیل سکتا ہے مگر مایہ کال اس نیم کا ساڑے اس مقام تک آنے میں نے اپنی دس سالہ بیٹی تو اپنے ہاتھوں سے ذبح کیا جتنی کو آگ میں جلادیا کیا کرتا آقا کی مرضی تھی پھر چپ کئے خلعتیاں لیں اور اب آخری مرحلہ باقی ہے ہانیہ سے مورتی کا راز اور اس کی بلی دینا اس کے میں امر ہو جاؤں گا اس سنسار پر میری حکومت ہوگی شیطان آقا کی حکومت کا لے علم کی حکومت۔ مایہ کال کی حکومت مگر تم اس سارے کھیل میں رکاوٹ ہے اور نہ جانے تم میں ایسا کیا ہے کہ تجھے مارنے کو میرا من نہیں کرتا ناجانے کیوں حالانکہ اپنی اولاد کے لیے بھی ذرہ بھی میرے اندر رحم یا درد نہیں ہوا نہ جتنی کے مارتے وقت مگر تم میں ایسا کیوں ہے کہ مجھے رحم آتا ہے تم پر عجیب سی بات ہے۔

سعد خاموشی سے مایہ کال کی باتیں سن رہا تھا اس لیے میں تم کو دو چواؤں دیتا ہوں تم مان لو میرا وعدہ ہے کہ میں تم کو نہیں ماروں گا اپنا نائب بنالو گا اور آدمی حکومت دوں گا عیش کرو گے ساری زندگی ہر چیز ملے گی اگر نہ مانو تو عبرت ناک موت۔۔۔ یہ بات تو تم جانتے ہو کہ اس باتا ل میں تم کو تمہاری نورانی خلعتیاں نہیں ملیں گی جب تک تم عام سے انسان ہو جیسا کہ پہلے تھے یہاں تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اتنا اپنا نقصان کرو گے اس لیے بتاؤ کیا تم میری دو میں سے نیک شرط مانو گے پہلی شرط یہ کہ تم کو مجھے جہد کرنا ہوگا دوسری شرط یہ کہ بس مایہ کال بس۔۔۔ یہ بات واقعی سچ ہے کہ میں نہتا ہوں میرے پاس عسکی نہیں ہے مگر مسلمان عسکی پر نہیں خدا کی نصرت اور مدد پر یقین رکھتا ہے یہ بات بھی واقعی سچ ہے کہ اس وقت میں تیرے طلسم میں ہوں تیرے نشانے پر ہوں تو جو چاہے کر سکتا ہے مگر سن اور شیطان کے پجاری۔ جب تک میرے جسم میں خون کا ایک بھی قطرہ ہے میں تجھے تیرے اس ارادے میں کامیاب نہیں ہونے دوں گا تیرا یہ خواب۔۔۔ خواب ہی رہے گا جس طرح نوشین تیرے ناپاک ارادے کی بھینٹ چڑھی تھی ہانیہ نہیں چڑھے گی تو خالی ذلیل ہو کر مرے گا مقابلہ کرنے کا اتنا ہی شوق ہے تو برابری کر مجھے میری صرف ایک عسکی دے پھر دیکھتا ہوں کہ تو کیسے مارتا ہے مجھے بلکہ نہیں تو جو کر سکتا ہے کرا بھی کر میرے لیے میری عسکی اللہ کی ذات ہے اور وہ میرے ساتھ ہے تیرے ہی طلسم میں رہ کر تجھ سے پوشیدہ رہا اور اپنی غلطی سے باہر نکلا تو میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا ہے مایہ کال تجھے مارتا ہے اور میرے ہی ہاتھوں مارتا ہے نوشین کی دردناک موت تیری موت کا میرے ہاتھوں مرنے کا انتظار کر رہی ہے ایسا ہونا طے ہے۔ تو مرے گا۔ میرے ہی ہاتھوں مرے گا سعد نے جوش سے اسے ترکی بہ ترکی جواب دیا اس پر اس کا بہت اثر ہوا مایہ کال پلنگ سے اٹھ کر اس کے پاس آیا اور بولاری جل گئی مگر بل نہ کیا پھر اس نے سعد سے کہا افسوس سعد تو نے میری بات نہ مان کر خود پر ظلم کیا ہے اب تو مرنے والا ہے یہ کہہ کر اس نے سعد کی جانب ہاتھ جھکا تو اس کی ہاتھ سے کالا سیاہ بچھوٹا کھنکھل کر سعد کی جانب لپکا وہ سعد کو اپنے زہر لے ڈنگ سے ایک لمحے میں ہلاک کر سکتا تھا وہ جیسے ہی سعد کو ڈسنے کے لیے اس کے پاؤں کی جانب آیا اسے ایک زوردار جھٹکا لگا اور ایک دھماکہ ہوا بچھوٹا جل گیا مایہ کال نے دوسرا بازو جھٹکا اسکے دوسرے بازو سے ایک کالا سیاہ ہانگ پھن اٹھائے پھٹکرتا ہوا نکلا اور اڑتے ہوئے سعد کے سر کے اوپر چکر لگائے لگا سعد نے اللہ کا نام لیا اور مدد کی دعا کرنے لگا سانپ نے سعد کی گردن کے گردن سات چکر لگائے اور پھٹکرتا ہوا جیسے ہی اسے ڈسنے لگا وہ بھی ایک دھماکہ سے پھٹ گیا۔

یہ دیکھ کر مایہ کال کا خون کھول اٹھا اس نے گرجتے ہوئے کہا سعد تو نے میری طاقت کو لگا کر ہے تو میری

طاقت سے بے خبر ہے یہ لے۔ اتنا کہہ کر مایہ کال نے دونوں ہاتھ پھیلائے اور اپنے پنجے کھول دیئے اس کی انگلیوں سے زرد رنگ کیا آگ کے شعلے نکل کر سعد کی جانب لپکے اس حملے سے سعد گھبرا گیا اس سے پہلے کہ سعد کے قدم ڈگمگاتے شعلے پاس آ کر بجھ گئے پھر مایہ کال نے آنکھیں بند کیں اور منتر پڑھا اور ایک ہاتھ بلند کیا تھوڑی دیر بعد اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا مگر چمک آگیا مایہ کال نے آنکھیں کھول کر سعد سے کہا سعد اس مگر مجھ سے تو نہیں بچ سکے گا۔ یہ تیرے خاندان والوں کو بھی کھا جائے گا مایہ کال نے اسے زمین پر پھینک دیا چھوٹا سا مگر پچھ زمین پر گرے ہی پورا بڑا ہو گیا اور اپنے نوکیلے دانتوں والے جڑے کھول کر ڈراؤنی آوازیں نکالتا ہوا سعد کی جانب بڑھا سعد اسے دیکھ کر خوفزدہ ہو گیا اسے گلے لگا کہ اس کی موت اب یقینی ہے اس کا کھیل اب ختم ہو گیا ہے مگر چھ خوفناک آوازیں نکالتا ہوا پھل کر سعد کی جانب آیا تاکہ اسے اپنے جڑے میں جکڑ کر دو ٹکڑے کر کے ٹکڑے کر کے آ کر اس کا جسم بھی پھٹ گیا۔

یہ دیکھ کر مایہ کال کا حیران ہوا اے مجھ نہ ائی کہ یہ سب کیسے ہو رہا ہے خیر وہ محتاط ہو گیا اسے علم ہو گیا کہ اس وقت سعد پر کسی طاقت کا سایہ ہے اور وہ اتنی آسانی سے مرنے والا نہیں ہے مگر وہ بہار کہاں مانے والا تھا وہ بہت ظالم اور سفاک تھا سعد۔ تیری اس سے جو بھی عسکی مدد کر رہی ہے اس نے تجھ کو یہ بھی بتا دیا ہوگا کہ وہ تمہاری مایہ کال کے جادو کے خلاف تودہ کر سکتی ہے مگر زرد لاشوں اور خون کی دروحوں کی اس دنیا سے نہیں نکال سکتی تو اس مردہ دنیا میں زندہ بدروح بن کر بھٹکتا رہے گا آج نہیں تو کل تجھے میرے ہاتھوں مرنا ہی ہوگا میں تجھے مارنے کا فیصلہ کر چکا ہوں اور مایہ کال جب کوئی فیصلہ کرتا ہے تو وہ اسے پورا بھی کرتا ہے اور یہ بات تو اچھی طرح جانتا ہے یہ کہہ کر مایہ کال نے ایک قہقہہ لگایا اور وہیں پر ہی غائب ہو گیا اس کے جاتے ہی سعد نے اطمینان کا سانس لیا اب اس نے چل پھر کر کمرے کا جائزہ لیا کہ شاید وہاں سے نکلنے کا کوئی دوسرا دروازہ ہو مگر کوئی دروازہ نہ تھا جس دروازے سے وہ اندر آیا تھا وہاں دیوار کھڑی تھی اس اعتبار سے وہ پھر کی چار دیواری میں قید ہو گیا تھا وہ پلنگ پر بیٹھ کر سوچنے لگا کہ اسے کیا کرنا ہوگا اس پتھر کی سنگین چار دیواری سے وہ باہر کیسے جائے۔ بظاہر باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہ تھا اس نے اٹھ کر دیوار پر ہاتھ رکھ کر دیکھا دیوار سخت پتھر کی تھی جیسے کہ پتھر کو تراش کر بنایا گیا ہو وہ مایوس ہو کر واپس پلنگ پر آ بیٹھا یہ شاید اس کے لیے قیمت تھی کہ اس چار دیواری میں اندھیرا نہیں تھا بلکی بلکی زرد روشنی کا غبار پھیلا ہوا تھا۔

سعد چند لمحے پتھر کی سنگین چار دیواری اور چھت کو بے بسی سے تنکٹا رہا پھر ہر طرف سے مایوس ہو کر اس نے اپنے آپ کو قسمت کے حوالے کر دیا کہ شاید اس کی اس حالت کی آرتی کو خیر ہو جائے اور وہ اسے نکال کر لے جائے وہ بستر پر لیٹ گیا پہلی بار مردوں کی اس تاریک دنیا میں اس پر غنودگی چھانے لگی اور وہ سو گیا۔

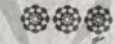


مایہ کال وہاں سے غائب ہو کر ایک قدیم سالہ غار میں آ گیا وہ شدید آگ بجولہ تھا غار میں بڑی بڑی مکروہ چکا ڈریں چھت کے ساتھ اٹکی ہوئی تھیں مایہ کال نے ان کے نیچے کھڑے ہو کر مکروہ آواز سے کہا ناشی۔ ناشی فوراً میرے سامنے آ اگر یہاں ہے تو مگر ناشی شاید وہاں نہ تھی وہ نہ آئی زینتی زینتی میرے سامنے آ دوسری بار اس نے کہا تو چھت سے لٹکی ہوئی ایک چکا ڈر الگ ہو کر اڑی اور چکر لگا کر مایہ کال کے سامنے ایک بیت ناک ڈائن کی شکل میں حاضر ہوئی اس کی الوجیسی چونچ والی ناک اوپر کواچی ہوئی تھی اور دونوں آنکھوں میں بھی اندھیرا ہو جاتا تھا اور کبھی روشنی آ جاتی تھی اس کے بال جنگلی جھاڑی کی طرح تھے اور سامنے کا ایک دانت باہر نکلا ہوا تھا یہ زینتی ڈائن تھی جو اس غار کی ڈائنوں کی سب سے خطرناک ڈائن تھی اس نے مایہ کال



کے آگے سر جھکا کر کہا۔ منتی حاضر ہے مایہ کال مہاراج۔ میرے ساتھ آؤ مایہ کال اسے ساتھ لے کر غار کے ایک تہ خانہ میں لے گیا جہاں ڈانٹوں اور چکا دڑوں کی چھوٹی بڑی کھوپڑیاں اور بچوں کی ہڈیاں دیواروں کے ساتھ چمبی ہوئی تھیں مایہ کال انسانی کھوپڑیوں سے بنے ایک چبوترے پر بیٹھ گیا اور منتی ڈانٹ سے کباز منتی مجھے آج میرے اپنے دشمن نے میرے طلسم میں شکست دی ہے جس کو میں ہر قیمت پر ہلاک کرنا چاہتا ہوں مگر برا اس پر کوئی متاثر نہیں کر رہا ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے میرے آقا۔ آپ کے طلسم میں بھی ایسا ہو رہا ہے منتی نے حیران ہو کر کہا۔ ہاں یہ سب اس لیے ہوا ہے کہ میرے دشمن کو شاید روشنی کی شگفتگی کی مدد حاصل ہے اور میں روشنی کی شگفتگی کا مقابلہ نہیں کر سکتا ہوں میرا خطرناک سے خطرناک منتر بھی شکست کھا گیا میرا ہر حملہ نام کام ہو گیا مجھے ایسا محسوس ہوا کہ کہیں میرا دشمن جوانی وار نہ کر دے۔ میرے آقا پاتال میں روشنی کی شگفتگی کا داخل ہونا ناممکن ہے یہ کوئی اور ہی ہوگا جو شاید اسی دنیا کا باسی ہے پھر میرے دشمن کی مدد کون کر رہا ہے

مایہ کال نے چیخ کر کہا اور اٹھ کر ادھر ادھر چکر لگانے لگا کافی دیر بعد وہ رکا اور بولا زنتی اتنا تو میں جانتا ہوں کہ جب میں اپنے دشمن کے ساتھ تھا تو وہاں اس کے ساتھ اور کوئی موجود نہ تھا ضرور اس کی مدد کرنے والے نے اس کو کالی دینا پاتال کید نیا کال کوئی خطرناک منتر بتا دیا مایہ اسے خطرناک منتر کا مہرہ بتا دیا ہے یا مہرہ دے دیا ہے جو اسے میرے جادو سے بچا رہا ہے تم بڑی عیار ڈانٹ ہو ہر طرح کا روپ بھی اپنا سکتی ہو کسی بھی طریقے سے میرے دشمن کے پاس جا کر اس کی طاقت کا راز مجھے بتاؤ معلوم کر کے تاکہ میں اس کا توڑ کر سکوں تم کو صرف اور صرف اس سے یہ راز معلوم کرنا ہے اسے مارنا نہیں ہے کیونکہ یہ حق صرف مجھے ہے بس تم صرف یہ معلوم کرو کہ اس کے پاس ایسا کیا ہے کہ میرے طلسم میں ہی اس پر میرا منتر بے اثر کر دیا ہے ایک بار اس کا راز میرے ہاتھ آ گیا تو پھر اسے مرنے سے کوئی نہیں بچا سکتا میرے دیوتا۔ وہ اس وقت پاتال میں کہاں ہے اس کی شکل و صورت کیسی ہے مایہ کال نے کچھ بڑھ کر تھکی کھولی اور زنتی کے آگے کر دی اور کہا اس میں میرے دشمن کو دیکھو زنتی نے منشی میں بنی جادوئی سکرین پر پلنگ پر ایک خوبصورت نوجوان کو سوتے ہوئے دیکھا میرے دیوتا۔ یہ تو آپ کا پرانا تہ خانہ ہے ہاں زنتی تم نے ٹھیک کہا ہے یہی وہ میرا دشمن ہے جس کو میں نے اپنے پرانے تہ خانے میں قید کر دیا ہے جس کا نام سعد ہے جاؤ اور مجھے معلوم کر کے بتاؤ زنتی نے سر جھکا کر کہا ایسا ہی ہوگا میرے دیوتا مایہ کال اور وہ غائب ہو گئی۔



سعد اس وقت مایہ کال کی پرانی تہ خانے کی سنگین چار دیواری میں قید پلنگ پر گہری نیند سو رہا تھا خدا جانے اسے کیسے نیند آ گئی تھی اچانک اس کی آنکھ کھل گئی یوں لگا کہ جیسے کوئی اس کا نام لے کر اسے پکار رہا ہو اس نے کان لگا دیئے آواز کسی عورت کی تھی آواز بڑی دبی ہوئی تھی جیسے زمین کے اندر سے آ رہی ہو سعد۔ میری مدد کرو مجھے باہر نکالو وہ ایک بار حیران ہوا کہ اس عورت کو میرا نام کیسے معلوم ہو گیا یہ عورت کون ہے پھر اسے خیال آیا کہ اس جادوئی دنیا میں سب کچھ ممکن ہے کیونکہ وہ خود بھی اسی دنیا میں تھا اور یہاں کچھ بھی ہو سکتا تھا اس نے سوچا کہ معلوم کرنا چاہیے یہ عورت کون ہے ہو سکتا ہے وہ اس کی یاد باس کی مدد کر سکے وہ ڈوب رہا تھا اور اس کے لیے تنکا بھی سہارا تھا وہ اٹھ کر بیٹھ گیا دوسری یا تیسری بار جب عورت کی آواز سنائی دی تو اس نے جواب میں پوچھا تم کون ہو اور کہاں ہو تمہارے پاس جو پتھر کا مجسمہ رکھا ہوا ہے میں اس کے اندر ہوں۔

سعد نے پلنگ کے سر ہانے کی جانب دیکھا جہاں مجسمہ جھکا ہوا تھا میں تم کو اس مجسمے سے کیسے نکال

سکتا ہوں کیا میں اسے توڑ دوں نہیں توڑنے سے کچھ نہیں ہوگا میں پھر بھی اس کی قید میں ہی رہوں گی تو پھر میں تم کو کیسے نکال سکتا ہوں مجسمے کے نیچے ایک چھوٹا سا چبوترہ ہے اس کے سامنے کی انیٹ ایک طرف نکال کر دیکھو وہاں ایک چھوٹی سی دیوار پڑی ہے جس کی اس دیوار میں بچھو ہے اس بچھو کو مار ڈالو میں خود بخود آزاد ہو کر مجسمے سے باہر آ جاؤں گی اسی لمحے سعد کو احساس ہوا کہ کہیں یہ بھی کوئی چیلر یا بدروح نہ ہو اور وہ الٹا کسی اور مصیبت میں پڑ جائے اس نے پوچھا تم ہو کون اور تم کو اس بت میں کس نے بند کیا۔ کیا تم بھی مردوں کی اس دنیا کی کوئی بدروح ہو مجسمے کے اندر سے عورت کی تھکی ہوئی آواز آئی میں کوئی بدروح نہیں ہوں میں تمہاری طرح انسان ہوں مجھے ایک سادھو نے یہاں بند کر رکھا ہے اچھا تم اگر بدروح نہیں ہو تو پھر تم کو میرا نام کیسے معلوم ہو گیا جو مجھے انسانی دینا سے لایا تھا اس نے مجھے اتنا جادو سکھا دیا تھا تم مجھے باہر تو نکالو تم کو سب کچھ بتا دیتی ہوں سعد نے سوچا اسے باہر نکال دینا چاہیے اس وقت اس کی جو بھی شگفتگی مدد کر رہی ہے اسے امید تھی کہ وہ اگر بدروح بھی ہوئی تو اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی میں تجھ پر اعتبار کرتا ہوں تم کو باہر نکالتا ہوں یہ کہہ کر وہ عورت کے مجسمے کی طرف آ کر بیٹھ گیا اس نے دیکھا کہ جس چھوٹے سی چبوترے پر مجسمہ کھڑا تھا۔ اس کی ایک انیٹ اپنی جگہ سے تھوڑی سی ہلی ہوئی تھی اس نے انیٹ کو تھوڑی سی کوشش کے بعد باہر نکال لیا اس نے جھٹک کر دیکھا اندر ڈبی پڑی ہوئی تھی سعد نے ڈبی کو نکالا اور ایک جانب لے گیا۔

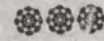
اسے زمین پر رکھ کر اس نے ڈبی کا ڈھکن کھولا اندر واقعی ایک کالا بچھو چکر کاٹ رہا تھا اس نے ڈبی الٹ دی اور فرش پر دوڑتے ہوئے بچھو پاؤں سے چل دیا بچھو مڑ گیا۔ اس کے مرنے ہی عورت کے مجسمے میں سے زرد رنگ کی روشنی سی نکلنے لگی پھر ایک عورت کا بیولہ سا اس سے باہر نکلا اور مجسمے سے الگ ہو گیا۔ سعد یہ سب کچھ پلنگ کے ساتھ کھڑا ہو کر دیکھ رہا تھا عورت کا بیولہ فرش کے ساتھ لگا تو وہ زندہ عورت میں تبدیل ہو گیا عورت بڑی ہی خوبصورت تھی اس نے کافی خوبصورت لباس پہن رکھا تھا لمبے بال شانوں پر بکھرے ہوئے تھے کانوں میں سنہری بالیاں تھیں زندہ انسانی شکل میں آتے ہی عورت نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا۔ میں کس منہ سے تمہارا شکریہ ادا کروں تم نے مجھے ایک عذاب سے جان چھڑادی سعد نے کہا کچھ بچاؤ کیہ تم کون ہو تمہارا نام کیا ہے اور تم انسانی دنیا میں کہاں رہتی تھی میرا نام دعا ہے میں مسلمانوں کی ہستی میں رہتی تھی یہ سادھو مجھے دھوکے سے اٹھا کر یہاں بند کر گیا وہ مجھ سے شادی کرنا چاہتا تھا میں نے انکار کر دیا تو اس نے مجھے مزے کے طور پر مجھے بند کر دیا بس اتنی سی بات ہے میری کہاں عورت نے کہا سادھو کا نام کیا ہے مجھے اس نے اپنا نام نہیں بتایا تھا مگر ایک بار میں نے کسی ایک بدروح کو اس کا نام لیتے ہوئے سنا تھا اس کا نام مایہ کال تھا لیکن تم یہاں کیسے آ گئے تم بھی مجھے انسان ہی لگتے ہو مجھے بھی اپنے بارے میں بتاؤ کہ تم کون ہو دعا نے اس سے پوچھا میں بھی تمہاری طرح انسان ہوں بس ہر کسی کے اپنے اپنے فتنے ہیں سعد نے کہا تم بھی میری طرح اس بدروحوں کی دنیا میں قیدی ہو مجھے تم سے پوری پوری ہمدردی ہے لیکن ہم کو زیادہ دیر یہاں رکنائیں چاہیے اگر مایہ کال کو پتہ چل گیا تو وہ میرے ساتھ تم کو بھی نہیں چھوڑے گا وہ بہت ہی خطرناک ہے مگر ہم یہاں سے نکلیں گے کیسے۔ سعد نے کہا۔ دعا نے حیران ہو کر اس کی جانب دیکھا پھر اس سنگین کمرے کی چار دیواری پر چاروں طرف نگاہ ڈوڑائی مایہ کال کو بتائے بغیر میں نے دو تین منتر یاد کر لیے تھے اس وقت وہ میرے کام آئیں گے وہ اٹھ کر دیوار کے پاس آ گئی ایک جگہ انگلی سے دیوار کو ٹھوٹا اور بولی۔

یہاں پہلے ایک چھوٹا سا دروازہ ہوتا تھا ہم اسی دروازے سے باہر نکلیں گے مگر دیوار میں سے کیسے گزریں گے سعد نے پوچھا تو وہ بولی۔ مایہ کال کے منتر کس روز کام آئیں گے دعا نے منتر پڑھ کر



دیوار پر پھونکا دیوار میں ایک تنگ دروازہ نمودار ہو گیا اس نے سعد سے کہا چلیں آؤ دیوار کی دوسری جانب ایک اور کوٹری تھی اس کوٹری میں ایک لکڑی کا تخت تھا جس پر سیاہ چادر پٹی ہوئی تھی اور اس پر چند انسانی ہڈیاں پڑی تھیں دعا نے ان ہڈیوں کو ایک طرف کر دیا اور بولی کسی زمانے میں یہاں مایہ کال چلے کیا کرتا تھا مگر اب وہ یہاں نہیں آتا بیٹھ جاؤ سعد اس کے ساتھ بیٹھ گیا ہم یہاں سے کیسے نکلیں گے کیا تم کو کوئی بھی ایسا منتر یاد نہیں کہ جس سے ہم نکل سکیں سعد نے کہا تو دعا نے نفی میں سر ہلا دیا۔ وہ سرد آہ بھر کر بولی اس مایہ کال سے چھکارا پانا نامن سا لگتا ہے کیا تم انہی دو تین منٹروں کی مدد سے غائب ہو کر باہر جاسکتی ہو وہاں جا کر تم یا باہر نکل کر اس خفیہ کمرے کو اچھی طرح سے دیکھ سکتی ہو شاید کوئی راستہ نکل آئے۔ میں مایہ کال کے چرائے ہوئے منٹروں کے ذریعے غائب ہو کر باہر چلی جاؤں گی مگر اس نے اس جگہ کے ارد گرد کالے جادو کا طلسم کھینچ رکھا ہوا ہے میں اس سے باہر نہیں جاسکتی ہوں اور اسی لیے تو میں کب سے اس کی قید میں ہوں میرے پاس بھی کوئی منتر نہیں ہے جس سے اس طلسم کا کوئی توڑ نکل سکے تم نے بتلایا کہ مایہ کال تم کو مارنا چاہتا ہے اس نے تم کو ابھی تک ہلاک کیوں نہیں کیا۔ تم تو اس کی قید میں ہونا۔ دعا نے پوچھا تو سعد نے کہا ہاں میں اس کی قید میں ہوں اس نے کئی بار کوشش کی مگر وہ مجھے نہ مار سکا بظاہر تو میرے پاس ایسا کچھ بھی نہیں ہے مگر ایک چیز ہے میرے پاس مگر مجھے اس پر اعتقاد نہیں ہے وہ کیا ہے۔ مجھے بھی بتاؤ شاید ہمارے کسی کام آ سکے ہم دونوں اس وقت مشکل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ یہ چیز مایہ کال کا ایک بے جان بچھو ہے جسے میں نے اپنے بازو سے باندھ رکھا ہے کیا مجھے نہیں دکھاؤ گے دعا نے تیزی سے کہا یہ نہیں دکھا سکتا جس نے مجھے یہ دیا تھا اس نے مجھے سخت تاکید کی تھی کہ کسی کو بھی نہ دکھانا۔

دعا خاموش ہو گئی اور سوچنے لگی پھر تو مجھے ہی کچھ کرنا پڑے گا ہم زیادہ دیر تک یہاں نہیں ٹھہر سکتے مایہ کال کو کسی بھی لمحے میری خبر ہو سکتی ہے تم تو شاید اس کے جادو سے بچ جاؤ لیکن مجھے وہ نہیں چھوڑے تا میں ایسا کرتی ہوں کہ غائب ہو کر باہر سے چار دیواری کا جائزہ لیتی ہوں شاید کوئی کام بن جائے دعا نے کہا تو سعد نے اس کی تائید کی اور کہا یہ مشکل کام ہے تم کو احتیاط کرنا ہوگی ٹھیک سے تم دعا کرنا شاید کوئی راستہ مل جائے میں دعا کروں گا تم بھی دعا کرنا اور میں انتظار کروں گا دعا نے حسرت بھی نگاہوں سے سعد کو دیکھا اس کا ہاتھ بڑی محبت سے چوم کر دیوارک جانب گئی اور غائب ہو گئی دیوار کی دوسری جانب جانے کے بعد دعا دوبارہ ظاہر ہوئی وہاں جا کر اس نے ایک دم منہ سے چگاڑوں والی چیخ نکالی اور دونوں ہاتھ پھیلا دیئے وہ دعا سے زینتی ڈائن بن گئی اور فضا میں اڑنے لگی۔



مایہ کال اپنے اندر سے غار میں ایک کھوپڑی کے سر پر لوہاں سلگائے کچھ کالے جادو کے منتر پڑھ رہا تھا اچانک ایک چگاڑا غار میں آکر پھڑ پھڑانے لگی اور چکر لگاتے لگی۔ مایہ کال نے اس کی جانب دیکھ کر کہا زینتی میرے سامنے حاضر ہو جاؤ چگاڑا اسی لمحے نیچے آکر زینتی ڈائن کی شکل میں حاضر ہوئی مایہ کال نے پوچھا سناؤ کیا بتانا۔ میرے دیوتا۔ میں دعا بن کر ایک خوبصورت عورت کی شکل میں اس کے پاس گئی تھی اس کے پاس مورتنی مایہ کال کا لالچھو ہے جسے اس نے اپنے بازو پر باندھ رکھا ہے اور یہ بچھو اسی نے کسی نے دیا ہے مایہ کال نے سن کر زہریلی آواز میں کہا میں جانتا ہوں یہ بچھو اسے آرتی نے دیا ہوگا اور شاید اسی وجہ سے مایہ کال کے بچھو کی موجودگی میں میرے منٹروں نے اس پر کوئی اثر نہیں کیا۔ کیا تم وہ بچھو لے آئی ہو۔ زینتی نے نفی میں سر ہلایا اور بولی نہیں۔ وہ کسی بھی صورت اسے خود سے جدا کرنے پر تیار نہیں ہے اس نے مجھے مایہ کال کا بچھو نہیں دیئے دیا

کہنے لگا کہ جس نے مجھے یہ دیا ہے اس نے سختی سے تاکید کی ہے کہ نہ کسی کو بتانا نہ ہی دکھانا میرے دیوتا اس کالے بچھو کی وجہ سے میں سعد پر موت کا منتر بھی نہیں بھونک سکی مایہ کال کا بچھو اس کی حفاظت کر رہا ہے اب آپ جو مجھے حکم دیں گے میں وہی کروں گی۔ مایہ کال یہ سن کر پریشان ہو گیا اور بولا میں اس انسان کو زندہ سلامت نہیں دیکھ سکتا لیکن جب تک اس کے پاس مایہ کال کا بچھو ہے اس کا میں کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا زیادہ سے زیادہ چار دیواری میں قید کر سکتا ہوں یہ انسان میرے لیے اور میرے عزائم کے لیے خطرہ ہے اسے ہر حال میں مار دینا چاہیے۔ میرے دیوتا اگر حکم کریں تو میں اس پر موت کا منتر بھونک کر مارنے کی کوشش کرتی ہوں زینتی ڈائن نے کہا نہیں تم مایہ کال کے بچھو کی طاقت کو نہیں جانتی ہو تمہارا موت کا منتر بھی اس پر اثر نہیں کرے گا ہو سکتا ہے کہ مایہ کال کا بچھو الٹا تم کو ہلاک کر دے میرے دیوتا تیری خاطر میں یہ خطرہ مول لینے کو تیار ہوں۔ نہیں نہیں۔ میں نہیں چاہتا یہ پھر اس نے وہی کھوپڑی اٹھائی اور چھت کی جانب دیکھا پھر اپنی اسی حالت میں کہا ایک بات ہو سکتی ہے وہ کیا ہے۔ میں تم کو پاتال کے ایک زہریلے بچھو پر موت کا منتر بھونک کر تم کو دے سکتا ہوں تم یہ بچھو لے کر واپس سعد کے پاس جاؤ گی اور اس کی بند کوٹری میں بچھو چھوڑ دو گی بچھو اس کی بو پا کر اسے ڈس لے گا اس کے زہر میں موت کا منتر بھی شامل ہوگا مجھے یقین ہے کہ اس طریقے سے سعد مر جائیگا اور اسے مایہ کال کا بچھو بھی نہیں بچا سکے گا۔ بس یہی میں چاہتا ہوں جب اس کی لاش مایہ کال کے بچھو کے ساتھ ہی گل سڑ جائے گی تو میں سعد کی کھوپڑی لا کر اس کے دھڑکے کر کے روزائیں آگ جلایا کروں گا اس طرح میرے اندر کی آگ ٹھنڈی ہوتی رہے گی اور مجھے ایک خطرناک دشمن سے چھکارا مل جائیگا میرے دیوتا جلدی سے مجھے بچھو دیں میرے سامنے ہو کر بیٹھ جاؤ مجھے اس بچھو کو لانے اور موت کے منتر کو بھونکنے کے لیے پورا چلہ کرنا ہوگا زینتی ڈائن ایک جانب ہو کر بیٹھ گئی مایہ کال نے منجھی بند کر کے کھولی تو اس میں کالا بچھو تھا پھر اسے وہ بچھو اسی کھوپڑی کے اوپر رکھا اس کے بعد اس نے موت کے منتر ولا چلہ پڑھنا شروع کر دیا وہ موت کا منتر پڑھ پڑھ کر بچھو پر پھونکنا جا رہا تھا پچاس سے زیادہ مرتبہ بچھو نکلیں مارنے کے بعد مایہ کال نے اسے اٹھا کر زینتی ڈائن کو دیا اور بولا اسے لے جا کر میرے دشمن کی کوٹری میں چھوڑ دو تم اس کے سامنے ظاہر مت ہونا اور اس بچھو کے زہر سے اس کی موت ہو جائیگی تو مجھے بتانا جو آگیا ہو مہاراج۔ زینتی نے کہا اور بچھو اٹھا کر تیزی سے غائب ہو گئی۔



سعد لکڑی کے تخت پر بیٹھا دعا کا انتظار کر رہا تھا جو غائب ہو کر کوٹری کے ارد گرد نکلنے کا راستہ ڈھونڈ رہی تھی اچانک اسے ایک سسکاری کی آواز سنائی دی اس نے سر اٹھا کر دیکھا وہاں کچھ نہ تھا دوسری بار اسے سسکاری کی آواز سنائی دی تو وہ چونکا ہو گیا اور غور سے ادھر ادھر دیکھنے لگا اچانک اس کی نظر ایک بڑے سے کالے بچھو کی جانب اٹھی جو کونے میں سے نکل کر اس کی جانب بڑھ رہا تھا۔ سعد گھبرا کر تخت پر کھڑا ہو گیا کالا بچھو تخت سے دو گز کے فاصلے پر آکر رک دیا اور سعد کی طرف دیکھنے لگا اس کی زہریلی دم بار بار ادھر ادھر ہو رہی تھی ایک دم سے اچانک وہ اپنی جگہ سے اچھلا اور سعد کی جانب آیا سعد نے تخت سے دوسری طرف چھلانگ لگا دی کالا بچھو ہوا میں اڑنے لگا اڑتے اڑتے اس نے غوطہ لگایا اور سعد کی گردن پر ڈسنے کے لیے حملہ آور ہوا سعد سے جیسے ہی وہ ایک فٹ کے فاصلے پر آیا سعد کے بائیں بازو سے مایہ کال کا لالچھو ایک پینکار سے باہر آیا اور اس نے لپک کر مایہ کال کے بچھو کو دبوچ لیا اور اپنے ڈنگ سے اس کے دونوں کمرے کر دیئے مایہ کال کا بچھو فرش پر گر کر تھوڑی دیر کے لیے تڑپا پھر ہلاک ہو گیا مایہ کال کا بچھو ہوا میں معلق اسے دیکھتا رہا پھر ہوا میں اڑتا ہوا سعد کی جانب آیا اور اس کے بازو کی آستین میں ٹھس کر اسی جگہ چبٹ گیا سعد نے نہایت حیرانگی

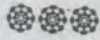


سے نہ منظر دیکھا اور اپنے بازو کو ٹولا ماتا کا بچھو اسی طرح پتھر کا بت بن کر سکت ہو گیا تب سعد کو اس بچھو کی طاقت پر یقین آ گیا اور شاید مایہ کال کے طلسمی منتروں سے بھی ایسا نے ہی بچایا تھا سعد نے بے اختیار خدا کا شکر ادا کیا اور مرے ہوئے بچھو کو دیکھنے لگا جس کے دونوں ٹکڑے بے جان ہو گئے تھے اور پردے دیکھتے ہی دیکھتے وہ ٹکڑے غائب ہو گئے ایسا ہوتا دیکھ کر وہ سمجھ گیا کہ یہ جادو کا بچھو تھا اور اسے مایہ کال نے ہی بھیجا تھا مگر حیرت انگیز طور پر اسے ماتا کے بچھو نے بچالیا جس پر سعد کو رتی بھرا عقائد نہ تھا وہ دل ہی دل میں ماتا کے بچھو پر شکر ادا کر رہا تھا اسے اب واقعی خوف محسوس ہونے لگا تھا مگر وہاں سے باہر نکلنے کا کوئی راستہ بھی نہ تھا مایہ کال برابر اس پر حملے کر رہا تھا اسے ڈرتا کہ کہیں کوئی حملہ کامیاب نہ ہو جائے اتنے میں دیوار کے کونے سے دعا نمودار ہوئی سعد نے اسے دیکھ کر بے تاب رہ گیا۔

دعا کیا ہو کوئی راستہ ملا۔ دعا اس کے پاس آ کر بیٹھ گئی اور افسوس کرتے ہوئے بولی نہیں سعد مجھے افسوس ہے کہ میں کامیاب نہیں ہوئی یہاں سے نکلنا اور کالے جادو کا طلسم تو رونا مشکل ہے پھر وہ سعد کے منہ پر نظر ڈال کر بولی کیا بات ہے سعد تم بھرائے ہوئے ہو سعد نے اسے کالے بچھو کے ظاہر ہونے سے لے کر ماتا کے بچھو کے اسے دو ٹکڑے کرنے کا واقعہ سنایا دعا توجہ سے یہ سب سنتی رہی وہ اصل میں زمینی ڈائن تھی وہ حیران ہو کر بولی وہ کالا بچھو جو مرا کہاں گیا اس کے دو ٹکڑے ہوئے اور وہ غائب ہو گیا مجھے یقین ہے دعا کہ یہ سب مایہ کال کا کیا دھرا ہے دعا کو سب معلوم تھا مگر وہ یہ ظاہر کر رہی تھی کہ جیسے اسے کچھ بھی پتا نہیں وہ جان بوجھ کر پریشان ہو کر بولی تم نے بڑا پریشان کر دینے والا واقعہ سنایا ہے اس کا مطلب ہے کہ مایہ کال کو علم ہو گیا ہے کہ تم اس کی پرانی کوٹھڑی میں بند ہو اور میں بھی تیرے ساتھ ہوں اب ہم دونوں کی زندگی خطرے میں ہے مایہ کال نے دوسرا حملہ کیا تو ماتا کا بچھو بھی ہم کو اس سے نہیں بچا سکے گا تو کیا اب ہم اسی طرح رہیں گے نہیں میں ایسا نہیں ہونے دوں گی تم کو اپنے ساتھ لے کر نکلنے کی کوئی راہ نکالوں گی میرے خیال میں مجھے ایک بار کوشش مزید کرنی چاہیے گھبرانا نہیں میں جلدی واپس آؤں گی دعا یہ کہہ کر اسی طرح کونے میں جا کر غائب ہو گئی کوٹھڑی سے باہر نکل کر اس نے چکا ڈر کا روپ اپنایا اور اڑتے ہوئے مایہ کال کے پاس پہنچ گئی۔



مایہ کال یہ سن کر نفرت اور انتقام میں جل اٹھا اس نے کہا اس نے میرے بچھو کو بھی مار ڈالا میں اسے معاف نہیں کروں گا پھر اس نے قبر آلود نگاہوں سے زمینی کو دیکھا اور بولا اب مجھے اپنا اگلی منتروں کو بگاڑ دینا یہ سن کر سہم گئی اور بولی میرے دیوتا اس سے تو آپکا پرانا استہان بھی جل کر راکھ ہو جائے گا مایہ کال غضبناک ہو کر بولا چاہے جو بھی ہو جائے مجھے اس کو راکھ بنانا ہے بس میرے ساتھ آؤ مایہ کال نے چھت کی جانب دیکھ کر بھیا تک نعرہ لگایا بے گئی دیوی کی اور غائب ہو گیا زمینی بھی اس کے پیچھے ہی غائب ہو گئی وہ وہاں سے نکل کر زمین دو زدن میں اس غار میں آ گئے جس کی دیوار کے دوسری طرف سعد ٹکڑی کے تخت پر بیٹھ کر بے تاب رہے دعا کا انتظار کر رہا تھا مایہ کال غار میں جا کر ایک جگہ رک گیا غار کی دیوار کو گھور کر اگلی دیوی کا منتروں پہنچنے لگا زمینی ڈائن اس کے ساتھ ایک طرف کھڑی تھی مایہ کال کی آنکھ سے آگ کی لال انگارے جیسے شعاع نکل کر غار کی دیوار سے ٹکرائی آگ کی شعاع کے ٹکراتے ہی دیوار کی تین انیمیں انگاروں کی طرح دھجکے لگیں مایہ کال پیچھے ہٹ کر قہقہہ لگا کر بولا اب دیکھتا ہوں کہ آرتی کی ماتا کا نیک بچھو میرے دشمن کو کیسے بچاتا ہے یہ ماتا اگلی کی آگ ہے یہ سعد اور بچھو دونوں کو جلا دے گی چلو زمینی ہم کل سعد کی کھوپڑی لینے آئیں گے اور پھر دونوں غائب ہو گئے۔



سعد تخت پر بیٹھا ہوا دعا کے انتظار میں تھا اس کے قریب ہی پرانی انسانی ہڈیاں پڑی ہوئی تھیں ان ہڈیوں میں کسی بد نصیب انسان کے ہاتھ کا بچہ بھی تھا ہاتھ کی ساری ہڈیاں انگلیوں کی ہڈیوں سمیت درست حالت میں تھیں بچہ کی انگلیاں بند تھیں بیٹھے بیٹھے سعد ان پر غور کر رہا تھا کہ اسے ہلکی سی تپش کا احساس ہوا پہلے اس نے زیادہ غور نہ کیا لیکن جب تپش بڑھتی چلی گئی تو اس نے گردن موڑ کر پیچھے دیکھا کیونکہ تپش پیچھے سے آرہی تھی یہ منظر دیکھ کر وہ گھبرا گیا اس نے دیکھا کہ دیوار کی چار اینٹیں آگ کی طرح دھک رہی تھیں اور برابر آگ دوسری اینٹوں کو بھی دھک رہی تھی وہ جلدی سے بہت کر اس تخت سے پرے ہو گیا۔ وہ دیوار کو غور سے دیکھ رہا تھا دیوار کے پتھر ایک دوسرے کے بعد آہستہ سے انگاروں میں تبدیل ہو رہے تھے اور تھوڑے دیر میں پوری دیوار انگارہ بن کر دکھنے لگی اور کوٹھڑی میں اتنی گرمی ہو گئی کہ سعد کو لگا کہ جیسے وہ تنور میں بند ہو گیا ایک دیوار کے دھکائے کے بعد دوسری دیواریں بھی اس کی لپٹ میں آنے لگیں سعد جا گیا کہ مایہ کال نے اسے اگلی ماتا کی آگ میں جھونکا ہے وہ سب منتروں اور اس جیسی چیزیں جانتا تھا جب دوسری دیوار بھی انگارہ بن کر دکھنے لگی تو کوٹھڑی میں سانس لینا بھی مشکل ہو گیا یہ دیکھ کر سعد گھبرا گیا گرمی لحد بہ لحد بڑھتی جا رہی ہے نا تم کہ تھا اور اس کے ارد گرد فضا اتنی گرم ہو گئی کہ اس کو ایسا لگا کہ جیسے اس کا جسم جل رہا ہو اسے درد ہونے لگا اور وہ گر ماہٹ سے بچنے کے لیے ادھر ادھر بھاگنے لگا مگر فضا گرم سے گرم ہو چکی تھی اور اس کی جلد گوگردی ہو گئی تھی اس کے جسم سے حیرت انگیز طور پر پسینہ خارج ہونے لگا اور گر ماہٹ میں وہ بھی پر ہی جھنے لگا سعد کا دھیرے دھیرے سانس رکنے لگا اس پر غشی سی ہونے لگی اتنے میں آخری بار اس نے غیر یقینی طور پر اپنے بازو پر ہاتھ رکھا اور کہا ماتا کے بچھو اگر کچھ کر سکتا ہے تو کرو ورنہ اس آگ میں تو بھی جل جائے گا جیسے ہی سعد کی زبان سے یہ لفظ ادا ہوئے اس نے دیکھا کہ تخت کے ساتھ جو انسانی ہڈیوں کا ڈھانچہ پڑا تھا وہ اچانک فرش سے اوپر اٹھا اور اڑ کر کونے میں آ گیا پھر بچہ کی تینوں انگلیاں بند ہوئی صرف ایک انگلی ہی اٹھی ہوئی تھی یہ اٹھی ہوئی انگلی فرش پر جھکی اور اس انگلی نے فرش پر ایک کبیر کھینچ دی کبیر کے کھینچنے ہی فرش اس جگہ سے مشق ہو گیا اور ایک زینہ نیچے کو جاتا ہوا دکھائی دیا سعد نے حیرانگی سے یہ دیکھا خدا نے شاید اس کی سن لی تھی اور اسے کافی آوازیں دیں وہ نہ آئی تو وہ جلدی سے زینہ اتر گیا دس یا بارہ میڑھیاں اترنے کے بعد ایک سرنگ آگئی سعد تیزی سے سرنگ میں چلنے لگا وہ جلد سے جلد اس ماحول سے نکل جانا چاہتا تھا سرنگ جیسے ہی ختم ہوئی سانسے سعد کو زرد ٹیلوں کے درمیان زرد پانی کی جھیل بہہ رہی تھی اور ایک مشت بھی کنارے کے ساتھ بندھی ہوئی تھی اس نے خدا کا شکر ادا کیا اور جلدی سے کشتی کھول کر اس میں بیٹھ گیا اور چوکو مدد سے کشتی پانی میں چلانے لگا اس کی توقع کے برعکس چو پانی میں تیزی سے کنارے سے دور لے جانے لگیں کچھ دیر بعد وہ زرد پانی کی ایک اور کشادہ جھیل میں آ گیا اس نے جلدی سے اس جھیل کو پہچان لیا یہ وہی زرد پانی کی جھیل تھی جہاں آرتی اسے ساتھ لے کر آئی تھی اور اس نے ایک تیرتی ہوئی لاش کو دیکھا تھا شاید رات گزر چکی تھی کیونکہ ہر طرف زرد روشنی تھی دور اسے چھوٹی چھوٹی سیاہ پہاڑیاں اور ٹیلے دکھائی دیئے جو جھیل میں زرد پانی میں سے باہر کو نکلے ہوئے تھے وہ تیزی سے چو چلا تا ہوا ان چٹانوں کے دوسری جانب ان زرد لاشوں کا جزیرہ تھا مایہ کال کی قید سے نکل کر اور صلی فضا میں سانس لے کر وہ جتنا خوش تھا اتنا ہی زرد لاشوں کے تصور سے خوفزدہ تھا سعد زرد لاشوں کے جزیرے پر پہنچ گیا اب وہ چاہتا تھا کہ وہ تیزی سے اس بارہ درمی تک پہنچ جائے کیونکہ وہ سوکتا تھا کہ شاید آرتی وہاں موجود ہو اور اس کا انتظار کر رہی ہو مگر دوسرے ہی لمحے اسے زرد لاش کا خیال آ گیا تھا جس کی وجہ سے وہ وہاں سے بھاگتا تھا



خوف کی ایک لہر اس کے جسم میں دوڑ گئی اس کے تیزی سے چلتے ہوئے ہاتھ ڈگمگانے لگے اس کا ارادہ کمزور ہونے لگا بارہ دری میں سعد کو اپنی موت دکھائی دینے لگی مگر اس کے علاوہ اور کوئی بھی راستہ نہ تھا کوئی ٹھکانہ نہ تھا کشتی کو اس نے کنارے پر لگا دیا اور خود اتر کر کنارے پر بیٹھ گیا وہ مسلسل یہ سوچ رہا تھا کہ اسے بارہ دری جانا چاہیے یا نہیں اگر جاتا تو شاید خونی لاش اسے چیر پھاڑ ڈالتی یا آرتی اسے لے جاتی نہ جاتا تو یہ کال اسے دوبارہ پکڑ لیتا اور قید کر لیتا سوچتے سوچتے اس نے فیصلہ کیا کہ اسے بارہ دری جانا چاہیے تھا شاید اسے آرتی مل جائے اگر نہ ملی تو وہ اس کا انتظار کرے گا اور ہاں مسئلہ لاش کا تو ضروری نہیں تھا کہ زرد لاش ایک بار وہاں آکر روز چکر لگاتی ہو وہ بارہ دری آکر رک گیا ایک نظر اس نے بارہ دری کو اس جگہ کو دیکھا جہاں اس رات زرد لاش کو اس نے دیکھا تھا خوف نے اس کے جسم میں جھرجھری سی محدط طریتے سے بارہ دری کے اس کمرے میں جانے لگا جہاں وہ اس دن گیا تھا اور بھاگا تھا بغیر کوئی آواز پیدا کئے وہ کھڑی میں چوروں کی طرح گیا اور جھانک کر دیکھا خالی تھی اس نے خدا کا نام لیا اور اندر جا کر اسی گھاس کے بستر پر لیٹ گیا مگر اسے یہ بار بار دھڑکا لگا رہا تھا کہ کہیں زرد لاش نہ آجائے وہ ذرہ سی بھی آہٹ پر اس کے کان کھڑے ہو جاتے تھے اور وہ باہر جھانک کر دیکھ لیتا تھا اس کی توقع کے برعکس آرتی موجود نہ تھی اور وہ کھڑی میں دیک کر لینا زباہر دھندلی دھندلی روشنی ہوئی اور پھر اچانک اندھیرا چھا گیا لیکن اس اندھیرے میں بھی باہر اسے کہیں بھی زرد روشنی کا غبار نظر آرہا تھا اسے اب آرتی کا انتظار کرنا تھا اور سعد نے اب سوچ لیا تھا کہ وہ کسی بھی صورت میں بارہ دری سے باہر نہیں جائیگا دن کی خاموشی رات کے سناٹے میں تبدیل ہو چکی تھی سعد کو اپنے سانس لینے کی آواز سنائی دینے لگی تھی اسے آرتی کا انتظار بھی تھا اور زرد لاش کے آنے کا دھڑکا بھی اچانک اس نے چونک کر کھلے دروازے کی جانب دیکھا اسے ایسے لگا کہ جیسے کوئی سیڑھیاں چڑھ رہا ہو سیڑھیاں چڑھنے کی دبی دبی سی آواز آنے لگی اک مرتبہ تو اسے لگا کہ جیسے زرد لاش آ رہی ہے اور وہ خوفزدہ ہو کر تیزی سے دروازے کے پاس آیا مگر اسے اندھیرے میں کچھ دکھائی نہ دیا وہ جلدی سے اس جگہ آ گیا جہاں اس دن وہ زرد لاش سے بھاگ کر وہاں سے بیل کے ذریعے لٹکا تھا سعد نے پکا ارادہ کر لیا۔ اگر زرد لاش ہوئی تو وہ اسی طرح سے بھاگ جائیگا سعد بے تاب سے سیڑھیاں چڑھنے والے کا انتظار کرنے لگا اچانک اسے آرتی کی آواز سنائی دی۔

سعد کیا تم اوپر ہو دو سے تین مرتبہ آواز گونجی تو اس نے دھڑکتے دل سے جواب دیا ہاں۔ میں اوپر ہوں سعد نے زرد روشنی کے غبار سے آرتی کو بارہ دری کے اوپر آتے ہوئے دیکھا تو اسکی جان میں جان آئی تم۔ تم آرتی ہو ناں۔ سعد نے سہم کر کہا آرتی اسے دیکھ کر تیزی سے بولی ہاں میں آرتی ہوں مگر تم اتنے گھبرائے ہوئے کیوں ہو خیر تو بے ناں سعد۔ آرتی نے اس کا بازو پکڑا تو سعد سے ضبط نہ ہو سکا وہ آرتی کو ایک شفیق سایہ سمجھ کر اس سے لپٹ گیا اور روتے ہوئے اسے سارا واقعہ تفصیل سے بتا دیا جو اس کے جانے کے بعد اس پر بیتا تھا آرتی نے اسے رونے دیا اور اس کے سر کے بالوں کو سہلانے لگی اور اسے برابر تسکیناں دیتی رہی اور پھر سعد نے کہا۔

میں اب ایک منٹ بھی ادھر نہیں رہنا چاہتا تو آرتی پیار سے بولی میں اس لیے گئی تھی کہ تمہارا باہر جانے کا بندوبست کر سکوں۔ تو کیا اب میں باہر چاسکوں گا سعد نے خوش ہو کر پوچھا میں خود ابھی اس مردوں اور بدروحوں کی دنیا سے باہر نہیں جاسکتی۔ مجھے اپنے برے اعمال کا چکر اس باتال میں پورا کرنا ہے مگر تم کو بہر حال میں پہنچا دوں گی اور میں نے تم سے وعدہ بھی کیا تھا اور اسے میں پورا بھی کروں گی یہ بھلائی کا کام ہی اور

اس نیک کام کی وجہ سے میرے برے عمل کی جزا کا وقت کم ہو جائیگا بس تم اسی وقت میرے ساتھ چلو سعد نے یہ سنا تو خوشی سے پاگل ہو گیا اور فوراً چلنے لگا اس نے آرتی سے یہ بھی نہ پوچھا کہ وہ اس وقت کہاں جا رہی ہیں آرتی اسے لے کر نیلے والی کھڑکی کی بارہ دری سے نیچے لائی نیلے کی دوسری جانب تھوڑی سی دور ایک کشتی پہلے سے موجود تھی وہ اس کشتی میں سوار ہو گئے اور آرتی چپو چلانے لگی رات کی تاریکی عجیب قسم کی تھی اس تاریکی میں کہیں کہیں زرد روشنی کے دائرے بنے ہوئے تھے جن کی وجہ سے کہیں کہیں جھیل میں روشنی ہو رہی تھی آرتی سے چپو چلا رہی تھی آرتی کے ساتھ سعد خود کو محفوظ سمجھ رہا تھا وہ بار بار تشکر لگا تھا کہ اسے آرتی کو دیکھنا مگر وہ اسے دھندلی دھندلی دکھائی دیتی وہ چپ چاپ کشتی میں بیٹھا جھیل کی سطح اور آرتی کو دیکھ رہا تھا کچھ دور جانے کے بعد سعد کو سیاہ پہاڑ دکھائی دیا کشتی اس پہاڑ کی جانب جا رہی تھی جیسے جیسے پہاڑ قریب آ رہا تھا پانی زرد سے سیاہ ہوتا جا رہا تھا آرتی بہت احتیاط اور ہوشیاری سے چپو چلا رہی تھی وہ مزمر کر پہاڑ کو بھی دیکھ رہی تھی کشتی پہاڑ کے دامن میں آگئی یہاں بھی گھب اندھیرا بھی تھا اور کہیں کہیں زرد روشنی کا غبار بھی تھا آرتی نے کشتی ایک جگہ روک دی اور کہا سعد اب مکمل خاموش رہنا سیاہ پہاڑ بہت ہیبت ناک تھا وہ آگے کو ایسے جھکا ہوا تھا کہ جیسے ان کے اوپر گر پڑے گا ان کے ارد گرد سیاہ نوکیل چٹانیں اس طرح کھڑی تھیں کہ ان کے درمیان ایک راستہ سا بن گیا تھا آرتی اسے اسی راستے پر لیے جا رہی تھی توڑا سا چلنے کے بعد سیاہ چٹانیں ختم ہو گئیں۔ اور پہاڑ کی اوپر کوٹھی ہوئی قلعہ نما دیوار میں ایک اونچا سا دروازہ دکھائی دے رہا تھا یہ شاید کسی ویران مگر ہیبت ناک قلعے کا دروازہ تھا دروازے کے اندر سے تھوڑی تھوڑی دیر بعد دھیمی اور زرد رنگ کی شعاع سی باہر نکلتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔

آرتی اسے ایک چٹان کے پاس لے گئی اور سرگوشی سے کہا میں تم کو ایک کالا مہرہ دیتی ہوں اسے اپنے منہ میں رکھنے سے میرے سوا تم کسی کو بھی دکھائی نہیں دو گے غائب ہونے کے بعد بھی جب تک میں نہ بولوں تم بات نہیں کرو گے سمجھ گئے ناں۔ پھر اس نے اپنی ساڑھی کے پلوے سے ایک کالے رنگ کا مہرہ نکال کر سعد کو دیا اور اس نے اسے اپنے منہ میں رکھ لیا منہ میں رکھتے ہی اسے اپنا جسم بھی نظر آنا بند ہو گیا اب تم غائب ہو چکے ہو اور میں تم کو دیکھ سکتی ہوں لیکن آگے چل کر اگر تم نے کوئی بات کی تو جو آگے مخلوق ہے اسے تم نظر آ جاؤ گے پھر میں تم کو نہیں بچا سکوں گی آرتی تم فکر نہ کرو میں کوئی بھی غلطی نہیں کروں گا سعد نے جواب سرگوشی سے کہا اور ہاں اگر مجھے بولنا ہوا تو میں تم سے بات کروں گی تم بے فکر رہنا میری سرگوشی کو سوائے تیرے اور کوئی نہیں سنے گا کیا تم مجھے بتا سکتی ہو کہ آگے کون سی مخلوق ہے یہ تم کو آگے خود چاکر معلوم ہو جائے گا تم مت بھراناد ہاں تم سب دیکھ سکو گے مگر تم کو اس وقت تک کوئی نہیں دیکھ سکے گا جب تک تم آواز نہیں نکالو گے اس لیے خاموش رہنا اب ہم اس پہاڑ کے دروازوں سے گزرنے والے ہیں یہ کہہ کر آرتی دیو قامت دروازے کی جانب بڑھی جس کے اندر سے کسی کسی زرد رنگ کی روشنی سی چمک رہی تھی سعد اس کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا دروازے سے گزرتے ہی سعد کو گڑگڑاہٹ کی دھیمی سی آواز سنائی دی اور اسکے پاؤں کے نیچے سے زمین ہلنے لگی آرتی نے سعد کو بازو سے پکڑ لیا اور وہیں کھڑی ہو گئی تین سے چار سینکڑ کے بعد زمین ساکت ہو گئی اور وہ دروازے سے گزر گئی گزرنے کے بعد فوراً ہی ان کے سامنے ایک ڈروائی شکل والی انسان نما مخلوق آکھڑی ہوئی اس کی ایک ہی آنکھ تھی جو اس کے ماتھے پر تھی اس کی آنکھ میں سے بھی زرد اور کبھی لال رنگ کی شعاع سی باہر نکلتی اس کا اوپری دھڑادی کا تھا جبکہ نیچا دھڑکھڑکے کا تھا اس کی ایک دم بھی تھی جو اوپر کوٹھی ہوئی تھی اس کے سارے جسم پر بال ہی بال تھے اس کے ہاتھ میں اک لمبا سا نیزہ تھا جس کے سرے میں سے چنگڑیاں نکل رہی تھیں اس کے سر پر



دوستیک بھی باہر کو نکلے ہوئے تھے اس نے آرتی سے اجنبی زبان میں کچھ پوچھا یہ زبان ایسی تھی کہ گویا کوئی سانپ رک رک کر پھنکار رہا ہو آرتی نے اسی زبان میں کچھ جواب دیا جواب سن کر وہ ڈروانی مخلوق ایک طرف کو ہٹ کر دیوار میں غائب ہو گئی۔ اس جیسی مخلوق سعد نے چلوں کے دوران دیکھی تھی اسکے بعد وہ غار میں سے گزرنے لگے ان کے ارد گرد اندھیرے اٹھا مگر تھوڑی دیر بعد زرد رنگ کی روشنی ایسے چمکتی جیسے آسمانی بجلی بادلوں میں کڑکتی ہے چند قدم چلنے کے بعد سعد کو کچھ آوازیں سنائی دیں یہ آوازیں کافی دردناک تھیں اور زمین کے نیچے سے آ رہی تھیں چلتے چلتے غار ایک چھوٹے سے میدان میں بدل گیا وہاں اس نے عجیب سا منظر دیکھا وہاں بہت سارے انسان زنجیروں میں بند تھے اور ساتھ میں ڈروانی شکلوں والے چار وحشی انسان نما درندے کھڑے تھے جو ایک ایک کر کے انسان کو زنجیر سے آزاد کرتے اور اس پر ٹوٹ پڑتے اسے اپنے خونی دانتوں سے چیر پھاڑ ڈالتے اور اس کا خون اور گوشت کھا کر پھر دوسرے انسان کو آزاد کر کے اس کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک کرتے بندھے انسان رقت انگیز انداز میں چیخ رہے تھے اور ان کو ایسا کرنے سے منع اور چھوڑ دینے پر اصرار کر رہے تھے سعد کا دل بیچ ہونے لگا وہ آگے گئے تو جوان لڑکیوں کو جو قعدہ میں شاید تیس کے قریب تھیں ان کو دیوار سے باندھ کر ان پر بیٹھنے چھوڑ دیئے گئے تھے وہ ان کے جسم کی بونی بونی اڑا رہے تھے اور لڑکیاں بہت دردناک انداز میں چیخ رہی تھیں اور مدد کے لیے پکار رہی تھیں مگر ان کی مدد کرنیوالا کوئی نہیں تھا ان کے خون سے زمین پر تالاب سا بن گیا تھا جس میں لال خون تیزی سے بہہ رہا تھا اسی طرح سعد نے اس دنیا میں انسانوں پر دردناک ظلم دیکھے میدان آگے جا کر ختم ہو گیا تھا اور وہ ڈھلان میں اتر گئے ڈھلان سے نکلنے کے بعد دوبارہ میدان میں آ گئے۔



دوسرے دن مایہ کال ہنسی خوشی جیسے ہی سعد کی کھوپڑی لینے پر اپنے تہہ خانے میں آیا تو تہہ خانہ میں چار سو راکھ ہی راکھ تھی مگر اس راکھ میں اسے سعد کی کھوپڑی دکھائی نہ دی وہ غصے سے پاگل ہو گیا اس نے فوراً پتلی پر مقرر پڑھ کر پھونکا تو وہاں سکرین بن گئی اس سکرین میں سعد کو آرتی کے ساتھ کشتی میں اس نے بٹھا ہوا دیکھا تو مایہ کال کا خون کھول اٹھا اس کی ساری خوشی راکھ ہو گئی وہ جانتا تھا کہ آرتی کے ساتھ بھلائی والی ہستی ہے اور دیوتاؤں کے عذاب میں بھی گرفتار ہے اس لیے مایہ کال چاہے کبھی اسے کوئی گزند نہیں دے سکتا تھا کیونکہ اسے پہلے ہی دیوتاؤں نے کشت دیا تھا اور وہ اگر اسے کشت دیتا تو دیوتاؤں کا سارا نزلہ اس پر گرتا سعد کو بھگانے میں آیا تو آرتی اس کا ہاتھ یا پھر ماتا کے بچھو کا آرتی مایہ کال کو سخت اذیت دے رہی تھی مگر وہ اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا تھا۔

مایہ کال وہاں سے واپس آیا اور غار میں ٹپکنے لگا پھر اس نے جلدی سے زینتی ڈائن کو بلایا اور اسے کچھ سمجھایا کافی دیر تک مایہ کال اسے اپنی شیطانی سوچ سے اپنی پلاننگ بتاتا رہا پھر اس نے آرتی کے پیچھے زینتی کو لگا دیا زینتی نے مایہ کال سیان کا پتہ معلوم کیا اور سیدھے ان کے پیچھے ایک سائے کے روپ میں لگ گئی۔ اس کا پہلا مقصد سعد سے ماتا کے بچھو کو الگ کرنا تھا جو ان کے لیے مشکلات پیدا کر رہا تھا اگر وہ اتنا بچھو اس سے الگ کر لیتی تو پھر اس کا سعد پر قابو پانا بے حد مشکل تھا اس لیے اس کو جو مایہ کال نے پلاننگ بتائی تھی وہ اسی پلاننگ کے تحت ان کے پیچھے پیچھے مایہ کال نے اسے یہ بتلایا تھا کہ آرتی سعد کو لے کر پاتال کے اس غار کی طرف جا رہی ہے جہاں سے باہر کی دنا کا راستہ نکلتا ہے اور وہ سعد کو پاتال سے باہر نکالنا چاہتی تھی اور مایہ کال نے اسے یہ بھی سمجھایا تھا کہ وہ غارتک جانے کے لیے لازمی بدزحوں کو کشت دینے والے سیاہ پہاڑی قلعے سے

ہو کر ہی جائیں گے اور زینتی نے سعد کو جیسے بھی کر کے اس قلعے میں بولنے پر مجبور کرنا ہے سعد جیسے ہی بولے گا وہاں کا تاریک منتر اسے اپنے قابو میں کر لے گا اور پھر وہ جیسے ہی ان کے قابو آئے گا وہاں کے پہری سعد کو ہڈیوں سمیت چاٹ جائیں گے وہاں اس کی پھر آرتی بھی کوئی مدد نہیں کر سکے گی اور مایہ کال کا عظیم و جان اپنے انجام کو جا پہنچے گا اس کے علاوہ بانیہ کے گھر والوں سے شادی کی تاریخ بھی رکھی جا چکی تھی اور اسی ہفتے مایہ کال کی بانیہ سے شادی بھی طے تھی۔

مایہ کال اس سے بہت خوش و خرم تھا اس کو دنیا کی حکومت ملنے والی تھی بس ایک کا صبر کرنا رہ گیا تھا بانیہ سے شادی کے بعد مایہ کال کو ایک سال کے بعد بانیہ کے ذہن سے مورتی کو حاصل کرنے کا منتر اور مورتی کی جگہ حاصل ہو جاتی جہاں پر وہ اس کی بجلی دیکر ہمیشہ کے لیے امر ہو جاتا مگر اسکی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ سعد تھا جو اس کے لیے راہ میں بڑے بڑے روڑے اٹھا رہا تھا سعد کو مارے بغیر مایہ کال کا یہ خواب ادھورا تھا مایہ کال نے اسے مارنے کے لیے سب طریقے آزمائے تھے مگر سعد پر قسمت کی دیوی مہربان تھی ہر اس موڑ پر جہاں اس کی موت یقینی تھی اسے قسمت بچا لیتی تھی اور مایہ کال کو نیا سے نیا طریقہ استعمال کرنا پڑتا تھا یہ شاید مایہ کال کے لیے خوش بختی تھی کہ سعد کی نورانی ہکلیاں اس وقت اس کے پاس نہ تھیں اگر وہ ہکلیکی دان ہوتا تو اس وقت مایہ کال مر چکا ہوتا مگر مایہ کال نے اپنے شیطانی ذہن سے نہ صرف یہ کہ بانیہ کا ذہن اپنی جانب مائل کیا اسے اپنے پیار کے جھوٹے چہرے میں اس انداز میں پھنسا یا کہ اسے سوائے مایہ کال کے اور کوئی بھی دکھائی نہیں دیتا تھا اور اسکی اب بانیہ سے شادی ہو رہی تھی جس میں صرف ایک ہفتہ رہ گیا تھا دوسرا اس نے سعد کی تمام نورانی ہکلیاں سلب کر کے اسے نہ صرف اذیت میں رکھا بلکہ پاتال میں پھینک دیا جہاں پر اسے اس کی تمام ہکلیاں ملنا بالکل ہی ناممکن تھیں مگر قسمت کی دیوی نے سعد کو سنبھالا دے رکھا تھا اور وہ پاتال میں بھی مایہ کال کے لیے درد سبب بن گیا تھا زینتی ڈائن لن کے ساتھ ساتھ ایک سائے کی صورت میں تھی اور موقع کی تلاش میں تھی کہ کسی طرح سعد کو بولنے پر مجبور کرے۔ اس سے سعد کے منہ میں کلام مورتی تھا جس کے ہوتے ہوئے وہ سب کی نگاہوں سے غائب تھا مگر زینتی اسے برابر دیکھ رہی تھیں اور اپنے ذہن میں مسلسل سوچ رہی تھی کہ کیسے اس نے سعد کو قابو کرنا ہے اچانک اس کے ذہن میں ایک ترکیب آئی تو زینتی ڈائن کا چہرہ کل اٹھا اس نے تمام منصوبے کی کڑی سے کڑی ملائی اور اس نے پھر سے منصوبے کی تمام خامیوں پر نگاہ دوڑائی اور پھر اسے عملی جامہ پہنانے کے لیے وہ تیزی سے ان سے آگے نکل کر مطلوبہ تیاری کرنے لگی تھوڑی دیر بعد اس کا جال بچھ چکا تھا اور اسے دور سے آرتی سعد کو ساتھ لیے اپنی جانب بڑھتی ہوئی نظر آئی تو وہ تیار ہو کر بیٹھ گئی اور اپنی پرچھائی کو اشارہ کر دیا۔



سعد کو کھلے میدان کے آگے بھروسے اور گہرے رنگ کا ایک اونچا پہاڑ دیکھائی دیا اس پہاڑ کی شکل ایسی تھی کہ جیسے شہد کی مکھیوں کا کوئی چھتا ہو اس پہاڑ میں گول گول کی غاریں تھیں کسی غار کے دہانے سے دھواں نکل رہا تھا اور کسی غار کے گول دہانے میں سے آگ کے شعلوں کی زبانیں باہر نکلی ہوئی تھیں آرتی اس پہاڑ سے دور ہٹ کر چل رہی تھی پہاڑ کی کچھ غاروں کے دہانے بالکل ویران تھے نہ تو ان میں سے دھواں نکل رہا تھا اور نہ ہی آگ کے شعلے نکل رہے تھے وہاں راستہ تنگ تھا اور ان کو غاروں کے قریب سے ہو کر جانا تھا آرتی نے اپنا خفیہ طور پر ہونے والا تعاقب محسوس کر لیا تھا اس نے پیچھے کو گھوم کر ایک سائے کو اپنے تعاقب میں آتے ہوئے دیکھا تھا وہ اسے کسی ڈائن کا سایہ لگتا تھا مگر اسے یقین نہ تھا بحر حال جو بھی تھا ان کا تعاقب کرتا چلا



آ رہا تھا آرتی ایک لمحے میں ہی سب کچھ گئی تھی کہ یہ سب مایہ کال کا کیا دھرا ہوگا اور اسی نے اپنی پرچھائی کو اپنے جادو کے ذریعے سے ان کے تعاقب میں لگا دیا ہو گا کہ سعد سب کی نظروں سے غائب تھا مگر اس بات کی کوئی بھی ضمانت نہ تھی کہ وہ اس سائے کی بھی نگاہوں سے پوشیدہ ہوا اگر سعد ان کی نگاہ سے اوجھل ہوتا تو پھر سایہ ان کے تعاقب میں نہ ہوتا اگر سایہ ان کے تعاقب میں تھا تو یہ بات بھی ملے تھی کہ سعد بھی اس سائے کی نگاہوں میں ہے اور اس سے اوجھل نہیں ہے مایہ کال کی بھی قیمت پر سعد کو پاتال سے نہیں نکلنے دینا چاہتا تھا گو کہ یہ علاقہ مایہ کال کی سلطنت سے الگ تھا مگر پاتال میں ہی اور اب یہ سعد پر منحصر تھا کہ وہ اگر مایہ کال کی کسی بھی نظری دھوکے کے حملے سے خود کو کیسے روکتا تھا اگر وہ اس علاقے سے نکل جاتے تو پھر سعد مایہ کال کے ہاتھ سے کم از کم پاتال میں ہاتھ سے نکل جاتا مگر سائے کی موجودگی میں آرتی پر اتنا کر رہی تھی کہ کہیں کوئی سعد اس سائے کے حربے میں آکر غلطی نہ کر دے اچانک سعد کی نگاہ غار کے سرہانے کی جانب اٹھی تو اس نے حیران کن منظر دیکھا اس نے غار کے دہانے میں ہانیہ کو اس حالت میں دیکھا کہ وہ آدھی زمین میں دھنسی ہوئی ہے اور ناشی چڑیل اپنے غلاموں سمیت اس پر اتنا چار کر رہی ہے ہانیہ کے منہ سے دل دہلا دینے والی چیخیں نکل رہی ہیں چیخوں کی شدت اتنی تیز تھی اور گونج راسی کہ سعد کا دل بیٹھ گیا اسے ہانیہ کو اس حالت میں دیکھ کر اپنے ہوش ہوتے دیکھائی دیئے اس سے رہا نہ گیا۔

ہانیہ۔ اچانک اس کے منہ سے بے اختیار نکل گیا سعد کے منہ سے صرف اس کا نام جیسے ہی نکلا اچانک وہ منظر وہاں سے غائب ہو گیا اور غار کے اندر سے دو شعلے نکلے اور بہت تیزی سے سعد کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور غائب ہو گئے آرتی صرف اسکی آخری چیخ ہی سن سکی اور دم بخود رہ گئی اور غار کو کتنی رہ گئی آخر وہی ہوا جس کا اس کو ذرا تھا وہ جانتی تھی کہ مایہ کال کی کوئی غلام بدروح یا ذائق ان کے تعاقب میں ہے اور صرف اس کے منہ سے کوئی لفظ ادا کروانے کے لیے مختلف حربے کر رہی ہے اس لیے اس نے سعد کو سختی سے منع کیا تھا کہ وہ مت بولے مگر وہ صرف ایک نظری دھوکے میں آکر بول اٹھا تھا اور قلعے کے پیری اسے اپنے ساتھ لے گئے تھے آرتی کا اب مزید وہاں رکنا بھی اس کے لیے خطرناک تھا وہ اب سعد کی کوئی بھی مدد نہ کر سکتی تھی اسے اپنی جان بچانے کی فکر تھی وہ صرف اور صرف سعد کے لیے پر اتنا کر سکتی تھی شعلوں نے سعد کو وہاں سے اٹھا کر تیزی سے غار کے اندر لا چھینکا تھا یہ سب کچھ اتنا اچانک ہوا تھا کہ صرف اس کے منہ سے ایک چیخ نکل سکی تھی اور شعلوں نے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا غار کی زمین دلائی تھی شاید وہ سعد کو اپنے اندر سونے لگی سعد خوفزدہ ہو گیا وہ تیزی سے اٹھ کر غار سے باہر بھاگا مگر اسے ایسے لگا کہ جیسے اس کے قدم کسی نے جکڑ لیے ہوں اور اسے نیچے زور سے پھینک رہا ہے سعد نے بھاگنے کی بہت کوشش کی مگر وہ کر تک زمین میں دھنسنے لگا اور پھر کرتے کرتے وہ زمین کے اندر چلا گیا زمین نے اسے سارا نگل لیا زمین اوپر سے بند کر لی گئی سعد کو جسم کے چاروں طرف سے زمین کا دباؤ محسوس ہوا مگر نہ تو اس کا سانس بند ہو رہا تھا اور نہ ہی اسے کوئی تکلیف محسوس ہو رہی تھی وہ مسلسل زمین میں دھنستا چلا جا رہا تھا پھر اچانک وہ نیچے پڑتا اور مضبوط فرش پر ایسے گرا کہ جیسے وہ چھت پر سے زمین پر گرا ہوا ہے کوئی چوٹ نہ آئی تھی سعد نے تیزی سے آنکھیں کھولیں اور ادھر ادھر دیکھا وہ ایک تنگ سی سرنگ تھی جو چاروں طرف سے گول تھی وہ جلدی سے اٹھ بیٹھا اس گول قبر نما سرنگ میں بھی زرد روشنی پھیلی ہوئی تھی اس نے سرنگ کی دیوار کو ہاتھ لگا کر دیکھا اور دیوار پتھر سے بھی زیادہ سخت تھی اور تین سے چار فٹ پر گول نما چھت اس پر ایسے جھکی ہوئی تھی کہ جیسے ابھی اس کے اوپر آگرے کی سعد کو جلدی سے ماتا کے کالے بچھو کا خیال آیا اس نے تیزی سے بازو کوٹھولا ماتا کا کالا بچھو اس کے بازو سے غائب تھا یہ دیکھ کر سعد کا دل ڈوبنے لگا۔

اسے اپنی حماقت پر افسوس ہونے لگا وہ ایک بار پھر مایہ کال کی چال میں پھنس گیا تھا اور ایک بار پھر وہ آرتی سے جدا ہو گیا تھا اسے آرتی سختی سے بولنے سے منع کیا تھا اور اس نے کہا تھا کہ اگر وہ بول اٹھا تو وہ اسے نہیں بچا پائے گی اور وہ بول اٹھا اور آرتی اسے واقعی میں نہ بچا سکی سعد کا اس قبر نما سرنگ سے اب باہر نکلنا ناممکن تھا اس وقت خدا کا ہی سہارا تھا جو اس کی مدد کر سکتا تھا ورنہ باقی سب سہارے اور در بند ہو چکے تھے اس وحشت انگیز قلعے میں جس میں اس نے کئی روح خراسا منظر دیکھے تھے اسے ایک ایک کر کے سب یاد آنے لگے اور اس کا خوف کے مارے برا حال ہونے لگا تھا سرنگ میں وہ مکمل طور پر کھڑا نہیں ہو سکتا تھا اسی لیے وہ جھک کر دیواروں کو دیکھنے لگا گول دیوار کی سطح ہموار نہ تھی لیکن پتھر ایک دوسرے سے مضبوطی سے جڑے ہوئے تھے یہ قبر نما جگہ بالکل شہد کی مکھڑوں کے چھتے کے خانے کی طرح تھی جو ہر طرف سے بند تھی جب سعد کو دیوار میں سے ایک ہلکا سا بھی سوراخ دکھائی نہ دیا تو وہ مایوس ہو کر لیٹ گیا اور سوچنے لگا کہ اسے کیا کرنا چاہیے اسے بار بار خدا یاد آ رہا تھا اور اللہ سے مدد طلب کر رہا تھا پھر وہ اٹھ کر سجدے میں گر گیا اور رو کر خدا سے مدد طلب کرنے لگا ابھی وہ سجدے میں ہی تھا کہ اسے گڑ گڑاہٹ کی آواز سنائی دی وہ سجدے سے اٹھا اور آنسو پونچھ کر اس آواز کو گور سے سننے لگا پھر اسے ایک گونج سنائی دی یہ آواز گول دیوار کے پیچھے سے یا غار کی زمین سے اندر سے آ رہی تھی گونج کی آواز برابر آ رہی تھی اور پھر وہ کٹ کٹ کی واضح آواز میں تبدیل ہو گئی اسے ایسے لگا کہ جیسے زمین کے نیچے یا غار کی دیوار کے پیچھے کوئی پراسرار مخلوق دیوار کاٹ رہی ہو دانتوں سے یا ناخن سے اس کا دل خوف کے مارے اچھلنے لگا اسے ایسے لگا کہ جیسے یہ مخلوق اسے ہڑپ کرنے کے لیے زور لگا رہی ہے اور سوراخ کر کے اس تک رسائی حاصل کرنا چاہتی ہے اس خیال کے آتے ہی وہ خوف سے سہم گیا۔

اچانک سعد کو ایسے محسوس ہوا کہ جیسے یہ کٹ کٹ کی آواز اس کے پاؤں سے نیچے آ رہی ہے وہ تیزی سے دو قدم ہٹ کر پیچھے کھڑا ہوا اور دیوار کے ساتھ لگ کر خوفزدہ انداز میں فرش کو گھورنے لگا دھندلی زرد روشنی میں فرش کی زمین ساکت تھی مگر کٹ کٹ کی آواز صاف ہوتی جا رہی تھی سعد کو دیکھتے ہی دیکھتے پتھر کی ایک سل نے ہلنا شروع کر دیا سعد پر خوف تیزی سے بڑھنے لگا۔ کہ خدا جانے اس زمین سے اب کونسا عفریت نکلنے والا ہے وہ کبھی آنکھوں اور دھڑکتے ہوئے دل سے ٹھنکی باندھے پتھر کی سل کو دیکھ رہا تھا جو مسلسل بل رہی تھی پھر تھوڑی دیر بعد وہ سل اچھل کر وہ جاگری اور اس نے دیکھا کہ پتھر کی اس سل کے ساتھ ہزاروں کی تعداد میں بڑے بڑے مکڑے چنے ہوئے تھے ان مکڑوں نے سل کو چاروں طرف سے گھٹ کر اچھال دیا تھا سعد کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی ان کالے مکڑوں کے لیے لیے نوکیلے ٹھنکت آری کی طرح تھے اور وہ لاکھوں کی تعداد میں زمین سے نکل رہے تھے یہ خونخوار مکڑے اپنے نوکیلے دانتوں کی آروں سے سعد کے جسم کے ٹکڑے اڑا سکتے تھے انہوں نے پتھر کو کاٹ دیا تھا اور ان کے آگے سعد کی کیا حیثیت تھی سعد کو ان سے بچنے کا اور کوئی راستہ بھی نہ آ رہا تھا وہ کھسک کر دیوار سے پرے ہو گیا مکڑوں کا رخ اس کی جانب نہیں تھا بلکہ وہ سامنے والی دیوار کی طرف جارہے تھے مکڑے دس یا بارہ کی قطار میں ایک دوسرے کے پیچھے جارہے تھے تیزی سے چلتے ہوئے وہ دیوار کے پاس آ گئے دیوار سے چنے کٹ کٹ کی آوازیں بلند ہونے لگیں وہ دیوار کو اپنے نوکیلے دانتوں کی آروں سے کاٹ رہے تھے وہ اپنی جگہ پر بت بنایا یہ سب منظر دیکھ رہا تھا کچھ دیر تک ہزار ہا مکڑے دیوار کے ساتھ چنے اے کاٹے رہے پھر وہ دیوار پر سے نیچے اتر کر فرش کے اس چوکور سوراخ سے جس کو انہوں نے کاٹا تھا وہاں چلے جاتے پھر اچانک وہ واپس مڑے اور اسی دیوار سے چھٹ کر اسے کاٹنے میں مصروف ہو جاتے یہ عمل کافی دیر تک جاری رہا۔



سعد اپنی جگہ ساکت کھڑا تھا اسے خطرہ تھا کہ اس نے اگر زرا سی بھی حرکت کی تو مکرے اس کی آہٹ پا کر اس کی طرف متوجہ ہو جائیں گے اور اس کے جسم سے چٹ کر اس کے مکرے مکرے کر دیں گے تیسری بار جب زمین سے مکرے مکرے واپس دیوار کی جانب بڑھے اور اسے کاٹنا شروع کیا تو ایک بڑا سا پتھر دیوار سے الگ ہو کر بیچے جا کر اسے دوسری طرف پانی کے گرنے کی آواز سنائی دی یعنی پتھر پانی میں جا کر اٹھا پانی میں گرنے کے بعد خدا جانے ان مکرے کے دل میں کیا سالی تھی کہ وہ سارے سوراخ کے اندر چلے گئے پہلے پہل تو سعد بالکل بھی نہ سمجھا تھا کہ سب ہوا کیا ہے اور ماجرہ کیا ہے پھر اسے خیال آیا کہ شاید قدرت نے اس کے فرار کی کوئی راہ نکال دی ہے سعد خدا کا شکر بجالایا اور چلتے ہوئے وہ اسی دیوار کے پاس آ گیا۔ جہاں پر ان مکرے نے دیوار سے ایک بڑا سا پتھر کاٹا تھا وہ شکاف کے پاس آیا شکاف کافی بڑا تھا اس نے سر نکال کر شکاف کے باہر جھانکا نیچے اندر اٹھا خدا نے اس کی ایسے بددیہی وہ بار بار شکر کر رہا تھا دیوار کے شکاف کے باہر پانی کے بہنے مسلسل آواز آرہی تھی مرنے سے بہتر تھا کہ اس پانی کے ذریعے فرار کی راہ تلاش کی جائے یہ سوچ کر سعد نے ایک ٹانگ شکاف سے باہر نکالی پھر دوسری ٹانگ نکالی اور شکاف کی دیوار کو ہاتھ سے مضبوطی سے پکڑا اس نے اپنی دونوں ٹانگیں نیچے لٹکا دیں۔

وہ اس حالت میں زیادہ دیر تک نہیں رہ سکتا تھا لہذا اس نے دونوں ہاتھ چھوڑ کر اپنے آپ کو نیچے گرالیا وہ تیزی سے پانی میں آ کر پانی کوئی ایک منزل نیچے تھا اور بڑی تیزی سے بہہ رہا تھا پانی کا ریلہ سعد کے کرتے ہی اسے بہا کر لے گیا یہ پانی کی ایک تاریک غاری جس میں پانی شور مچاتا گزر رہا تھا سعد کو کچھ بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا پانی کے تیز دھارے کے ساتھ وہ آگے ہی آگے بڑھتا جا رہا تھا کسی وقت اس کے پاؤں نیچے لگ جاتے جس سے اس نے اندازہ لگالیا کہ پانی گہرائی میں ہے مگر تیز بہاؤ اسے کہیں بھی رکھنے نہیں دے رہا تھا اور پانی دھان کی شکل میں جا رہا تھا جس سے اس کی رفتار تیز سے تیز ہوتی جا رہی تھی سرنگ کبھی دائیں طرف مڑ جاتی اور کبھی بائیں طرف جا مڑتی سرنگ جب مڑتی تھی تو پانی کے بہاؤ کی وجہ سے اس کا جسم سرنگ کی دیوار سے جا ٹکراتا پھر سرنگ نیچے ہوئی مگر اس کا رخ زیادہ نیچے ہو گیا اور پانی کی دیوار سے جا ٹکراتا پھر سرنگ نیچے ہوئی مگر اس کا رخ زیادہ نیچے ہو گیا اور پانی کا بہاؤ اور تیز ہو گیا کچھ دیر بعد اسے پانی کی زبردست گونج سنائی دی ایسے معلوم ہونے لگا کہ جیسے پانی کا یہ ریلہ آگے جا کر کسی آبشار میں گہری جگہ میں گر رہا تھا یہ سن کر سعد نے کنارے کے پتھروں کر پکڑنے کی بہت کوشش کی کہ کسی طرح سے وہ اپنے آپ کو نیچے گرنے سے بچالے مگر اس کے ہاتھ پھسل جاتے تھے اور بہاؤ اسے دور لے جاتا تھا اب سرنگ پانی کے شور سے گونج رہی تھی ایسا شور تھا کہ جیسے گہری کھائی میں پتھر ٹوٹ کر گر رہے ہوں جب سعد نے خود کو نہ بچاتے ہوئے دیکھا تو اس نے اللہ کو یاد کیا اور پھر آنکھیں بند کر لیں اور خود کو پانی کے حوالے کر دیا پانی اسے بے جان تنکے کی طرح بہاتا لے جا رہا تھا اچانک ہی وہ آبشار کے ساتھ نیچے ہی گر جانے لگا پھر پھرتے شور مچاتے اور جھاگ اڑاتے پانی کے ساتھ جیسے ایک گہرے کنویں میں گرتا چلا گیا کافی نیچے جا کر اسے پانی نے اوپر اٹھانا شروع کر دیا اور وہ خود بھی ہاتھ پاؤں چلاتا ہوا اوپر چل پڑا گیا پانی کی سطح سے سر نکالتے ہی اس نے دیکھا کہ چاروں طرف زرد دھند بھیلی ہوئی تھی اونچے اونچے پہاڑوں کی عمودی دیواروں کے ساتھ وہ بیتابی جا رہا ہے پہاڑوں کا رنگ کہیں بھورا اور کہیں سیاہ تھا ان کو دیکھنے سے ہی بدن میں خوف کی لہریں دوڑتی ہوئی تھیں سعد کا خیال تھا کہ وہ شاید ان مردوں کی پاتال سے نکل کر انسانی دنیا میں آ گیا ہے لیکن فضا کی زرد دھند اور بھورے کالے پہاڑوں کی خوفناک چوٹیاں اسے بتا رہی تھیں کہ وہ ابھی تک پاتال میں ہی ہے پانی کا رنگ بھی زردی مائل تھا جو آہستہ آہستہ

گہرا زرد ہوتا جا رہا تھا۔ مایہ کال کے علاوہ سعد کو زرد لاشوں کا بھی خوف لگا ہوا تھا وہ سوچنے لگا شاید یہی وہ جھیل ہے جس میں اس نے خون آلود زرد لاش کو تیرتے ہوئے دیکھا تھا۔ یہ خیال آتے ہی اس کے بدن نے جھرجھری لی اور تیزی سے تیر کر کنارے کی جانب آنے کی کوشش کرنے لگا پانی کا بہاؤ کافی زیادہ تھا اور ایسے معلوم ہوتا تھا کہ جیسے بنی گھاڑھا ہوئے لگا ہے سعد کو ہاتھ اور پاؤں چلانے میں دقت پیش ہونے لگی تھی اسے خوف آ گیا کہ کہیں وہ چھٹی کی دلدل میں نہ پھنس جائے جھیل کا پانی آہستہ آہستہ بھاری ہونے لگا اور تا کول کی طرح سیاہ ہوتا جا رہا تھا مگر سعد نے ہمت نہ ہاری اور اپنے آپ کو لیتا ہوا کنارے پر آگیا اس نے کافی زور لگا کر گھاڑے دلدل جیسے پانی میں سے خود کو باہر نکالا اور کنارے پر اوندھ حالت میں گیا اس کا سانس دھنکی کی طرح چلنے لگا بھاری پانی ہونے کی وجہ سے ایسے ایسے تیرنا پڑ گیا تھا جیسے اپنے ساتھ وہ کئی من وزن باندھ کر تیر رہا ہو زرا سا سانس درست ہوا تو اس نے سر اٹھا کر دائیں بائیں دیکھا اس کے سامنے سے بھی سیاہ پہاڑ کی دیو قامت سیاہ دیوار اوپر ہی اوپر اٹھتی چلی گئی تھی اور دائیں بائیں بھی سیاہ پہاڑوں کی عمودی اور ڈھلانی دیواریں تھیں صرف اس کے پیچھے زرد جھیل تھی جو آگے دھند کے بادلوں میں داخل ہو رہی تھی سعد وہاں سے اٹھ کر پہاڑوں کے پیچھے چھپ گیا اسے زرد لاشوں کا خوف مسلسل لگ رہا تھا اور مایہ کال کسی بھی لمحے اس پر کاری و ار کر سکتا تھا۔ وہ سوچنے لگا کہ اسے اب کیا کرنا چاہیے اور کس طرف کو جانا چاہیے وہ مردوں کی ویران اور پرخطر دنیا میں اکیلا رہ گیا تھا اسے قدم قدم پر اپنے دشمنوں سے خطرہ تھا اب نہ تو آتی اس کے ساتھ تھی اور نہ ہی ماما کا بچھو گو کہ اسے بچھو پر اعتقاد نہیں تھا پھر بھی وہاں اس کا دم غنیمت تھا اپنے آپ کو شدید خطروں میں گھر محسوس کر کے وہ جھیل کے کنارے اونچے اونچے پہاڑوں کے ساتھ چلنے لگا تھوڑی دیر بعد وہ رک رک کر مڑنے لگا دیکھ لیتا تھا کہ کہیں کوئی زرد لاش اس کا پیچھا تو نہیں کر رہی۔ ایک پہاڑ پیچھے رہ گیا اور دوسرے سیاہ پہاڑ کی ڈھال کے ساتھ چلنے لگا وہ بغیر کے چلار باجب وہ تین پہاڑوں کو پیچھے چھوڑ آیا اور جوتے پہاڑ کی ڈھال شروع ہوئی تو اسے ایک آواز سنائی دی وہ وہیں بیٹھ گیا اور غور سے آواز سننے لگا وہ آواز ایسی تھی کہ جیسے کوئی جھیل میں چو چلا رہا ہو جھیل میں ہر طرف زرد دھند بھیلی ہوئی تھی دھند میں اسے کچھ بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا چو کی آواز رک رک کر آرہی تھی جیسے کوئی بڑا زور لگا کر چو چلا رہا ہو مگر اسے کشتی ابھی تک دکھائی نہیں دے رہی تھی اس کے ذہن میں مسلسل یہ دعا تھی کہ اللہ کرے کشتی میں آتی ہو وہ ٹھنکی باندھے غور سے دھند کی زرد جھیل کو دیکھ رہا تھا تھوڑی دیر بعد اسے دھند میں ایک چھوٹی سی کشتی اپنی جانب آتی ہوئی محسوس ہوئی سعد نے غور سے دیکھا تو اس میں اسے واقعی ہی آتی ہوئی دیکھائی دی جو بڑے زور سے کشتی چلا رہی تھی کشتی ذرا قریب آئی تو اسے آتی واضح دکھائی دی اور سعد نے اسے جان لیا تھا وہ آتی ہی تھی سعد خوشی سے بے تاب ہو کر بے اختیار اس کی جانب بڑھنے لگا پھر ایک دم اسے خیال آیا کہیں یہ آتی کے روپ میں کوئی مایہ کال کی غلام بدروح نہ ہو اور یا زرد لاش نہ ہو اس خیال نے سعد کی ساری خوشی ہوا کر دی وہ ایک بڑے سے پتھر کے پیچھے چھپ کر یہ سارا منظر دیکھنے لگا کشتی کنارے پر آ کر رکی اور زرد روشنی میں سعد نے آتی کو غور سے دیکھا وہ سعد کی جانب بڑھ رہی تھی اور قریب آ کر بولی۔ میں نے تم کو دیکھ لیا ہے سعد چھوٹ اور مجھ سے ذرا نہیں میں آتی ہوں بدروح نہیں ہوں اس کے بعد سعد مزید اپنے آپ کو نہ چھپا سکا اور پتھر کی اوٹ سے باہر نکل آیا آتی کے وہ جیسے ہی قریب آیا اچانک فضا میں چٹا خ کی آواز سنائی دی آتی نے اسے پورے زور سے پھڑپھڑے مارا تھا اور روتے ہوئے اس کے گلے سے لگ گئی۔ بے وقوف انسان تم کو میں نے کتنا منع کیا تھا کہ جو بھی ہو جائے منہ میں سے آواز نہ نکالنا پھر بھی تم ہر بار



ایسا ہی کرتے ہو یا نہیں تو میرا ہی دھیان کرلو میں کس قدر اذیت سے گزری ہوں تم کو کیا معلوم۔ ایک ایک پل میں ہزار بار مری ہوں تمہارے لیے شاید تمہارا اچھا عمل تھا جو تمہارے آگے آگیا وہ غاروں میں سے آج تک کوئی بھی نہیں زندہ نکل سکا تم اپنی حماقت سے جس مصیبت میں پھنس گئے تھے اس میں سے تم بھی بچیں نکل سکتے تھے اور شاید اس جہنم میں مجھے تمہاری شکل دیکھنا بھی نصیب نہ ہوتی یا گل انسان پتہ نہیں تم کیا چیز ہو میری جان ہی نکال دیتے ہو سعد برابر اس سے اپنی حماقت پر معافی مانگ رہا تھا پھر آرتی بولی جلدی سے تم میرے ساتھ چلو اور کشتی میں بیٹھ جاؤ تم کو جتنا بھی جلدی ہو سکے یہاں سے نکالنا چاہتی ہوں کہیں ایسا نہ ہو کہ مایہ کال کی کوئی غلام بدروح تم کو دبوچ لے اور ویسے بھی اس سیاہ قلعے کے بعد اس جگہ بھی مایہ کال کا طلسم پھیلا ہوا ہے اور تمہارے پاس ماما کا بچھو بھی نہیں ہے سعد فوراً کشتی میں جا بیٹھا آرتی نے کشتی میں سوار ہو کر چوسنہا لے اور کشتی کو موڑ دے کہ جس طرف سے آئی تھی اسی طرف چلنے لگی کیا اس جگہ میں بول سکتا ہوں ناں۔ ہاں تم بول سکتے ہو یہاں مایہ کال کا طلسم اتنا طاقتور نہیں ہے اور یہاں پر تمہاری آواز کسی بھی بدروح کے کان میں نہیں جاسکتی آرتی نے اسے سلی دی افسوس کہ تم نے ماما کا بچھو غائب کر دیا اگر وہ تمہارے پاس ہوتا تو تم کو کسی سے بھی ڈرنے کی ضرورت نہ تھی وہ تمہاری رکھشا کرتا اور اس کے ساتھ ساتھ وہ مہرے کا کالا موتی بھی تم نے کم کر دیا جس کے ہوتے ہوئے تم بدروحوں کی نظروں سے غائب تھے تو اب کیا ہوگا آرتی۔ سعد نے گہرا کر کہا تم گہراؤ نہیں تمہاری حفاظت کے لیے میرے پاس ایک طریقہ ہے آرتی نے چپورک لے لیا اور اپنے کان میں پڑا ہوا ایک سیاہ موتی نکال کر اسے دیا اور کہا اس کو اپنے منہ میں رکھ لو تم کو کوئی نہیں دیکھ سکے گا۔ سعد نے تیزی سے موتی اپنے منہ میں رکھ لیا اور اسے اپنا جہم بھی نظر آتا بند ہو گیا۔ وہ ایک بار پھر غائب ہو گیا اب تم دوبارہ غائب ہو لیکن مجھے برابر مجھے نظر آ رہا ہے ہوا ایک بات پھر سے ذہن میں بٹھا لو کہ تم اونچی آواز میں بات نہیں کرو گے اب کوئی غلطی مت کرنا ورنہ میں نے خود ہی تم کو اب مار ڈالنا ہے مایہ کال مارے یا نہ مارے۔ سمجھے اور ہاں تم کو میری فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے مجھے کوئی بھی بدروح کچھ نہیں کہہ سکتی میں انہی کی دنیا میں ایک بدروح ہوں۔

کشتی اس وقت کالے پہاڑوں کے درمیان سے ہو کر گزر رہی تھی کچھ دور چلنے کے بعد پہاڑی ختم ہو گئی تھی اور کسی ویران جزیرے کا کنارہ آگیا تھا جزیرے کے کنارے پر وہی سوکھے ہوئے مردہ ٹہنیوں والے درخت کھڑے تھے زرد دھند میں جگہ جگہ سیاہ اور زرد چٹانیں زمین سے نکل کر سادک کھڑی تھیں ہر طرف موت کا سناٹا چھایا ہوا تھا نہ دن تھا نہ رات تھی بس ایک مردہ کی روشنی تھی جس نے ساری فضا کو اپنی پلیٹ میں لے رکھا تھا آسمان پر بھی اسی دھند کی چادر تھی ہوتی تھی آرتی کشتی کنارے سے لگادی اور اتر گئی وہ اتری تو سعد بھی اتر گیا آرتی نے اسے دھیمی آواز میں کہا میں تم کو جو کہوں سننے جانا آگے سے کوئی جواب نہ دینا چپ چاپ میرے ساتھ چلے آؤ اور یاد رکھو کسی درخت کی طرف گھور کر مت دیکھنا سوکھے ہوئے آدم خورد درخت انکے بائیں طرف تھے سعد نے پکا عہد کیا کہ وہ انکو نہیں دیکھے گا اور چپ چاپ سر جھکائے آرتی کے ساتھ چلنے لگا زمین خشک اور بھر بھری تھی کہیں کہیں گڑھے تھے ان میں گڑھوں میں نہیں کہیں انسانی ہڈیاں نظر آ رہی تھیں شاید اس ویران دنیا کو کوئی قبرستان تھا آگے بہت بڑی چٹان آگئی جو آگے کو اس طرح جھکی ہوئی تھی کہ جیسے ابھی زمین پر آکرے گی۔ جیسے جیسے وہ چٹان کے قریب آ رہے تھے چٹان بڑی دکھائی دے رہی تھی اور خوفناک بھی لگ رہی تھی چٹان کی دیوار میں سے ایک گھول سوراخ صاف دکھائی دے رہا تھا آرتی اس سوراخ سے باہر اور نزدیک آکر کھڑی ہوئی اور بولی یہاں پر تیرا اور میرا ساتھ ختم ہو جاتا ہے یہاں سے آگے نہیں جاسکتی۔ تم کو

کیا ہی آگے جانا ہوگا سعد نے حیرت سے اسے دیکھا اور کہا میں تیرا مطلب نہیں سمجھا آرتی۔ کیا تم مجھ سے جدا ہو رہی ہو۔ میں جدا نہیں ہونا چاہتی مگر مجبوراً مجھے تم سے جدا ہونا پڑ گیا ہے کیونکہ آگے انسانوں کی دنیا ہے تمہاری دنیا ہے جو تمہاری منزل سے میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ میں تم کو انسانی دنیا میں پہنچا دوں گی اور میں نے وہ وعدہ پورا کر دیا ہے لیکن سانسے تو ایک چٹان ہے اور اس چٹان میں ایک سوراخ ہے اور یہاں کہاں ہے انسانی دنیا۔

تم اس شگاف کے اندر جاؤ گے تو تم کو ایک گار لے گا یوں سمجھ لو کہ وہ غار اس منحوس دنیا کا آخری سرہ ہے تم اس غار میں سے گزر گئے تو تم انسانی دنیا میں جا پہنچو گے کیا اس غار میں بھی کوئی خطرہ ہے۔ سب سے بڑا خطرہ تو تمہارا دشمن مایہ کال ہے اور تمہارے پاس حفاظت کے لیے کچھ بھی نہیں ہے یاد رکھو اگر مایہ کال نے تم پر غار میں حملہ کر دیا تو وہ تم کو دبوچ لے گا مگر میں غائب ہوں ہاں ہو تو سہی مگر مایہ کال اتنا بڑا سادھو ہے اگر وہ پاتال میں ہوا تو تم کو ایک لے گا اور یہ شاید تمہاری خوش قسمتی ہے کہ تم اس کیوار سے اب تک بچے ہوئے ہو سعد غار میں جانے سے گھبرا رہا تھا اگرچہ وہ انسانی دنیا میں جانے کے لیے تباہ تھا مگر اس پر مایہ کال کا خوف طاری تھا اس غار میں نہ تو اس کے ساتھ آرتی ہوگی اور نہ ہی ماما کا بچھو۔ وہ مایہ کال کے رحم و کرم پر ہوگا اور آرتی اسے ساتھ نہیں لے جائے گی کیا سوچ رہے ہو تمہاری منزل تمہارے قریب ہے درمیان میں صرف ایک ہی غار ہے دیر نہ کرو آرتی نے منہ پھیر کر کہا سعد کو آرتی سے جدا ہونا اچھا نہیں لگ رہا تھا وہ اس سے مانوس ہو چکا تھا اور یہ بات وہ جانتا تھا کہ آرتی اس سے پیار کرتی ہے وہ تیزی سے بولا آرتی تم کب آؤ گی۔ جب تک میرا جہم جہم کا چکر پورا نہیں ہوتا۔ میں نہیں آسکتی اس دنیا سے اس طرف۔ تو کب ختم ہوگا یہ چکر۔ تمہاری اور ہماری دنیا کے وقت میں بہت فرق ہے تم اسے نہیں سمجھو گے بحر حال تم حوصلہ رکھو میں جلد ہی تم سے آملوں گی اب دیر نہ کرو اور جاؤ۔ سعد نے منحوس کیا کہ آخری لفظ ادا کرتے ہوئے آرتی رو رہی تھی اس نے لپک کر آرتی کا چہرہ دیکھا جو آنسوؤں سے تر تھا اچانک اسے ایک چٹکھاؤ سی ہوئی آواز سنائی دی سعد اور آرتی نے دیکھا وہ تین زرد لاشیں تھیں جو ان کی طرف بڑھتی چلی آ رہی تھیں سعد کا دل بیٹھا جانے لگا آرتی چیخی۔ سعد بھاگو۔ اس کے بعد کیا یہ سب جاننے کے لیے خوفناک ڈائجسٹ کا اگلا شمارہ ضرور پڑھیے۔



### اقوال زریں

- c جھوٹ سے بچتے رہو جھوٹ بولنے کی عادت انسان کو برائی کے راستے میں ڈال دیتی ہے۔
- c یہ بہت بڑی خیانت ہے کہ تم اپنے بھائی سے کوئی جھوٹی بات کر دے جبکہ وہ تم کو اس بیان میں چاہتا ہو۔
- c برے ساتھی کی ہم نشینی سے اکیلے رہنا بہتر ہے اور اچھے ساتھی کے ساتھ بیٹھنا تمہاری سزا ہے۔
- c جس شخص نے مریض کی عیادت کی اس نے خدا کی رضا حاصل کی۔
- c حرص بخل اور ایمان کبھی ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔
- c آنکھیں بغیر کاہل کے بھی خوبصورت ہو سکتی ہیں اگر ان میں حیا و شرم ہو۔
- c کسی کی تعریف نہ کرو بلکہ اس کے طریقہ کو اپناؤ تاکہ تعریف کے قابل بن جاؤ۔
- c ایک عالم کی طاقت ایک لاکھ جاہلوں سے زیادہ ہوتی ہے۔

☆..... محمد صفدر دہلوی - کراچی



# سب مایا ہے

-- تحریر: ساحل دعا بخاری۔ بصیر پور۔ --

اس نے دھندلائی ہوئی آنکھوں سے انہیں دیکھا کہاں رہ گئی تھیں تم مہرین شرمین اور شاہرم تیزی سے اس کی جانب لپکے تھے اس نے اک گہری سانس لے کر خود کو کپڑوں سے لپیٹ کر سر ہلا دیا اس دم سم سا نوشین کے وجود کو دیکھ رہا تھا شوال کی جلائی ہوئی آگ اب بری طرح بھڑک رہی تھی اور وہ خود تسلسل کچھ بڑبڑاتے ہوئے نوشین کے جسم پر کچھ پھونک رہا تھا پھر وہ اٹھا اور اسے اشارہ کیا وہ اٹھ کر قدموں چلتی ہوئی آگ کے بیچ جا کھڑی ہوئی وہ بری طرح ہڈیاں انداز میں چلا رہی تھی آگ نے اس کے پورے وجود کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا اور اسد بری طرح اور بے ساختہ اس کی جانب لپکا شوال اور شاہرم نے اسے بمشکل پکڑا نوشین جل رہی تھی پلینز اسے بچاؤ وہ جل رہی ہے وہ ہڈیاں انداز میں چلاتے ہوئے خود کو ان کی گرفت سے چھڑانے کی کوشش کرنے لگا مہرین اور شرمین نے آنکھیں بند کر لیں تھیں کہ چاہے وہ عفریت ہی سہی مگر جسم تو نوشین کا تھا۔ دھیرے دھیرے اس کی جھینس دم تو گھٹیں وہ جل گئی اسد بھی ان کی باتوں میں جھول گیا۔ اسے بچاؤ۔ وہ جل جائے گی۔ بچاؤ اسے اسد ہڈیاں انداز میں بے چینی سے چلا رہا تھا وہ جل گئی۔ نوشین جل گئی وہ گھٹنوں میں سر دے کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ پھر ایک وہ نوشین جل گئی کہہ کر قہقہے لگانے لگا وہ سب اسے انتہائی تاسف سے دیکھ رہے وہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا تھا اس کے لبوں پر ایک ہی لفظ بار بار گردش کر رہا تھا۔ نوشین جل گئی ہے۔ نوشین جل گئی ہے۔ ایک سسکی خیر اور خوفناک کہانی۔

وہ چودہ فروری کا دن تھا سورج نے دھند کا مہین پر وہ اوڑھ رکھا تھا ہر شے پر دھند لپٹی ہوئی تھی تمہارے قدموں سے تو جیسے پتھر بندھے ہیں جلدی چلو شاہرم نے سست روی سے شرمین ثانیہ سے کہا اور خود تو جیسے وہ بڑا کر رہ گئی نوشین اور اسد آگے نکل چکے تھے ان کا گروپ اس جنگل میں ریسرچ کے لیے آتا تھا انہیں مافوق الفطرت چیزوں پر ریسرچ کرنا چاہتی تھی وہ آج ہی یہاں پہنچے تھے مہرین فی الوقت خیمے میں ہی تھی وہ اتنے لمبے سفر سے کچھ زیادہ ہی تھک گئی تھی جبکہ وہ لوگ پانی وغیرہ کا مسئلہ حل کرنے نکلے تھے شرمین اگر یہاں سے اچانک کوئی جن نکل آئے تو تم کی کرو کی اسد نے تھمات قدموں سے چلتی ہوئی شرمین سے سوال کیا جنوں کے ساتھ تو میں ابھی بھی چل رہی ہوں سو اگر ایک اور نکل آیا تو کیا اس نے کندھے اچکاتے ہوئے





اثر نہیں کرتی کوئی بھی چیز ہمیں خوفزدہ نہیں کرتی کیوں۔ نوشین نے اس کی آنکھوں میں جھانکنا چاہا جہاں حسب معمول کوئی تاثر نہ تھا مہرین پھیکے سے انداز میں مسکرا کر رہ گئی اب۔ اسے کیا بتانی کہ جس نے اپنا سب کچھ کھو دیا وہ کس چیز سے ڈرے گا اور جسے موت سے ڈرنے لگتا ہوا ہے کیا شے خوفزدہ کرے گی۔ رات کو وہ سب تھکے ہارے سو رہے تھے مگر وہ بے چین تھی اسے اس جنگل میں آکر ایک عجیب سا احساس ہو رہا تھا کیا وہ خود بھی سمجھنے سے قاصر تھی یہ عجیب سا احساس سیدھا اس کے دل میں جا رہا تھا۔



بڑی سی افسردہ شام نے دھیرے دھیرے اپنے کچھ پھیلے تھے جنگل کو ہوتا ہی دیرانے ہر گز اس وقت اس کی ویرانی میں کئی گنا اضافہ ہو گیا تھا اب کوئی باہر نہ نکلے یہ اعلان نوشین نے کیا تھا کیوں ہم تمہارے غلام ہیں شاہرم نے تیوری چڑھائی۔ ہاں اور ویسے بھی مس نوشین آپ بھول رہی ہیں کہ ہم یہاں کس چیز پر ریسرچ کرنے آئے ہیں اسد نے گفتگو میں حصہ لیا چلو تیار ہو جاؤ مشن پر نکلیں اسد نے رپو اور اٹھایا اور ایک سے نارچ نکالی میں تو نہیں جاؤں گی شرمین فوراً کہہ اٹھی تو ساتھ کیوں آئی تھی یہ تم لڑکیوں کی ساری بہادری سازگار حالات تک کیوں ہوتی ہے شاہرم نے اسے گھورا مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے جیسے۔۔۔ جیسے کچھ ہونے والا ہے وہ منمنائی اور کچھ کا تو مجھے پتہ نہیں لیکن میرے ہاتھوں تمہارے قتل ضرور ہونے والا ہے چلو اٹھو شاہرم نے دانت کچکچائے اس نے بے بسی سے نوشین کو دیکھا اگر یہ نہیں جانا چاہتی تو نہ سہی۔۔۔ لیکن یہ اکیلی۔ اسد تذبذب سے بولا۔

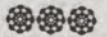
میں رک جاتی ہوں اس کے پاس نوشین نے کہا تو وہ تینوں انہیں گالیوں سے نواز کر چلے گئے انہیں گئے کافی دیر ہو چکی تھی جب ان کے خیمے کا پردہ اٹھا کوئی اندر آیا وہ تقریباً چھ سات ماہ کا بچہ تھا وہ دھیرے دھیرے چلتا ہوا ان کے سامنے آ گیا اس کی پر اسرار

آنکھیں کینڈل کی روشنی میں چمک رہی تھیں۔ وہ دونوں اپنی جگہ سن ہو کر رہ گئیں میں تو بے ضرر ہوں مجھ سے کیوں ڈر رہی ہو اس کے لبوں پر خطا اٹھاتی مسکراہٹ ابھری۔ دھیرے دھیرے وہ دھواں نکلنے لگا دھواں ایک ہی جگہ جمع ہو رہا تھا جب بچہ مکمل طور پر غائب ہو گیا تو دھواں متحرک ہو گیا یہ دھواں دھیرے دھیرے نوشین کے نفعوں اور حیرت سے نیم وا ہونٹوں میں داخل ہونے لگا وہ بری طرح کھانسنے لگی اس نے ناک اور منہ حتیٰ سے بند کر لیا مگر کب تک وہ بے دم ہو کر وہیں گر گئی کچھ ہی دیر میں سارا دھواں اس کے وجود میں منتقل ہو چکا تھا وہ لیخت اندھ کر بیٹھ گئی شرمین منہ پر ہاتھ رکھے پھٹی پھٹی سی آنکھوں سے یہ سب دیکھ رہی تھی اگر اپنی زندگی عزیز ہے تو اس بات کا ذکر کسی سے نہ کرنا ورنہ تم اور تمہارے ساتھی موت کی گرفت میں آ جاؤ گے یہ غراتی آواز نوشین کی تو ہرگز نہ تھی شرمین کسی جسمے کی مانند ساکت رہ گئی یوں معلوم ہوتا تھا گویا کسی شدید صدمے نے اس کی سوچنے سمجھنے کی ساری صلاحیتیں اور قوت گویائی سلب کر لی ہوں۔



مہرین اسد اور شاہرم واپس آئے تو نوشین کھانا کھا رہی تھی اور شرمین گم صم سی بیٹھی تھی اس کے چہرے پر خوف و حراس کے سائے تھے اف بے مروت لڑکی اکیلی کھانا کھا رہی ہو اور تمہاری شہی کہاں گم ہے اسد نے شرمین کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ لہرایا وہ ایک دم چونکی اسد وہ۔۔۔ وہ نوشین۔۔۔ اس نے کانپتے ہوئے لہجے میں بتانا چاہا اسی دم نوشین نے گھور کر اسے دیکھا اس کی سرخ آنکھوں میں گویا آگ دہک رہی تھی وہ سر جھکا گئی۔ کیا نوشین تم چپ کیوں ہو گئیں۔ یہ کہہ رہی تھی کہ میں نے تم لوگوں کا انتظار کئے بغیر کھانا کھا لیا حالانکہ یہ کہہ رہی تھی کہ انتظار کر لیا جائے نوشین برتن سمیٹتے ہوئے بولی یوں بات تل گئی پتہ ہے شرمین ہم نے ایک عجیب سا درخت دیکھا ہے اس کی شاخیں خود بخود حرکت کرتی تھیں اور جب اس کی شاخیں ہلتی تھیں تو

۔۔ ان سے چکاڑیاں بھونکی تھیں مہرین نے اسے بتایا ہاں ایسے درخت تو یہاں عام ہیں اصل میں وہ چکاڑیاں جنات کے منہ سے نکلتی ہیں نوشین کا لہجہ عام سا تھا انہیں کیسے پتہ مہرین نے حیرت سے پوچھا۔ وہ جب ہم یہاں آنے لگے تھے تو میرے انگل امتیاز نے بتایا تھا اس کے جواب پر مہرین نے سر ہلایا اس کے انگل امتیاز واقعی یہاں آچکے تھے اور انہوں نے انہیں سب کچھ تفصیل سے بتایا تھا جب وہ لوگ کھانا کھانے لگے تو شرمین نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ اسے بھوک نہیں ہے لیکن شرمین تم نے دو پہر میں بھی کچھ نہیں کھایا تھا اب ٹھوڑا ہی کھا لو مہرین بڑبڑا کر اٹھ گئی وہ مجھے مار دے گا وہ بدحواسی سے مہرین سے لپٹ گئی خیمے میں موم بتی کی روشنی پھیلی ہوئی تھی آوازیں سن کر شاہرم اور اسد بھی جاگ گئے صورت حال کا اندازہ کرتے ہی شاہرم نے گلاس میں پانی ڈالا اور ان کے پاس چلا آیا یہ نوشین کہاں گئی مہرین کی نظریں اپنے برابر میں خالی جگہ پر پڑیں کبھی چونک گئے شرمین کے تاثرات کچھ عجیب سے ہو گئے اس نے ایک ایک کر انہیں شام کو پیش آنے والا واقعہ بتایا ابھی اس کی بات پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ نوشین چلی آئی کہاں تھیں تم کہاں چلی گئی تھیں سب نے سوالوں کی بوچھاڑ کر دی وہ میں ذرا۔ واش روم تک۔۔۔ وہ جھجک سی گئی مجھے ساتھ لے لیا ہوتا مہرین نے کہا تھا ہاں رات کو اکیلی نہ جایا کرو کوئی بھی۔۔۔ اسد کے لہجے میں فکر مند کی کا تاثر تھا وہ کے اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں وہ لپٹتے ہی سو گئی شرمین اب نوشین کے سامنے کوئی بھی ایسی بات نہ کرنا بہت حساس ہے وہ اسد نے دھیمی آواز میں کہا وہ سب اسے شرمین کی ذہنی اختراع سمجھتے تھے۔



وہ دو پہر کا وقت تھا ماحول پر ایک عجیب بھری خاموشی چھائی ہوئی تھی کبھی کبھی یہ خاموشی کسی طوفان کا بھی پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے وہ سب اس وقت ایک چھوٹے سے نیلے پر موجود تھے یہاں جنگل قدرے گھٹنا

تھا اسد اور شاہرم نے کچھ جنگلی پرندے شکار کئے تھے وہ اس وقت انہیں صاف کر رہے تھے اس وقت نوشین کی آنکھیں ابھو چھلکا رہی تھیں وہ مسلسل پرندوں کی جانب دیکھ رہی تھی اب انہیں دھوئے گا کون اسد نے ہاتھ صاف کرتے ہوئے کہا میں دھولا ہی ہوں نوشین نے جھٹ انہیں اٹھایا اور جتنی کی جانب چل دی۔ میں سچ کہہ رہی ہوں نوشین میں وہ دھواں۔۔۔ بکواس مت کرو شرمین کی بات کا کٹر اسد چلایا میں جھوٹ نہیں بول رہی تم لو۔۔۔ اس کے لہجے میں بھرپور بے بسی تھی بس کرو شرمین کل تو ہم لوگ یہ سمجھتے تھے کہ تم نے خواب دیکھا اور نوشین کو غائب پا کر سچ سمجھ لیا اب تو حیران مان لو کہ وہ خواب تھا شاہرم یوں بولا گویا کسی بچے کو ناگہمی پر ٹوک رہا ہو اس نے کچھ کہنا چاہا مگر نوشین کو اتے دیکھ کر چپ ہو گئی پرندے کہاں گئے اسے خالی ہاتھ دیکھ کر شاہرم نے حیرت سے پوچھا۔ وہ۔۔۔ میں جب دھور ہی تھی تو اچانک ایک قہقہہ ابھرا اور گوشت غائب ہو گیا میرے تو پسینے چھوٹ گئے وہ ایک ایک کر بول رہی تھی شرمین ہر اسان نظروں سے اس کے چہرے کو دیکھ رہی تھی مہرین نے اس کی نظر کا ماخذ جان کر دیکھا تو چونک گئی نوشین کے نچلے ہونٹ کے بائیں کنارے پر خون جما ہوا تھا اور اس خون پر چند بال جے ہوئے تھے۔



رات کو وہ سوئے ہوئے تھے جب کسی عجیب سے احساس کے تحت شاہرم کی آنکھ کھل گئی۔ کچھ عجیب سی آوازیں آ رہی تھیں جیسے کوئی کتاب ڈی چار ہا ہو خیمے میں تاریکی کا راج تھا موم بتی شاید ختم ہو چکی تھی اس نے نارچ روشن کی اور لرز اٹھا نوشین کے ہاتھوں میں کچھ ہڈیاں تھیں جنہیں وہ بڑی رغبت سے چبا رہی تھی روشنی ہونے پر اس نے چونک کر شاہرم کو دیکھا شاہرم کو اس دم اس کی آنکھوں میں بچانے کی نظر آیا کہ ایک سرد لہر اس کی ریڑھ کی ہڈی سے ہوتی ہوئی سر میں پہنچ گئی اسے اپنا ذہن ماؤف ہوتی ہوتا ہوا محسوس ہوا نارچ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے جا کر نارچ کی روشنی کا دائرہ



خیمے کی بائیں جانب ہو گیا نیم تاریکی میں اس نے نوشین کو اپنی جانب لپکتے ہوئے دیکھا اس کے ناخن حیرت انگیز طور پر بڑھ چکے تھے اور وہ ہاتھ پھیلائے ہوئے اس کی جانب لپکی چلی آ رہی تھی شاہرم نے آنکھیں بند کر لیں کچھ دیر بعد اس نے آنکھیں کھولیں تو خیمہ روشن تھا اسد شرمین اور مہرین بھی جاگ چکے تھے اور غالباً کسی بحث میں الجھے ہوئے تھے اسے ان کی آوازیں کھیں کی جھنجھٹا محسوس ہو رہی تھیں اس کی نگاہ خود پر پڑنے لگی ان چہروں سے ہٹ کر نوشین پر جا کر لیں اسے نارمل حالت میں دیکھ کر اسے جھکا سا لگا تو کیا وہ سب اس کا وہ تھا۔ ایک سوچنے سے سر ابھارا لیکن نہیں یہ وہ نہیں تھا ایک سفاک حقیقت تھی اس نے خود سے الجھتے ہوئے آنکھیں بند کر لیں۔



تمہیں کیا ہو گیا تھا شاہرم۔ یہ سوال مہرین نے اس سے تب کیا جس وقت نوشین اور اسد پانی لینے کے لیے گئے ہوئے تھے وہ لوگ اگرچہ پہلے بھی وہ لوگ اس سے کئی بار یہ پوچھ چکے تھے تاہم اس کا رد عمل کچھ عجیب سا ہوتا چلا گیا وہ کچھ مسموم سا ہوا تھا مہرین۔ رات کو اچانک میری آنکھ کھلی اور۔۔۔ وہ سب کچھ بتاتا چلا گیا میں نے بتایا تھا نا تم لوگوں کو شرمین کا انداز جتنا ہوا تھا اسی اثنا میں انہیں ایک چیخ سنائی دی وہ تینوں بدحواسی سے اٹھ کھڑے ہوئے وہ تیزی سے اس طرف لپکے جس طرف اسد اور نوشین گئے تھے اسد تالاپ سے قدرے پرے ہوش سے بیگانہ پڑا ہوا تھا اس کی گردن کے پاس کندھے پر انتہائی گہرا زخم تھا اور اس سے خون بہہ رہا تھا اس کی شرٹ پھٹ چکی تھی نوشین کو زخم پر جھکا ہوا دیکھ کر وہ ٹھٹھک کر گر گئے۔

وہ تیزی سے خون چوس رہی تھی پھر اس نے زخم کے گرد پھیلا ہوا خون کسی بلی کی مانند چاٹا اور۔۔۔ اسی وقت شرمین کے لبوں سے ایک ٹھٹھی ٹھٹھی چیخ نکلی۔ وہ چونک کر مڑی اور انہیں گھورنے لگی اس کی ہیبت بدلنے لگی کچھ دیر بعد وہ یکسر بدل گئی اس نے غراتے ہوئے

ان پر حملہ کیا وہ نیچے گرے اس کا رخ شرمین کی جانب تھا اس نے اپنے تیز دھار ناخن شرمین کی گردن میں گھسا دیئے وہ کرب ناک انداز میں چلانے لگی مہرین نے اسے چھڑانے کی کوشش کی مگر اس کی ایک ٹھوک سے دور جا کر شاہرم نے اس کے بال مٹی میں بھینچ لیے وہ تڑپ کر مڑی مہرین نے شرمین کو اٹھایا جو کھٹکتے ہوئے بری طرح ہانپ رہی تھی میرے بال چھوڑ دو وکرب سے اس کے بڑے نقوش مزید بکڑ چکے تھے شرمین کی گردن میں سراخ سے بن گئے تھے جن سے لبوس رہا تھا شاہرم کی توجہ شرمین کی جانب ہوئی تھی اس کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی تھی اسی ڈھیلے کا فائدہ اٹھا کر اس نے بال ایک جھٹکے سے پھیر لیے شاہرم نے چونک کر دیکھا تو وہ غائب تھی وہ ماؤف ہوتے ذہن کے ساتھ اسد کی جانب متوجہ ہو گیا۔



شوال حیدر ایک انجیر تھا جو شوقیہ پر اسرار معاملات کی تحقیق کیا کرتا تھا اس جنگل میں بھی وہ اسی سلسلہ میں آیا تھا عرصہ دراز اس کام سے منسلک رہنے کی وجہ سے اسے ان معاملات کا کافی تجربہ ہو چکا تھا دوسرے اسے اکثر اس کا مافوق الفطرت چیزوں سے دلچسپی رکھنے والوں عالموں رو میں بلوانے والوں اور دیگر اسی قسم کے لوگوں سے رل پڑتا تھا وہ ان سے بھی کافی کچھ جان چکا تھا اس کی ملاقات مکمل طور پر اس دن اچانک شاہرم وغیرہ سے ہوئی تھی وہ لوگ واپس جانا چاہتے تھے مگر ان کی جیب مکمل طور پر تباہ ہو چکی تھی شوال اس وقت ایک سائے کا چھپا کرتا ہوا وہاں تک پہنچا تھا شوال حیدر اس نے شاہرم سے ہاتھ ملائے ہوئے تعارف کروایا شاہرم۔ شاہرم نے اپنے گروپ کا تعارف کروایا نوشین سے وہ سب خائف سے لگ رہے تھے سوائے اسد کے خود اسے بھی محسوس ہوا تھا کہ اس لڑکی میں کچھ ہے یہ جیپ کیسے۔۔۔ جو اب شاہرم نے بتایا کہ وہ لوگ آج واپسی کے لیے نکلنے والے تھے کل رات تک ان کی جیب ٹھیک ٹھاک تھی اور آج۔۔۔ وہ

سب کے سب از حد متشکر دیکھائی دیرے تھے جبکہ اس کے برعکس نوشین کے چہرے پر سکون چھایا ہوا تھا بلکہ یوں لگ رہا تھا گویا وہ اس صورت حال کو انجوائے کر رہی ہو گویا کوئی ہے جو یہ چاہتا ہے کہ تم لوگ واپس نہ جا سکو اس نے گہری نظروں سے نوشین کو دیکھا میں ایک سائے کی تحقیق کے سلسلے میں یہاں آیا ہوں میں کل شام یا پرسوں صبح جانے کے لیے نکلوں گا تم لوگ میرے ساتھ چلنا اس نے اپنی خدمات پیش کیں۔

بہت بہت شکر یہ وہ قدرے پر سکون ہو گئے نوشین اسے گھورنے لگی پھر مجھے بھوک لگی ہے کہہ کر چلی گئی اسد پلیمز مت جاؤ تمہیں نقصان پہنچ سکتا ہے مہرین نے اس کے پیچھے جاتے اسد کو دھیمی آواز میں روکنا چاہا پتہ نہیں تم لوگ اس معصوم کے پیچھے پڑ گئے ہو وہ پھار کھانے والے لہجے میں بولا اور بہتر پختہ ہوا چلا گیا شوال نے سوالیہ نظروں سے شاہرم کو دیکھا وہ آہستگی سے یہاں پیش آنے والے واقعات بتانے لگا ہم نے سوچا تھا کہ واپس جا کر نوشین کا علاج وغیرہ کروائیں گے اور۔۔۔ مگر یہ جیپ اور اسد کو ہماری کسی بھی بات پر یقین نہیں ہے وہ سمجھتا ہے کہ کسی اور چیز نے اس پر حملہ کیا تھا اور شرمین پر بھی۔۔۔ وہ بات مکمل کر کے ہونٹ کاٹنے لگا میں نے تمہیں بتایا نا کہ میں اب ان چیزوں کو کافی حد تک جان گیا ہوں انہیں قابو کرنے کے علوم بھی کسی حد تک مجھے ہیں تم لوگ جاؤ میں رات کو نوشین کی نگرانی کروں گا لیکن۔۔۔ وہ بات ادھوری چھوڑ کر کسی غیر مرئی نکتے کو گھورنے لگا لیکن کیا۔ مہرین نے بے چینی سے پوچھا کچھ نہیں۔ وہ سر جھٹک گیا۔

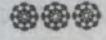


سورج غروب ہو چکا تھا جنگل پر چھائے خاموشی کے بحر کو مختلف آوازیں توڑنے کی کوشش میں سرگرم عمل تھیں ان آوازوں میں پرندوں درندوں اور حشرات الارض کی آوازیں نمایاں تھیں شوال حیدر خیمے کے قریب ایک درخت کے چوڑے تنے کے عقب میں موجود تھا وہ مضبوط اعصاب کا مالک تھا اور نڈر بھی تھا اس

نے اپنے گرد دائرہ کھینچ لیا تھا اور اس کے ہونٹ تیزی سے پھڑپھڑا رہے تھے پڑتے پڑتے اس نے کھائی پر بندھی گھڑی پر نظر ڈالی اور اپنے سامنے زمین پر چھوٹک ماری سنگلاخ زمین میں دراڑیں پڑنے لگیں وہ دھیرے دھیرے وہاں ایک شکاف پڑ گیا شوال کی نظریں اس شکاف پر جمی ہوئی تھیں اس کے تاثرات کچھ عجیب سے ہو رہے تھے وہ لکھت اٹھا اور مشرقی سمت میں چل دیا اس کا رخ اپنے خیمے کی جانب تھا خیمے میں پہنچ کر اس نے کچھ چیزیں اٹھائیں اور واپس ہو لیا۔ وہ کافی دیر تک درخت کے عقب میں کھڑا رہا تھا کافی دیر بعد نوشین دبے پاؤں نکلی اس کا رخ شال کی جانب تھا وہ بھی اس کے پیچھے ہو لیا وہ تیزی سے چل رہی تھی اور شوال کی رفتار بھی اتنی ہی تھی وہ چونکہ ایسی صورت حال سے واقف تھا اور کافی حد تک عادی تھی۔۔۔ سو بنا کسی دشواری کے اس کا پیچھا کر رہا تھا جنگل اب گھٹا ہوا چکا تھا ادھور اچاند تاریکی دور کرنے میں انہم کردار ادا کر رہا تھا یہاں زمین پر جنگلی بیلین بھی ہوئی تھیں جو شوال کے پیروں میں بار بار الجھ رہی تھیں جبکہ وہ بنا کسی دشواری کے بھاگی چلی جا رہی تھی چلتے چلتے وہ ایک قدرے ویران سے حصے میں جا پہنچی وہاں ایک پر اسرار سی خاموشی چھائی ہوئی تھی وہاں رک کر وہ ایک دائرے میں گھومنے لگی شوال ایک گھنے درخت کے عقب میں چھپا کھڑا تھا وہ تعجب سے اسے دیکھے جا رہا تھا پھر اس جگہ دائرے میں آگ بھڑک اٹھی اور لا تعداد بیولے نمودار ہونے لگے تو اب تک کسی شکار کو یہاں نہیں لایا بی بی سروہی۔ ایک بیولہ میں آج اس اسد کو لانے لگی تھی مگر اس شاہرم اور مہرین نے اس کی چائے میں نشے آرد و ملا دی تھی وہ سو رہا ہے وہ مودب کی سی جو بھی ہوکل ہر صورت میں تمہیں اسد کو لانا ہوگا ہمارے آقا کو اس کی ضرورت ہے اگر شاہرم یا کوئی اور رکاوٹ بننے کی کوشش کریں تو اسے راہ سے ہٹا دو مت بھولو کہ تمہیں اب انسانی جسم مل گیا ہے اب تمہاری شکتی بڑھ گئی ہے وہ بیولہ بولا اور اس نے اثبات میں سر ہلادیا پھر



چند انسان لائے گئے جن پر وہ سب ٹوٹ پڑے وہ انہیں وحشی بھیڑیوں کی مانند بھینچوڑ رہے تھے شوال یہ سب دیکھنے کے بعد واپس پلٹ آیا۔



کیا۔۔۔ وہ سب حیرت و دکھ سے بولے ہاں نوشین مرچکی ہے جب وہ دھوپ کی صورت اس میں داخل ہوئی تھی تو اسی وقت دم گھٹنے سے نوشین کی موت واقع ہو گئی تھی اب اس کا جسم وہ استعمال کر رہی ہے ابھی اس کی بات مکمل بھی نہیں ہوئی تھی کہ عقب سے اسدا اس پر چھپنا۔ تم جھوٹ بول رہے ہو بکواس کرتے ہو میری نوشین مری نہیں ہے وہ زندہ ہے وہ کوئی اور نہیں ہے نوشین ہے وہ۔۔۔ وہ جنوبی انداز میں چلاتا ہوا اس پر پل پڑا شوال نے بمشکل خود کو چھڑایا اگر وہ نوشین ہے تو رات کے اس پہر باہر کیوں گئی ہے شرمین کا لہجہ بد تھا وہ چپ رہ گیا۔ وہ سب کو نقصان پہنچا سکتی ہے اسے ختم کرنا ہوگا شوال کا انداز ختمی تھا۔ اسدا ایک بار پھر اس پر چھپنا تاہم شہرہم نے اسے اپنی گرفت میں لیا۔

وہ ختم کیسے ہوگی مہرین نے دریافت کیا۔ وہ ویسے تو نہیں مرے گی اسے جلانا ہوگا۔ مجھے جلانے کی بات کرتا ہے مجھے۔ وہ ایک دم اندر آئی اور اس پر پل پڑی مگر وہ شوال تھا ایسی صورت حال سے بارہا گزر چکا تھا۔ سو اس نے باآسانی اس پر قابو پایا اسے ریوں میں جکڑ لیا گیا مجھے کچھ سامان لانے جانا ہے اس کا خیال رکھنا اگر یہ ایک بار آزاد ہوگی تو پھر اس کو قابو کرنا بے حد دشوار ہو جائے گا۔ وہ انہیں ہدایات دے کر وہ تیزی سے چلا گیا اس کے جانے کے بعد وہ سب خوفزدہ نظروں سے نوشین کو دیکھنے لگے جو وحشتانہ انداز میں غرا رہی تھی اسدا کا رد عمل عجیب تھا وہ اپنی جگہ ساکت تھا اس کی نظریں بھی اسی پر جمی ہوئی تھیں ان نظروں میں حیرت و بے چینی نمایاں تھی شہرہم نے اپنی بے چینی پر قابو پانے کے لیے سگریٹ سلگا لیا وہ سگریٹ کے ٹس لیتے ہوئے اضطرابی انداز میں نکل رہا تھا یونہی ٹپکتے ٹپکتے وہ باہر نکل گیا پھر یکایک وہ ہوا جس کی ان

میں سے کسی کو بھی توقع نہ تھی اسدا خنجر لہراتا ہوا لگا اور رسیاں کاٹ ڈالیں یہ کیا کر رہے ہو اسدا پاگل ہو گئے ہو مہرین چلائی ہوئی اس کی جانب بڑی لیکن وہ اس وقت تک رسیاں کاٹ چکا تھا وہ آزاد ہوئے ہی مہرین پر بھینی اس کا نوکیلا پنجہ مہرین کے بازو میں گڑ گیا اپنی موت کو تم نے خود آواز دی ہے میں تم میں سے کسی کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گی اس کی آواز میں کسی وحشی ورنڈے کی سی غراہٹ تھی مہرین اس کی فوادہ گرفت میں پھڑ پھڑا رہی تھی شہرہم نجانے کب اندر آتا تھا تاہم صورت حال کا جائزہ لیتے ہوئے اس نے نوشین پر حملہ کرنا چاہا مگر اسدا نے یہ حملہ نامکام بنادیا عفریت کا انداز مزید جنوبی ہو گیا وہ انہیں مارنے کے لیے پسکی شرمین پہلے ہی باہر بھاگ گئی تھی شہرہم نے بدحواس مہرین کا ہاتھ تھاما اور خیمے سے نکل گیا نوشین انہیں مت مارو اسدا نے اسے ان کے پیچھے جانے سے روکنا چاہا نہ ماروں۔ تاکہ وہ لوگ مجھے باردیں وہ پندیا نی انداز میں چلائی اور سرعت سے باہر پسکی مہرین تم جاؤ میں۔۔۔ شوال کا پتہ کرتا ہوں شہرہم تیزی سے بولتا ہوا چلا گیا اور وہیں کھڑی رہ گئی شرمین نجانے کہاں تھی اسے عفریت کی وحشتانہ آوازیں سنائی دیں تو وہ بلا سوچے سمجھے ایک جانب بھاگ گئی اس کا انداز ایسا تھا گویا ہر حال میں موت سے دور جانا چاہ رہی تھی۔ بھیا تک موت اس کے تعاقب میں تھی اس کا سانس بری طرح پھول رہا تھا ناگوں میں سکت نہ رہی تھی تاہم جب تک اس کی ناگوں نے ساتھ دیا وہ بھاگتی رہی بالآخر وہ نڈھال ہو کر گر گئی اس کی آنکھیں بند تھیں اور اسے سب کچھ گھومتا ہوا محسوس ہوا تھا کچھ دیر بعد اسے اپنی بھی ہوش نہ رہی۔

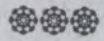


درختوں کی شاخوں سے چھن کر آتی تیز دھوپ اس کی آنکھوں میں چھ رہی تھی اس نے کسماکر آنکھیں کھول دیں کچھ دیر وہ پونہی غائب دماغی حالت میں درختوں کے پتوں کو کھورتی رہی دیر سے دیر سے

اسے سب یاد آتا چلا گیا وہ ایک جھکے سے اٹھ بیٹھی یہ علاقہ قدرے گھنا تھا درخت کافی بڑے تھے اور گھنے بھی وہ انہی تو اس کی ناگوں سے ایک درد سا پٹ گیا تاہم وہ چل پڑی وہ شہرہم شرمین اور دیگر لوگوں کے بارے میں سوچتی ہوئی جاری تھی نجانے ان کے ساتھ کیا ہوا تھا اور وہ عفریت۔۔۔ نوشین کا سوچ کر اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے وہ کتنی دیر یونہی بے مقصد چلتی رہی اس کی نگاہیں ادھر ادھر جھٹک رہی تھیں معاً اس کی نگاہ ایک کنیہ پر پڑی یہ غلوں سے بنی جھونپڑی تھی یہاں جنگل زیادہ گھنا نہیں تھا اکا دکا درخت تھے کھاس خشک ہو چکی تھی وہ جھکتی ہوئی جھونپڑی کے پاس گئی دروازہ نیم وا تھا دروازے کے اوپر لکڑی کی ایک کپڑی لٹکی تھی جس پر سب مایا بے لکھا تھا وہ بری طرح کھسکی ساعتوں میں کسی کی بھولی بری دلکش آواز گونجنے لگی جب دیکھ لیا ہر شخص یہاں پر جاتی ہے پھر شہر سے دور ایک کنیہ ہم نے بنائی تھی اور اس کنیہ کے ماتھے پر لکھوایا ہے سب مایا بے۔ سب مایا بے۔ اس غزل ختم کی تو مہرین شریر لہجے میں بولی تم نے شہر سے دور کنیہ بھی بنائی مگر مجھے دکھائی تک نہیں دی ابھی تو نہیں بنائی ابھی تم ہر جاتی نہیں ہوئیں جب بھی ایسا ہو گیا تب۔۔۔

وہ بات ادھوری چھوڑ گیا اتنے شدت پسند ہو وہ سوچ کر رہ گئی ایک گہری سانس لے کر اس پھر کنیہ کو دیکھا اس نے جھونپڑی کے اندر جھانکا جھونپڑی خالی تھی کھجور کے پتوں سے بنی ایک چٹائی پڑی تھی اور ایک پانی کا گھڑا رکھا تھا وہ آہستگی سے پلتی اور جھونپڑی کے قریب وجوار کا جائزہ لیا ایک درخت کے تنے سے ٹیک لگائے کوئی بیٹھا تھا وہ ایک طرائس۔ کے عالم میں چلتی وہاں تک پہنچی اس نے درخت کے تنے سے ٹیک لگا کر بیٹھا تھا اچھے بھرے بال شانوں کو چھو رہے تھے بے ترتیب دائرہ جھانکنا کی مانند بڑھ چکی تھی چہرے پر ایک عجیب سی کیفیت تھی اس کی آنکھیں بند تھیں اور ہونٹ دیر سے دیر سے پھڑ پھڑا رہے تھے بغور سننے پر اللہ ہوسناں دیتا تھا عمر اس کے لبوں نے بے آواز

سرسراتی ہوئی سرگوشی کی تھی۔



سب مایا بے۔ سب مایا بے  
سب ڈھلتی پھرتی چھایا ہے  
اس عشق میں ہم نے جو کھو یا جو پایا ہے

سب مایا بے  
معلوم نہیں ہے قیس میاں کا قصہ بھی  
سب ایک سے ہیں یہ رانجھا بھی یہ انشاء بھی  
فر باد بھی یہ جونہری کھود کے لایا ہے

سب مایا بے  
ہاں گاہے گاہے دید کی دولت ہاتھ آئی  
یا ایک وہ لذت نام ہے جس کا رسوائی  
ہاں اس کے سوا تو جو بھی ہم پایا ہے

سب مایا بے  
جو لوگ ابھی تک نام وفا کا لیتے ہیں  
وہ جان کے دھوکے کھاتے دھوکے دیتے ہیں  
ہاں شوک بجا کر ہم نے حکم لگایا ہے

سب مایا بے  
جس گوری پر ہم ایک غزل ہر شام لکھیں  
تم جانتے ہو ہم کیونکر اس کا نام لکھیں  
دل اس کی بھی چوکت چوم کے واپس آیا ہے

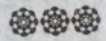
سب مایا بے  
جب دیکھ لیا ہر شخص یہاں ہر جاتی ہے  
اس شہر سے دور ایک کنیہ ہم نے بنائی ہے  
اور اس کنیہ کے ماتھے پر لکھوایا ہے

سب مایا بے  
سب مایا بے

وہ آنکھیں موندے ایک جذب کے عالم میں گارہا تھا اس کی دلکش آواز سننے والوں کو سر کر رہی تھی جو نبی غزل ختم ہوئی ہاں تالیوں سے گونج اٹھا بیٹ سنگر کا ایوارڈ اس بار بھی انہیں کالج کے حصے میں آیا ہے وہ سیدھا گھر گیا تھا پھر مہرین کی آنکھوں میں ستارے چمک رہے تھے وہ اس کی



کامیابیوں پر ہمیشہ یونہی خوش ہوا کرتی تھی وہ اسے ہمراہ لیے بچپن میں آگیا مہرین اس کی کزن ہی نہیں کلاس فیلو بھی تھی چائے بناتے ہوئے ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں آج میں نے فضا کو دیکھا تھا اچانک عمر کو یاد آگیا وہ چپ کی چپ رہ گئی کمال بھی ساتھ تھا اس نے مزید بتایا وہ چپ چاپ چائے کے پانی کو کھولتے ہوئے دیکھتی رہی مہرین۔۔۔ تم بھی ایسا مت کرنا مجھے کبھی مت چھوڑنا۔۔۔ عمر نے یکا یک اس کے ہاتھ تھام لیے وہ ایسا ہی ہو گیا تھا مجھ پر اعتماد نہیں ہے تمہیں اس نے عمر کی شفاف آنکھوں میں جھانکنا تھا اس کا اپنا عکس واضح تھا۔۔۔ مگر یہ بھی ایک المیہ ہے کہ دھوکا دہیں سے ملتا ہے جہاں اعتماد ہوتا ہے وہی سے سکرایا مہرین اسے دیکھ کر رہ گئی۔



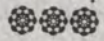
عمر حیدر تانیہ احمد اور حیدر فضا کا اکلوتا بیٹا تھا انہوں نے کورٹ میرج کی تھی مگر وہ لوگ جلد ہی ایک دوسرے سے اکتا گئے تھے ان کی محبت دودھ کا ابال ثابت ہوئی تھی عمر جب پانچ سال کا تھا ان کے بیچ طلاق ہو گئی تانیہ نے اپنے کزن سے شادی کر لی اور حیدر علی بیرون ملک چلے گئے وہیں انہوں نے روزی سے شادی کر لی عمر دادی کی مشفق گود میں ماں باپ کا پیار ڈھونڈتا رہا حیدر فضا باقاعدگی سے ہر ماہ ایک ڈرافٹ اس کے نام بھجوا کر دیتے تھے مگر کیا پیسہ ہی سب کچھ ہوتا ہے فضا شاز یہ پھسکوی بیٹی تھی اس کی منگنی خود اس کی مرضی سے عمر سے ہوئی تھی اسے عمر کی پر سنائی بہت ہی اچھی اور پر کشش لگتی تھی مگر پھر اسے کمال احمد مل گیا جس کی دولت فضا کو اپنے خوابوں کی تکمیل کی لہذا وہ۔۔۔ پچھلے سال ہی اس کی شادی ہوئی تھی عمر کو اس سے کوئی محبت وغیرہ نہ تھی مگر دکھ تو اسے ہر حال ہوا ہی تھا اس نے فضا کے حوالے سے کئی خواب دیکھ ڈالے تھے اور یہ خواب دیکھانے والی بھی خود فضا ہی تھی اور خواب جب ٹوٹتے ہیں تو ان کی کرچیاں دل بھی توڑ دیتی ہیں وہ بھی ایسی ہی توڑ پھوڑ کا شکار تھا جب مہرین نے اسے

سنجھایا تھا وہ منصور چچا کی بیٹی تھی اور اب عمر اس کے عشق میں مبتلا ہو چکا تھا۔  
دادی بھی چند سال قبل عدم آباد سدھار گئی تھیں وہ خود کو اکیلا محسوس کرتا تھا ایسے میں ایک مہرین ہی سے تمام امیدیں وابستہ تھیں شاز یہ پھسکوی فضا اکلوتی تھی نازیہ پھسکوی کے میر اور سہیل کو بھی لفٹ نہ کراتے تھے کہ انہیں اپنی دولت پر ناز تھا مہرین رائیل اور احمد اکثر اسی کے پورن میں پائے جاتے تھے وہ بے حد حساس تھا اور کسی حد تک تنگی بھی جس کے اندر سالوں قطرہ قطرہ چپکتی رہی ہو اس کا تلخ ہونا کچھ ایسا عجیب بھی نہیں وہ پارٹ ٹائم جاب بھی کرتا تھا حیدر فضا کے پیسے اپنی ذات پر استعمال کرنا اس نے کب کا چھوڑ دیا تھا۔



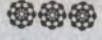
عجب ہیں ہم کسی کی سنی لا حاصل پر روتے ہیں ابھی زندہ ہیں اور ناکامی قاتل پر روتے ہیں بہت ہم کو دلایا باضی وامروز نے سو اب نشاط گریہ ایسا ہے کہ مستقبل پر روتے ہیں وہ ستون سے ٹیک لگائے برستی بوندوں کو دیکھ رہا تھا بلا کی گرمی کے بعد ٹھنڈی شفاف بارش بہا کر جموٹا محسوس ہو رہی تھی آسمان پر سرخ پادلوں کا بیسرا تھا اندر آتی مہرین نے دلچسپی سے اس کی خوبیت کو دیکھا جو بازو سینے پر باندھے ہوئے ستون سے کندھا لگائے کھڑا تھا براؤن آنکھیں برستی بوندوں کے اسرار میں کھوئی ہوئی تھیں لیجئے جناب گرما گرم پکڑے اور املی کی چٹنی۔ اس نے ڈھکی پیٹ اس کے سامنے کی تو عمر نے شکر یہ جناب کہتے ہوئے تھام لی ان کے گھر چونکہ ایک ساتھ تھے اور بیچ میں ایک چھوٹا سا دروازہ تھا جو زیادہ تر آدورفت کا ذریعہ تھا۔ کسے یاد کر رہے تھے۔ مہرین ستون کی دوسری جانب کھڑی تھی۔ تمہیں یاد کر رہا تھا۔ اس کا لہجہ سچائی کا حامل تھا اس کے لبوں پر آسودہ سی مسکراہٹ چمیل کی عمر میں۔ میں تم سے محبت کرتی ہوں بے حد بے حساب وہ جذبات سے مغلوب ہو گئی تھی عمر نے چونک کر اسے دیکھا اگرچہ وہ یہ بات

جانتا تھا کہ محبت اظہار کی محتاج نہیں ہوتی اور وہ مہرین کی آنکھوں میں بستی محبت کو بخوبی جانتا تھا آج پہلی بار اس نے زبان سے کہا تھا اور عمر کی روح تک سرشار ہو گئی تھی اچھا کتنی۔۔۔ وہ محسوس ہوا کبھی ناپائیدار۔۔۔ وہ چڑی گئی تھی اس کی نظروں سے۔۔۔ عجب بات ہے۔ جب میری توہ یہ کسی اور جانب ہو تب بھی تمہیں غصہ آتا ہے اور جب تم پر ہو تب بھی۔ اس نے دلچسپی سے اسے دیکھا جو میری ہر نظیر تیری منظر تیری ہر نظر میرا امتحان۔ گی انیسویں کھڑی تھی وہ بے چارے سے سر جھکا کر رہ گئی عمر نے ایک بھر پور نظر اس پر ڈالی سرخ سوٹ میں اس کی سفید رنگت دک رہی تھی سرخ باریک دوپٹہ اگرچہ اس نے شانوں پر پھیلا رکھا تھا تاہم وہ بار بار ٹھیک کر رہی تھی نم لودہ ساہ بال پشت پر چند ایک ٹیس چہرے کے اطراف جھول رہی تھیں سرخ ہونٹ بھینکنے کے باعث مزید سرخ ہو رہے تھے کھنی پلکیں جناب سے بو جھل تھیں چلی جاؤ مہر و موسم بہت ظالم ہو رہا ہے اور دل گستاخ کہیں کچھ غلط نہ ہو جائے وہ لمس کے بھینکے سراپے سے نظریں چراتے ہوئے مسکرا رہے تھے میں گویا ہوا ابھی اپنی اچھل پھٹل ہوتی دھڑکنوں کو سنجاتی ہوئی تیزی سے چلی گئی عمر نہیں جانتا تھا کہ اسے جانے کا کہہ کر اس نے خود اسے اپنے آپ سے دور کر دیا ہے اور جانچتی تو وہ بھی نہیں تھی کہ وہ تیزی اپنی تباہی کی طرف جارہی ہے وہ اپنے گھر پہنچی ہی تھی کہ دروازہ کھل گیا ہوئی اس نے دروازہ کھولا اور نازیہ پھسکوی کے سہیل کو دیکھ کر حیران سی چیخے ہٹ گئی وہ ان کے گھر کبھی نہیں آئی تھی یہ امی نے دیا تھا۔ اس نے میری شادی کا کارڈ اس کی جانب بڑھا یا اندر آجائے اسے لاؤنج میں بیٹھا کر وہاں کو بلانے چلی گئی سہیل کی نظریں اس کے بھینکے ہوئے وجود پر جمی رہی تھیں۔



مہرین ہم نے تمہارا رشتہ طے کر دیا ہے وہ ابھی کالج سے آئی تھی جب امی نے اسے اطلاع دی۔ کیا وہ بری طرح چوگی ہاں بیٹا تمہاری پھسکوی آج سہیل

کے لیے تمہارا ہاتھ مانگنے وہ بہت خوش تھیں اور آپ نے ہاں کر دی اس نے ڈوبتی آواز میں پوچھا۔ ہاں تمہارے ابو تو بہت خوش ہیں۔ مگر مجھے سہیل سے شادی نہیں کرنی امی اس کا لہجہ سچائی تھا کیا اس عمر میں ماں باپ کے سرخاک ڈالوگی اور تم عمر کا خنجر دل سے نکال دو یہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔ وہ سختی سے گویا ہوئیں۔ وہ نفی میں سر ہلائی ہوئی اندر چلی گئی شام کو عمر نے بلایا تھا اسے یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ وہ بے حد مضطرب تھا میں ایسا نہیں ہونے دوں گی عمر اس نے اسے تسلی دی تھی گویا۔ مہر پلینز تم۔۔۔ مجھے مت چھوڑنا مرنی زندگی میں صرف تم ہو صرف تم اگر تم۔۔۔ تم بدل گئیں ناں تو میں مرجاؤں گا میں اس کی آنکھیں شدت ضبط سے سرخ ہو رہی تھیں اللہ نہ کرے وہ بری طرح دہل گئی تھی وہ پھینکے سے انداز میں مسکرا دیا۔



تیلیوں کے موسم میں نوچنا گلابوں کا ریت اس گھر کی اور جانے کب سے ہے دیکھ کر پرندوں کو باندھنا نشانوں کا ریت اس گھر کی ہے اور جانے کب سے ہے میں زبان دے چکا ہوں بیٹا یہ لو میری دستار چاہے تو اس کی عزت رکھ لو اور چاہو تو ابونے اس دستار رکھی تو وہ تڑپ اٹھی جیسے آپ کی مرضی ابو وہ شکست خوردہ سی پلٹ گئی عمر کی طرف جاتے ہوئے اس کے قدم من من بھر کے ہو رہے تھے وہ جو اضطرابی انداز میں ٹہل رہا تھا اسے دیکھ کر تیزی سے اس کی جانب لپکا منصور چچا مان گئے بے قراری اس کے انگ انگ سے عیاں تھی مجھے۔۔۔ مجھے۔ معاف کر دینا عمر۔ وہ اس کے قدموں میں بیٹھی پھوٹ پھوٹ کر رو دی وہ ششدر سا اسے دیکھے جارہا تھا میں ہار گئی۔ میں ہار گئی۔ وہ روتے ہوئے اپنی شکست کا اعتراف کر رہی تھی عمر بنا پلک جھپکے یک ٹک اسے بے یقینی سے دیکھے جارہا تھا زمین دھیرے دھیرے اس کے قدموں سرک رہی تھی آسان گویا اس کے سر پر گر رہے تھے جن کے بوجھ سے



وہ نیچے ہی نیچے دھنسا چلا جا رہا تھا وہ دھیرے سے اس کے مقابل کھڑی ہوئی عمر۔۔۔ عمر پلیر مجھے معاف کر دینا۔ وہ سراپا التجائی کھڑی رہی تھی عمر نے کرب سے اسے دیکھا سانسے کھڑی لڑکی اس کی زندگی تھی اور۔۔۔ سب مایا ہے۔ وہ سرگوشی میں بڑبڑایا مہرین نے اس کے تار یک چہرے کو دیکھا جہاں زلزلے کے بعد کی کیفیت نمایاں تھی اس نے چند ثانیے میں صدیوں کی مسافت صدیوں کی شکست طے کر لی تھی وہ ایک پلٹا اور تیزی سے باہر نکل گیا وہ ساکت سی کھڑی رہ گئی۔



ابھی ابھی توجہ دانی کی شام آئی تھی ہمیں عجیب لگا زندگی کا ڈھل جانا

ایک ہفتے میں اس کی شادی ہو گئی تھی عمر کا گھر اندھیریوں میں ڈوبا رہا تھا اور اندھیروں میں تو اس کی زندگی ڈوب گئی تھی اس کے احساسات پتھر ہو گئے تھے اور دل تو گویا مر گیا تھا ہاں ایسا ہوتا ہے ناں کہ بعض اوقات ہم مر چکے ہوتے ہیں مگر پھر بھی سانس لے رہے ہوتے ہیں اور لوگ تو سانس ٹوٹنے کو ہی موت کا نام دیتے ہیں ناں مگر موت کے بہت سے روپ ہوتے ہیں سچ اور سفاک بھی یہ احساسات کو نکل جاتی ہے تو بھی دل کو کھاجاتی ہے ایسے میں انسان سانس ٹوٹنے کی آرزو کرتا ہے مگر موت کی یہ صورت اس سے نظریں چرائے رکھتی ہے۔ بہر حال جو بھی ہو موت کا ہر روپ ہی سفاک ہوتا ہے اس کے اندر بھی موت گویا ٹھہری گئی تھی اس کی شادی سہیل سے ہو گئی بعد میں اسے احمر نے بتایا تھا کہ عمر بھی گھر واپس نہیں آیا اسے لگا کہ اس کا دل کسی نے مٹی میں لے کر سمیٹ لیا ہو تب اس پر یہ انکشاف ہوا تھا کہ موت سے قبل آنے والی موت ایک بار نہیں آتی بار بار آتی ہے۔

اس آخری نظر میں جب درد تھا منیر جانے کا اس کے رنج مجھے عمر بھر رہا



سہیل نے دوسرے شہر میں گھر لے لیا تھا لہذا وہ

وہیں شفٹ ہو گئے یہ بہت بڑی حویلی تھی مگر ہر چیز سے ویرانی چٹکی ہوئی تھی یا شاید اسے ہی ایسا لگتا تھا جب دل ویران ہو تو ہر منظر بھروسہ ویران ہی لگتا ہے انہیں وہاں گئے ہوئے کئی دن ہو گئے تھے سہیل چاب پر چلا جاتا تھا اس دن اس پر زیادہ اکتاہٹ سوار ہوئی تو وہ پوری حویلی کا جائزہ لینے لگی کافی کشادہ کمرے تھے وہ آخری کمرے میں گئی تو دروازے پر رنگ آلود تالا جھول رہا تھا توڑی سی کوشش سے وہ اسے توڑنے میں میں کامیاب ہو گئی دروازہ کھلا تو بوکا ایک جھونکا سا آیا جو کاکھ کباڑ میں رچی ہوئی ہے وہی مخصوص بو۔ اندر فالتو سامان پڑا ہوا تھا ٹوٹا پھوٹا فرنیچر اور دیگر اشیاء وہ یونہی اپنا دھیان بٹانے کو سامان ادھر ادھر کرنے لگی معا اس کی نگاہ شکستہ کرسیوں کے نیچے گری کتاب پر پڑی اس نے جھک کر وہ گرد آلود کتاب اٹھائی پھر اس نے دروازہ بند کیا اور اپنے کمرے میں چلی گئی جوں جوں وہ بڑھتی گئی اس پر حیرت و خوف کے نئے درمکشف ہوتے گئے وہ کسی جادوگر کی سوانح حیات تھی لکھا تھا اس حویلی کے تہہ خانے میں بہت بڑا خزانہ دفن ہے اسے حاصل کرنے کے لیے سخت محنت کرنا ہوگی سب سے پہلے تو تہہ خانہ کے اوپر بیٹھ کر تین ماہ ایک چلہ کرنا ہوگا اور اختتام پر ایک پیالہ انسانی خون کا پینا ہو گیا چلے کی آخری رات سات لوگوں کے جسم کا سارا خون تہہ خانے کے فرش پر بہانا ہوگا پھر خزانے کا صندوق نمودار ہوگا یہ سب کچھ تفصیل سے لکھا تھا وہ جمر جمری لے کر وہ گئی شام کو سہیل آیا تو میز پر رکھی کتاب دیکھ کر چونکا یہ کسی جادوگر کی لائف ہمسری ہے اینڈ میں ایک عجیب سا اور سفاک ترین عمل لکھا تھا وہ ایک بار پھر جمر جمری لے کر وہ گئی یہ کہاں سے ملی تمہیں۔ میں تو ڈھونڈ ڈھونڈ کر تھک گیا تھا سہیل کی آواز خوشی سے لبریز تھی وہ جو اس کے لیے کھانا لینے جا رہی تھی اس کی بات پر دھیان نہ دے گی وہ کھانا لائی تو وہ کتاب میں منہبک تھا۔



پھر یوں ہوا کہ سہیل اکثر گھر سے باہر رہنے لگا وہ

تہائی سے کبھی نہیں گھبراتی تھی ایک رات اسے پیاس لگی وہ اٹھی تو سہیل غائب تھا اگلے روز اس نے سہیل سے ذکر کیا تو وہ بولا ہاں مجھے کچھ گھبراہٹ سی ہو رہی تھی اس لیے لاٹ میں چلا گیا تھا اس دن سے مہرین کو شام ہی نیند گھبر لیتی وہ بے خبر تھی ایسا سہیل کی وجہ سے ہوتا تھا اور وہ تو اس بات سے بھی بے خبر تھی کہ۔۔۔ ایک شام ایک عجیب واقعہ ہوا وہ کھانا بنا رہی تھی جب اس نے کسی بچے کے رونے کی آواز سنی اس نے جلدی سے چاول پتی کی میں ڈالے اور باہر نکلے اس کی نظر سہیل پر پڑی اس کے کندھے پر سیاہ چادر میں لپٹی کوئی چیز تھی شام ڈھل رہی تھی اور ملکچا سا اندر اچھیل رہا تھا اس نے سہیل کو ایک کمرے میں غائب ہوتے ہوئے دیکھا وہ اس کے پیچھے گئی جب تک وہ وہاں پہنچی وہ باہر نکل کر دروازہ بند کر رہا تھا تم یہاں کیوں آئی ہو اس نے سخت لہجے میں کہا۔ آپ ابھی کیا لائے ہیں اور مجھے کسی بچے کے رونے کی آواز بھی آئی تھی اس کی آنکھوں میں آنکھن تیر رہی تھی ہاں وہ میں آنے کی بوری لایا تھا اس کمرے میں رکھ دی ہے اسے سنو روم بنائیے ہیں پھر وہ اس سے کھانے کا پوچھنے لگا۔ تو وہ تیزی سے پنک کی جانب پھاگی کہ چاول جل گئے ہوں گے بچے کی آواز وہ بھی تھی کہ باہر سے آئی ہوگی یہ وہ غلط بھی تھی اکثر ایسی ہی چھوٹی چھوٹی غلطیاں بڑے نقصان کا باعث بنتی ہیں۔



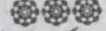
صورت	آب	رواں	ہوتا ہے
وقت	زنجیر	کہاں	ہوتا ہے
ہم سمجھتے ہیں	جسے	مہلت	خواب
وقفہ	کار	جہاں	ہوتا ہے
لوگ آتے ہیں	چلے	جاتے	ہیں
دشت آباد	کہاں	ہوتا ہے	
عمر ہو جاتی ہے	چلتے	چلتے	ہے
سلسلہ ختم	کہاں	ہوتا ہے	
سود در سود	زیاں	ہوتا ہے	

پھر کتنی ہی محسوس شاموں میں ڈھل گئیں رات

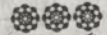
دن کا دامن تھا مے گزرتی رہی۔ وہ جب کبھی سنو روم کے پاس سے گزرتی پواسے ناک لینے پر مجبور کر دیتی وہ بدبو بڑی عجیب اور ناگوار تھی وہ گرمیوں کی ایک رات تھی سہیل کی دعوت پر مہرین کے سب گھر والے آئے تھے باتوں باتوں میں رات زیادہ ہو گئی تو مہرین اور سہیل کے اصرار پر وہ لوگ رک گئے عمر کبھی نہیں آیا۔ اس نے دھیرے دھیرے سے احمر سے پوچھا تو وہ نفی میں سر ہلا گیا مہرین کے دل میں ایک تیز سا پیوست ہو گیا نجانے وہ کہاں کھو گیا تھا سب لوگ ہال میں سو رہے تھے رات کا نجانے کون سا پہر تھا جب مہرین کی آنکھ کھلی آنکھ کھلنے کا سبب اس کا اضطراب تھا جو نجانے کیوں اس کے روم روم میں گردش کر رہا تھا اس نے ہال میں نظر دوڑائی اور دھک سے رہ گئی ہال خالی تھا اسے کچھ غلط بہت غلط ہونے کا احساس ہوا تھا اسے کئی دن سے سہیل کی سرگرمیاں مشکوک سی لگ رہی تھیں اسے اندازہ تھا کہ جو بھی ہو رہا ہے سنو روم میں ہو رہا ہے مگر وہ جب بھی اندر جانا چاہتی تھی دروازے پر جھولتا ہوا تالا اس کا منہ چراہا ہوتا اب بھی فوراً اس کی چھٹی حس پکارا تھی کہ اسی سنو روم میں ہی۔ وہ برق رفتاری سے بھاگی دروازہ اندر سے بند تھا کچھ ملی جلی سی آوازیں باہر آرہی تھیں جن میں سہیل کی آواز بھی نمایاں تھی دروازہ کھولا سہیل کیا کر رہے ہو اندر خدا کے لیے دروازہ کھولا وہ چلائی ہوئی دروازہ دھڑ دھڑانے لگی آپنی پولیس کو کال۔ احمر کی چلائی ہوئی آواز کا گلا گھونٹ دیا گیا وہ برق رفتاری سے واپس بھاگی اور کانپتے ہوئے ہاتھوں سے نمبر ڈائل کیا بات کر کے وہ پھر اسی جانب گئی اس بار پہلے ہی جھٹکے سے دروازہ کھل گیا اس کی چھٹی ٹوٹ گئی تھی دیوار کی بائیں طرف بیڑھیاں تھیں وہ چند بیڑھیاں نیچے اتری تو پتھر اکر رہ گئی تہہ خانہ خالی تھا اور کئی گئی سڑی لائیں بڑی تھیں احمر راہیل اور اسکے والدین کی سرکئی ہوئی لائیں اس کے سامنے تھیں پورے فرش پر خون ہی تھا اور خون کے اس تالاب میں چھپ چھپ چلتا ہوا وہ کچھ



بڑا ہزار ہا تھا اس کے سارے کپڑے خون سے رنگین ہو چکے تھے وہ اس خونی منظر کو دیکھ کر تاب نہ لاتے ہوئے لہرا کر خون میں چھپا کر سے گری تھی



اس نے دوبارہ آنکھیں کھولیں تو خود کو ہاسپٹل میں پایا اسپتال کو گرفتار کر لیا گیا تھا تاہم اس سے بھی کافی چھپتے ہوئی سوالات کئے گئے تھے اور اسپتال نے اسے بھی اپنے ساتھ گھسیٹ لیا پھر شاہرم نے اس سے اس کیس سے بری کروایا تھا اور پھر اسے دوبارہ زندگی کی جانب بھی وہی لایا تھا شرمین اور نوشین انکی کزن تھیں اور اسد کو لگ - یہ سب لوگ بہت اچھے تھے اور ان کے والدین بھی - پھر اس نے جاب کر لی تھی اگرچہ اسکی تعلیم نامکمل تھی مگر اس سلسلے میں بھی ان لوگوں میں بھی ان لوگوں نے اس کی مدد کی تھی اور پھر اس نے کسی حد تک خود کو سنبھال لیا تھا وہ سب لوگ ایڈوکیٹ کے شوقین تھے اور اب جسٹ ایڈوکیٹ تک اس جنگل میں آئے تھے وہ اس دوران کبھی بھی عمر کو فراموش نہ کر پائی تھی اس نے کئی بار جا کر پتہ کیا تھا لیکن وہ کبھی لوٹ کر آیا ہی نہیں تھا مہرین نے پھر نازیہ پچھو یا شاہزیہ پچھو سے بھی رابطہ نہ کیا تھا - وہ بالکل خالی ہاتھ رہ گئی تھی لیکن پھر بھی یہ اس کی خوش قسمتی تھی کہ اسے ان جیسے پر خلوص لوگ مل گئے تھے وہ بہر حال بے حس سی ہو چکی تھی اس کے احساسات پتھر اچکے تھے اکثر وہ لوگ -



ہوا تھی تھی ضرور لیکن وہ شام جیسے سک رہی تھی کہ زرد پتوں کو آندھیوں نے عجیب قصہ سنا دیا تھا کہ جس کو سن کر تمام پتے سک رہے تھے بلکہ رہے تھے نچانے کس سانچے کے غم میں شجر جڑوں سے اکڑ رہے تھے بہت تلا شتا تھا ہم نے تم کو ہر ایک راستہ ہر ایک گھاٹی

ہر ایک پربت - ہر ایک وادی کہیں سے تیری خبر نہ آئی تو یہ کہ ہم نے دل کو ٹالا ہوا تھے گی تو دیکھ لیں گے

ہم اس کے رستے کو ڈھونڈ لیں گے مگر ہماری یہ خوش خیالی جو ہم کو پر باد کر گئی تھی ہوا تھی تھی ضرور لیکن بڑی ہی مدت گزر چکی تھی فلک پر تارے نہیں رہے تھے گلاب پیارے نہیں رہے تھے وہ جن سے بستی تھی دل کی ہستی وہ لوگ پیارے نہیں رہے تھے مگر یہ المیہ تھا سب سے بدتر کہ ہم تمہارے نہیں رہے تھے کہ تم ہمارے نہیں رہے تھے

وہ خالی خالی نظروں سے اسے دیکھے جا رہا تھا مہرین نے سوچا بھی نہیں تھا کہ وہ اسے اس دور افتادہ جنگل میں دیکھے گی وہ بھی اس حال میں - عمر کھلکھلا کر بننے لگا اسے اپنی جانب حیرت و ابھمن سے تکتا پاکر آنکھوں کے گوشوں میں اتاری نمی صاف کی اور بولا - پتہ ہے میں کیوں ہنس رہا ہوں - تم نہیں جانتی ہو گی تم جان ہی نہیں سکتی وہ عجیب سے لہجے میں بول رہا تھا جب میں وہاں سے نکلا تھا تو تم میری دل میں یوں بسی تھیں کہ میں اس وجہ سے اللہ سے تھا ہو گیا تھا کہ میں تمہیں پائیں سکا اور اب اس کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی استہزائیہ مسکراہٹ اب میرے دل میں تم کہیں نہیں ہو جی کہ تمہیں اپنے سامنے دیکھ کر مجھے ذرا بھی احساس میرا مطلب ہے کہ خوشی کا احساس نہیں ہو رہا ہے اس کی بات پر مہرین کے چہرے پر سایہ سا گزر گیا وہ بے حس و حرکت ساکت نظروں سے اسے دیکھتی رہی مگر اس کے اندر کہیں سینے میں گویا زلزلہ برپا تھا بڑی توڑ پھوڑ مچی تھی عمر اس کی حالت سے بے نیاز خلا میں کسی غیر مرئی نکتے

کو گھور رہا تھا پتہ ہے مہرین مجھے میری منزل مل گئی ہے اس کے لہجے میں سکون ہی سکون تھا وہ چپ چاپ سنبھلی رہی -



میں نے بچپن سے ہی محرومیاں دیکھی تھیں ماں کا پیار دیکھنا باپ کا - صرف دادی کی آغوش ہی تھی جس میں جی بھر کے رو لیتا تھا ابھی میں نوجوان تھا کہ میری زندگی میں فضا چلی آئی وہ مجھے پسند کرتی تھی اور اسے کے ایما میری اس سے منگنی ہو گی میں بھی کسی حد تک اسے پسند کرنے لگا تھا جو شخص آپ کو پسند کرتا ہو آپ سے محبت کرتا ہو فطری طور پر وہ بھی آپ کو اچھا لگنے لگتا ہے لیکن پھر یوں ہوا کہ اسے کمال مل گیا وہ مجھے جھوڑ گئی میں ایک بار پھر تنہا رہ گیا میں بکھر گیا تھا مجھے مہرین نے سینا - میں بہت بیمار پڑ گیا تھا مہرین نے میرا بے حد خیال رکھا تھا دھیرے دھیرے مجھے اس سے محبت ہو گئی میں اس کا عادی ہوتا چلا گیا اس حد تک عادی ہو گیا کہ اس کے بغیر زندگی گزارنے کا تصور بھی نہیں کرتا میری تمام امیدوں کا مرکز اس کی ذات تھی میری زندگی کی تاریکیوں میں وہ روشنی تھی میں اس کے بغیر رہ ہی نہ سکتا تھا لیکن ساتھ ہی ساتھ مجھے یہ ڈر بھی تھا کہ کہیں وہ بھی مجھ سے دور نہ چلی جائیاد میں اکثر اس سے یہ وعدہ بھی لیتا تھا کہ کبھی مجھے چھوڑ کر مت جانا وہ میری شدتوں سے گھبرا جاتی تھی ایک دن جب میں نے پھر یہی کہا تو وہ چڑ گئی آئندہ اگر تم نے ایسی بات کی تو میں جیج تمہیں چھوڑ کر چلی جاؤں گی میں اس سے سخت ناراض ہو گیا تھا اور اس کی تو جان پتہ بن گئی تھی گویا - - پلیز ایسی باتیں نہ کرو عمر - کیا تمہیں مجھ پر اعتماد نہیں ہے جب میں اس سے مان گیا تھا تو اس نے التجائیہ انداز میں کہا تھا -

تم پر اعتماد ہے مگر اپنی قسمت پر نہیں میں نے جس چیز کی بھی خواہش کی ہے وہ ہمیشہ میری دسترس سے دور چلی جاتی ہے مجھے واقعی اپنے مقدر سے بہت ڈر لگتا تھا تو پھر اللہ سے دعا مانگا کرو وہ ہر چیز پر قادر ہے

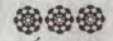
ہر مصیبت ہر پریشانی کو ٹالنے والا ہے وہ بے حد بنجیدگی سے گویا ہوئی ہاں یہ ٹھیک ہے وہ مری دعا ضرور سنے گا میں بے حد خوش ہو گیا میں نے بھی زندگی میں نماز نہیں پڑھی سوائے عیدین یا کبھی کبھار جمعہ پڑھ لیتا تھا مگر پھر میں اللہ کے بے حد قریب ہو گیا نماز پابندی سے پڑھنے لگا پھر میں مہرین کو پانے کے لیے اللہ سے دعا کرنے لگا بلکہ دعا کیا میں نے ضد کی تھی اللہ سے پر میں نہیں جانتا تھا کہ



ناکام محبت کا بس اتنا فسانہ ہے اس بار اترنے کی امید بہت کم ہے کتنی بھی پرانی ہے طوفان بھی آتا ہے بھولی سی ادا کوئی پھر عشق کی زد پر ہے پھر آگ کا دریا ہے پھر ذوب کے جانا ہے وہ ایک نرم سی شام تھی سنہری دھوپ دیواروں سے لپٹی تھی آنگن میں ریستادہ آم کے پیڑ پر پرندے لوٹنے لگے تھے میں بے چینی سے لان میں کھل رہا تھا اضطراب چہرے روم روم میں سما ہوا تھا چند دن قبل مہر کے لیے سبیل کا رشتہ آیا تھا جو قبول بھی کر لیا گیا تھا مگر مہرین نے مجھے یقین دلایا تھا کہ وہ ایسا نہیں ہونے دے گی میں نے اللہ سے بھی بہت دعائیں کی تھیں کہ مہرین کو میرا ہی رہنے دینا معا میری نظر مہرین پر پڑی میں تیزی سے اس تک پہنچا تھا منصور چاچا مان گئے - میری بے قرار نظریں اس کے چہرے کا کھوج لگا رہی تھیں مجھے معاف کر دینا عمر - وہ ایک دم میرے قدموں میں بیٹھی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی میں سنائے میں آ گیا میں یارنگی عمر میں ہار گئی - وہ اعتراف شکست کر رہی تھی پر وہ نہیں جانتی تھی میں ہار گیا ہوں میں ایک بار پھر تقدیر کے ہاتھوں ہار گیا ہوں تقدیر ہر موز پر مجھے ہراتی ہے میری اذیت میری بے بسی سے لطف اندوز ہونا اس کا معمول تھا اسوقت بھی وہ ایک کونے سے نکل کر شان بے نیازی سے چلتی میرے مقابل آن بٹھری تھی اس کے لبوں پر



ہمیشہ کی طرح فاتحانہ مسکراہٹ تھی اس نے ایک بار پھر مجھے چاروں شانے چت کر دیا تھا شدید ترین بے بسی کی لہر نے مجھے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا میرا دل چاہا میں اپنی تقدیر کا منہ نوچ لوں نہیں نہیں کروں اسے مٹا دیا کیا جاسکتا تو رونا کس بات کا تھا یکتا مجھے خدا کے حضور کی گئی ساری دعائیں یاد آئیں جو ریاضات گئی تھیں یکتا مجھے مہرین کے دعوے یاد آئے وہ بھی وہ بھی خود غرض نگلی تھی اس نے بھی مجھے اکیلا چھوڑ دیا تھا اور اللہ -- اللہ نے بھی میری دعا قبول نہیں کی تھی سب مایا تھا -- سب مایا ہے۔ میں نے اپنے منہ قدموں میں اپنی بچی کچی قوت منتقل کی اور ایک قدم پلٹ کر باہر نکل گیا مجھے خود بخیر نہ تھی کہ میں کہاں جا رہا ہوں کس طرف جا رہا ہوں۔



اب جو پھڑا ہے تو کیا روئیں خدائی پر تیری یہ اندیشہ تو ہمیں پہلی ہی ملاقات سے تھا میں غائب دماغی سے یونہی چلتا جا رہا تھا میں خود بھی اپنی منزل سے ناواقف تھا بھی میرا ذہن بالکل خالی ہو جاتا اور بھی مختلف سوچوں کی آماجگاہ بن جاتا ایک سوچ ادھر سے حملہ آور ہوتی تو دوسری اس جانب سے ابھارتی بہر حال میں چلتے چلتے شہر سے باہر نکل گیا میری ناگہانیں شل ہو چکی تھیں مزید چلنے کی سکت نہ رہی تھی مگر میں پھر بھی چل رہا تھا اپنی دانست میں میں خود کو مزادے رہا تھا ایسا میرے ساتھ ہی کیوں ہوتا ہے مگر میں پھر بھی چل رہا تھا اپنی دانست میں میں خود کو مزادے رہا تھا ایسا میرے ساتھ ہی کیوں ہوتا ہے مجھ سے بھی مجھے ضرورت ہو وہ چیز مجھ سے کیوں چھن جاتی ہے۔ کیا میرے لیے صرف محرومی ہی لکھی گئی ہے میں جوں جوں سوچتا جا رہا تھا میرا سر پھٹتا جا رہا تھا میں ہمیشہ ہی محبت سے محروم رہا تھا دنیا میں کسی کو بھی میری ضرورت نہیں ہے میرا اب اس دنیا میں کوئی بھی نہیں رہا ہے میں اس وقت خود ترسی کی انتہاؤں پر تھا اور یہ خود ترسی مجھے خود اذیتی پر اکسارتی تھیں۔ میری نگاہ مہرین پر پڑی

اور میرے لبوں پر ایک تلخ مسکراہٹ پھیل گئی میں نہر کے پاس پہنچا اور خود کو اس کی بے درد لہروں کے سپرد کر دیا مجھے تیرا نہیں آتا تھا اس لیے مجھے یقین تھا کہ میں جلد ہی موت سے ہمکنار ہو جاؤں گا میں کسی نوٹی ہوئی کشتی کی مانند مکمل طور پر لہروں کے رحم و کرم پر تھا مجھے سانس لینے میں بے حد دشواری کا سامنا تھا پھر میں ہر احساس سے بیگانہ ہو گیا دوبارہ جب ہوش و حواس بحال ہوئے تو خود کو یکسر انجان سی جگہ پر پایا وہ ایک وسیع کمرہ تھا چھت پر سنہری فانوس تھا جس کی ٹھنڈی روشنی کمرے میں پھیلی تھی ٹھیکس گاؤں تم اٹھ گئے ایک مزمن آواز میری سامتوں سے نکل آئی تو میں بے ساختہ چونک اٹھا وہ ابھی ابھی اندر آئی تھی وہ بے حد خوبصورت تھی سلی بال اس کے شانوں پر بکھرے تھے۔

جب تم تیرا ہی نہیں جانتے تھے تو ضرورت کیا تھی نہر میں کودنے کی۔ میں اس لیے تو نہر میں کودا تھا کہ تیرا نہیں جانتا تھا میری بات پر اس کے لب سکڑے اوہ -- یعنی خودکشی۔ مگر زندگی اتنی سستی تو نہیں ہے کہ اسے یوں ضائع کر دیا جائے اس کے ناصحانہ انداز پر میں چڑ گیا تم ہوتی کون ہو کسی کی پرسنل لائف میں انٹرفیر کرنے والی۔ کوئی جے یا مرے اس کی اپنی زندگی ہے اس کی مرضی تم کیوں خدائی فوجدار بننے پر تھی ہو میں پھٹ پڑا وہ کچھ لمحے مجھے خاموشی سے دیکھتی رہی پھر بولی یہ زندگی ہمارے پاس اللہ کی امانت ہے اللہ کی جب وہ پوچھے گا اپنی امانت کے بارے میں کہ اس کی عطا کردہ زندگی کیسے گزاری کیا کیا تو تو کیا جواب دو گے۔ وہ بے حد بنیدہ تھی زندگی باہر۔ زندگی نہیں سزا وہ بھی کسی ناکردہ جرم کی میں نے جی سے سر جھٹکا بہت زہر ہے تمہارے اندر وہ مسکرائی میں اسے کیا بتا کہ میرے اندر صرف زہر ہی زہر ہے مجھے زندگی نے اور دیا ہی کیا ہے۔

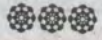


کئی دنوں سے ایک آواز مجھ میں نہیں گونجی کئی دنوں سے مجھ میں رت جگانہ ہوا

کئی دنوں سے ہیں یہ آنکھیں نیند سے بوجھل کئی دنوں سے ہیں بے نور درد کے چھاگل کئی دنوں سے بند چاندنی میں جلتا ہے کئی دنوں سے یہ دن مجھ میں آکے ڈھلتا ہے کئی دنوں سے کسی دوسرے کی زد میں ہوں کئی دنوں سے عجیب وحشتوں کی حد میں ہوں کئی دنوں سے یہی کار عشق جاری ہے کئی دنوں سے عجب دل کو بے قرار ہے

میں اسی کے گھر میں رہ رہا تھا بلکہ رہ کیا رہا تھا اس نے زبردستی روک رکھا تھا اس کا نام نوشین تھا وہ بھی میری طرح اکیلی تھی نہ صرف اکیلی تھی بلکہ بیمار بھی تھی اسے بلڈ پریشر تھا وہ بھی آخری اسٹیج پر اس نے اپنی زندگی کی کتاب، سب مایا ہے، میرے سامنے کھول کر رکھ دی تھی اس کے والدین اس کے بچپن میں ہی انتقال کر گئے تھے اس کی مامی نے اس پر بے حد مظالم ڈھائے تھے مگر وہ خاموش رہی پھر مامی نے اسے کسی کے ہاتھوں فروخت کر دیا یہ اتفاق ہی تھا کہ جب اس کا سودا طے ہو رہا تھا تو اس نے سن لیا تھا وہ وہاں سے بھاگ نکلی وہ کم عمر تھی زمانے کی عیاریوں سے ناواقف تھی لہذا ایک بردہ فروش گروپ کے ہاتھ چڑھ گئی فرہانج اس کی زندگی میں بہار کا جموں کا ثابت ہوا اسی نے اسے آزادی دلائی تھی لیکن وہ بھی زیادہ دیر اس کا ساتھ نہ دے سکا شادی کے دوسرے روز ہی ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں وہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ فرہانج کے گھر والوں نے لاریب کو گھر سے نکال دیا کہ منہوں آتے ہی فرہانج کو کھانگنی ہے وہ ایک بار پھر بے یار مدد گار رہ گئی وہ دارالامان کی جانب جا رہی تھی کہ اسے مسز صدیقی مل گئی انہیں ایک ملازمت کی ضرورت تھی سوا سے اپنے گھر لے گئیں ان کا گھر اگرچہ بہت خوبصورت تھا تاہم ہر چیز سے محسوس نکم رہی تھی بہر حال اسے سر چھپانے کو ٹھکانہ مل گیا تھا وہ وہاں دو سال تک رہی مسز صدیقی بیوہ تھیں اور کافی اچھی بھی تھیں اس دوران لاریب کے ساتھ متعدد بار عجیب و غریب واقعات پیش

آئے کبھی شاور اور دیگر پانی کے ذرائع سے خون آنے لگا کبھی لائیں خود بخود جلنے بجھنے لگتیں کبھی کسی کے قدموں کی چاپ اس کا تعاقب کرتی تو کبھی دو سال بعد مسز صدیقی کا انتقال ہو گیا انہوں نے وصیت میں گھر لاریب کے نام کر دیا تھا اور باقی جائیداد کسی ٹرسٹ کو دی تھی لاریب نے وہ گھر خرچ کر یہ چھوٹا سا گھر لے لیا تھا۔



چلتے چلتے ان راہوں پر پیچھے مڑ کے دیکھا تو گرد کی موٹی چادر میں اپنا عکس بھی دھندلا تھا چلتے چلتے سورج بھی جب دور افق میں ڈوب گیا رات اندھیری کیا جانے کہ میں بھی کتنا تنہا تھا شام ڈھل چکی تھی رات کی تاریکی نے اپنے پر پھیلانے شروع کر دیئے کر دیئے تھے میں آسمان پر چھائے ہوئے بادلوں کے عقب میں چاند کو ڈھونڈنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا آسمان سے زمین تک تاریکی کی دینیر چادری تھی اور تاریکی کے یہ بادل میری پوری زندگی پر بھی تو چھائے ہوئے تھے اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں امید کا کوئی دیا آس کا کوئی جگنو بھی نہ تھا اب تو میں اس تیر کی سے مانوس ہو چکا تھا جب میں نے جان لیا کہ روشنی کی خواہش احوالوں کی جستجو سی لا حاصل ہے تو خاموشی سے نظریں جھکا لیں۔

دکھ یہ نہیں کہ اندھیروں سے صلح کی ہم نے ملا یہ ہے کہ اب صبح کی طلب بھی نہیں عشاء کی اذان خاموش فضا میں رس گھولنے لگی میں عجیب بے حس انداز میں بیٹھا رہا میں اللہ سے ناراض ہو چکا تھا وہ تو بہت رحیم و کریم ہے قادر المطلق ہے اس نے کیوں مہرین کو میرا نہ بنایا نہ جانے کیوں اذان سنتے ہی ایک نامعلوم سی کلک ایک عجیب سی بے چینی مجھے اپنے حصار میں لے لیتی تھی میں نے آہٹ پر گردن موڑی وہ اس کا رُف لپٹے ہوئے تھے وہ ہر وقت کی نماز پڑھتی تھی نماز آج بھی نہیں پڑھو گے اس کے نارمل انداز پر میں نے نفی میں سر ہلادیا ویسے تو مذہب ہر



انسان کا پرسل میٹر ہوتا ہے پھر بھی پوچھنا چاہوں گی تم اتنے لا پرواہ کیوں ہو ورنہ میرے پاس ہی ذرا پرے سبز جیوں پر بیٹھ گئی کیوں پڑھوں میں نماز میرے سخت لہجے پر اسے جھک لگا کیوں پڑھتے ہیں نماز اللہ کو اپنی اطاعت کا یقین دلانے کے لیے اس کی بندگی کرنے کے لیے اسے یہ بتانے کے لیے کہ ہم صرف اس کی عبادت کرتے ہیں اور اسی سے مدد مانگتے ہیں اس کی عطا کردہ نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے لیے اس کی بات پر میرے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ مگر کتنی ہی اس سے مدد کر اس نے بھی میری نہیں سنی اور شکریہ باہک بات کا شکریہ ادا کروں میں بچپن ہی میں ماں باپ کے پیار سے محروم ہونے پر دادی کی آغوش چھن جانے پر فضا کے ٹھکرانے پر یا اپنی زندگی کی واحد خوشی مہرین کو نہ پانے پر۔ میں نے کئی سے سر جھٹکا۔

اپنی ساری محرومیاں میری آنکھوں کے سامنے رقصاں تھیں بچپن میں جب میں دوسرے بچوں کو اپنے والدین سے لاڈ کرتے ہوئے فرمائش کرتے ہوئے ضد کرتے ہوئے دیکھتا تھا تو محرومی کا احساس دو چند ہو جاتا تھا پھر مہرین کو پانے کے لیے میں اللہ سے ضد کی تھی اللہ جو ستر ماؤں سے زیادہ پیار کرتا ہے جو سب سے بڑھ کر اپنا ہے ہمارا۔ اور ضد انہوں سے کی جاتی ہے ناں۔ میں نے بھی سب سے بڑھ کر اپنے اللہ سے ضد کی تھی مگر کیا تھا جو وہ مہرین کو میرا رہنے دیتا وہ تو ہر چیز پر قادر ہے ناں۔ پھر بھی اس نے۔۔۔ کتنے خود غرض ہو تم بلکہ ہر انسان ہی خود غرض ہے تم نے یہ فوراً کہہ دیا کہ اللہ نے تمہیں ماں باپ کے پیار سے محروم رکھا یہ نہیں سوچا کہ اس نے تمہیں لاوارث تو نہیں کیا تمہیں رہنے کے لیے چھت دی دادی کی پیار بھری آغوش دی اور سب سے بڑھ کر اپنا چاکر کم کریم پر اپنی رمتوں سے نوازا ان لوگوں کو دیکھو جن کے سر چھپانے کے لیے چھت نہیں ہے مگر میں جو لوگ بھٹوں پر کام کرتے ہیں سارا دن جانوروں کی طرح محنت کرتے ہیں تب کہیں جا کر پیٹ بھر کھا ملتا ہے ان کو دیکھو جن کے پاس کوئی

رشتہ نہیں تمہارے پاس تو پھر بھی خونی رشتے موجود تھے کیا تم نے پہلے بھی اس کی عبادت کی تھی نہیں ناں۔ زندگی میں پہلی بار تم نے اگر عبادت کی بھی تو صرف اپنی غرض کے لیے۔۔۔

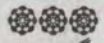
اور جب تمہیں مہرین نہیں ملی تو تو تم اللہ سے خفا ہو گئے تم نے بھی یہ سوچا کہ اگر اللہ تم سے خفا ہو گیا تو اور اگر وہ تمہیں اپنا بی بی دیتا مرنے کے لیے چھوڑ دیتا اگر اب ہی وہ ایسا کر دے تو کیا کرو گے تم کیا کر سکتے ہو تم۔۔۔ تم صرف اس بات پر اللہ سے ناراض ہو گئے کہ اس نے مہرین تمہیں نہیں دی یہ نہ سوچا کہ اس میں بھی یقیناً اس کی کوئی مصلحت ہوگی وہ تو ہماری کتنی بڑی بڑی خطائیں معاف کر دیتا ہے ہمارے کتنے بڑے بڑے گناہ معاف کر دیتا ہے اور ہم۔۔۔ ہم کتنے ناشکرے ہیں ناں اللہ بے شک بے حد مہربان ہے ہم سے ستر ماؤں سے بھی زیادہ پیار کرتا ہے حالانکہ ہم تو کسی طور بھی اس کی محبت کے قابل نہیں ہیں پھر بھی۔۔۔ اگر کوئی بچہ ماں سے انگارہ ہاتھ پر رکھنے کی ضد کرے تو کیا وہ اسے رکھنے دے گی ہرگز نہیں بچہ نا سمجھ ہے مگر ماں جانتی ہے کہ بچے کا ہاتھ جل جائے گا اس لیے وہ اسے آگ سے کھیلنے نہیں دے گی ہماری بھی بعض خواہشیں ایسی ہوتی ہیں ہم نہیں جانتے ہیں کہ اس کا انجام کیا ہوگا مگر اللہ جو ہم سے بے حد پیار کرتا ہے وہ ہمارا بھلا چاہتا ہے وہ بولنے پر آگئی تو بولتی چلی گئی میرا سر جھٹکا چلا گیا اگر تمہیں والدین کا پیار نہیں ملا تو دنیا میں ایسے بھی بہت سے لوگ ہیں تم واحد نہیں ہو بلکہ لاکھوں لوگ بدترین حالات سے نبرد آزما ہیں۔

اگر تمہیں مہرین نہیں ملی تو اس میں یقیناً اللہ کی مصلحت ہوگی تمہاری ہی بہتری ہوگی لیکن ایک بار سوچنا ضرور کہ کیا ایک لڑکی کی محبت تمہیں اگلی اور لا زوال زندگی میں عذاب سے بچالے گی تم جو ایک لڑکی کے لئے اس رحیم و کریم سے منہ موڑے بیٹھے ہو اگر اللہ اور اس کے محبوب ﷺ نے تم سے منہ موڑ لیا تو تم کہاں جاؤ گے وہ مجھے جھگڑوں کی زد میں چھوڑ کر چلی گئی میں بت

بنا بیٹھا رہا یہ سب سوالات و خیالات میرے دل و دماغ پر کوڑے بن کر برس رہے تھے میں اٹھا اور باہر نکل گیا خیالات کی زیادتی کی وجہ سے میرا ذہن ماؤں سا ہو رہا تھا معاً ایک دلخراش چیخ مجھے ٹھٹھک کر رکھنے پر مجبور کرنے لگی میں اس وقت ایک نوٹیر شدہ بنگلے کے سامنے سے گزر رہا تھا اور چیخ اسی بنگلے سے ابھری تھی میں کچھ ٹائیے وہیں کھڑا بیٹھ دو بارہ ابھری تو میں بے ساختہ بنا سوچے سمجھے ہی اندر کی جانب بڑھنے لگا بنگلہ کافی خوبصورت تھا وہ تینوں لان میں ہی موجود تھے۔

ایک بڑھاپے کو چھوٹا شخص نیزہ نما کوئی چیز تھامے ہوئے تھا دوسرا شخص تھری پیس سوٹ میں لمبوں میں تھا اور ایک نوجوان نیچے گھاس پر بے ترتیب پڑا تھا اس کی فراخ پیشانی پر ایک زخم تھا جس سے خون بہہ رہا تھا اس کی آنکھیں بند تھیں اور جبڑے سختی سے بھینچے ہوئے تھے آہٹ پر اس کے علاوہ ان دونوں نے مڑ کر مجھے دیکھا بوڑھے کی گدی آنکھوں میں مجھے دیکھ کر ایک چمک نمودار ہوئی تھی تاہم جب وہ بولا تو اس کا لہجہ سخت تھا کون ہو تم اور بلا اجازت اندر کیوں آئے چھین سن کر۔ میری نگاہیں نوجوان پر تھیں۔ ہوں۔ تم ہی سمجھاؤ اسے شاید اس کی خوب بڑی کوئی بات آجائے اس کی بات پر میں نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا یہ مسلمان ہے تمہاری طرح ہوا کچھ یوں کہ اس کا بھائی میری بیٹی سریت کو روغلا کر لے گیا ہے اب یہ کسی صورت بتانے کو تیار نہیں ہے بوڑھے کی آنکھیں نوجوان پر آن رکیں جب میں نے کہہ دیا ہے کہ مجھے پتہ نہیں پتہ تو نہیں اگر پتہ ہوتا بھی تو میں سمجھی نہ بتاتا نوجوان کا لہجہ سختی تھا وہ دونوں اسے زد و گوب کرنے لگے مجبوراً مجھے مداخلت کرنا پڑی تم چیخ میں نہ کو دو تھری پیس سوٹ والے نے سرد لہجے میں کہا۔ جب وہ کہہ رہا ہے کہ اسے نہیں پتہ چھوڑ دو اسے میری بات پر اس نے عجیب سے انداز میں مجھے دیکھا تم اسے واقعی پھڑپھڑا چاہتے ہو۔ میں نے اثبات میں سر ہلادیا ایسے وقت نوجوان اذیت ناک انداز میں چیخنے لگا تمہیں اب کیا ہوا میں نے حیرت و

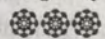
تشویش سے ایسے دیکھا اس کے چہرے پر کرب کے انتہائی تاثرات تھے اس کے گرد طلسمی زنجیروں کا گھیرا تنک تھا بوڑھا محفوظ کن انداز میں مسکرایا اگر تم اپنے مسلمان بھائی کو آزاد کروانا چاہتے ہو تو تمہیں ایک چھوٹا سا کام کرنا ہوگا اس نے مجھے دیکھا کون سا کام تمہیں تین دن تک میرے پاس میرا مہمان رہنا ہوگا اسکی بات پر میں قدرے چونکا۔ یہ کہ تم کا کام تھا بھلا خیر میں نے حامی حری نوجوان کی حالت اعتدال پر آگئی اور وہ اٹھ کھڑا ہوا تمہارا شکریہ بے حد شکریہ دوست لیکن اپنا خیال رکھنا رنجیت بہت خبیث انسان ہے میں اپنی وجہ سے یوں کبھی بھی تمہیں مصیبت میں نہ ڈالتا لیکن میرے چھوٹے چھوٹے بہن بھی ہیں ان کی۔ وہ ندامت بھرے انداز میں بولا جب میں نے اسکی بات کاٹ کر کہا کوئی بات نہیں ایک انسان ہی انسان کے کام آتا ہے میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا وہ مشکور انداز میں مجھے دیکھتا ہوا باہر چلا گیا۔



مجھے رنجیت کے گھر میں تیسرا دن تھا وہ جو بھی ہو رہا تھا مگر مجھ سے اکارو یہ ٹھیک تھا بلکہ کسی قدر ہمدردی ان تھا ایک عجیب بات تھی کہ میرے ذہن پر ایک دھندلی چھائی رہتی تھی میری سوچنے سمجھنے کی صلاحیت گویا سلب ہو کر رہ گئی تھی میں خود بھی اپنی حالت اپنی کیفیت سمجھنے سے قاصر تھا میں میں یہ بھی قطعاً نہیں جان پایا تھا کہ آخر رنجیت کو میرے یہاں رہنے سے کیا حاصل تاہم میں جب بھی کچھ وپنے کی کوشش کرتا سر میں درد کی شدید ٹیمیں اٹھنے لگتیں رنجیت اور وہ میرے بارے میں جاننے کے لیے بہت اصرار کرتے تھے بلکہ رنجیت نے تو میرے بارے میں کئی اندازے لگائے تھے جو کہ حقیقت سے قریب تر تھے مثلاً یہ کہ میں محبت میں ناکام ٹھہرا ہوں وغیرہ رات مجھے مہرین بہت یاد آ رہی تھی اور جب پھر ان لوگوں نے اصرار کیا تو میں سب کچھ بتاتا چلا گیا ان کی معنی خیز نظریں آپس میں ٹکرائی تھیں اور وہ ہنس ماسکرائے تھے وہ مجھے سونے کی تلقین کر کے چلے گئے



تھے مگر پرسکون نیند بھی بہت بڑی نعمت ہے اور میں فی الوقت اس نعمت سے محروم تھا کھٹکے کی آواز پر میں نے میکا کی انداز میں گردن گھمائی کیا تم اپنی محبت پانا چاہتے ہو رنجیت کا سوال بیٹھے چونکا گیا۔ میرے چاہنے سے کیا ہوتا ہے بے بسی کی حد کو چھوٹی مسکراہٹ میرے لبوں پر پھیلی تیرے چاہنے سے بہت کچھ ہوتا ہے اگر تو میری باتوں پر عمل کرے تو میں تجھے اس سے ملانے کی گارنٹی دیتا ہوں۔ وہ بے جھٹ تائید کرنے لگا اور یہ جو بات کرتا ہے اس سے ہمتا نہیں ہے میں تیرا سا سونے لگا کہ کیا واقعی میں مہرین کو پاسکتا ہوں اس سے پہلے کہ میں کچھ مزید سوچتا رنجیت نے ایک آنہ مجھے پکڑا یہ اس کی شادی کا منظر ہے میں نے آئینہ پر نگاہ جمادی اس میں ابھرنے والے منظر مجھے لکھ کر اٹھانے پر مجبور کر دیا میروں گولڈن لینکے میں ملبوس مہرین اپنی تمام تر رعنائیوں اور حشر سامانیوں کے ساتھ سبکی کے پہلوؤں بیٹھی تھی سہیل گاہے بگاہے جھک کر اس کے کان میں کچھ کہتا تھا وہ مزید خوش میں سمٹ جایں میں پھرائی نظروں سے دیکھتا رہا دل کو گویا کوئی بے دردی سے پیروں تلے چل رہا تھا دماغ میں گویا آندھیاں سی چلنے لگی تھیں مہرین کو سہیل کے ہمراہ دیکھنا میرے لیے بڑا کھٹن تھا اس وقت میرا جی چاہ رہا تھا پوری دنیا کو آگ لگا دوں۔ کیا ارادہ ہے پھر اس نے استفسار طلب نظروں سے مجھے دیکھا مجھ میں مزید دیکھنے کی تاب نہ تھی میں نے آئینہ دیوار پر دے مارا ایک چھناکا اجرا اور کرچیاں بکھرتی چلی گئی میری منھیاں بھیچھ گئیں اور تنفس میں تیزی آگئی میں سب کچھ کرنے کو تیار ہوں مجھے ہر حال میں مہرین چاہیے میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے قطعیت سے کہا وہ جواب مسکرایا تھا۔



میں نے درخت پر ایک بھر پور نظر ڈالی وہ کافی بڑا اور ہرا ہرا درخت تھا خوب پھیلی ہوئی شاخوں پر سرسبز بر اجمان تھے تاکا کافی چوڑا تھا میں نے درخت کی شاخیں جہاں تک پھیلی تھیں دائرے کی صورت لیکر کھینچی

اور تنے سے ٹیک لگ کر زیر لب بڑبڑانے لگا یہ چاپ مجھے بلا ناغہ کرتا تھا اس وقت تک جب تک کہ درخت خشک نہ ہو جاتا مجھے مہرین کو ہر حال میں پانا تھا چاپ کرتے ہی ایک عجیب سی ویرانی اور شدید ترین اداسی نے ارد گرد بچنے گاڑ دئے۔ جوں جوں میں منتر پڑھ رہا تھا اس کی ویرانی اور اداسی میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا تھا میرے اندر وحشت سرا بھارنے لگی تھی اور بدتر بن چکی تھی چلی جا رہی تھی میں نے ایک اچھٹی سی نظر گھڑی پر ڈالی اور اٹھ کھڑا ہوا چاپ کا وقت ختم ہو چلا تھا میں سبز گھاس کو بے دردی سے پیروں تلے روندنا ہوا واپس پلٹ گیا۔

قریباً آدھ گھنٹے کی مسافت کے بعد میں رنجیت کے بنگلے میں پہنچ گیا بہت سی باتیں ابھی مہرین بہت سے واقعات اسرار کی دھند میں ملفوف تھے مثلاً رنجیت کا اس نوجوان جس کا نام بعد میں حسن معلوم ہوا تھا کہ چھوڑ دینا اس کا مجھے اپنے گھر ٹھہرانا اور پھر میری مدد کرنا میں یہ سب سمجھ نہیں پایا تھا اور جب بھی اس بارے میں میں کچھ سوچنے کی کوشش کرتا ایک دھندلا سا غبار ذہن پر چھا جاتا میں کچھ بھی سوچ نہ پاتا تھا۔



اجنبی شہر کے اجنبی راستے میری تنہائی پر مسکراتے رہے میں بہت دیر تک یونہی چلتا رہا تم بہت دیر تک یا آتے رہے زہر ملتا رہا زہر پیتے رہے روز مرتے رہے روز جیتے رہے کتنی یادوں کے بھٹکے ہوئے کارواں دل کے زخموں کے در کھٹکاتے رہے اجنبی شہر سے اجنبی راستے میری تنہائی پر مسکراتے رہے میں سست روی سے چل رہا تھا وہ آج کچھ زیادہ ہی یاد آ رہی تھی میرا رخ حسب معمول اس قطعے کی جانب تھا یہ جگہ شہر سے قدرے ہٹ کر تھیں اور کافی درخت وغیرہ تھے ارد گرد فصلیں تھیں اور فصلوں سے قدرے ہٹ کر آبادیاں تھیں لہذا بقول رنجیت کے یہ

جگہ چاپ کے لیے بہترین تھی میں نے حسب معمول دائرہ کھینچا اور درخت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا آج میری حالت بہت عجیب سی تھی وحشت کا ناگ چھن پھیلائے میرا سر پر سایہ فگن تھا میں نے تھکے تھکے سے اسٹینڈ میں آنکھیں موند لیں مہرین کا نازک سراپا پھم سے میری آنکھوں میں لہرایا ایک میس سی دل میں اٹھی تھی یہ یادیں بھی ناں۔ کیا ہی اچھا ہوا اگر پھرنے والوں کو بھلا جا سکے لیکن ایسا کیسے ممکن ہے بھلا۔ ایسا ہو سکتا تو کوئی پریشانی ہی نہ ہوتی میں نے سر ہولے سے جھٹکتے ہوئے آنکھیں کھول دیں میں سامنے والے درخت کو دیکھ رہا تھا دھیرے دھیرے ایک گڑگڑاہٹ سی ابھری اور تنے کے قریب خشک سا پڑ گیا یہی خشکاف سے اٹھتا ہوا دھواں مجھے متوجہ کرنے لگا دھواں دھیرے دھیرے پھیلتا چلا گیا یہاں تک کہ چاروں جانب دھوئیں کے سوا کچھ بھی دکھائی نہ دیتا تھا دھیرے دھیرے دھواں جھٹنے لگا منظر واضح ہوا تو میں بے ساختہ چونکا جہاں درخت تھے وہاں اب فلک بوس عمارت ایسا دھندھی زگ زگ طرز کی سیڑھیاں چمک رہی تھیں رفتہ رفتہ ان سیڑھیوں سے کوئی چپٹانے لگا ذرا اور نزدیک آنے پر اس کے نقوش واضح ہوئے تو میرا دل یکبارگی دھڑک اٹھا وہ مہرین تھی ہاں وہ مہرین تھی رائل بلیو سوٹ میں اس کا شفاف جسم کندن کی مانند دمک رہا تھا ریشمی بال پشت پر ہلکورے لے رہے تھے وہ چند سیڑھیاں مزید اترتی اور پھر۔ منظر بدل گیا میں آنکھیں پھاڑے مایوسی کے عالم میں سامنے موجود درختوں کو دیکھتا رہا۔



یہ دل یہ پاگل دل میرا کیوں مجھ گیا آوارگی اس دشت میں ایک شہر تھا وہ کیا ہوا آوارگی اک اجنبی جھوٹے نے جب پوچھا میرے غم کا سبب صحرا کی بھنگی ریت پر میں نے لکھا آوارگی لوگو بھلا اس شہر میں کیسے جنیں گے ہم جہاں ہو جرم تنہا سوچنا لیکن سزا آوارگی

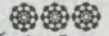
اس سمت وحشی خواہشوں کی زد میں بیان وفا اس سمت لہروں کی دھمک کچا گھڑا آوارگی یہ درد کی تنہائیاں یہ دشت کا ویران سفر ہم لوگ تو اکتا گئے اپنی سنا آوارگی کل رات تنہا چاند کو دیکھا تھا میں نے خواب میں محسن مجھے راس آئے گی شاید سدا آوارگی میں نے چلتے چلتے رک کر درخت کو بغور دیکھا تقریباً سارا درخت ہی سوکھ گیا تھا چند ایک پتے میں سبز تھے اس کی نیم برہند شاخیں گویا اپنے اجڑنے پر ماتم کناں تھیں رنجیت کے مطابق بس چند دن ہی باقی تھے میری منزل کے درمیان حسب معمول دائرہ کھینچنے کے بعد چاپ کرنے لگا میرے ہونٹ تیزی سے پھڑ پھڑا رہے تھے جبکہ ذہن کے خالی آسمان پر سوچوں کے پتھر بے سمت پرواز میں مگن تھے ایسی لائینی پرواز جس کا کوئی اختتام کوئی انت نہیں یہ وہ چیز ہے جس پر کوئی پابندی نہیں لگائی جاسکتی کوئی پہرہ نہیں بٹھا جاسکتا یہ بھی غنیمت ہے ورنہ لوگ تو میں نے آنکھیں کھولیں اور دنگ رہ گیا وہ۔ وہ میرے سامنے تھی ہاں بلاشبہ وہ مہرین ہی تھی اس کے لبوں پر مدہم سی مسکراہٹ تھی ریشمی بال چہرے کے اطراف بکھرے ہوئے تھے میں نے بے اختیار آنکھیں رگڑیں مگر وہ الوژن نہیں حقیقت تھی میں حیرت زدہ سا اٹھا اور اس کی جانب بڑھا۔

مہرتم یہاں۔ میرے لبوں سے سرسراتی ہوئی سرگوشی برآمد ہوئی تھی۔ ہاں میں تمہاری محبت کی کشش مجھے یہاں کھینچ لائی ہے میں بے اختیار ہو کر اس کجانب بڑھا وہ اٹل قدموں پیچھے ہٹنے لگی۔۔۔ مہر۔۔۔ میری جان میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا ہوں قسم سے نہیں رہ سکتا بہت بہت پیار کرتا ہوں تم سے۔ میری آواز جذبات سے بوجھل تھی میں آگے بڑھ رہا تھا اور وہ بدستور پیچھے ہٹ رہی تھی مہر پلیز مجھے چھوڑ کر مت جاؤ میں نے بے بسی سے التجا کی تھی وہ یکا یک مڑی اور بھاگنے لگی اس کا ریشمی سفید دوپٹہ اس کے شانوں سے



پھلتا ہوا بچہ گر گیا میں بھی اگرچہ اس کے پیچھے بھاگ رہا تھا لیکن وہ پھر بھی میری نظروں سے اوجھل ہو گئی میں نے چپے چپے چھان مارا مگر وہ مجھے نہ ملی میں دم بے خود سا ہو کر رہ گیا۔

ایک ایک میرے چاروں طرف آگ بھڑک اٹھی میں ہراساں نظروں سے بھڑکتے شعلوں کو دیکھنے لگا ان شعلوں میں عجیب وغریب چہرے ابھرنے لگے ان کے چہروں کی کھال کھلنے لگی ان کی کرناک چٹخیں میرے کانوں کے پردے پھاڑنے لگیں ان کے بگڑتے نقوش لگتی کھال اور کرب و درد میں ڈوبی چٹخیں مجھے اضطراب میں مبتلا کر رہی تھیں میرے گرد آگ کا گھبراہٹک ہوتا جا رہا تھا تشویش بڑھتی چلی جا رہی تھی میرے ذہن و دل اور لبوں سے ہذیبانی انداز میں یا اللہ رحم فرما۔ نکلا اور میں بے ہوش ہو گیا۔



میں نے بوجھل ہوتی ہوئی آنکھوں کو بمشکل کھولا سر پر گویا لاکھوں ٹن وزن دھرا تھا ساری تپسیا کا بیڑہ غرق کر دیا تو نے ابھی چاہ پورا نہیں ہوا تھا اور تو باہر نکل گیا تیری قسمت اچھی تھی جوجنگلکار نجیت کی آواز پر میں چونکا وہ میرے پاس ہی بیٹھا تھا تو نے اچھا نہیں کیا اب تو کبھی اپنی محبت کو پائیں سکے گا بس ایک طریقہ ہے وہ اپنی ٹھوڑی کھاتے ہوئے بولا تو میں نے سوالیہ انداز میں اسے دیکھا اس کے بھورے لبوں پر مسکراہٹ ابھری۔ تجھے شیطان دیوتا کو سجدہ کرنا ہوگا میں ایک جھٹکے سے اٹھا اور لڑکھار کر رہ گیا میں بمشکل اپنے کانپتے ہوئے پیروں پر کھڑا ہوا تھا کیا بکواس کی تم نے میں بچھی آواز میں چلایا۔ تم شیطان دیوتا کا ایمان کر رہے ہو وہ غرایا اگر شیطان دیوتا کو سجدہ کرو گے تو تمہیں تمہاری محبت وہ لڑکی مل جائے گی اگر تم نے انکار کر دیا تو مجھے جانتے نہیں ہو تم میری حکمتوں سے انجان ہو میں تمہیں تڑپا تڑپا کر ماروں گا وہ بولیں مسکرایا گویا اپنے شکار کو دیکھ کر خوش ہو رہا ہو تو تم چاہتے ہو کہ میں اللہ کی وحدانیت سے انکار کر دوں تمہارے شیطان دیوتا کو اس خدا کا

شریک ٹھہراؤں اپنے اللہ اور آقا ﷺ کی ناراضگی مول لے لوں تاکہ جہنم بھی مجھے قبول نہ کرے میں نے سرد لہجے میں کہا۔

تم نے سوچ بھی کیسے لیا کہ تمہاری یہ کفرانہ بات سن کر میں بھی تمہیں معاف کر دوں گا میں دانت پس کر بولا تھا اللہ آقا اپنے کس اللہ کی بات کرتے ہو جے تم اپنے آقا ﷺ کے واسطے دیتے رہے مگر اس نے تمہاری ایک نہیں سنی تم سے تمہاری محبت چھین لی وہ تحقیر آمیز لہجے میں بولا تو مجھے آگ لگ گئی بکواس بند کرو میں بھڑک اٹھا یہ میرا اور میرے اللہ کا معاملہ ہے تو کون ہوتا ہے بیچ میں بولنے والا میں اس پر جھپٹا۔ مگر وہ جھکاؤ دے گیا اگر مجھے اپنے اللہ سے اتنا ہی پیار ہے تو تو نے اس کے گھر کا درخود اپنے ہاتھوں سے بند کیوں کیا اس نے گویا میری دھکتی رگ پر پاؤں رکھا یہ میرا اور میرے اللہ کا معاملہ ہے تو بیچ میں کون ہوتا ہے دخل دینے والا میں اپنے اللہ سے کیا چاہتا ہوں اور وہ مجھ سے کیا سلوک کرتا ہے اس کا مجھ سے کیا تعلق تو کیا جانے مسلمان اور معبود کے تعلق کو وہ ہماری بڑی بری غلطیاں یوں معاف کر دیتا ہے جیسے کوئی ماں بچے کی معصومانہ غلطی ہمارے بڑے بڑے گناہوں کی یوں پردہ پوشی کرتا ہے جیسے ماں بچے کی غلطیاں چھپا لیتی ہے کہ بچے کو ڈانٹ نہ پڑے ہمارے شکوے یوں سنتا ہے جیسے کوئی بچہ اپنی من پسند شے کے لیے ماں باپ سے ضد کرتے وقت۔ میری آواز بھڑائی۔

میں نے اگر اللہ سے شکوہ کیا تو تجھے اس سے کیا۔ اس نے میری ضد پوری نہیں کی تو تو کون ہوتا ہے یہ طعنہ دینے والا اگر میں اس سے ناراض تھا تو کیا بچے اپنے والدین سے ناراض نہیں ہوتے ناراض اپنوں سے ہوا جاتا ہے اور اللہ سے بڑھ کر کون اپنا ہے تو ناراض ہونے سے کیا والدین کا اولاد سے رشتہ ٹوٹ جاتا ہے تو نے سوچ کیسے لیا کہ میں میں اللہ کے علاوہ عسکی اور کے آگے سر جھکاؤں گا اس کی وحدانیت سے منکر ہو جاؤں گا میری آگ اٹھتی ہوئی آنکھوں میں دیکھ

کر وہ بولا تو کیا تم مہربن کا پانا نہیں چاہتے ہو اپنے ایمان کی قیمت پر ہرگز بھی نہیں۔ نہیں چاہیے مجھے وہ محبت جو اپنے اللہ سے دور کر دے مجھے نہیں چاہئے ایسا محبوب جو اللہ کے محبوب ﷺ کا بھرم بنا دے ارے ایسی اربوں کھربوں محبوبا میں میں اپنے اللہ اور اپنے آقا ﷺ پر قربان کر دوں اور اف نہ کر دوں میرے لبوں پر مسکراہٹ بھری تیرا مطلب ہے تو شیطان دیوتا کو سجدہ نہیں کرے گا۔

اس کی بات پر میرے دل و دماغ میں آندھیاں سی چلنے لگیں اک آگ نے مجھے اپنی لپٹ میں لے لیا میں چلا تے ہوئے اس پر جھپٹا نہیں مجھے معلوم کہ میں نے کیا کہا تھا مگر اس کی آواز کو جی جس سے درود پوار لرز اٹھے تھے وہ ذکر اتنا ہوائیل سے مگر اگر گرائیل کا شیشہ چھنا کے سے ٹوٹا تھا میں نے ایک ٹکڑا اٹھایا اور اس کے سینے میں گھونپ دیا اس کی دُخراش مجھے تجھے سیراب کر گئی مگر میرا جنون ابھی کم نہ ہوا تھا میں اسے مارتا رہا یہاں تک کہ اس کا مکروہ چہرہ بگڑ گیا خود میرا ہاتھ زخمی ہو چکا تھا مجھے احساس تک تھا اس کے بے جان وجود کو ایک شوکر مار کر میں پلٹا وہ بے دروازے میں کھڑا پھٹی پھٹی لگا ہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا میرے چہرے پر اسے نجانے کیا نظر آیا کہ وہ ایک دم پلٹ کر بھاگ گیا میں نے کالج کا ٹکڑا اٹھایا اور خدا کے حضور سجدہ ریز ہو گیا روتے روتے میری ہچکیاں بندھ گئیں تھیں۔



حدیث قدسی کا مفہوم ہے اے ابن آدم۔ ایک میری چاہت ہے اور ایک تیری چاہت ہے ہوگا تو وہی جو میری چاہت ہے پس اگر تو نے سپرد کر دیا اپنے آپ کو اس کے جو میری چاہت ہے تو وہ بھی میں تجھے دوں گا جو تیری چاہت ہے اگر تو نے مخالفت کی اس کی جو میری چاہت ہے تو میں تھکا دوں گا تجھے اس میں جو تیری چاہت

ہے پھر ہوگا وہی جو میری چاہت ہے میں نے بھی عام انسانوں کی طرح مخالفت کی تھی اللہ کی چاہت کی اپنی چاہت کے پیچھے بھاگتے بھاگتے تھک گیا تھا میرا اللہ سدا ہی مجھ پر مہربان رہا وہ ہے ہی مہربان۔ میں نے یہ نہیں سوچا تھا کہ میں ایک چھوٹی سی بات پر اللہ سے ناراض ہو رہا ہوں اللہ اگر مجھ سے خفا ہو گیا تو میں کدھر جاؤں گا اللہ ہمارے ساتھ کبھی بھی برائیاں نہیں کرتا۔ یہ ہم خود ہی ہوتے ہیں نا مجھ اور ناشکرے جس قدر گناہ ہم کرتے ہیں اس کے بدلے میں تو ہم ایک گھونٹ پانی کے بھی حقدار نہیں مگر اس نے کس قدر نعمتوں سے نوازا رکھا ہے ہمیں۔ یہ یقیناً اس کی بے پایاں رحمت ہی تو ہے جس طرح ہم کہتے ہیں کہ اے اللہ تو نے میری فلاں دعا قبول نہیں کی تو میں نماز کیوں پڑھوں اگر اگر وہ کہہ دے اے بندے تو نے فلاں فلاں گناہ کیا میں تجھ سے اپنی نعمتیں چھین لوں گا اور اگر وہ چھین لے تو ہمارا کھانا نہ کیا ہوگا کہاں جائیں گے ہم کیا کریں گے اور میں جو ایک لڑکی کی محبت میں اللہ کی محبت سے منہ موڑ چلا تھا تو کیا اس کی محبت مجھے عذاب قبر سے بچا لیتی روزِ محشر میں کیا منہ لے کر جاتا اللہ اور اپنے پیارے آقا ﷺ کے سامنے لا رہا ہے کہ کیا تھا کہ اگر مجھے مہربن نہیں ملی تو اس میں میری ہی بہتری ہوگی اس وقت میں نے سوچا تھا کہ اس میں بھلا کیا بہتری ہو سکتی ہے اور اب میں نے جان لیا تھا کہ بے شک اس میں میری ہی بہتری تھی اگر مہربان مجھے مل جاتی تو میں شاید ہمیشہ ہی اللہ اور آقا ﷺ کی محبت سے محروم رہتا میری محبت کا محور مہربن ہی ہوتی۔ جبکہ اب۔۔ اب مجھے کسی مہربان کی ضرورت نہیں میرے لیے اللہ اور آقا ﷺ کافی ہیں مجھے ان کی محبت مل گئی اور جسے ان کی محبت مل گئی اسے سب کچھ مل گیا اسے اور کسی شے کی ضرورت نہیں رہتی اللہ اور آقا ﷺ کی محبت ہی سب کچھ ہے یہی سب سے بڑی دولت ہے باقی سب فریب ہے سب سراب ہے سب مایا ہے ان



کی محبت ہی میں فلاح ہے اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ  
میں نے یہ فلاح کا راستہ پایا ہے۔



نبی بیچ ہے مہرین باقی سب مایا ہے۔ مہرین دم  
بخود سی بیٹھی تھی عمر کی آنکھوں سے آنسوؤں کی شفاف  
لریاں ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہی تھیں میں نے تمہارے ایک  
فانی وجود کے لیے اس لافانی کی ناشکری کی بلکہ ایک تم  
پر ہی کیا موقوف میں نے ہمیشہ ہی اس کی ناشکری کی  
اور جب میں اسکی جانب پلانا تو۔۔۔ تو اس نے میری سار  
ی خطا میں میرے سارے گناہ بھلا کر مجھ پر اپنی رحمتوں  
کی برسات کر دی میں قطرہ قطرہ پور پور اس کے عشق  
اور اس کے عشق کے عشق میں بھیکارتا ہوں اس عشق  
کی پھوار میرا تن من سرشار کئے رکھتی ہے۔ ساتھ ہی  
اس نے نبی پاک ﷺ پر درود پاک بھیجا اس محبت  
پر مہرین جذباتی ہو گئی اور وہ بھی درود پاک کا ورد کرنے  
لگی عمر کی نگاہوں میں سوچ کی پر چھائیاں تھیں جاؤ  
مہرین۔ نوشین پر میرا مطلب ہے اس کے جسم میں  
عفريت پر شوال نے قابو پایا ہے اسد کو حقیقت  
کا ادراک ہو چکا ہے اور وہ سب لوگ تمہارے لیے  
پریشان ہو رہے ہیں۔

عمر تم مہرین کے حلق میں گولہ سا پھنسنے لگا اس کی  
آواز میں کمی کی آمیزش تھی نہیں مہرین میں یہی رہوں گا  
مجھے میری منزل مل گئی ہے باقی سب مایا ہے تم جاؤ وہ  
اس کی نظروں کا مفہوم سمجھ گیا تھا وہ اسے بے بسی سے  
دیکھتی رہی۔ جاؤ مہرین چلی جاؤ وہ لوگ پریشان  
ہو رہے ہیں عمر کی بات پر وہ اسے دیکھتی ہوئی رہ گئی اس  
کی والہانہ نظریں عمر کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں  
اس کے ایک ایک نقش کا بوسہ لے رہی تھیں اس کی  
پیاسی نگاہیں سیراب ہو رہی تھیں دید کا قطرہ قطرہ خود  
میں جذب کر رہی تھیں جاؤ مہرین سب سراپ ہے یہ  
سب سراپ ہے وہ ہے چین ہوا تھا مہرین کے تنکے سے  
انداز میں اٹھ کھڑی ہوئی سنو عمر کی صدا اس کے قدموں  
سے زنجیر بن کر پٹی تھی شوال بہت اچھا ہے تمہاری

قدر کر رہے گا۔ اس کی مہم سی بات اس کے سر سے گزر گئی  
اس نے یونہی نا سمجھی سے اثبات میں سر ہلادیا اور تیزی  
سے آگے بڑھ گئی یا اللہ اسے ہمیشہ خوش رکھنا عمر نے  
ایک گہری سانس لی تھی پھر اس کے ہونٹ اور دل درود  
پاک کا ورد کرنے لگے۔



محبت کا سفر ہے اور میں ہوں  
ایک ابھی راگور ہے اور میں ہوں  
کہاں لے جاؤں اپنے خواب سارے  
پتھر کا گھر ہے اور میں ہوں  
میرے خوابوں کا گھر تھا کیسے ٹوٹا  
سوچوں کا سفر ہے اور میں ہوں  
پاؤں شل اور حوصلے بھی ٹوٹ گئے  
بڑا مشکل سفر ہے اور میں ہوں  
اس نے دھندلائی ہوئی آنکھوں سے انہیں دیکھا  
کہاں رہ گئی تھیں تم مہرین شرمین اور شاہرم تیزی سے  
اس کی جانب لپکے تھے اس نے اک گہری سانس لے کر  
خود کو کمپوز کیا اور دھیرے سے نفی میں سر ہلادیا اسد گم صم  
سانوشین کے وجود کو دیکھ رہا تھا شوال کی جلائی ہوئی  
آگ اب بری طرح بھڑک رہی تھی اور وہ خود مسلسل  
کچھ بڑبڑاتے ہوئے نوشین کے جسم پر کچھ پھونک رہا تھا  
پھر وہ اٹھا اور اسے اشارہ کیا وہ لٹے قدموں چلتی ہوئی  
آگ کے بیچ کھڑی ہوئی وہ بری طرح ہذیبانی انداز  
میں چلا رہی تھی آگ نے اس کے پورے وجود کو اپنی  
لپیٹ میں لے لیا تھا اور اسد بری طرح اور بے ساختہ  
اس کی جانب لپکا شوال اور شاہرم نے اسے بمشکل پکڑا  
نوشین جل رہی تھی پلیز اسے بچاؤ وہ جل رہی ہے وہ  
ہذیبانی انداز میں چلاتے ہوئے خود کو ان کی گرفت سے  
چھڑانے کی کوشش کرنے لگا مہرین اور شرمین نے  
آنکھیں بند کر لیں تھیں کہ چاہے وہ عفريت ہی بھی  
مگر جسم تو نوشین کا تھا۔ دھیرے دھیرے اس کی چھینیں  
دم توڑ گئیں وہ جل گئی اسد بھی ان کی بانہوں میں جھول  
گیا۔



اسے بچاؤ۔۔۔ وہ جل جائے گی۔ بچاؤ اسے اسد  
ہذیبانی انداز میں بے چینی سے چلا رہا تھا وہ جل گئی  
نوشین جل گئی وہ گھٹنوں میں سر دے کر پھوٹ پھوٹ  
کر رونے لگا۔ پھر یکا یک وہ نوشین جل گئی کہہ کر قہقہے  
لگانے لگا وہ سب اسے انتہائی تاسف سے دیکھ رہے  
تھے وہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا تھا وہ لوگ مینٹل ہاسپٹل  
سے باہر آ گئے مہرین مجھے آپ سے ضروری بات کرنی  
ہے شوال نے شاہرم اور شرمین کے ہمراہ جاتی ہوئی  
نوشین کو مخاطب کیا وہ خاموشی سے اس کے ساتھ چل  
پڑی آپنے انکار کیوں کیا۔ اس نے اپنے پوزل کے  
بارے میں استفسار کیا۔ رینی میں عمر کی جگہ نہیں لینا  
چاہتا بلکہ کوئی بھی کسی کی جگہ نہیں لے سکتا لیکن بس  
میں پتہ نہیں کیوں آپ کو چاہئے لگا ہوں اس کا گھمبیر لہجہ  
جذبات سے بوجھل ہوا تھا اس کے انداز میں بھر پور بے  
بسی تھی مہرین کے ذہن میں جھماکا سا ہوا اسے اب عمر  
کے مبہم الفاظ کا مفہوم سمجھ آیا تھا وہ یوپیرو می۔ اس نے  
اپنا ہاتھ مضبوط پھیلا یا مہرین نے اپنا نازک ہاتھ اس  
کے ہاتھ میں دے دیا شاید اس لیے کہ یہ عمر کی خواہش  
تھی شوال اس کا ہاتھ ہلکے سے دباتے ہوئے بھر پور  
انداز میں مسکرایا تھا وہ دونوں ہی جانتے تھے کہ عمر ہمیشہ  
اس کے دل میں رہے گا لیکن انہیں یہ بھی یقین تھا کہ ان  
کی آئندہ زندگی اچھی گزرے گی شوال کے قدم سے  
قدم ملا کر چلتے ہوئے وہ سوچ رہی تھی کہ اس کا ساتھ اتنا  
بھی بری انہیں اور ادھر آنکھیں موندے ہوئے عمر ایک  
بار پھر بڑبڑایا تھا سب مایا ہے بس اللہ اور آقا کی محبت  
ہی سب کچھ ہے باقی سب مایا ہے  
قارئین کرام کیسی لگی کہانی رائے سے نواز دینے گا  
اپیشلی وارث آصف خان نیازی کی تنقید کا ویٹ رہے  
گا۔ سب کو سلام



ماں

c ماں کی خدمت اپنے اوپر لازم کر لے کہ جنت ماں کے  
قدموں کے تلے ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)  
c دنیا میں ماں سے زیادہ ہمدرد ہستی کوئی ہے ہی نہیں۔  
(خلیل جبران)  
c جس کی ماں مر جائے وہ اس کائنات کا مفلس ترین آدمی  
ہے۔  
c اگر کوئی اس حقیقت کو جان لے کہ ماں اس دنیا میں سب  
سے زیادہ مہربان ہستی ہے تو وہ کبھی بھی ماں کا نافرمانی  
کا تصور بھی نہ کرے۔  
c کتنا بد قسمت ہے وہ جو ماں کے ہوتے ہوئے اس کی محبت  
حاصل نہ کر سکے۔  
c جس کے دل میں اپنی ماں کے لئے محبت ہی محبت ہے وہ  
زندگی کے کسی بھی موڑ پر شکست نہیں کھا سکتا۔  
c وہ ہستی جس نے ہمیں زندہ رہنے اور آزادی سے زندگی  
گزارنے کا سبق دیا وہ ہماری ماں ہے۔  
c دنیا کا کوئی بھی رشتہ ماں سے زیادہ پیارا نہیں۔  
☆..... محمد لقمان اعوان۔ سریانوالہ

لطیفہ

m پہلا دوست (دوسرے سے) معاف کیجئے یہ گدھا  
آپ کا ہے؟ دوسرا دوست جی نہیں۔ پہلا دوست پیچھے تو  
آپ ہی کے چل رہا ہے۔ دوسرا دوست۔ میرے پیچھے تو  
آپ بھی چل رہے ہیں۔  
c مینا ماں سے: امی میں نے دعوت میں اتنا کھایا کہ چل  
نہیں سکتا تھا اس لئے گھوڑے پر بیٹھ کر آیا ہوں۔ ماں:  
تمہیں شرم آئی چاہئے تمہارے ابو کو لوگ کھانے کے بعد  
چار پانی پڑا ل کر لائے تھے۔

☆..... عبدالصمد گبول۔ کراچی





# شیطانی چال

-- تحریر: ایم آفریدی ماسٹرہ --

کچھ ہی دیر میں یہ ادھوری تصویر مکمل ہو گئی اب رام کمار کے سامنے ایک خوبصورت عورت بیٹھی ہوئی تھی ایسی حسین جس کے سر میں خون کی طرح گردش کرتے ہوئے آگ کے شعلے صاف دکھائی دے رہے تھے اس کے دیکھتے ہوئے ہونٹوں پر دلفریب مسکراہٹ اور آنکھوں میں ہیروں کی سی چمک تھی جبکہ رام کمار اس سراپا حسن سے بے نیاز درد کی شدت سے پاگل ہو رہا تھا کہو کیا پوچھنا چاہتے ہو عورت نے قریب پہنچ کر شریں مگر بارعب لہجے میں کہا آواز سن کر رام کمار نے یوں چونک کر نظر اٹھائی جیسے اس ناز کو پہنچانے کی کوشش کر رہا تھا تکلیف کی شدت نے اس کی سوچنے بجھنے کی صلاحیت سلب کر لی تھی اور اسے کچھ یاد نہیں آ رہا تھا یہاں تک وہ اپنا مقصد حیات بھی بھول گیا تھا۔۔۔ مہ میرے دانت میں شدید درد ہو رہا ہے میں ہر رہا ہوں مجھے اس کا علاج بتا دو نہ چاہتے ہوئے بھی یہی الفاظ اس کے منہ سے نکل گئے تم اسے ذخیرہ کی مدد سے نکال دو۔ درد ٹھیک ہو جائیگا عورت نے دلفریب مسکراہٹ کے ساتھ مختصر جواب دیا اور خاموشی سے واپس آگ کی جانب لوٹ گئی عورت کا جواب سن کر جیسے ہی رام کمار غلطی کا احساس ہوا تو سردی کی تیز لہر جسم کے آ رہا ہو گئی وہ اپنا درد بھول کر اٹھ کھڑا ہوا رک جاؤ رک جاؤ آگ کی دیوی میرا سوال یہ نہیں تھا مگر بہت دیر ہو چکی تھی آگ کی دیوی واپس آسمان سے باتیں کرتے شعلوں میں گم ہو چکی تھی اور رام کمار کی فریاد سننے والا کوئی نہیں تھا تمہیں ان کی دیوتا کی قسم رک جاؤ مجھے موت کا علاج بتا دو مجھ سے غلطی ہو گئی لیکن دوسری جانب خاموشی رہی رام کمار نے آگ کے سامنے گڑ گڑا ہوتے ہوئے ماتھا رگڑتے ہوئے اپنا سوال ہی بار دہرایا مگر کوئی جواب نہ ملا جس سے اس پر پاگل پن کا دورہ پڑ گیا۔ اگر۔۔ اگر تم باہر نہیں آؤ گی تو میں تمہارے پیچھے آگ کے دریا میں کود پڑوں گا مجھے اپنے سوال کا جواب چاہیے چاہے انجام کچھ بھی ہو میں اپنی سوسائیل ریاضت یوں مٹی نہیں ہونے دوں گا میں آ رہا ہوں اور زندگی کا راز جان کر ہی دم لوں گا یہ کہتے ہوئے رام کمار کتاب ہاتھ میں پکڑ کر آگے بڑھا اور ان کی دیوتا کے حق میں شیطانی نعرے لگاتا شعلوں میں کود گیا لیکن آگ کے شعلے اس پر مہربان نہ ہو سکے اور اگلے ہی لمحے کمرہ اسکی کربناک چیخوں سے گونج رہا تھا چند گھنٹے بعد سوسال سے روشن آگ کا الاؤ ٹھنڈا ہو گیا۔ ایک سنسنی خیز اور خوفناک کہانی۔

رات بھر کی کڑی کھٹن محنت کے بعد کنول دیوی نے کوئے میں پڑے مٹی کے گھڑے میں چلو بھر پانی لے کر اپنی خور و خمیدہ آنکھوں کو دھویا اور اپنی ٹیلی سی ساڑھی کے ہوسے اپنے منہ کو صاف کرنے لگی اور پھر اٹھ کر کھڑی ہوئی مارے جھکن اور درد کے اس کے جسم کا انگ انگ فریادی تھا مگر اس نے آرام کرنے کے بجائے اپنے کام کو ترجیح دی رام کمار





وہ اٹھنے والا نہیں تھا۔ وہ جو بھی جھوپڑے سے باہر نکلے باہر گئے جنگل میں اس کو گہری خاموشی اور سکون ملا اس نے ایک ٹھنڈی سانس لی ماحول کے اعتبار سے کنول دیوی کو یوں محسوس ہوا تھا جیسے جنگل کے تمام چرند پرند اس جگہ کو محسوس قرار دے کر کہیں اور جا رہے ہوں باہر نکلے ہی کنول دیوی نے اختیار سے ادھر ادھر دیکھا اور کسی کو نا پا کر گہرا سانس لیتے ہوئے تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی آگے بڑھی یہ جاننے کے باوجود کہ رام کمار سے اس کے تعلقات اب راز نہیں رہے وہ جھوپڑے میں شب بھری کو ہر سورت خفیہ رکھنا چاہتی تھی سفر شروع ہوا تو گزشتہ روز کی طرح آج بھی اس کے خشک ہونٹوں پر مارے خوف کے تھر تھراہٹ طاری ہو گئی تھی جب کہ سفید ساڑھی کا پلو جو اس کی عزت کی طرح مٹی ہو چکا تھا بار بار کاندھے سے سرک کر پریشانی میں اضافہ کرنے پر تلا ہوا تھا۔

وسیع رقبے پر پھیلا ہوا جنگل رتبہ پور کا گھنا ہوا تھا جہاں دن کے وقت بھی اکثر شام کا سماں ہوتا تھا یوں لگتا تھا جیسے گھنے قد اور درختوں کی سورج سے پرانی دھنسی چلی آرہی ہو اور پتے ہر سو سورج کی کرنوں کو زمین تک پہنچنے سے پہلے ہی فنا کر دینے کا عزم کر چکے تھے۔ کنول دیوی ان سب باتوں سے بے نیاز اپنے حدف کے بارے میں سوچتی ہوئی تیزی سے آگے بڑھتی چلی جا رہی تھی اونچے نیچے راستوں پر ٹھوکریں کھاتے ہوئے طویل چکر کاٹ کر آخر کار وہ جنگل سے باہر نکل آئی اب اس کے سامنے پرسکون دریا تھا جس کے پار اس کا گھر واقع تھا جہاں اس نے جانا تھا دریا کے کنارے پہنچ کر اس نے ایک مضبوط درخت کے تنے سے رسہ کھوکھر پانی میں بچکولے کھائی ہوئی چھوٹی سی خستہ حال کشتی کو آزاد کیا اور اس میں سوار ہو کر بڑے باہر انداز میں چپو چلاتی ہوئی گہرے پانی میں جا پہنچی اس کا دل بڑی تیزی سے دھڑک رہا تھا اور ہونٹ بھگووان سے پراختنا میں مصروف تھے اور وہ جلدی سے دریا کے دوسرے کنارے تک پہنچ گئی اس نے اپنی رفتار کافی رچی تھی۔

کشتی کو دوسرے کنارے پر موجود پتھر سے باندھ کر کنول دیوی نے ساڑھی کا پلو اکٹھا کیا اور سر پر لے لیا دریا کا حفاظتی بند پار کر کے گاؤں میں داخل ہو گئی لہلہاتے ہوئے کھیتوں کی پگڈنڈیوں سے ہوتے ہوئے وہ گاؤں کی آبادی میں پہنچ گئی لوگوں کا تلخ رویہ اس کا منتظر تھا سب اسے عجیب نظروں سے دیکھ رہے تھے مردوں کے ہونٹوں پر اس کا اجڑا ہوا سراپا دیکھ کر شیطانی مسکراہٹ کھل اُٹھی تھی اور وہ ایک دوسرے کو آوازیں دے کر فخر سے کس رہے تھے جبکہ رام رام کرتی ہوئی عورتوں کے نااہل سماعت تبصرے الگ سے کانوں میں پھلکا ہوا سیسہ اتار رہے تھے۔

مختلف جہوں سے گزر کر کنول دیوی ایک کچے مکان کے سامنے پہنچ کر رک گئی تو پیچھے گاؤں کے آوارہ بچوں کا جھلس تھا یہ ایک خستہ حال مکان تھا جس کی خیم زدہ سرون دیوار زمین بوس ہونے کے لیے بے تاب تھی اور اس طرح دیکھائی دے رہا تھا کہ ابھی کر جائے گی چند لمحے کنول دیوی اپنے بے ترتیب سانس درست کرنے کے بعد اس نے ہمت کر کے دروازے پر دستک دی اور جواب کا انتظار کرنے لگی کچھ دیر بعد اندر سے کسی کے چلنے کی آواز نزدیک آتی ہوئی محسوس ہوئی پھر کوار کھلے اور ایک بہت عمر رسیدہ خاتون کا جھریوں بھرا چہرہ دکھائی دیا۔ آج پھر آگئی تو اسے دیکھتے ہی بڑھیا کی آنکھوں میں نفرت اور حقارت کے جذبات نے انگڑائی لی ہاں کنول دیوی نے جواب دیا میں واپس آگئی ہوں اور کنول دیوی تیزی سے جواب دیتے ہوئے اس کے پاؤں چھونے کے لیے آگے بڑھی رک جا۔ اندر آنے کی ضرورت نہیں ہے چلی جاؤ واپس اسی راکھشش کے پاس میں۔ میں تیری شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی ہوں بڑھیا غصے کی حالت میں ایک ایک کر بول رہی تھی اور غصے کی شدت سے بھڑک اُٹھی تھی میری بات تو سنو نہ ماں مجھے اندر تو آنے دو پھر جو سزا چاہے دے دینا یہ گھر میرا بھی ہے میرا بچہ میرا منتظر ہے میں اس سے ملنا چاہتی ہوں وہ بڑھیا کے پیچھے محن میں ٹھیلے چار سالہ

مومن کو دیکھتے ہوئے گزراؤ کی کیوں کہ بچے کا چہرہ بھی اسے دیکھتے ہی کھل اٹھا تھا بالکل نہیں۔ میں تجھ جڑیل کو اپنے پوتے سے ملنے کی اجازت نہیں دوں گی ورنہ تو ڈان اسے بھی مجھ سے الگ کر دے گی بھگووان کے لیے میری یوں جگہ ہنسائی نہ کرو ماں لوگ مجھے دیکھ رہے ہیں مجھے اندر آنے دو میں مارے شرم کے زمین کے اندر گر کر جا رہی ہوں۔

کنول دیوی نے اٹھا کی جگہ ہنسائی میں نہیں تو کروائی تھی ہماری کیا بیتی ہوگی جو میر بچوں بیٹے کی آتما پر جسے ہم سے جدا ہوئے ایک برس بھی نہیں گزرا اور تو اس کی لاج کی دھجیاں اڑا کر گھر سہا ہر راتیں گزارنے لگی ہے میں بیٹے کی طرح ہو کا نام بھی ساری عمر فخر سے لیتی اگر تو اس کے ساتھ سستی ہو گئی ہوئی یا کم از کم شہر کی لاج رکھنے کے لیے گھر کی چار دیواری کو اپنا ٹھکانا مان لیتی مگر تو نے ہمیں منہ دکھانے کے لائق نہیں چھوڑا اس جادوگر کے لیے ہم سب کو زندہ درگور کر دیا اس بات کو کہتے ہوئے بڑھیا کی آنکھیں آنسوؤں سے برس پڑیں اور ہلکے ہلکے انداز میں رونے لگی۔ لال۔ کن۔ لیکن ماں میری بات تو سنو مجھے کچھ کہنے کا موقع تو دو تو کنول دیوی نے اس کی بات کاٹی مجھے کچھ نہیں سننا بس تو دفع ہو جا پچھا چھوڑ دے ہمارا یہ کہہ کر بڑھیا نے دروازہ بند کر دیا اپنی ناکامی کا منظر دیکھ کر کنول دیوی نے روتے ہوئے بڑھیا کو چند آوازیں دیں اور پھر مایوسی سے گلی میں جمع لوگوں کے درمیان راستہ بناتی ہوئی جنگل میں لوٹ گئی۔

ایک مرتبہ پھر کھٹن سفر طے کرتے ہوئے کنول دیوی واپس ٹھکانے پر پہنچی تو چہر پر مایوسی کے آثار نمایاں تھے پریشانی کم کرنے کی کوشش میں وہ جھوپڑی کے باہر پڑے پتھر پر بیٹھ گئی لیکن سکون نہ ملا ماں کی باتوں نے آج بھی اسے ہلا کر رکھ دیا تھا اپنا ماضی یا دکر کے اس کی آنکھیں بار بار آنسو بہا رہی تھیں آخر اٹھ کر کچھ دیر ٹھٹھلے کے بعد وہ جھوپڑے کے دروازے پر جھولتا ہوا میلا سا ناٹا اٹھا کر اندر چلی گئی جھوپڑے کی

حالت بالکل ویسی تھی جیسی وہ چھوڑ کر آئی تھی ایک کونے میں رام کمار ابھی تک اونڈھے منہ پڑا خراٹے لے رہا تھا اور دوسرے کونے میں رات بھر جلتی رہنے والی لکڑیاں اب بجھنے کے قریب تھیں ان سسکتی لکڑیوں کو خاص انداز میں ڈانرے کی شکل میں ترتیب سے دیا گیا تھا جبکہ عین وسط میں شعلوں کے درمیان پتھر کا ایک چھوٹا سا بت پڑا تھا جس کی رنگت رات بھر آگ میں پڑے رہنے کے باعث گہری سرخ ہو چکی تھی۔

کنول دیوی نے کمرے کا سرسری جائزہ لیا اور خاموشی سے بت کے سامنے بیٹھ گئی اسے آج کی ناکامی ہی نہیں اپنی قسمت پر بھی رونا آ رہا تھا اگر شہر بھری جوانی میں تنہا چھوڑ کر مرنے گیا ہوتا تو کبھی اسے یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا جب اپنی قسمت کو کھوتے ہوئے اس کی ہلکی پلکیوں نے غموں کا بوجھ سہارنے سے انکار کیا تو ٹپ ٹپ پرستے ہوئے آنسو گرم راکھ میں سرسراہٹ پیدا کرنے لگے لوٹ ہو واپس رام کمار کی نیند میں ڈوبی ہوئی بھاری آواز کنول دیوی کی سماعت سے ٹکرائی وہ شاید اس کی دہلی دلی سسکیاں سن کر بیدار ہو گیا تھا ہاں کوئی مجھے وہاں تو لگرنے کے لیے تیار نہیں ہے کنول دیوی نے جواب دیا تو کیوں گزراؤ ابھی ہو بھکاریوں کی طرح اس بڑھیا کیسا سننے تمہاری سانس بہت خبیث ہے وہ کبھی تمہارا بھلا نہیں چاہے گی وہ تمہیں ہمیشہ کمزور دیکھنا چاہتی ہے تاکہ اپنی ہر چھوٹی بڑی ضرورت کے لیے اس کے سامنے ہاتھ پھیلاؤ وہ تمہیں گھر میں اپنے بیٹے کی نشانی نہیں داسی رکھنا چاہتی ہے بھول جاؤ ان کم ظرف لوگوں کو جو تم پر فخر سے کہتے ہیں اپنا دل بڑا رکھو میں کروں گا تم سے شادی اپنی رانی بنا کر رکھوں گا ہمیشہ میرے ساتھ تمہیں وہ تحفظ نصیب ہوگا جا سا عام انسان تصور بھی نہیں کر سکتا ان حقیر لوگوں کا کیا کام ہے آج میرے کل دوسرا دن تمہیں ان چھوٹے لوگوں کے لیے دل برا نہیں کرنا چاہیے رام کمار نے قریب ہو کر دلا سے دیا تو پھر میں کیا کروں۔

کنول دیوی نے بڑے بے حس انداز میں کہا



ہمت کرو ہمت۔ وقت بہت کم ہے کل ہمیں ہر صورت میں یہاں سے نکلنا ہے کیونکہ سوسال پورے ہونے میں دو دن باقی ہیں پوری ایک صدی جس کے مکمل ہونے میں میں نے بلکہ ہماری تین نسلوں نے انتظار کیا ہے جس کی خاطر میں نے عمر بھر نگر کی خاک چھانی ہے تمہیں نہیں معلوم کنول دیوی میں نے بہت کڑا وقت گزارا اس ایک لمحے کو پانے کے لیے یہ سب تو اگنی دیوتا کی کرپا ہے آخری دنوں میں تم مل گئیں اب میرے ساتھ ساتھ تمہارا ادھورا جیون بھی ہمیشہ کے لیے امر ہو جائے گا سستی تم حوصلے سے کام لینا ہے یوں سمجھ اب میرے خاندان کی سوسالہ تپیا کا آنکھ صرف تم پر ہے یہی وجہ ہے میں نے تمہاری خدمت کی اعمول محبت ادا کرنے کا وعدہ کیا ہے۔

ذرا سوچو دو دن بعد ہم دونوں ناقابل شکست ہو جائیں گے پھر میں تمہیں اپنی بیوی بنالوں گا اور کیا چاہیے تمہیں جیون میں اس سے بڑھ کر مر کر مارنے اس کو سمجھانے کی کوشش کی وہ سب ٹھیک ہے لیکن یہ بھی تو سوچو بدلے میں تم مجھ سے کتنی بڑی قیمت مانگ رہے ہو میرے بیٹے کی بھینٹ پر جانتے ہوئے بھی کہ وہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے اور مجھے اس سے بے پناہ محبت ہے یہ سب کہنے کی باتیں ہیں بھول رہی ہو وہ تمہاری سوتن کا بیٹا ہے اور تمہارے سارے خاندان کے لیے خواست ہے پیدا ہوا تو اس کی ماں کی جان لے لی اور تین سال کا ہوا تو باپ بھی اس کی خواست کا شکار ہو کر چل بسا اب تو بچی ہے اس مورکھ کا واسپنے کے لیے اگر میرا کہا نہیں مانے گی تو ایک روز اس کی زہریلی نظریں تجھے بھی کھا جائیں گی اس لیے کہتا ہوں دل نرم مت کرو ورنہ کل یہی سوتیلا بیٹا جوان ہو کر تجھ پر روئی پانی بند کر دے گا کنول دیوی کی لڑکھڑاہٹ دیکھ کر رام کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا تھا اس لیے اس نے یہ باتیں کی تھیں ٹھیک ہے تمہارا یہ کام ہو جائے گا میں یہ موقع ہاتھ سے نہیں جانے دوں گی۔

رام کمار کی اس ترکیب نے کنول دیوی کا دل پھر

موم کر دیا اور وہ واقعی رام کمار کو پسند کرنے لگی تھی شایاں مجھے یقین تھا مگر اس اصول موجب سے ضرور فائدہ اٹھاؤ گی یہ کہہ کر رام کمار آگ کی جانب متوجہ ہوا اور ہاتھ جوڑ کر اگنی دیوتا کی مہارت کرنے لگا یہ اس کا روزانہ کا معمول تھا کہ وہ ہر وقت تپتیا میں مصروف ہوتا کنول دیوی کبھی کبھی تو اس کی اس حالت میں دیکھ کر پتھر کا انسان سمجھنے لگتی تھی پر ہندوؤں میں یہ کون سی نئی بات تھی۔

رام کمار کے دادا اپنے دور کے بڑے جاگیردار تھے ان کی جائیداد اگنی دیوتاؤں پر محیط تھی یہی وجہ تھی کہ لوگ نہ صرف ان کی عزت کرتے تھے بلکہ اپنے مسائل کے حل کے لیے انہیں ثالث بھی جانتے تھے ایک مرتبہ انہوں نے قریبی گاؤں میں پرانی خستہ حال حویلی خریدی اور گھر آ کر نئی عمارت کو چمرے کے غلاف میں لپیٹی ہوئی ایک خستہ حال کتاب ملی جیسے دارا کی خدمت میں پیش کر دیا گیا دادا نے بظاہر ان بڑے مزدوروں کے سامنے کتاب کو فضول قرار دے کر مطمئن کر دیا لیکن درحقیقت اس انمول کتاب کا مطالعہ کر کے حیران رہ گئے اس قدیم کتاب میں لکھی تحریر کے مطابق اگر درج شدہ معلومات کو مد نظر رکھتے ہوئے اگنی دیوتا کا مجسمہ تیار کر دیا جائے اور اس مجسمے کے گرد مسلسل سوسال تک آگ کا لاؤ روشن رکھ کر مخصوص عمل کیا جائے تو مدت پوری ہونے پر آگ میں سے ایک عورت برآمد ہوگی اور عمل کرنے والے کے کسی بھی ایک سوال کا جواب دے سکے واپس لوٹ جائے گی رام کمار کے دادا بہت زہین آدمی تھے انہوں نے بہت سوچ بچار کے بعد اس ناری سے موت کا علاج دریافت کرنے کی ٹھان لی۔ اس معاملے کو بہت ہی زیادہ خفیہ رکھا گیا اور دادا نے نئی تعمیر کی جانے والی عمارت کا نقشہ بدل کر اس کے نیچے وسیع تہہ خانہ بنوا ڈالا۔

اس تبدیلی کو شکوک سے پاک رکھنے کے لیے

خوفناک ڈائجسٹ

انہوں نے گاؤں والوں پر یہ ظاہر کیا کہ وہ تہہ خانہ میں اپنے لیے اگنی دیوتا کا مجسمہ بنواتا چاہتے ہیں تاکہ عمر کا آخری حصہ سکون سے مہارت میں گزار سکیں بات معقول تھی اس لیے کسی کو بھی شک نہ ہوا اور تہہ خانے کی تعمیر مکمل کر لی گئی اس تہہ خانے میں سوائے انکے خاص ملازمین کے کسی دوسرے کو جانے کی اجازت نہیں تھی سوسال کی تپتیا کے لیے جہاں اور بہت سی شرائط تھیں وہیں ایک اہم شیطانی شرط یہ تھی کہ ہر سال آخری ماہ چاند کی چودھویں رات اگنی دیوتا کے سامنے ایک جوان عورت کی بھینٹ چڑھانی جائے گی جبکہ آخری بھینٹ اس بچے کی دی جائے جو چاند گرہن کی رات پیدا ہوا ہو ساتھ میں یہ بھی شرط تھا کہ اس بچے کی تلاش کوئی دوسرا نہیں سوال پوچھنے والا خود کرے گا یہ مسئلہ اتنا آسان نہیں تھا اور خاندان کی بدنامی کا بھی اندیشہ تھا اس لیے سوچ و چار کے بعد دادا نے ہر سال لڑکیوں کی بھینٹ چڑھانے کے لیے دو درواز علاقوں میں چند بردہ فروشوں سے رابطہ کر لیا جو ہر سال ایک جوان لڑکی معقول رقم کے عوض میں شیطانی عمل کے لیے مہیا کرنے لگے تمام معاملات طے پاتے ہی شیطانی عمل رازداری سے شروع کر دیا گیا۔

کئی سال بعد دادا کا انتقال ہو گیا لیکن مرنے سے قبل انہوں نے یہ مشن اپنے بیٹے رام کمار کے باپ کو سونپ دیا تاکہ آگ کا لاؤ ٹھنڈا نہ ہونے پائے رام کمار کے باپ نے اس عمل کو اپنی موت تک جاری رکھا اور پھر یہ ذمہ داری رام کمار کے حوالے کر دی اور اس دنیا سے کوچ کر گیا۔ اب سوسال پورے ہوئے کو تھے جبکہ رام کمار پچاس سے اوپر ہو چکا تھا شرط کے مطابق رام کمار سوسال پورے ہونے سے ایک سال قبل گھر بار چھوڑ کر ایسے بچے کی تلاش میں نکل پڑا جو چاند کی رات پیدا ہوا تھا دن تیزی سے گزرتے رہے لیکن رام کمار کو کامیابی کے آثار نہیں بھی دکھائی نہ دیئے اس کشمکش میں چھ ماہ بیت گئے اب وہ بچے کی بارے میں پریشان رہنے لگا تھا کئی شہروں اور دیہاتوں کی خاک چھاننے

شیطانی حال

کے بعد اس کی قسمت اس وقت جاگ اٹھی جب اس نے سادھو کے بہروپ میں کنول دیوی کے گاؤں میں ڈیرا ڈالا۔ پہلی مرتبہ کنول دیوی اپنی ساس کے ہمراہ اس کے پاس آئی تو خوفزدہ رہنے کی طرح سہمی ہوئی تھی وہ اپنے شوہر کی دوسری بیوی تھی پہلی بیوی بچے کو جنم دیتے ہی دنیا سے رخصت ہو گئی تھی کنول دیوی کا شوہر ان دنوں بہت ہی بیمار تھا کنول دیوی اس کی تیمارداری کر رہی تھی رام کمار نے چونکہ خود کو سادھو سنیاسی کے نام سے مشہور کر رکھا تھا اس لیے کنول دیوی کی کوشش تھی کہ وہ ان کے ساتھ چل کر مریض کا ہاتھ دیکھے جب ان دونوں کے اصرار زیادہ بڑھ گیا تو رام کمار ساتھ چلنے پر آمادہ ہو گیا مریض دیکھ کر رام کمار واپس پلٹنے لگا کہ وہاں موجود چار سالہ بچے پر نظر پڑی اور نظر پڑتے ہی اس کی آنکھیں چمک اٹھیں بچے میں وہ تمام خوبیاں موجود تھیں جن کا وہ متلاشی تھا تھوڑی تفتیش کرنے پر یہ بھی معلوم ہو گیا کہ بچہ چاند گرہن کی رات پیدا ہوا تھا پچھل جانے پر رام کمار دل ہی دل میں خوشی سے دیوانہ ہو گیا ایک ہفتے بعد کنول دیوی کے شوہر کا انتقال ہو گیا گاؤں والے رواج کے مطابق کنول دیوی کو شوہر کی لاش کے ساتھ ہی کرنا چاہتے تھے مگر رام کمار نے سادھو کے روپ سے فائدہ اٹھایا اور کنول دیوی کی موت کو گاؤں والوں کے لیے عذاب قرار دے دیا اور اس کی جان بچالی ساتھ ہی یہ شوشہ بھی چھوڑ دیا کہ اگر کنول دیوی سستی ہونے کی بجائے چند روز اس کی کنیا میں تپتیا کرنے کے بعد کو کو بھگوان کی داسی قرار دیتے ہوئے گوشہ نشین ہو جائے تو اس کی پراختیا سے گاؤں میں دوبارہ کبھی قحط نہیں پڑے گا۔

کنول دیوی کے زندہ بچ جانے سے رام کمار کو اپنی کامیابی اور یقین دیکھائی دیے تھی وہ جانتا تھا کہ ان حالات میں کنول دیوی ہی ایسی عورت تھی جو بچے کو اس کے پاس لاسکتی تھی اور عمل پورا کرنے تک بچے کا خیال رکھ سکتی تھی رام کمار کو بذات خود چھوٹے بچوں سے بہت چڑھی جبکہ سفر مکمل کر کے واپس حویل

خوفناک ڈائجسٹ



پہنچے تک بچے کا خیال رکھنا اس کے بس کی بات نہ تھی دوسری طرف کنول دیوی بھی جان بچانے پر رام کمار کے احسان تلے دب چکی تھی رام کمار نے بھی اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور اس کے گرد اعتاد کا جال بٹھا شروع کر دیا وہ اب گاؤں سے دور جنگل میں محفل ہو گیا تھا جہاں اسے بچہ اغوا کرنے سے قبل چند روز کی خصوصی تپسیا کرنی تھی کنول دیوی اب اس سے ملنے جنگل میں آئے گی اس دوران رام کمار نے پوری طرح اسے اپنے حصار میں جکڑ لیا اور ساتھ ہی ہمیشہ زندہ رہنے کا لالچ دے کر آدھ کر لیا وہ اپنے سوتیلے بیٹے کو گائی دیوتا کی سمیٹ چڑھانے کے لیے گھر سے اٹھا کر لائے۔

کنول دیوی کی آج کوشش بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی تھی دوسرے دن کنول دیوی جھوپڑے سے نکلی تو رام کمار کی سخت ہدایت تھی کہ ناکام واپس نہ لوٹے چنانچہ وہ کھلے چہرے سے جانے کی بجائے نقاب اوڑھ کر گاؤں میں داخل ہو گئی جس کے باعث کوئی اسے پہچان نہ سکا اور نہ ہی کسی نے اس پر توجہ دی جب وہ بھر کے نزدیک پہنچی تو اسے اپنی ساس گھر سے نکل کر ہمسایوں کے ہاں جاتی ہوئی دیکھائی دی یہ دیکھتے ہی اس کے جسم میں ہلکا بھرا آئی آج قسمت مہربان تھی وہ کسی صورت یہ قیمتی موقع ضائع نہیں کرنا چاہتی تھی اس لیے سنسان گل میں تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی آگے بڑھتی چلی گئی اس کے توقع کے عین مطابق دروازہ کھلا تو اس کے سامنے چار پائی پر موہن گہری نیند سو رہا تھا شکار سامنے دیکھ کر کنول دیوی کی رفتار مزید تیز ہو گئی اور وہ بچے کے سر ہانے جا کھڑی ہوئی بچے کے چہرے پر فرشتوں کی سی معصومیت تھی لیکن کنول دیوی کا دل و دماغ پر تو شیطان سوار تھا اس لیے جلدی سے بچے کو اٹھا کر کندھے سے لگایا اور تیزی سے چلی ابھی محکم کے وسط میں پہنچی تھی کہ یکدم سامنے سے اس کی ساس اندر داخل ہوئی اور بچے کو یوں ہاتھ سے ٹکاتا ہوا دیکھ کر یکدم سے گھبرا گئی کہاں لے جا رہی ہو میرے بچے کو۔ چھوڑ دے اسے پیچھے ہٹ جاؤ ماں میرا ستم مت روکو۔

کنول دیوی کے لہجے میں اپنائیت نام کی کوئی چیز دور تک نہیں بچگی کا یہ عالم دیکھ کر بڑھیا بھی لمحہ بھر کے لیے سہم گئی مگر پھر ہوش میں آتے ہی پلچہ چھیننے کے لیے تیزی سے آگے بڑھی چھوڑ دے میرے بیٹے کی نشانی نہیں جانے دوں گی تیرے ساتھ اس کا دفاع دیکھ کر دیوی کو غصہ آ گیا اور وہ غصے سے بھڑک اٹھی لگتا ہے بچے کی بلی چڑھانے سے پہلے مجھے تیری سمیٹ پیش کرنی پڑے گی یہ کہہ کر اس نے بڑھیا کو پوری قوت سے دھکا دیا اور اس نے بڑھیا کو پوری قوت سے دھکا دیا اور اس کا سر سیدھا دیوار سے ٹکرا چوٹ لگتے ہی بڑھیا کی کرب ناک چیخ محکم میں گونجی اور وہ کٹے ہوئے شہتیر کی طرح زمین بوس ہو گئی ساس کو گرتا ہوا دیکھ کر کنول دیوی نے بجائے پشمانی کے سکھ کا سانس لیا اور بچے کو اٹھا لے گھر سے باہر نکل آئی اب اسے روکنے والا کوئی نہیں تھا اس لیے جلد از جلد دریا کے کنارے پہنچنا چاہتی تھی جہاں رام کمار بے تابی سے اس کا منتظر تھا چونکہ آج ان کے پاس آخری دن تھا اس لیے وہ خود کنول دیوی کے ساتھ دریا پار کر کے گاؤں کی سرحد تک آیا تھا جب اس نے دور سے لہلہاتی ہوئی فصلوں کے درمیان کنول دیوی کو بچہ اٹھائے آتے ہوئے دیکھا تو خوشی سے اس کی آنکھیں چمک اٹھیں کچھ دیر بعد وہ ان دونوں کو ہمراہ لیے واپس جنگل میں آگئی کنول دیوی کے چہرے پر خوف کے آثار نمایاں تھے وہ بار بار مڑ کر پیچھے دیکھ رہی تھی گھبرا کیوں رہی ہو۔

رام کمار نے اسے پریشان دیکھ کر پوچھا۔ گاؤں میں موہن کے غائب ہوتے ہی کہاں بچ گیا ہوگا مجھے ڈر ہے وہ لوگ ہمارا تقاب کرتے یہاں تک نہ پہنچ جائیں۔ بے فکر رہو اب وہ ہمیں بھی نہیں پائیں گے میں نے فیصلہ کیا ہے ہم ابی یہاں سے نکل جائیں گے ویسے بھی اتنے کھنے جنگل میں کسی کو تلاش کرنا آسان نہیں ہے رام کمار کی دلیل میں وزن تھا کنول دیوی نے اثبات میں سر ہلایا اور جھوپڑے سے ضروری سامان سمیت کروہ تینوں اپنی منزل کی جانب روانہ ہو گئے اس

دوڑ میں موہن بھی جاگ اٹھا تھا اور خود کو ماں کی گود میں پا کر بہت خوش دیکھائی دے رہا تھا تارک جنگل میں ٹھوکریں کھاتے شام تک وہ دوسرے کنارے پہنچ گئے یہاں بھی ایک دریا میں موجود کسی ان کی منتظر تھی رکتی میں بیٹھ کر وہ دوسرے کنارے پہنچے تو رام کمار انہیں قریبی فصلوں کے درمیان بنے ایک کچے مکان میں لے گیا جہاں ایک بنا کٹا آدمی دو تازہ دم گھوڑوں کے ہمراہ منتظر تھا رام کمار کو سامنے دیکھ کر آدمی چار پائی سے اٹھا اور پرنام کرتے ہوئے تیزی سے اس کے پیروں پر جھک گیا جیسے رہسواری تیار ہے ناں رام کمار نے سامنے بندھے گھوڑوں پر نظر دوڑائی سب تیار ہے سرکار یوں جمجھکے گھوڑے نہیں بھل جائیں آپ کے سوار ہوتے ہی ہوا سے باتیں کرنے لگیں گے وہ فخر سے بولا شایہ تمہیں اس کا الگ انعام ملے گا رام کمار نے اسے چٹکی دی نسوں سے آپ ہی کا ہاکھا رہے ہیں اور کیا انعام چاہیں گے ہم وقت تم ہے آپ جلدی سے نہا دو کھوکھڑے بدل لیں میں ان دوران کھانا لے آؤ ویسے بھی آپ کا زیادہ تر وہ یہاں رکتا ٹھیک نہیں بات سکر رام کمار نے تائید کی اور نام تیزی سے اٹھ کر باہر نکل گیا اس کے جاتے ہی رام کمار نے چار پائی پر پڑے پھیلے کا منہ کھول کر جائزہ لیا اور کنول دیوی سے بولا اس میں تمہارے اور موہن کے کپڑے ہیں جلدی سے حلیہ بدل لو ابھی بہت سفر باقی ہے ہمیں کھانا کھاتے ہی یہاں سے نکلنا ہوگا یہ کہہ کر اس نے اپنے کپڑوں اٹھائے اور کمرے میں چلا گیا تاکہ جلد از جلد کپڑے تبدیل کر سکے۔

کھانا کھاتے ہی وہ تینوں سفر پر ورتا ہو گئے رام کمار نے موہن کو اپنے گھوڑے پر بٹھا رکھا تھا جو ہر قسم کے خطرے سے بے نیاز خوش دکھائی دے رہا تھا جبکہ کنول دوسرے گھوڑے پر سوار تھی رات آدمی سے زیادہ بیت چلی تھی اور انہیں ہر صورت میں اگلا دن سورج غروب ہونے سے قبل منزل پر پہنچنا تھا رام کمار کے خادم نے چلتے وقت انہیں کھانے پینے کا سامان اور

پانی وافر مقدار میں دے دیا تھا کیونکہ انہیں طویل صحرائی راستہ سے گزرنے کا وقت کی کمی کے باعث انہوں نے مسلسل سفر جاری رکھا اور صرف دو جگہ مختصر قیام کیا طویل اور تھکا دینے والے سفر طے کر کے دوسرے روز سورج ڈھلنے تک وہ صحرا کے پار مختصر آبادی والے علاقے میں پہنچ گئے۔

یہ ایک چھوٹا سا گاؤں تھا جس میں اکا دکا لوگ بھی دکھائی دے رہے تھے رام کمار نے ہاتھ کے اشارے سے ملنے والوں کو پرنام کو جواب دیا اور آگے بڑھتا چلا گیا کنول دیوی کو اس بات کا اندازہ لگنا مشکل نہیں تھا کہ یہاں کے لوگوں پر رام کمار کا خاصا رعب قائم ہے جلدی ہی وہ سب دوڑتے رکتے پر سسپلے عظیم الشان قدیم حویلی کے سامنے موجود تھے حویلی کا صدر دروازہ کھلا تھا چنانچہ وہ اسی طرح گھوڑوں پر سوار انداز میں اندر داخل ہو گئے کنول دیوی یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ اتنی بڑی حویلی ہونے کے باوجود انہیں دور دور تک کوئی شخص بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا ہر طرف ایک پراسرار بیت طاری تھی یوں لگتا تھا احاطے میں موجود ہر شے سہمی ہوئی ہونے کے ساتھ تجسس بھی ہو جبکہ رام کمار کے چہرے پر گہرا اطمینان تھا جیسے سب کچھ اس کی منشا کے مطابق ہو رہا ہو۔

حویلی کے دروازے میں داخل ہو کر وہ رکے نہیں بلکہ اسی طرح گھوڑوں پر سوار خوبصورت باغیچے کے درمیان بنے سنگ مرمر کے راستے پر چلتے ہوئے اندرونی عمارت کے سامنے جا پہنچے ان کے گھوڑوں سے اترتے ہی سامنے موجود دروازہ کھلا اور ایک بوڑھا لیکن صحت مند ملازم باہر نکل کر رام کمار کے قدموں سے لپٹ گیا جواباً رام کمار نے بھی اس حقدقت کا ظاہر کرتے ہوئے اسے زمین سے اٹھا کر سینے سے لگالیا۔

کیسے ہو بابا۔ رام کمار نے بوڑھے کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے نرم لہجے میں پوچھا۔ آپ کا کرم ہے مالک۔ کیا سب انتظامات مکمل ہیں ناں رام کمار نے بلا تاخیر دوسرا سوال داغا۔ آپ۔۔ آپ مالک بالکل



شانت ہو جائیں کوئی کسر نہیں چھوڑی میں نے ویسے بھی آج انتظامات مکمل نہیں ہوں گے تو کب ہوں گے آپ کی ہدایت کے مطابق تمام ملازمین کو رخصت پر بھیج دیا ہے اور سختی سے ہدایت دی گئی ہے کہ مقررہ وقت سے قبل میں صرف میں ہی آپ کا غلام موجود ہوں اگنی دیوتا سے پراقتنا ہے آپ کا میاب ہو جائیں بوڑھے نے اسی احترام سے جواب دیا اس کے بعد وہ سب لوگ عمارت کے اندرونی حصے میں داخل ہو گئے۔

کنول دیوی جو کہ ساری زندگی غربت کی پگلی میں پنپنے کے بعد پہلی مرتبہ کسی بڑے گھر میں داخل ہوئی تھی ہر چیز کو یوں حیرت سے دیکھ رہی تھی جیسے کسی دوسرے سیارے پر آگئی ہو یہ حویلی اس کے لیے کسی راجہ کے محل سے کم نہیں تھی سارا کام مکمل تھا جبکہ سورج غروب ہونے میں ابھی کچھ دیر وقت باقی تھی اس لیے رام کمار نے ان دونوں کو آرام کرنے کے لیے ایک خوبصورت خواب گاہ میں چھوڑ دیا اور خود ایک مرتبہ پھر تیاریوں کا جائزہ لینے میں مصروف ہو گیا تاکہ کسی چیز کی اسے موقع پر پریشان نہ کر سکے۔

آج اس کی زندگی کا اہم ترین دن تھا اندھیرا گہرا ہوتے ہی وہ کنول دیوی اور موہن کو خواب گاہ لے کر حویلی کے وسطی کمرے میں پہنچا تو سب نے گہرے زرد رنگ کا لباس پہن رکھا تھا رام کمار کے چہرے پر خوشی اور جوش کے آثار تھے جبکہ کنول دیوی گھبرائی ہوئی تھی اس نے معصوم موہن کو سینے سے لگا کر بازوؤں کے حصار سے جکڑ رکھا تھا کمرے میں جتنی ہی وہاں پہلے سے موجود بوڑھے ملازم نے جھک کر ان کا استقبال کیا اور دھیمے لہجے میں بولا۔ سرکار میں امید کرتا ہوں اس خادم نے اپنے باپ کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے نمک کا حق ادا کر دیا ہے سو سال قبل جب آپ کے دادا نے اگنی دیوتا کی پرستش کا آغاز کیا تو میرا باپ پندرہ برس کا تھا اس نے ساری زندگی حویلی کے تہ خانہ میں موجود آگ کا لاؤ کو روشن رکھنے میں صرف کردی جو اس عمل کو بینادی ضرورت تھی اور مرتے دم یہ کہہ کر مجھے ذمہ داری

سونپ دی کہ عمل پورا ہونے تک کبھی مالک کو دھوکہ نہ دینا ورنہ تیرے باپ کی زندگی کی ساری بھری بخت بے کار چلی جائیگی اور پگلی ذات کے لوگوں پر بھی کبھی بھروسہ نہیں کیا جائے گا بس اسی ایک عہد نے مجھے مجبور کر دیا کہ اپنی زندگی آپ کے نام وقف کر دوں بوڑھے کی آنکھوں میں بے اختیار آنسو چمک اٹھے۔

مجھے آپ پر پختہ بابا آپ اور آپ کے والد نے جس طرح اس مشن کو مکمل تک پہنچانے میں ہماری مدد کی ہے اسے میں کبھی فراموش نہیں کر سوں گا ویسے بھی میری نظر میں آپ کی حیثیت نوکر کی ہی نہیں دوست کی سی ہے رام کمار نے آگے بڑھ کر اس کا حوصلہ بڑھایا۔ سب کچھ آپ کی ہدایت کے مطابق تیار ہے اب میرے لیے کیا حکم ہے سرکار بوڑھا نے آنسو صاف کرتے ہوئے پوچھا میری خواہش تو تھی کہ کامیابی کا اس موقع پر آپ بھی میرے ہمراہ رہیں کیونکہ دنیا میں آپ ہی تو وہ واحد شخص ہیں جنہوں نے اس کام کو جاری رکھنے میں اہم کردار ادا کیا لیکن پتہ جی کی وصیت کے مطابق اس آخری مرحلے میں میرا انتظار رہنا ضروری ہے اس لیے مجبوراً ہی رام کمار نے طریقے سے اسے سمجھانا چاہا۔ آپ میری فکر نہ کریں میں تو پیدا ہی آپ کی خدمت کے لیے ہوا ہوں آپ پوری توجہ اپنے کام پر دیں میں آپ کے لیے پراقتنا کردوں گا بوڑھے نے جھک کر آخری پرنام کیا اور کمرے سے باہر چلا گیا بوڑھے کے جاتے ہی رام کمار نے کمرے کو اندر سے تالا لگایا اور ہر طرح کے اطمینان کرنے کے بعد بوڑھے کا دیا ہوا تھیلہ کا ندھے سے لٹکاتے ہوئے کنول کی طرف متوجہ ہوا چلو کنول دیوی وہ وقت آگیا ہے جس کا میں نے ساری زندگی انتظار کیا ان دونوں کو ہمراہ لے کر رام کمار آگے بڑھا اور کمرے کیدائیں کو نے میں موجود چھوٹا سا دروازہ کھول کر ایک طویل راہداری میں داخل ہوا ہر سو چھائی جان لیوا خاموشی میں ان کے قدموں کی آواز گرد گرد دیکھ پواروں سے ٹکرا کر بازشت کی صورت میں کانوں سے ٹکراتی آنجناب نے

خوف سے دلوں کی دھڑکن تیز ہونے لگتی وہ ثابت قدمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔

کچھ دیر بعد وہ راہداری کے کونے میں موجود لوہے کے مضبوط دروازے کے سامنے کھڑے تھے جس کا ساتھ بڑا سا تالا بھول رہا تھا رام کمار نے کا ندھے سے تھیلہ ہاتھ لیا اتار کر زمین پر رکھا اور جب سے چابی نکال کر تالا کھولنے لگا دروازہ کھلا تو ان کے سامنے چھوٹا سا نیم تاریک کمرہ تھا جس کے کونے میں بیڑھیاں تھیں یہی بیڑھیاں تہہ خانے میں جاتی تھیں اس کمریہ میں رام کمار کے خاص ملازمین کے سوا کسی کو آنے کی اجازت نہیں تھی کچھ دیر بعد وہ بیڑھیوں کے راستے تہہ خانہ میں پہنچ گئے حویلی کے مال کمرہ سے لے کر اب تک رام کمار نے جو بھی دروازہ کھولا تھا اندر داخل ہو کر تالا لگا دیا تھا اور والی منزل کے نقشے کی طرح نیچے راہداری میں بہت سے کمرے تھے رام کمار کی بند دروازوں کے سامنے سے گزرتا ہوا لکڑی کے ایسے بند دروازے کے سامنے جا کھڑا ہوا جس پر ناموس زبان میں کچھ تحریر تھا اس نے آنکھیں بند کر کے منہ میں کچھ پڑھا اور دروازہ پر پھونکتے ہوئے ہاتھ بڑھا کر دباؤ والا توہم لکھی چرچاہٹ سے کھل گیا۔

اب رام کمار نے مرکز کنول کو آنکھ سے اشارے سے پیچھے آنے کو کہا اور خود ناموس زبان میں منتر پڑھتا ہوا اندر داخل ہو گیا یہ ایک بہت بڑا ہال نما کمرہ تھا جس کے وسط میں آگ کا لاؤ دارہ کی شکل میں روشن تھا کنول دیوی یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ آگ کا یہ لاؤ اگنی دیوتا کے ایک دیوتا مت جسے کے گرد روشن تھا سنگ تراش نے اگنی دیوتا کو بڑے چوڑے کے ایک دیوتا کو بڑے چوڑے پر اپنی باقی مارے بیٹھے دیکھا گیا تھا ایسا چوڑا جس کے نچلے حصے میں بناؤٹ کے دوران لگیں بریں کھود کر باقاعدہ ایک بند دروازے کی نشاندہی کی گئی تھی کنول دیوی کو منظر دیکھ کر وہ چھوٹا سا جسمہ بھی یا د آگیا جس کی رام کمار چھوٹی بیڑی میں آگ کے درمیان رکھ کر پوچھا کرتا تھا یہاں بھی صورت حال مختلف نہ تھی

اور کمرے میں داخل ہوتے ہی رام کمار آگ کے سامنے گر کر جھدہ ریز ہو گیا معصوم موہن جو کہ یہ سب کچھ دیکھ کر خوفزدہ ہو گیا تھا۔

ماں سے لپٹ کر ماں سے بے اختیار چھین مارنے لگا جبکہ کنول بھی خوفزدہ آنکھوں سے سامنے موجود ہشت ناک جسم کو دیکھ کر حرکت کرنا بھی بھول گئی تھی کافی دیر رام کمار عبادت سے فارغ ہوا تو اس نے اونچی آواز میں منتر پڑھتے ہوئے آگ پر پھونک ماری اور پاس پڑی لکڑیاں اٹھا کر لاؤ میں پھینکتے لگا جس سے آگ مزید بھڑک اٹھی۔ اب رام کمار آگ سے پیدا ہونے والی تیزی روشنی میں کمرے کی دیواروں پر لکھی ہوئی ان تحریروں کو بلند آواز میں پڑھنے لگا جو اس کے دادا اور باپ نے آج دن کے لیے لکھی ہوئی تھیں کمرے کی دیواروں پر جا جا انسانی خون کے دھبے اور شیطانی نقش کنول دیوی کے دل کی دھڑکن تیز کئے جارہے تھے یہاں کی صورت حال اس تصور سے بھی خوفناک تھی گو کہ اس نے یہ سب ہمیشہ زندہ رہنے کے لالچ میں کیا تھا لیکن اب اسے غلطی کا احساس شدت سے ہونے لگا تھا اسکا دل چاہ رہا تھا کہ ایک لمحہ ضائع کئے بغیر موہن کو لے کر یہاں سے بھاگ جائے لیکن یہ کام اب اس کے لیے ممکن نہیں رہا تھا کیونکہ رام کمار نے یہاں آتے ہوئے ہر دروازے پر تالا لگا دیا تھا۔

آج دنیا کا طاقتور ترین انسان بن جاؤں گا آج موت کے لیے مجھے شکست کھا جائے گی میں عظیم ہوں میں امر ہوں وہ پاگلوں کی طرح تھمتے لگائے ہوئے کنول کی طرف مڑا تو اسے پریشان دیکھ کر یکدم خنجر ہو گیا۔ کیوں۔ کیوں گھبراہی ہو میری سندر رانی اب تم بھی میری طرح امر ہونے والی ہو اگنی دیوتا کی بھیبت چڑھائی جانے والی ناریوں عام ناریاں نہیں ہوتی تم بھی عام نہیں ہو سہ تیزی سے پتہ چلا جا رہا ہے دیکھو اگنی دیوتا کی آنکھوں میں غور سے دیکھو تمہیں دیکھتے ہی ان میں ہلکی پیاس جاگ اٹھی ہے چلو ایسا کرو اب اس



بچے کو گود سے اتار دو جس کی خواہش ابھی تک تمہارے سو رنگ پہنچنے میں رکاوٹ بنی ہوئی تھی رام کمار نے ناپاک عزائم جان کر کنول دیوی سر سے پاؤں تک کانپ اٹھی اگلے ہی لمحے اس نے روتے ہوئے موبہن کو اپنے گرد اپنے بازؤں کے حصار سے مزید تنگ کر دیا اور باپتی ہوئی کونے میں جا کھڑی ہوئی اس کا جسم پسینے سے شرابور اور ناکھیں خوف سے لڑکھار رہی تھیں تو کیا تم مجھے بھی مار ڈالو گے مجبوری ہے مگر تم نے تو کہا تھا کہ میں تمہیں امر بنادوں گا میں ہمیشہ زندہ رہوں گی ہاں میں اب بھی اپنے وعدے پر قائم ہوں تم ہمیشہ زندہ رہو گی مگر میری یادوں میں ہمیشہ تمہارا احسان مند ہوں گا تم نے آخری لمحے میں میری مدد کی رام کمار نے پرسکون لہجے میں جواب دیا۔

کلک۔ کیا مطلب۔ کنول کے منہ سے یہی نکل سکا۔ احمق ہو تم کنول دیوی میں نے اتنی بڑی بات کہی اور تم نے یقین کر لیا ہاں مجھے اس بات کا افسوس یقیناً ہے کہ تم ناقص ماری جاؤ گی میں زندگی میں تمہارے خوبصورت جسم کا لمس دوبارہ محسوس نہیں کر سکوں گا کیونکہ کتاب میں لکھی تحریر کے مطابق آخری قربانی کے لیے ناری کی قربانی ضروری نہیں بچے کی بھینٹ لازمی ہے لیکن کیا کروں بچے کو حاصل کرنے کے لیے تمہاری مدد حاصل کرنا پڑی کیونکہ مجھے بچوں سے گھن آتی ہے اگر میں اسے اکیلا انخوا کرتا تو اس کا ردنا دھونا ناخوشی سے اٹھانا سب برداشت کرنا پڑتا جو میرے مزاج کا حصہ نہیں ہے اس لیے تمہیں بھی ساتھ لے آیا مسئلہ یہ ہے کہ اب تم یہ راز جان چکی ہو اور راز جاننے کی سزا موت ہے یہی سو سال سے اس تہ خانے کا اصول رہا ہے۔ رام کمار نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا اب اس کا رخ دیوار سے نکلتی ہوئی تلوار کی جانب تھا جس پر جسے انسانی خون کے لوتھرے اسے مزید بھیانک بنا رہے تھے تلوار کو ہاتھ لگاتے ہی رام کمار نے بلند آواز میں منتر پڑھا اور شیطانی مسکراہٹ کے ساتھ واپس پٹنا یہی اس کی زندگی کی بھول ثابت ہوئی کیونکہ اگلے ہی لمحے اس

کی ناکھیں گال پر قیامت ٹوٹ پڑی ضرب اتنی شدت کی تھی کہ رام کمار کے کانوں میں اندھیاں چلنے لگیں اور منتر چیتھ چیتھ میں بدل گیا۔

اس نے فوراً آنکھیں کھولیں تو سامنے کنول دیوی مضبوط لکڑی ہاتھوں میں تھامے دوے وار کی تیار کر رہی تھی میں تجھ شیطانی سے نمٹنا اچھی طرح جانتی ہوں اپنی اور موبہن کی حفاظت کیلئے میں تیرا خون کرنے سے بھی دریغ نہیں کروں گی یہ کہہ کر کنول دیوی نے دوسری مرتبہ لکڑی اٹھائی لیکن رام کمار شدید تکلیف کے باوجود دفاع کے لیے سنبھل چکا تھا اس نے کنول دیوی کا وار وار کٹنے کے لیے تلوار کا استعمال کیا اور نصف لکڑی کٹ کر کونے میں روتے ہوئے موبہن کے سر پر جا لگی جس سے اس کی رونے کی شدت آگئی موبہن کے سر سے خون بہنے لگا جسے دیکھ کر کنول گھبرا گئی اور تیزی سے باقی لکڑی پھینک کر اس کی مدد کے لیے لپکی دوسری طرف کنول دیوی ایک ضرب سے ہی رام کمار کا چہرہ لگاڑ کر رکھ دیا تھا اس کے چہرے پر سوزش نمودار ہونے لگی تھی گال پھٹ جانے کے باعث منہ سے خون جاری ہو گیا تھا اور چند دانتوں کو نقصان پہنچا تھا جسکے باعث شدید درد کی ٹیسس اٹھ رہی تھیں۔ تو تم نے اپنی اصلیت دکھائی دی رام کمار نے اپنی زخم انداز کرتے ہوئے پھر تلوار اٹھائی مگر تم نے مجھے یا مرے بچے کی طرف میلی آنکھ سے دیکھا تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا کنول دیوی نے اسے اپنی جانب بڑھتا ہوا دیکھ کر غرائی منہ کہا تم نے کون ہوگا تم سے برا جس نے ہمیشہ کی زندگی پانے کے لالچ میں سو تیلے بچے کی جان کا سودا کر دیا اور آج جب حقیقت کھلی تو اسی بچے کو پانے کیلئے مجھ پر وار کر دیا آج سچ کہتا ہوں کنول دیوی بہت چیز ہو تم بہت ہی چیز ہو تم بہت بڑی چیز۔

وہ میری غلطی تھی کہ میں تیری باتوں میں آگئی مگر اب ایسا نہیں ہوگا میں اپنے بیٹے پر آج نہیں آنے دوں گی چاہیجان ہی کیوں نہ چلی جائے کنول کے لہجے میں مرنے کا عزم بھٹک رہا تھا تو ٹھیک ہے بیسے تمہاری

مرضی پھر تیار ہو جاؤ مرنے کے لیے ویسے بھی موبہن کی باری تمہارے بعد ہی آتی ہے یہ کہہ کر رام کمار نے شیطانی نعرہ لگایا اور تلوار سے حملہ کر دیا مگر کنول دیوی نے پھرتی سے پہلو بدل کر اس کا وار خالی کر دیا اور موبہن کو اٹھائے ہوئے تیزی سے دروازے کی جانب لپکی تاکہ باہر نکلے کی تدبیر کر سکے مگر یہ اس کی بھول تھی ابھی وہ مشکل کمرے کے وسط میں پہنچی تھی کہ تعاقب کرتے ہوئے رام کمار کی تلوار ہوا کے دبیز پردے کو پھرتی ہوئی نیم دائرے میں گھومی اور جان بچانے کی کوشش میں بھاگتی کنول دیوی کی گردن کٹ کر فٹ بال کی طرح بند دروازے سے جا کر ایا موبہن جو کہ چوٹ لگنے کے بعد مسلسل رونے جا رہا تھا۔

ماں کی گردن تن سے جدا ہوتے دیکھ کر زور سے چیخا اور مارے خوف کے بے ہوش ہو کر کنول دیوی کے مردہ جسم کے ساتھ زمین پر آگرا کنول دیوی کا خاتمہ ہوتے ہی رام کمار نے سکون کا سانس لیا اور بیٹھ کر اپنا پھولا ہوا گال سہلانے لگا سوزش اور درد میں اضافہ ہو گیا تھا کچھ دیر بعد وہ بہت کر کے اپنی جگہ سے اٹھا اور بیہوش موبہن کو اٹھا کر اس چوہرے پر لٹا دیا اور جہاں آگئی دیوتا کو بھینٹ دی جاتی تھی لیکن اچانک کنول دیوی کے مردہ جسم پر نظر پڑتے ہی رام کمار کی پیشانی پر ناگواری کی لکیریں نمودار ہوئیں۔ چوٹ کھانے کے بعد وہ اس کا مردہ جسم دیکھنے کا ردوار بھی نہیں رہا تھا چنانچہ نفرت کے اظہار کے لیے وہ چوہرے سے نیچے اترا اور کنول دیوی کا سر اور دھڑا اٹھا کر آگ میں پھینک دیا اب اس کے پاس وقت تھا اس لیے مزید آرام کرنے کی بجائے جڑے کے درد کو نظر انداز کرتے ہوئے وہ کمرے میں موجود اکلوتی الماری کے سامنے جا کھڑا ہوا لکڑی سے بنی الماری کو کھول کر رام کمار نے اس میں ایک نہایت قدیم اور بوسیدہ کتاب باہر نکالی جس کے پیش تر صفحات پھٹ چکے تھے یہ وہی کتاب تھی جس کی بدولت آج اس عظیم طاقت ملنے والی تھی رام کمار کتاب اٹھا کر واپس مڑا اور موبہن کے پاس

بیٹھ گیا اور منتر پڑھنے لگا۔

دیر تک اٹنی دیوتا کے گن گانے کے بعد اس نے کتاب احتیاط سے چوہرے پر رکھی اور وہی قاتل تلوار اٹھا کر اپنے آخری شکار کے گرد چکر کاٹنے لگا جس سے کنول دیوی کا خون کیا تھا اسکی زبان پر اب بھی چند نامانوس جملے تھے جن کو وہ پر جوش انداز میں بار بار دہرائے چلا جا رہا تھا جسے ہی اس کا تیسرا چکر مکمل ہوا قاتل تلوار ایک مرتبہ پھر وہاں بلند ہوئی اور موبہن کا سر کٹ کر سیدھا گئی کے چرنوں میں جا گرا جبکہ باقی دھڑ چنڈ لمبے پانی سے نکلی ہوئی مچھلی کی طرح پھڑک کر ہمیشہ کے لیے ساکت ہو گیا جب موبہن کی گردن تن سے جدا ہو کر آگئی دیوتا کے چرنوں میں گری تو آگ میں مزید تیزی پیدا ہوئی جو اس بات کی علامت تھی کہ بھینٹ قبول ہو گئی ہے سب ٹھیک ہو رہا ہے یہ اہم مرحلہ بھی خوش اسلوبی سے طے پاتا دیکھ کر رام کمار کے دل خوشی سے جھل اٹھا۔ کامیابی اب صرف چند قدم دور تھی اس نے کلائی پر بندھی گھڑی پر نظر دوڑائی رات کے دس بج رہے تھے اب اسے صرف اپنی آخری تپتیا شروع کرنی تھی جسے رات بارہ بجے ہی آگ سے اس ناری کو ظاہر ہونا تھا جو اس کی امیدوں کو چھوڑی اب تک کیا جانے والا عمل بالکل ٹھیک اور کتاب کے مطابق ثابت ہوا تھا جس کے باعث اس کا ذہن پرسکون تھا اس وقت اگر کوئی اسے پریشانی تھی تو صرف زخم کی جو کنول دیوی کا دیا ہوا آخری تھخ تھا اس کا دل سوچ کر گھبرا ہوا تھا اور منہ سیا بھی تک خون رس رہا تھا۔

رام کمار کو واضح محسوس ہو رہا تھا کہ اس کے تین دانت ٹوٹ چکے ہیں اور ایک کو شدید نقصان پہنچا ہے جس کا نصف حصہ ٹوٹ کر باقی جڑے میں دھنس چکا تھا یہی وہ دانت تھا جو رام کمار کے لیے پریشانی بنا ہوا تھا تہہ خانے میں اس کے پاس درد کی کوئی دوا موجود نہ تھی اور نہ ہی ہدایت کے مطابق وہ طبی امداد کے لیے باہر جا سکتا تھا اس لیے سوائے صبر کے کچھ ممکن نہیں تھا چنانچہ کچھ دیر بے چینی سے پہلو بدلنے کے بعد



وہ ایک بار پھر ہمت کر کے اٹھا اور الاؤ کے قریب مخصوص جگہ پر بیٹھ کر کتاب میں لکھے منتر پڑھنے لگا لیکن درد اب برداشت سے باہر ہوتا چلا جا رہا تھا میں اتنی تکلیف برداشت نہیں کر سکتا مجھے یہاں سے چلے جانا چاہیے ورنہ میں درد سے مر جاؤں گا شدید تکلیف نے اسے کتاب بند کرنے پر مجبور کر دیا اور وہ بڑبڑاتا ہوا گال پر ہاتھ رکھ کر دروازے کی طرف بڑھا نہیں نہیں میں نہیں جاؤں گا اس ایک لمحے کے لیے میرے باپ دادا نے سوسال محنت کی ہے میں درد برداشت کر سکتا ہوں میں موت پر حاوی ہوں اور ہو کر رہوں گا یہ عارضی تکلیف ہے میں اسے برداشت کر لوں گا۔

دروازے تک پہنچ کر اس نے خود کو سمجھایا اور واپس لوٹ آیا تکلیف نے سے نڈھال کر دیا تھا لیکن اس نے ہمت نہ ہاری اور جیسے تیسے تپا ختم کر کے وہیں زمین پر لیٹ گیا اور کرنا بے وقت بند مٹی میں ریت کی طرح پھسلتا رہا اور آخر کار وہ لحد بھی آ گیا جو رام کمار کو دینا بھری خوشی دینے والا تھا تھیک بارہ بجے کمرہ میں زبردست گڑگڑاہٹ پیدا ہوئی اور آگ میں شدت پیدا ہوئی اب دیو کا مت شعلے کمرے کی بلند بالا چھت کو چھونے لگے تھے کچھ ہی دیر بعد جلتی ہوئی لکڑیوں سے ابھرنے والی آگ نارنجی شعلوں میں بد لگئی گئی دیوتا کا دیو کا مت مجسمہ جو اپنے جسم کے لحاظ سے دیکھنے والوں کے لیے دہشت کی علامت تھا اب شعلوں سے غائب ہو چکا تھا اور تیز روشنی نے کمرے میں دل کا ساں پیدا کر دیا تھا ادھر رام کمار تمام تبدیلی سے بے خبر نیم بے ہوشی کے عالم میں زمین پر لوٹ پوٹ ہو رہا تھا جب آگ کی تپش اپنی انتہا کو پہنچ گئی تو شعلوں میں گھرے گئی دیوتا کے جسم کے نیچے بنے چبوترے میں ایک دروازہ نمودار ہوا اور تیز گڑگڑاہٹ سے کھلتا چلا گیا اگلے ہی لمحے آگ کے سمندر سے ایک انسانی وجود نمودار ہوا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا رام کمار کی جانب بڑھا جیسے جیسے وہ آتشی وجود رام کمار کے قریب آتا چلا جا رہا تھا اس کے جسم کے خدو حال واضح ہوتے

چلے جا رہے تھے کچھ ہی دیر میں یہ ادھوری تصویر مکمل ہوئی۔

اب رام کمار کے سامنے ایک خوبصورت عورت بیٹھی ہوئی تھی ایسی حسین جس کے مرمیں جسم میں خون کی طرح گردش کرتے ہوئے آگ کے شعلے صاف دکھائی دے رہے تھے اس کے دیکھتے ہوئے ہونٹوں پر دلفریب مسکراہٹ اور آنکھوں میں ہیروں کی سی چمک تھی جبکہ رام کمار اس سراپا حسن سے بے نیاز درد کی شدت سے پاگل ہو رہا تھا ہو کیا پوچھنا چاہتے ہو عورت نے قریب پہنچ کر شرین مگر بارعب لہجے میں کہا آواز سن کر رام کمار نے یوں چونک کر نظر اٹھائی جیسے اس نازکو پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا تکلیف کی شدت نے اس کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سلب کر لی تھی اور اسے کچھ یاد نہیں آ رہا تھا یہاں تک وہ اپنا مقصد حیات بھی بھول گیا تھا۔

مم۔۔ مم میرے دانت میں شدید درد ہو رہا ہے میں مر رہا ہوں مجھے اس کا علاج بتا دو نہ چاہتے ہوئے بھی یہی الفاظ اس کے منہ سے نکل گئے تھے اسے ذہن کی مدد سے نکال دو۔ درد تھیک ہو جائیگا عورت نے دلفریب مسکراہٹ کے ساتھ مختصر جواب دیا اور خاموشی سے واپس آگ کی جانب لوٹ گئی عورت کا جواب سن کر جیسے ہی رام کمار کو غلطی کا احساس ہوا تو سردی کی تیز لہر جسم کے آر پار ہو گئی وہ اپنا درد بھول کر اٹھ کھڑا ہوا رک جاؤ رک جاؤ آگ کی دیوی میرا سوال یہ نہیں تھا مگر بہت دیر ہو چکی تھی آگ کی دیوی واپس آسمان سے باتیں کرتے شعلوں میں گم ہو چکی تھی اور رام کمار کی فریاد سننے والا کوئی نہیں تھا تمہیں گئی دیوتا کی قسم رک جاؤ مجھے موت کا علاج بتا دو مجھ سے غلطی ہو گئی لیکن دوسری جانب خاموشی رہی رام کمار نے آگ کے سامنے گڑگڑاتے ہوئے ہاتھ رگڑتے ہوئے اپنا سوال کئی بار دہرایا مگر کوئی جواب نہ ملا جس سے اس پر پاگل پن کا دورہ پڑ گیا۔ اگر۔۔ اگر تم باہر نہیں آؤ گی تو میں تمہارے پیچھے آگ کے دریا میں کود پڑوں گا مجھے اپنے

سوال کا جواب چاہیے چاہے انجام کچھ بھی ہو میں اپنی سوسالہ ریاضت یوں ضیعی نہیں ہونے دوں گا میں آ رہا ہوں اور زندگی کا راز جان کر ہی دم لوں گا۔ یہ کہتے ہوئے رام کمار کتاب ہاتھ میں پکڑ کر آگے بڑھا اور اگنی دیوتا کے حق میں شیطانی نعرے لگاتا شعلوں میں کود گیا لیکن آگ کے شعلے اس پر مہربان نہ ہو سکے اور اگلے ہی لمحے کمرہ اسکی گریناک جینوں سے گونج رہا تھا چند گھنٹے بعد سوسال سے روشن آگ کا الاؤ ٹھنڈا ہو گیا وہ شیطانی کتاب جو بے شمار انسانوں کے لیے موت کی وجہ بنی ہوئی تھی جل کر ختم ہو چکی تھی جبکہ موت پر فتح کے خواب دیکھنے والا رام کمار اپنے دیوتا کے چرنوں میں راکھ کے پتلے کی صورت میں نشان عبرت بنا پڑا تھا۔



## ہم کو سو جھی شرارت

اجب کبھی نوٹ کے بکھروں تو بتانا مجھ فرار  
☆ میں تھوڑا بہت ویلڈنگ کا کام بھی جانتا ہوں۔  
اتو چاند مانگے میں چاندے دوں..... تورات مانگے میں رات دے دوں..... تو دل مانگے میں دل دے دوں  
☆ تو جان مانگے..... بس یار بھیک مانگنے کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔  
اہم دوستی میں صورت کو نہیں سیرت کو دیکھتے ہیں فرار  
☆ سچی تو میرے سارے دوست دینگے بچے سے ہیں۔  
ا کچھ اس لئے بھی دوستوں سے رابطہ کم رکھتا ہوں فرار  
☆ جو ملتا ہے کہتا ہے یار گرمی بہت ہے بول تو پلاؤ..... او دوسو سورج نوں اب میں لانی اے۔  
☆..... عقیقہ عندلیب۔ علی پور چٹھہ

## معلومات

اردو کا لفظ سب سے پہلے استعمال 1751ء میں سران الدین آرزو نے کیا۔

دنیا میں سب سے زیادہ بولی جانے والی زبانوں میں دوسرے نمبر پر اردو ہے۔  
آزاد نظم کی ابتدا فرانس سے ہوئی۔  
اردو میں سب سے پہلے غم عبد الحکیم نے لکھی۔  
اردو کا مختصر لفظ آ ہے۔  
اردو شاعری کے لئے اردو زبان کا لفظ اردو زبان کے لئے پہلی بار مصحفی نے استعمال کیا۔  
دنیا میں 2030ء میں شہر میں لوگوں کی آبادی 5 ارب ہو جائے گی۔  
دنیا میں بلند ترین عمارت 108 منزل تائیوان میں ہے۔  
دنیا میں بلند ترین عمارت 112 منزل دوسنی میں ہے۔  
دنیا میں کل بلند ترین عمارت کی تعداد 60 ہے۔  
اس وقت دنیا میں old man بوڑھے آدمیوں کی تعداد 6 ملین ہے۔

☆..... قاضی ایوب خان۔ ایک

## احسان

E اگر کوئی تم پر احسان کرے تو لوگوں کو بتا۔  
E اگر تو کسی پر احسان کرے تو لوگوں سے چھپا۔ (حضرت علیؓ)  
E مدد کرو تو کبھی اس کی آنکھوں میں نہ دیکھنا، ہو سکتا ہے کہ اس کی آنکھوں میں موجود شرمندگی تمہارے دل میں غرور پیدا نہ کر دے۔ (حضرت علیؓ)  
E کتنا بد نصیب ہے وہ انسان جو اپنے والدین کی خدمت کرے اور دعا نہ لے اور اوروں سے کہتا رہے کہ میرے لئے دعا کرنا۔ (حضرت علیؓ)  
☆..... ندیم اقبال قریشی۔ بھر یاروڈ



اب جس کے جی میں آئے وہی روشنی پائے ہم نے تو دل جلا کر سرعام رکھ دیا  
ریاض احمد۔ لاہور





# آئی

ڈاکٹر کھنہ! امید ہے آپ گاؤں میں بھی اپنا فرض پوری طرح انجام دیں گے۔ آپ مطمئن رہیں سر میری طرف سے آپ کو کوئی شکایت نہ ہوگی۔ شکریہ ڈاکٹر کھنہ! بہت کم ڈاکٹر گاؤں میں کام کرنا پسند کرتے ہیں۔ ویسے آپ کو گاؤں میں رہائش کے لئے ڈاک بنگلہ بھی دیا جا رہا ہے۔ آپ اپنی فیملی سمیت وہاں شفقت ہو سکتے ہیں۔ بہت بہت شکریہ سر! اب میں اجازت چاہوں گا۔ ٹھیک ہے۔ بھگوان آپ کی رکھشا کرے۔ آپ جالیے۔ ڈاکٹر کھنہ کی فیملی چند ہی افراد پر مشتمل تھی۔ ایک اس کا چھوٹا بھائی امریش، ایک بیٹی رتنا اس کی بوڑھی ماں مسز راجیش کھنہ اور اس کی بیوی پاروتی اور وہ خود۔ بس یہ کھنہ کی کل فیملی تھی۔ اسے اپنے گاؤں ٹرانسفر ہونے پر کوئی اعتراض نہ تھا۔ اسے بس اپنے کام سے دلچسپی تھی۔ دوسری صبح منہ اندھیرے ہی وہ اپنی فیملی سمیت اپنی گاڑی پر گاؤں روانہ ہو گیا۔ امریش خود بھی ڈاکٹر تھا لیکن وہ جاب نہیں کرتا تھا۔ ابھی وہ کافی عرصے تک زندگی عیش میں گزارنا چاہتا تھا۔ پیسے کی اسے کوئی فکر نہیں تھی۔ اس کا باپ راجیش اپنے پیچھے ایک بڑی جائیداد چھوڑ گیا تھا اور اس کا بھائی بھی کافی دولت کما رہا تھا۔ لہذا راوی چین ہی چین لکھتا تھا۔ گاؤں کی زندگی اسے بھی دل سے پسند تھی۔ لہذا اس نے گاؤں جانے پر کوئی اعتراض نہ کیا تھا۔ تمام راستہ امریش اپنی بیٹی رتنا اور بھائی پاروتی سے ہنس ہنس کرتا رہا۔ دن کے گیارہ بجے وہ گاؤں پہنچے اور ایک آدمی سے ڈاک بنگلے کا پتہ پوچھ کر وہاں جا پہنچے۔ اس گاؤں میں نیا ہسپتال قائم کیا گیا تھا اور کھنہ سے پہلے یہاں کوئی ڈاکٹر نہیں آیا تھا۔ ویسے ڈاک بنگلہ انگریز کے زمانے کا تعمیر شدہ تھا۔ حکومت کی طرف سے ڈاک بنگلے کی صفائی کردی گئی تھی اور اسے پوری طرح صاف کر دیا گیا تھا۔ وہ اپنے ساتھ کچھ سالانہ بھی لائے تھے جسے انہوں نے جلد ہی بنگلے میں سیٹ کر دیا۔ معمولی سالانہ تھا ایک گزیا جو

کھنہ نے اپنے بچپن سے منجھل کر رکھی ہوئی تھی۔ چند جوڑے کپڑے اور رتنا کے کھلونے بنگلے میں سرکاری خدمت گار موجود تھا۔ جو کھانا پکانے سے لے کر کھر صاف کرنے تک ہر کام کرنے پر مامور کیا گیا تھا۔ سب نے اپنے اپنے کمرے منتخب کر لئے جبکہ کھنہ ہسپتال چیک کرنے چلا گیا۔ ایک آدمی سے ہسپتال کا پتہ پوچھنے کے بعد وہ با آسانی وہاں پہنچ گیا۔ ہسپتال میں ایک اور ڈاکٹر اور دو نرسیں موجود تھیں۔ چونکہ راجیش بھی موجود تھا۔ ڈاکٹر کھنہ نے دونوں ڈاکٹرز کو اپنا ٹرانسفر لیٹر دکھایا۔ دونوں نے نہایت خوشدلی سے اس کا استقبال کیا۔ ان میں سے ایک کا نام اجیت اور دوسرے کا نام رام داس تھا۔ نرسیں میں سے ایک کا نام مہاتی اور دوسری کا نام ریلیکا تھا۔ چونکہ راجیش کا نام رنجیت سنگھ تھا۔ دونوں ڈاکٹر کھنہ کے اسٹنٹ کے طور پر مقرر رکھے گئے تھے۔ تھوڑی دیر باتیں کرنے کے بعد کھنہ نے اجازت مانگی اور گھر کی راہ لی۔ گاؤں کے لوگ نہایت خوش اخلاق تھے۔ جو سنی انہیں پتا چلا کہ گاؤں میں ایک بڑا ڈاکٹر آیا ہے وہ اسے ملنے کو دوڑے۔ کبھی کوئی آ رہا ہے اور کبھی کوئی۔ دو دن تک مسلسل ملاقاتی آتے رہے اور پھر آہستہ آہستہ ان کی تعداد کم ہونے لگی۔ کھنہ گاؤں والوں سے بہت متاثر ہوا۔ تیسرے دن سے ڈاکٹر کھنہ نے ڈیوٹی جو ان کر لی۔ تمام گھروالے اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے اور امریش اپنے کام یعنی آوارہ گردی پر لگ گیا۔

رتنا آٹک کمرے میں سوئی تھی۔ اس رات بھی وہ کھانا کھا کر اپنے کمرے میں چلی گئی اور کھلونوں سے کھیلنے لگی۔ رفتہ رفتہ سب گھروالے اپنے اپنے کمروں میں جا کر سو گئے۔ رتنا کافی دیر تک کھلونوں سے کھیلتی رہی۔ پھر وہ کھیل بند کر کے بستر پر لیٹ کر اپنا کپیل اوڑھنے لگی تو اس کی نظر سامنے شوکیں میں پڑی اپنی گزیا پر پڑی۔ وہ دوبارہ



اٹھ کر بیٹھ گئی اور شوکیں سے گزیا نکال لائی۔ گزیا سامنے رکھ کر وہ اس سے معصومانہ باتیں پوچھنے لگیں۔ بچہ تو بچہ ہی ہوتا ہے۔ اسے کسی بھی چیز کی اتنی سمجھ نہیں ہوتی۔ رتنا بھی محسوس نہ کر سکی کہ اس کی گزیا کی آنکھیں معاف ذہن اور جیتے جاگتے انسانوں کی طرح کھل گئی ہیں۔ بجائے خوفزدہ ہونے کے رتنا اس کی کھلی آنکھیں دیکھ کر خوش ہو گئی اور معصومانہ انداز میں دونوں ہاتھ جوڑ کر بولی: "نستے۔ دھتتا۔" گزیا کے ہونٹ وا ہوئے اور ان سے ایک غیر انسانی آواز نکلی۔ فسکار رتنا گزیا کو بولتے دیکھ کر خوش

ہو گئی۔ کیا تم مجھ سے کھیلو گی؟ رتنا نے پوچھا۔ جواباً "گزیا نے اثبات میں سر ہلایا۔ تمہارا نام کیا ہے؟ رتنا نے دلچسپی سے پوچھا۔ اکلی دیوتا تھا۔ گزیا کے منہ سے ایک دفعہ غیر انسانی آواز نکلی۔ رتنا کے پھر کچھ پوچھنے سے پہلے ہی یکایک گزیا کے دونوں بازو فضا میں اٹھے اور رتنا کی گردن کی طرف بڑھے۔ ان کی لمبائی خود بخود بڑھتی جا رہی تھی۔ اس سے پہلے کہ رتنا کچھ سمجھتی گزیا کے دونوں ہاتھ اس کی گردن پر جم گئے۔ گردن پر دباؤ پڑنے ہی رتنا خوفزدہ ہو کر



چھیننے لگی اور گڑیا کے منہ سے غیر انسانی قہقہے اٹھنے لگے۔  
دھتتا" باہر سے دوڑتے قدموں کی آواز سنائی دی اور گڑیا خاموش ہو گئی۔ اس کے دونوں ہاتھ رت کی گردن سے الگ ہو کر دوبارہ اپنی اصل حالت میں آگئے اب وہ پھر ایک عام سی گڑیا بن گئی تھی۔ اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی اور کھنک کی آواز ابھری! کیا ہوا رتا بیٹی دروازہ کھولو۔ دروازہ کھول بیٹی کیوں جیجی تھی؟ پاروتی کی بھی آواز گونجی۔ رتا خوفزدہ انداز میں گڑیا کو دیکھتی ہوئی بستر سے اترتی اور بھاگ کر دروازہ کھول دیا۔ دروازہ کھلتے ہی اس کے باپ نے بے تابی سے اسے اپنی ہانپوں میں اٹھالیا۔ رتا رونے لگی۔ کیا ہوا تھا بیٹی؟ کھنک نے اسے چکارتے ہوئے پوچھا۔ جواباً رتا نے گردن کھما کر خوفزدہ انداز میں بند پر بھی گڑیا کو دیکھا اور پھر اس کی طرف اشارہ کر کے بکھلتے ہوئے بولی! ڈیڈی وہ وہ گڑیا! ہاں بیٹی بولو کیا ہوا تھا گڑیا کو کھنک نے اسے حوصلہ دیتے ہوئے کہا۔ اس کی ماں نے اسے حوصلہ دیا تو وہ بکھلتے ہوئے بولی۔ ڈیڈی وہ گڑیا۔۔۔ لمبے ہاتھ۔۔۔ گڑیا نے مجھے مارا ہے۔ کیا؟ پاروتی اور کھنک کے منہ سے حیرت سے ایک ہی لفظ نکلا۔ بیٹا قہقہا "تم نے کوئی جھباک پہنا دیکھا ہے۔ کھنک نے اسے حوصلہ دیتے ہوئے کہا اور پھر وہ پاروتی سے مخاطب ہو۔ پاروتی! آج اسے اپنے ساتھ سلاؤ۔ لیکن وہ کہتے کہتے پاروتی کی آنکھیں خود بخود جھک گئیں۔ کھنک اس کا مدعا سمجھ کر ہنس پڑا اور پھر اس نے مسکرا کر اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ فکر مت کرو۔ آج رات ہی کی تو بات ہے۔ پاروتی شرا کر دہری ہو گئی۔ دھتتا" پیچھے سے امریش کا ایک بلند قہقہہ بلند ہوا تو دونوں چونک پڑے۔ پاروتی امریش کو مارنے کے لئے دوڑی اور امریش اس کی ٹھکیں اتارنا ہوا بھاگ کھڑا ہوا۔ کھنک کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھرتی۔

امریش نے گاؤں میں اپنا ایک دوست بنالیا تھا جس کا نام انوپ تھا۔ اب اکثر و بیشتر امریش اس کے ساتھ نظر آتا تھا۔ انوپ کمار کے خاندان میں اس کے علاوہ تین افراد تھے۔ اس کے بوڑھے ماں باپ اور اس کی اکلوتی بہن سادھنا۔ ایک دن انوپ امریش کو اپنے گھر والوں سے ملوانے لے گیا۔ انوپ کے گھر والے امریش سے بہت اچھی طرح پیش آئے اور اس کی خوب آؤ بھگت کی۔ انوپ کی بہن سادھنا چائے کے لئے کوئی تو پکلی دھند امریش کی نگاہ اس پر پڑی اور پھر وہ بے اختیار اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔ اسے ہوش تب آیا جس وقت سادھنا نے اپنے

ہاتھوں سے اسے چائے پیش کی۔ امریش نے لڑکھڑاتے ہاتھوں سے چائے کا کپ تھما۔ اس کے بعد وہ ہاتھیں انوپ اور اس کے والدین سے کرتا رہا لیکن اس کا دل دماغ نہیں اور کھو گئے تھے۔ پہلی ہی نظر میں سادھنا کا حسین چہرہ اس کے من کو بھگایا تھا۔ بلاشبہ وہ بھی بھی ایسی ہی۔ گاؤں کے سادھے لباس میں وہ آکاش سے اترتی ہوئی ایسا معلوم ہوتی تھی۔ رات کے ساڑھے گیارہ بج رہے تھے۔ کھنک کی گاڑی تیزی سے اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھی اچانک ڈاکٹر کھنک کو پوری قوت سے گاڑی کے بریک لگانے پڑے۔ کوئی شخص اس کی گاڑی کے سین سامنے دونوں ہاتھ دائیں بائیں پھیلا کر یوں کھڑا تھا جیسے گاڑی کو رکنے کا اشارہ کر رہا تھا۔ ڈاکٹر بنگلے سے گاؤں کی آبادی تھوڑے فاصلے پر تھی اور درمیان میں تھوڑا دیران علاقہ تھا۔ ڈاکٹر کھنک اس وقت اسی جگہ موجود تھا۔ گاڑی رکتے ہی وہ شخص ہاتھ پیچھے کر کے تیزی سے گاڑی کی طرف آیا اور ڈرائیونگ سیٹ کے شیشے پر جھک گیا وہ ایک حسین اور جوان عورت تھی۔ ڈاکٹر کھنک نے چونک کر اسکی طرف دیکھا اور پھر سوالیہ انداز میں کہا جی فرمائیے؟ آپ ڈاکٹر ہیں نا۔ جواباً عورت نے اپنی کھنک دار آواز میں اس سے پوچھا۔ جی ہاں میں ڈاکٹر کھنک ہوں۔ ڈاکٹر صاحب میں بھی جیجی اس وقت آپ کو نہ روکتی لیکن اب مجھے ایک بڑی مجبوری آن پڑی ہے۔ یہ کہتے کہتے اس عورت کی آواز قدرے بھرا سی گئی۔ میں آپ کی کیا مدد کر سکتا ہوں۔ کھنک نے ہمدردی سے پوچھا۔ ڈاکٹر صاحب میری ماں کی طبیعت بہت خراب ہے۔ مجھے لگتا ہے کہ اب وہ زندہ نہیں بچے گی۔ مہربانی کر کے آپ اسے بجائیں ڈاکٹر۔ میرا اس دنیا میں ایک ماں کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ عورت بلکہ لڑکی نے کہا۔ اس کی آواز بھرائی ہوئی تھی اور یوں لگتا تھا کہ وہ کسی بھی لمحے رو دے گی۔ کھنک نے اپنا بریف کیس اٹھایا اور گاؤں سے باہر اٹھ گیا۔ آپ گھبراہٹ میں دیکھتا ہوں۔ کس طرف ہے آپ کا گھر۔ کھنک نے اسے تسلی دیتے ہوئے پوچھا۔ جواباً لڑکی نے تشکر آمیز نظروں سے اس کی جانب دیکھا اور پھر آگے بڑھتے ہوئے بولی۔ آئیے۔ آپ میرے پیچھے پیچھے چلے آئیے۔ ڈاکٹر کھنک خاموشی سے اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ فضا میں ہر طرف گھبراہٹ اور ہولناک خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ یونم کی رات تھی۔ چاند کی سفید روشنی ماحول کو مزید مہر انگیز بنا رہی تھی۔ لڑکی چلتی ہوئی ایک جھوپڑی کے سامنے آکر رک گئی۔

جھوپڑی کچی اینٹوں کی بنی ہوئی تھی۔ لڑکی نے ہاتھ بڑھا کر جھوپڑی کا کھڑی کاروازہ زور سے دھکیلا۔ دروازہ ہلکی چڑچاہٹ کے ساتھ اندر کی جانب کھل گیا۔ لڑکی نے جھوپڑی کے اندر قدم رکھتے ہوئے ڈاکٹر کو اندر آنے کا اشارہ کیا۔ اندر زمین پر ایک چارپائی پڑی ہوئی تھی اور اس پر ایک نہایت بوڑھی عورت لیٹی ہوئی آہستہ آہستہ کراہ رہی تھی۔ لڑکی چارپائی کے نزدیک بیٹھ گئی۔ اس نے اپنا ایک ہاتھ بوڑھی عورت کے سر پر رکھا اور پھر بھرائے ہوئے لمبے میں بولی۔ ماں میں ڈاکٹر کو لے آئی ہوئی۔ اب تم ٹھیک ہو جاؤ گی۔ بوڑھی عورت جواباً خاموش رہی اور بنگلے سے کراہتی رہی۔ ڈاکٹر کھنک نے بڑھیا کا پوری طرح چیک کیا اب اس کا پھر اسے ایک انجکشن لگا کر اٹھ کھڑا ہوا۔ لڑکی نے اس کا بریف کیس اٹھایا۔ ڈاکٹر صاحب! میری ماں ٹھیک تو ہو جائے گی نا۔ بالکل آپ فکر مت کیجئے معمولی بخار ہے۔ یہ جلد ہی پوری طرح صحت یاب ہو جائیں گی۔ کھنک نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ لڑکی جھوپڑی کے دروازے تک کھنک کے ساتھ آئی۔ ایک عجیب بات یہ تھی کہ جھوپڑی کے ارد گرد دور تک اور کوئی مکان نہ تھا لیکن کھنک نے اس بات پر کوئی توجہ نہ دی تھی۔ جھوپڑی کے دروازے پر آکر دونوں رک گئے۔ لڑکی نے بریف کیس کھنک کے حوالے کیا اور کھنک نے بریف کیس تمام کر آگے بڑھ گیا۔ لڑکی دروازے پر ہی کھڑی رہی کھنک نے گاڑی کے قریب پہنچ کر گاڑی کا دروازہ کھولا اور بریف کیس ڈرائیونگ سیٹ کے ساتھ والی سیٹ پر رکھ کر خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ گاڑی اشارت ہو کر جوئی آگے بڑھی۔ جھوپڑی کے دروازے پر کھڑی لڑکی پاگلوں کی طرح قہقہے لگانے لگی۔ اس کی قہقہوں کی آواز غیر انسانی اور جیجی ہوئی سی تھی۔ حیرت ناک بات یہ تھی کہ ڈاکٹر کھنک نے اس کے قہقہوں کی آواز بالکل سمجھ نہ سکی تھی۔ وہ اپنی دھن میں گاڑی کو اپنی منزل کی طرف بڑھاتے لئے جا رہا تھا۔

امریش نے محسوس کیا کہ سادھنا بھی اس میں دلچسپی لے رہی ہے۔ وہ مسرت سے پھول گیا۔ جب امریش نے سادھنا پر اپنی محبت ظاہر کی اور شادی کا عندیہ لیا تو سادھنا شرا کر بھاگ گئی۔ امریش خوشی سے ناچ اٹھا۔ اسی شب اس نے اپنی ماں سے اپنی شادی کی بات کی۔ اس کی ماں یہ سنتے ہی خوشی سے کھل اٹھی۔ وہ تو کب سے امریش کی شادی کی خواہش مند تھی لیکن امریش اسے مانا آ رہا تھا۔ اب جب امریش نے خود اپنی شادی کی بات چھیڑی تو اس

کی ماں خوشی سے ساتویں آسمان پر اڑنے لگی۔ جلد ہی یہ خبر سارے گھر میں پھیل گئی اور پاروتی کو امریش کو چھیننے کا سنہری موقع ہاتھ آ گیا۔ طے یہ پایا کہ دوسری صبح کھنک ہسپتال نہیں جائے گا اور کل وہ سب انوپ کے گھر رشتہ مانگنے جائیں گے۔ امریش نے تارے گن گن کر رات گائی۔ صبح تیار ہو کر گاڑی میں ایوب کے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ انوپ کے گھر والوں نے ان کا بہت اچھا استقبال کیا۔ اور انہیں اپنی بیٹھک میں بٹھا کر چائے سے خاطر تواضع کی۔ مزرا جیش کھنک نے امریش اور سادھنا کی شادی کی بات چھیڑ دی۔ بہن جی ہمیں تو کوئی اعتراض نہیں ہے آپ لوگ بہت اچھے ہیں۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ یہ لوگ واقعی بہت اچھے ہیں اور امریش تو اچھی طرح میرا دیکھا بھلا ہے۔ جوئی سادھنا کے ماں باپ نے رضامندی ظاہر کی تو سب کے چہرے کھل اٹھے۔ شادی کی تاریخ طے کی گئی۔ سب سے زیادہ خوشی امریش کو تھی اور پھر یونم کی ایک حسین رات کو سادھنا کھنک خاندان کی بہن کران کے گھر میں آئی۔

کھنک کی عادت تھی کہ وہ رات کو ہسپتال سے گھر آکر ڈرائیونگ روم میں بیٹھ کر تھوڑی دیر مطالعہ کرنا۔ پاروتی اپنے کمرے میں اس کا انتظار کرتی رہتی تھی۔ اب وہ اس کے معمول کی عادی ہو گئی تھی۔ بھی بھی کھنک کو مطالعہ میں زیادہ دیر ہو جاتی تو پاروتی سو جاتی تھی۔ آج کھنک دس بجے ہی گھر پہنچ گیا۔ عموماً وہ گیارہ بجے تک گھر آتا تھا۔ رات کا کھانا وہ ہسپتال میں ہی کھاتا تھا۔ گاڑی کا بارڈن سنتے ہی چوکیدار نے گیٹ کھول دیا اور کھنک نے گاڑی لے جا کر پورچ میں روک دی۔ حسب معمول کھنک نے اپنے کپڑے تبدیل کئے اور ڈرائیونگ روم کے صوفے پر موٹی جلد والی ایک کتاب لے کر بیٹھ گیا۔ دھتتا" کمرے میں آہٹ سی ہوئی۔ کھنک نے چونک کر سر اٹھایا اور اوپر اوپر دیکھا۔ کچھ بھی نہ تھا۔ کھنک نے کتاب میز پر رکھی اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ اپنے کمرے میں جانا چاہتا تھا لیکن پھر کچھ سوچ کر ڈرائیونگ روم کی کھڑکی کے پاس آکر کھڑا ہو گیا۔ یہ کھڑکی باہر کی طرف کھلتی تھی۔ کھنک نے کھڑکی کے پٹ کھول دیے اور باہر دیکھنے لگا۔ باہر دور دور تک سناٹا اور وحشت برس رہی تھی۔ اچانک ڈاکٹر کھنک کو اس رات والا واقعہ یاد آیا جب اسے کسی لڑکی نے آتے وقت روک لیا تھا۔ اس کے بعد وہ دوبارہ اس طرف نہ گیا تھا۔ اس نے دل میں عہد کیا کہ وہ



ضرور اس طرف جانے لگا۔ کچھ دیر بعد کھٹے نے کھڑی بند کی اور پیچھے مڑا۔ پیچھے مڑنے ہی وہ حیرت اور خوف سے اچھل پڑا۔ اس کی نگاہ ڈرائنگ روم کی سیٹ دیوار پر لگی ہوئی تھی۔ وہ خوف سے ساکت ہو گیا تھا۔ ڈرائنگ روم اس سیٹ دیوار پر بجائے کہاں سے ایک دروازہ نمودار ہو گیا تھا۔ دروازہ ٹکڑی کا تھا اور اس پر سفید رنگ کیا گیا تھا۔ دروازے کے عین درمیان "سورج دیوتا" کی ایک بڑی مہر نصب تھی۔ چند لمبے ساکت کھڑا کھٹے اس دروازے کو دیکھتا رہا پھر وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا دروازے کے قریب آ کر رک گیا۔ دروازے پر کوئی کنڈی وغیرہ نہ تھی۔ کھٹے نے دروازے کو زور سے دھکیلا۔ دروازہ ایک ہیمپک چرچاہٹ کے ساتھ اندر کی طرف کھل گیا۔ اندر گھب اندھیرا تھا۔ کھٹے نے چند لمبے کچھ سوچا اور پھر صوفے کے ساتھ بڑے شوکیں کے دراز سے ایک بڑی ٹارچ اٹھالیا۔ ٹارچ کی مدد میں روشنی نے کمرے کے ماحول کو ذرا روشن کر دیا۔ ہر طرف کڑی کے جالے لٹک رہے تھے۔ کھٹے نے اپنا دل مضبوط کیا اور کمرے کے اندر داخل ہو گیا۔ جالے ہٹا ہوا وہ آگے بڑھتا چلا گیا۔ آگے ٹھوڑی جگہ جالوں سے آزاد تھی۔ کھٹے وہاں کھڑا ہو گیا اور ٹارچ کی روشنی میں ارد گرد کا جائزہ لینے لگا۔ دائیں طرف کی دیوار پر ٹارچ کی روشنی پڑنے ہی کھٹے چونک پڑا۔ دیوار پر کسی لڑکی کی ایک بہت بڑی تصویر نقش ہوئی تھی۔ کھٹے آہستہ آہستہ چلتا ہوا تصویر کے نزدیک جا کر رک گیا اور غور سے اسے دیکھنے لگا۔ "معا" اسے یوں محسوس ہوا کہ جیسے اس نے یہ تصویر والی لڑکی پہلے بھی کہیں دیکھی ہوئی ہے۔ اس نے اپنے دماغ پر زور دیا تو اسے یاد آ گیا کہ اس نے اس لڑکی کو پہلے کہاں دیکھا ہے۔ لیکن یہ یاد آتی ہی خوف سے اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور اسے اپنے پورے جسم میں خوف کی ایک سرد لہر سی دوڑتی ہوئی محسوس ہوئی۔ یہ وہی جھونپڑی والی لڑکی تھی۔ اچانک کھٹے کو اپنے نیچے زمین پر کچھ کرنے کی آواز سنائی دی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے پانی کے قطرے ٹپ ٹپ کی آواز کے ساتھ زمین پر گر رہے ہوں۔ کھٹے نے چونک کر زمین کی طرف دیکھا تو اسے کچھ بھی نہ نظر آیا مگر آواز مسلسل آ رہی تھی۔ غیر ارادی طور پر ہی کھٹے کی نگاہیں تصویر کی طرف اٹھ گئیں اور وہ خوف سے اچھل کر کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔ تصویر کے منہ سے دو لمبے اور نوکیلے دانت باہر کی طرف جھانک رہے تھے۔ ان دانتوں سے خون کے بڑے سرخ قطرے زمین کی جانب ٹپک

رہے تھے لیکن زمین پر کچھ بھی نہ تھا۔ کھٹے نے ٹارچ کی روشنی وہاں سے ہٹائی اور سامنے کے رخ پر ڈالی۔ سامنے ایک اونچا چوڑا سا بنا ہوا تھا۔ یکایک بجائے کہاں سے گہرے سفید رنگ کا دھواں سا بھرا اور چوڑے پر انکشاف ہونے لگا۔ کھٹے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر یہ منظر دیکھنے لگا۔ چوڑے پر ہر طرف دھواں ہی دھواں بکھرا ہوا تھا۔ جلد ہی اس دھواں نے سمٹ کر ایک ہیمپک روپ دھار لیا۔ دھواں "فضا میں ہولناک قہقہے کو گونجنے لگے اور ساتھ ہی کھٹے چیخا ہوا کمرے سے باہر بھاگا۔ کمرے سے باہر آ کر وہ زمین پر گر پڑا۔ اسے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دی اور پھر اس کے سامنے اس کی بیوی اور بھائی نمودار ہوئے۔ کیا ہوا۔ آپ کیوں چیخ رہے تھے۔ پاروتی نے گہرا کر زمین پر پڑے کھٹے پر جھلٹے ہوئے کہا۔ "ہوا" کھٹے نے اپنی گردن پیچھے دیوار کی طرف گھمائی۔ وہاں سیٹ دیوار تھی۔ کھٹے نے اپنے دل میں درد کی ایک تیز لہر سی اٹھتی محسوس کی۔ اس نے تڑپتے ہوئے دیوار کی طرف اشارہ کر کے کچھ کہنا چاہا لیکن اس کا دماغ آدھ کیوں میں ڈوب گیا۔ بیٹھ بیٹھ کے لئے۔ پاروتی اس کے تڑپنے پر رونے لگی تھی اور دونوں ہاتھوں سے اسے سمجھوڑ رہی تھی۔ امریش نے بھائی کو پیچھے کیا اور پھر بھائی کے ساتھ جسم کے پاس بیٹھ گیا۔ اس نے کھٹے کی بے جان کھائی اپنے ہاتھ میں تھامی ہی تھی کہ اس کے منہ سے بلند آواز میں "میں نکلا اور وہ پاگلوں کی طرح رو پڑا۔ وہ کھٹے کے بے جان جسم پر ہی ڈسے سا گیا تھا۔

کھٹے کی موت کھٹے کے خاندان پر قیامت بن کر اترتی تھی۔ پاروتی نے رو رو کر اپنا برا حال کر لیا۔ سبھی گاؤں والے ان کے اس دکھ میں شریک تھے۔ امریش بھی کافی دنوں تک بولایا بولایا پھر تار پل۔ آخر کار وقت کے مرہم سے کھٹے کی جدائی کے زخم مندمل ہونے لگے۔ کھٹے کی بوڑھی ماں بھی رو رو کر چپ ہو رہی۔ آہستہ آہستہ زندگی دوبارہ اپنے پہلے رو بہ آتی چلی گئی۔ امریش نے کھٹے کی جگہ نوکری کی درخواست دی جو قبول کر لی گئی اور امریش اسی گاؤں کے ہسپتال میں بطور سینئر ڈاکٹر تعینات کر دیا گیا۔ پاروتی اب زیادہ تر خاموش رہتی تھی۔ بھانے اس گھرانے کو کسی کی نظر کھائی تھی۔ ابھی کھٹے کی موت کو دو ماہ بھی نہ ہوئے تھے کہ اس گھرانے پر ایک اور قیامت ٹوٹ پڑی۔

مسز امریش کھٹے کو اپنے بیٹی امریش سے حد سے زیادہ محبت تھی۔ دونوں نے محبت کی شادی کی تھی۔ جب

امریش کھٹے کا دیہانت ہوا تو مسز امریش کھٹے شدت غم سے پاگل سی ہو گئی تھیں۔ انہیں نہ کھانے کا ہوش تھا اور نہ پینے کی فکر۔ دو سال بعد آخر کار ان کا غم کافی حد تک ختم ہو گیا اور انہوں نے خود کو سنبھال لیا۔ انہیں اپنی اولاد کی بھی دیکھ بھال کرنی تھی۔ مسز امریش کھٹے نے اپنے بستر کے سرہانے دیوار پر اپنی بیٹی کی ایک بہت بڑی تصویر فریم کروا کے ٹانگ رکھی ہوئی تھی جو ان کی امریش کھٹے سے محبت کا ثبوت تھا۔ اس ڈاکٹر بچکے میں بھی مسز امریش کے بیٹے کے سرہانے دیوار پر امریش کی تصویر لٹکی ہوئی تھی۔ رات کے کیارہ بجے کا وقت تھا۔ چار سو ہولناک سناٹا طاری تھا۔ بچکے کے ارد گرد کے دیران علاقے پر وحشت برس رہی تھی۔ ابلوں کی ہیمپک رات تھی۔ کالے سیاہ بادلوں نے چاند کو پوری طرح ڈھک لیا تھا اس علاقے میں گیدڑوں کی بہتات تھی کبھی کبھی کمرے کے سامنے میں گیدڑوں کے چیخنے کی آوازیں دل کو دہلا کر رکھ دیتی تھیں۔ مسز امریش کھٹے اس وقت اپنے بیڈ روم میں اپنے بیٹی کی تصویر کے سامنے کھڑی تھیں۔ ان کی آنکھوں میں آنسو تھے اور وہ تصویر سے باتیں کر رہی تھیں۔ رشی! مجھ پر تو قیامتیں ہی نوٹی پڑ رہی ہیں۔ مسز امریش نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ پہلے تم نے ساتھ چھوڑا اور پھر تیرا بیٹا بھی مجھے بیشک کے لئے چھوڑ دیا۔ میں بہت ٹوٹ گئی ہوں۔ "معا" مسز امریش کو ایک عجیب سا احساس ہوا۔ اس نے غور سے تصویر کی آنکھوں کی طرف دیکھا اور پھر حیرت سے ان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ بات حیرت ہی کی تھی۔ تصویر کی آنکھیں بالکل زندہ انسان کی طرح انہیں کھور رہی تھیں اور پھر ایک اور حیرت انگیز بات ہوئی۔ تصویر کے بال تیزی سے بڑھنے شروع ہو گئے۔ یکایک زور سے بادل گرے اور وقفے وقفے سے آسمانی بجلی لگنے لگی۔ مسز امریش خوفزدہ ہو کر پیچھے ہٹنے لگیں لیکن اسی وقت تصویر کے تیزی سے لمبے ہوتے بالوں نے ان کی گردن کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ مسز امریش کا دم کھٹے لگا اور بے اختیار وہ چیخ چیخ کر اپنے ناواقف ہاتھوں سے بالوں کو اپنی گردن سے دور کرنے کی کوشش کرنے لگیں۔ ادھر آسمانی بجلی بار بار زمین کی طرف لپک رہی تھی۔ تیز ہوا کے جھونکوں سے الماریوں کے پردے زور زور سے پھڑپھڑا رہے تھے۔ اچانک باہر سے دوڑتے قدموں کی آواز سنائی دی۔ اور پھر امریش کی آواز گونجی کیا ہوا ماں جی۔ دروازہ کھولیں۔ کیا ہوا ہے۔ آپ کیوں چیخ رہی ہیں۔ عین اسی وقت مسز امریش کی چیخیں بند

ہو گئیں۔ تصویر کے بالوں نے ان کا گلا گھونٹ کر انہیں مار دیا تھا۔ تصویر دوبارہ اپنی اصلی حالت میں واپس آ گئی۔ ادھر امریش چیخ چیخ کر انہیں دروازہ کھولنے کا کہہ رہا تھا۔ پاروتی اور رشی بھی مسز امریش کو پکارنے لگیں۔ جب کوئی رد عمل نہ ہوا تو امریش نے دروازے کو زور زور سے دھکے دے دے کر دروازہ توڑ دیا۔ اندر داخل ہوتے ہی اس کی نظریں اپنی ماں کے بے جان جسم پر پڑی جو اس کے بیڈ کے ساتھ ہی پڑا ہوا تھا۔ ادھر پاروتی اور رشی بھی اندر داخل ہو گئیں۔ امریش تیزی سے اپنی ماں کی طرف بڑھلا۔ آسمانی بجلی زور سے گڑی اور امریش کے حلق سے ایک زوردار چیخ نکلی۔ وہ لہر لہر کر پیچھے زمین پر گر گیا اور بے ہوش ہو گیا۔

سارا گاؤں حیران تھا کہ آخر اس پر یوار کو کس کی نظر کھائی ہے۔ پہلے کھٹے اور پھر مسز امریش کھٹے دونوں یکدم ہی اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے مطابق موت سانس گھٹنے کی وجہ سے ہوئی تھی اور مسز امریش کھٹے کو گلا گھونٹ کر ہلاک کیا گیا تھا۔ سلاحتہ اور پاروتی رو رو کر تذہ حال ہوئی جا رہی تھیں۔ امریش کا حال سب سے برا تھا۔ وہ پاگلوں کی طرح ہر ایک سے کتا! تم لوگ یہاں کیوں آئے ہو۔ یہاں کسی کا دیہانت نہیں ہوا۔ دیکھ میری ماں میرے لئے بھونچا تیار کر رہی ہے۔ سارا گاؤں ان کے دکھ پر دھکی تھا۔ تقریباً سبھی نے مسز امریش کھٹے کے انتم سزاگار (آخری رسومات) میں شرکت کی۔ ماں کی چٹا کو آگ لگاتے ہوئے امریش دھڑائیں مار مار کر رونے لگا۔

وقت سب سے بڑا مرہم ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ ہر زخم بھرتا جاتا ہے۔ وقت کے مرہم نے آخر کار ان کے زخم بھی مندمل کرنے شروع کر دیے۔ لیکن کچھ زخم ایسے ہوتے ہیں جو بظاہر تو بھر جاتے ہیں لیکن اندرونی طور پر یہ زخم کبھی نہیں بھرتے۔ کھٹے اور مسز امریش کھٹے کی موت بھی اس خاندان کے لئے ایسا ہی زخم بن گئی تھی۔ کچھ دن گزرنے کے بعد لوگوں کی آمد و رفت ختم ہو گئی۔ اب گھر میں ہر وقت ایک دیران سناٹا چھایا رہتا تھا۔ پورا گھر بھائیں بھائیں کرتا رہتا تھا۔ ایک ماہ بعد امریش دوبارہ ہسپتال جانے لگا۔ زندگی دوبارہ سے اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہو گئی۔

امریش اپنے آفس میں بیٹھا کچھ فائلوں کا کام نشتا رہا تھا کہ یکدم دروازہ پوری قوت سے کھلا اور مردہ خانے کا انچارج رنجیت پانڈے گھبرا ہوا اندر داخل ہوا۔ اس کا



سائنس تیزی سے چل رہا تھا اور چہرے پر ہوا بیاں اڑ رہی تھیں۔ امریش نے ناکواری سے اسے دیکھا اور پھر فائل بند کر کے اس سے مخاطب ہوا کیا تمہارے پیچھے کتے لگے ہوئے تھے؟ امریش نے اسکی طرف دیکھتے ہوئے طنز پر انداز میں کہل س، س، س وہ مردہ خانہ میں ایک مردہ زندہ ہو گیا ہے۔ وہاں ناسنس! کیا تم نے آج زیادہ چڑھالی ہے جو یوں ہلکی ہلکی باتیں کر رہے ہو۔ صاحب یقین کیجئے میں مردہ خانے کا چکر لگا رہا تھا۔ مردہ خانے سے باہر نکلے ہوئے مجھے اپنے پیچھے آہٹ سی محسوس ہوئی۔ میں نے گھبرا کر پیچھے دیکھا تو میرے روٹنے کھڑے ہو گئے۔ سر یقین کیجئے۔ نیا آنے والا مردہ میرے پیچھے کھڑا مجھے اپنی سفید آنکھوں سے گھور رہا تھا۔ میں نے خوفزدہ ہو کر وہاں سے دوڑ لگائی اور سیدھا آپ کو بتانے گیا۔ اس نے تمہیں مدد کے لئے بلانے کی کوشش کی ہوگی اور تم خوفزدہ ہو کر میرے پاس بھاگ آئے ہو گے۔ امریش نے تجزیہ کرتے ہوئے کہل سر میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ آپ خود چل کر دیکھ لیں۔ رنجیت نے شرمندہ سی آواز میں کہل امریش اپنی کرسی سے اٹھا اور رنجیت کے ساتھ مردہ خانے کی طرف چل دیا۔ بہت زیادہ گرمی تھی۔ دوپہر کے دوپہر کا وقت ہو گیا۔ ہسپتال میں مریضوں کی تعداد نہایت کم تھی۔ تمام عملہ اپنے اپنے کنڈیشنڈ کمروں میں مقید تھا۔ مردہ خانے کے سامنے پہنچ کر دونوں رک گئے۔ رنجیت نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا اور پھر دونوں اندر داخل ہو گئے۔ برف کی سی ٹھنڈک نے دونوں کا استقبال کیا۔ امریش نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے رنجیت کو مخاطب کر کے کہا کہاں ہے مردہ! مجھے تو ادھر کچھ بھی نظر نہیں آ رہا۔ سر وہ مردوں کی پکی قطار میں بائیں طرف والا پہلا مردہ۔ رنجیت نے تمام مردوں کو دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ امریش اس کے بتائے ہوئے مردے کی جانب بڑھ گیا اور پھر اس کے پاس ہی زمین پر بیٹھ گیا۔ یہ ایک ادھیڑ عمر مرد کا مردہ تھا۔ امریش نے اس کے دل کی جگہ پر ہاتھ رکھا۔ دل ساکت تھا۔ پھر اس نے اس کی کھائی ٹوٹی۔ اس کی نبض بھی ساکت تھی۔ امریش نے خونی ٹنگوں سے رنجیت کو دیکھا اور کہا اب اگر تم نے ہسپتال کے ٹائم میں شراب پی تو مجھ سے برا کوئی نہ ہو گا۔ رنجیت نے اسے بہت یقین دلانے کی بہت کوشش کی لیکن امریش تیزی سے اٹھ کر باہر کی طرف بڑھ گیا۔ رنجیت بھی خوفزدہ ہو کر ادھر ادھر دیکھا ہوا باہر نکل گیا۔ اسے مردہ خانے سے خوف محسوس ہو رہا تھا۔ امریش گھر جانے کے لئے کرسی سے اٹھا ہی تھا کہ

چڑھائی نے آکر اسے امیر جیسی کی اطلاع دی۔ امریش نے اپنے فرض سے مجبور ہو کر گھر جانے کا ارادہ ترک کر دیا اور امیر جیسی روم کی طرف بڑھ گیا۔ اسے آنے والے مریض کا تعین کرنا پڑا۔ آخر کار دو گھنٹے بعد آپریشن ختم ہوا اور وہ مریض کے عزیزوں کو آپریشن کی کامیابی کی خبر دیتے ہوئے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ کمرے میں پہنچ کر اس نے اپنا بریف کیس اٹھایا اور گھر کے لئے روانہ ہو گیا۔ رات کے نو بج رہے تھے۔ پاروٹی اور رتنا سوچکی تھیں۔ ساوھتا ابھی تک جاگ رہی تھی۔ وہ اور امریش دونوں رات کا بھوجن اٹھتے کھاتے تھے۔ ساوھتا نے امریش کو کھانا دیا اور خود بھی کھانا کھانے لگی۔ وہ دونوں ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کھانا کھا کر ساوھتا نے برتن سمیٹے۔ امریش نے ساوھتا کو ہدایت کی کہ وہ جا کر بیڈ روم میں سو جائے وہ ابھی تھوڑی دیر میں آتا ہے۔ ساوھتا سر ہلا کر وہاں سے چلی گئی۔ امریش نے کتابوں کے ریک میں سے ایک کتاب منتخب کی اور صوفے پر بیٹھ کر اسے پڑھنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے کتاب بند کی اور اسے ریک میں رکھ کر خود کھڑکی کی طرف بڑھ گیا۔ یہ کھڑکی باہر کی طرف کھلتی تھی۔ کھڑکی کھول کر وہ چند لمحوں کے باہر بھاگتا رہا۔ فضا پر ہولناک سناٹا اور سکوت طاری تھا۔ چاند کی چاندنی مائل کو مزید حرائیگر بنا رہی تھی۔ ایک دور کہیں سے الو کے بولنے کی آواز ابھری اور خاموشی کے گہرے حصار کو توڑتی ہوئی دور تک گونجتی چلی گئی۔ امریش نے چونک کر کھڑکی بند کی اور پیچھے مڑا۔ اس کی نظر سامنے ڈرائنگ روم کی سپاٹ دیوار پر پڑی اور وہ حیرت سے اچھل پڑا۔ امریش نے بار بار زور زور سے اپنی دونوں آنکھیں ملیں اور سامنے دیکھا کہ آیا یہ حقیقت ہے یا وہ کوئی پناہ دیکھ رہا ہے۔ وہ ایک حقیقت ہی تھی۔ دیوار پر نچلے کہاں سے سفید رنگ کا لکڑی کا چھوٹا سا دروازہ نمودار ہو گیا تھا۔ دروازے کے عین وسط میں ”سورج دیوتا“ کی ایک بڑی مرنے لگی تھی۔ امریش دھڑکنے دل کے ساتھ دروازے کی سمت بڑھا۔ دروازے کے قریب جا کر وہ رک گیا۔ دروازے پر کہیں کوئی لاک وغیرہ نہیں تھا۔ امریش نے دروازے کو زور سے اندر کی جانب دھکیلا۔ دروازہ ایک ہلکی چڑچڑاہٹ کے ساتھ پوری طرح کھل گیا۔ امریش نے اندر جھانکنے کی کوشش کی لیکن اندر گہرا اندھیرا تھا۔ اسے کچھ بھی نہ نظر آیا۔ کچھ سوچ کر وہ شوکیں کے ریک میں پڑی نارنجی اٹھایا اور نیچے کمرے کے باہر رک کر اس کی روشنی اندر بھینکنے لگا۔ نارنجی کی

روشنی نے کافی حد تک اندھیرا دور کر دیا لیکن ابھی بھی اندر کا کافی حصہ نگاہوں سے اوجھل تھا۔ امریش کمرے کے اندر داخل ہو گیا۔ کمرے سے سین زہ ہوا کے جھجکے اٹھ رہے تھے۔ ہر طرف کڑی کے بڑے بڑے جالے زمین تک لٹک رہے تھے۔ امریش جالے بناتا ہوا نارنجی کی روشنی کی رہنمائی میں آگے بڑھنے لگا۔ کچھ دور جا کر جالے ختم ہو گئے اور امریش وہیں رک کر نارنجی کی روشنی میں ارد گرد کا جائزہ لینے لگا۔ دائیں طرف والی دیوار پر نارنجی کی روشنی ڈالتے ہی امریش چونک پڑا۔ دیوار پر کسی انسان کی ایک بہت بڑی تصویر لٹکی ہوئی تھی۔ تصویر پر گرد کی کھری تہہ جی ہوئی تھی۔ امریش آہستہ آہستہ چلتا ہوا تصویر کے قریب جا کر رک گیا۔ اس نے ہاتھوں سے تصویر پر جی ہوئی گرد کی تہہ ہٹائی آہستہ آہستہ تصویر کے خدوخال نمایاں ہونے لگے۔ یہ کسی عورت کی تصویر تھی۔ امریش نے نارنجی کی روشنی مزید ادھر ادھر ڈالی تو اسے کمرے کے سامنے والی دیوار پر ایک چوترا سا باند کھائی دیا۔ چوترا کے ساتھ ہی ایک جھولا باندھا ہوا تھا۔ سب کچھ دیکھنے کے بعد امریش کمرے سے باہر جانے کے لئے دروازے کی طرف مڑا اور آہستہ آہستہ چلنے لگا۔ دھننا! اس کا پاؤں کسی چیز سے ٹکرایا۔ اس نے جلدی سے نارنجی کی روشنی زمین پر ڈالی تو حیرت زدہ ہو گیا۔ زمین پر ایک بڑی نارنجی بڑی ہوئی تھی۔ امریش نے وہ نارنجی اٹھائی اور غور سے اسے دیکھنے لگا۔ نارنجی ہی معلوم ہوتی تھی لیکن اس پر گرد پڑی ہوئی تھی۔ اچانک امریش کو اپنے پیچھے سے کسی چیز کی کھڑکھڑانے کی آواز سنائی دی۔ امریش نے گھبرا کر پیچھے مڑا اور نارنجی کی روشنی میں ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ پرانے لکڑی کے جھولے پر روشنی پڑتے ہی امریش حیرت و خوف سے اچھل پڑا۔ جھولے پر کوئی بیٹھا ہوا تھا۔ امریش کی طرف اسکی پشت تھی۔ جھولا تیزی سے آگے پیچھے بھول رہا تھا۔ خدوخال سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ کوئی عورت تھی۔ امریش کا دل خوف سے دھڑکنے لگا۔ وہ تیزی سے باہر کی جانب لپکا۔ اپنے پیچھے اسے ہولناک قہقہے ابھرتے سنائی دیئے لیکن وہ ہر تیز سے بے نیاز ہو کر تقریباً ”گھاگھا“ کمرے سے باہر آ گیا۔ اس کے باہر آتے ہی دروازہ بھیانک چڑچڑاہٹ کے ساتھ دوبارہ بند ہو گیا اور پھر دروازہ وہاں سے غائب ہو گیا۔ امریش نے کمرے سے باہر آکر سکھ کا سانس لیا۔ دونوں ٹارچیں اس کے ہاتھ میں تھیں۔ امریش نے روشنی میں کمرے سے برآمد ہونے والی نارنجی کا بغور جائزہ

لیا تو حیرت سے اچھل پڑا۔ ارے یہ تو کھنڈی کی نارنجی ہے لیکن یہ اندر کس طرح جا پہنچی۔ امریش نے حیرت سے سوچا۔ اس کے دماغ میں کوئی بات کھنڈے لگی۔ امریش نے دماغ پر زور دیا تو اسے یاد آیا کہ کھنڈے نے اپنی موت سے قبل اس دیوار کی طرف اشارہ کر کے کچھ کہنا چاہا تھا لیکن موت نے اسکو اتنی مہلت نہ دی تھی۔ یہ یاد آتے ہی امریش کے دماغ میں کھنڈی کی موت کی وجہ واضح ہو گئی۔ یقیناً ”کھنڈے“ بھی اس عجیب دروازے کو کھول کر اندر چلا گیا ہو گا اور پھر اندر کچھ ایسے واقعات پیش آئے کہ وہ باہر آکر دہشت سے حرکت قلب بند ہونے کی وجہ سے مر گیا۔ ویسے پوسٹ مارٹم کی رپورٹ نے بھی کھنڈی کی موت کی وجہ دل کا شدید درد بتائی تھی۔ امریش کو یقین ہو گیا کہ ضرور اس گھر میں کوئی بری آتما کھسی ہوئی ہے۔ اسے اپنی ماں کی موت کی وجہ بھی یہی بری آتما تھی۔ ورنہ کسی کو ان سے کیا دشمنی ہے ان کی موت کے وقت تو کمرے کے سارے دروازے کھڑکیاں بند تھیں۔ پھر بھلا کون اندر آکر ان کا گلا گھونٹ سکتا تھا۔ امریش وقتی طور پر دہشت زدہ ہو گیا لیکن پھر وہ پرسکون ہو گیا۔ اس نے اس مسئلے سے نمٹنے کے لئے کسی ساوھ سے بات کرنے کا ارادہ کیا اور پھر اپنے بیڈ روم میں سونے کے لئے چلا گیا جہاں ساوھتا اس کے انتظار میں سوچکی تھی۔

اوم خستے وائے! اوم بھیرا اوم بھروان.... لکڑی کی چوکی پر بیٹھا ہوا بوڑھا پنڈت آنکھیں بند کئے مسلسل یہ لفظ دہرا رہا تھا۔ اس کے سامنے لکڑیوں کا ایک چھوٹا سا الاؤ جل رہا تھا اور وہ بار بار اپنے سامنے پڑے پالے میں کوئی پاؤڈر سا اٹھا کر چنگی بھر الاؤ میں جھونک رہا تھا۔ امریش اور انوپ کمار اس سے کچھ دور ادب سے بیٹھے ہوئے تھے۔ شام کا وقت تھا۔ امریش نے انوپ کمار سے رات والے واقعے کا ذکر کیا تو انوپ اسے اس بوڑھے کے پاس لے آیا۔ انوپ نے اسے بتایا تھا کہ یہ آتما رک بایا مہان شکتیسوں کا مالک ہے۔ وہ اس بری آتما کا حضور کوئی اویاٹے تلاش کرے گا۔ اب آدھے گھنٹے سے امریش اور انوپ اس کے سامنے ادب سے بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ بوڑھا ویران جنگل میں رہتا تھا۔ امریش نے ایک دفعہ بوڑھے کو بلانے کا ارادہ کیا لیکن انوپ نے اسے ہاتھ کے اشارے سے منع کر دیا۔

”معا“ بوڑھے نے ایک جھٹکے سے اپنی آنکھیں کھول کر ان دونوں کو گھورا۔ امریش اس کی آنکھیں دیکھ کر خوف سے جھرجھری لے کر رہ گیا۔ پنڈت کی آنکھیں



سرخ جلنے انگاروں کی مانند دیکھتے معلوم ہو رہی تھیں۔ کیا بات ہے؟ کیوں آئے ہو۔ بوڑھے پنڈت نے اپنی لمبی داڑھی پر ہاتھ بھیرتے ہوئے کہا۔ بلا ایک شیطانی آتما کا مسئلہ ہے۔ انوپ نے ڈرتے ڈرتے کہا۔ کس کے ساتھ؟ پنڈت نے پوچھا۔ ان کے ساتھ بلا! انوپ نے امریش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اب پنڈت امریش سے مخاطب ہوا۔ سب کچھ تفصیل سے بتا دو۔ بلا میں ایک ڈاکٹر ہوں۔ میرا بڑا بھائی بھی ڈاکٹر تھا۔ ہمیں سرکاری طرف سے اس گاؤں میں بھیجا گیا۔ ہمیں رہنے کے لئے حکومت کی طرف سے ایک ڈاک بنگلہ بھی دیا گیا۔ اس بنگلے میں کوئی پرت آتما چھائی ہوئی ہے۔ اس نے پہلے میرے بھائی کی ہتیا کی اور پھر میری ماں کو بھی مار ڈالا۔ کل رات میں بھی مرتے مرتے بچا ہوں۔ امریش نے کہا اور پھر کل رات پیش آنے والے واقعے کی تفصیل بھی بتا دی۔ ہوں! یہ کہہ کر پنڈت نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ کچھ دیر بعد پنڈت مہاراج نے دوبارہ آنکھیں کھولیں تو ان کی آنکھوں میں تشویش کی پرحیالیں لہرا رہی تھیں۔ وہ بہت بری آتما ہے۔ اس نے اپنی کالی شکنبیوں سے تمہارے مکان پر قبضہ جما رکھا ہے۔ وہ تمہاری بھالی پاروتی کو بھی مارنے والی ہے۔ کیا! پنڈت کے آخری الفاظ پر امریش اور انوپ اچھل کر کھڑے ہو گئے۔ اب کیا ہوگا مہاراج! امریش نے پریشانی سے ہاتھ ملتے ہوئے کہا چنانہ کی کوئی بات نہیں۔ میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔ اب وہ پرت آتما تمہارے ساتھ کوئی ایسا نہیں کر سکے گی۔ تو پھر جلدی چلتے مہاراج۔ میرے پاس گاڑی موجود ہے۔ اس سے پہلے کہ وہ شیطانی آتما پھر کسی کو نقصان پہنچائے۔ ہمیں اسے روکنا چاہئے۔ ہاں چلو! پنڈت مہاراج نے چوکی سے نیچے اترتے ہوئے کہا۔ پھر تینوں بھاگ کر گاڑی تک پہنچے۔ ہاں چلو! پنڈت مہاراج نے چوکی سے نیچے اترتے ہوئے کہا۔ پھر تینوں بھاگ کر گاڑی تک پہنچے۔ پنڈت مہاراج پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ انوپ فرسٹ سیٹ پر اور امریش فرنٹ سیٹ (ڈرائیونگ سیٹ) پر اس کے ساتھ بیٹھ کر گاڑی اشارت کر کے تیزی سے آگے بڑھائے لئے گیا۔

پاروتی کسی کلام سے اپنے بند روم گئی۔ کھنہ کی موت کے بعد وہ زیادہ تر خاموش رہنے لگی تھی کسی کلام میں اس کا دل نہ لگتا تھا۔ بند روم میں جا کر اس نے شو کیس پر پڑا اپنا برس اٹھایا تھا کہ معاً۔ ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ پاروتی ٹیلی فون کی طرف بڑھی اور ریسپور انٹاکر

بولی! ہیلو کون! لیکن دوسری طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔ پاروتی نے کئی بار پوچھا کہ کون بول رہا ہے لیکن دوسری طرف خاموشی ہی چھائی رہی۔ دفترا۔ ریسپور پاروتی کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے جھولنے لگا۔ وہ اسے ہاتھ سے لئے جھکی ہی تھی کہ اچانک ریسپور سے بھیاک نسوانی قہقہے ابھرنے لگے جن کی آواز نسوانی اور قدرے چیختی ہوئی سی تھی۔ وہ خوف سے اچھل کر پرے ہٹ گئی اور خوفزدہ نظروں سے ریسپور کو دیکھنے لگی۔ اچانک بند روم کا دروازہ ایک زوردار جھٹکے سے بند ہو گیا۔ پاروتی گھبرا کر دروازے کی طرف بھاگی اور اسے کھولنے کی کوشش کرنے لگی لیکن بے سود۔ وہ دروازے کا لاک نہ اٹھا سکی۔ ملا! ملا! اس کے پیچھے سے آواز ابھری۔ پاروتی نے گھبرا کر پیچھے دیکھا تو خوف سے اس کے رونے لگے۔ کھڑے ہو گئے۔ سامنے شوکیس میں پڑی ہوئی کھنہ کی گڑبا زندہ انسانوں کی طرح اپنے ہاتھ بلا ہار منہ سے ملا ہوا ہتی جا رہی تھی۔ اس کی آنکھیں زندہ انسانوں کی طرح ادھر ادھر دیکھ رہی تھیں۔ پاروتی خوف سے چیختے لگی۔ کمرے کی ہر چیز خود بخود حرکت کرنی جا رہی تھی۔ چھت پر لگا ہوا پنگھا خود بخود چل پڑا اور ٹیلی فون کا ریسپور فضا میں اٹھا کر یوں اس کی سمت بڑھا جیسے اسے کسی نے تھام رکھا ہو۔ اچانک باہر سے دوڑتے قدموں کی آوازیں ابھری اور ساتھ ہی کمرہ دوبارہ اپنی اصلی حالت میں آ گیا۔ چھت کا پنگھا گھومتے گھومتے خود بخود رک گیا۔ گڑبا کی آوازیں بھی ختم کیں اور وہ دوبارہ بے جان ہو گئی۔ فون کا ریسپور بھی خود بخود جا کر فون کے کریڈل پر ٹک گیا۔ باہر سے امریش کی آوازیں ابھرنے لگی۔ وہ چیخ چیخ کر اسے دروازہ کھولنے کا کہہ رہا تھا۔ ساتھ ہی انوپ اور ساوہا بھی چیخ رہے تھے۔ رتاکے رونے کی آوازیں اس کے کانوں تک آ رہی تھیں۔ پھر ایک اجنبی آواز گونجی۔ دروازہ کھولا۔ بیٹی۔ اب یہ آرام سے کھل جائے گا۔ پاروتی چونک کر آگے بڑھی اور خوفزدہ نظروں سے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے دروازہ کھول دیا اور باہر بھاگ گئی۔ اگر امریش اسے یکدم تھام نہ لیتا تو وہ یقیناً "کر جاتی۔ کیا ہوا تھا بھائی؟ امریش نے اسکا کندھا تھپتھپاتے ہوئے پوچھا۔ امریش میاں کوئی شیطانی چکر ہے۔ میں یہاں نہیں رہوں گی۔ میرے کمرے کی ہر چیز خود بخود حرکت کرنے لگی تھی۔ اگر تم نہ آتے تو یقیناً میں دہشت سے ہی مر جاتی۔ فکر مت کرو بیٹی میں یہ شیطانی چکر ختم کرنے ہی آیا ہوں۔ ایک اجنبی آواز گونجی۔ پاروتی نے چونک کر آواز کی سمت دیکھا۔ وہ ایک

بوڑھا شخص تھا جو اپنے طے سے کوئی پنڈت وغیرہ معلوم ہوتا تھا۔ تم سب باہر آ جاؤ۔ صحن میں پنڈت نے کہا تو امریش سب کو ساتھ لئے کھڑے کے بڑے صحن میں آ گیا۔ پنڈت نے کچھ بڑھ کر ان کے گرد دائرہ کھینچا اور کہا! تم میں سے کوئی بھی کسی بھی حالت میں اس سفید دائرے سے باہر نہیں نکلے گا ورنہ مارا جائے گا۔ سب نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پنڈت نے اپنے ارد گرد بھی ایک بڑا سفید منڈل کھینچا اور اس میں بیٹھ گیا۔ سب دیکھی سے اس کی کارروائی دیکھ رہے تھے۔ اوم! اوم! منٹے! پنڈت اوم اوم پڑھتا رہا اور پھر انہیں ایک عجیب منظر دکھائی دیا۔ کالی دور اندھیرے میں روشنی سی چمکی اور پھر اس روشنی میں کوئی انسان نمودار ہو کر آہستہ آہستہ چلتا ہوا پنڈت کی طرف جانے لگا۔ تھوڑی دیر بعد وہ پنڈت کے چھپنے ہوئے حصار سے چند قدم دور آ کر رک گیا۔ وہ ایک خوبصورت عورت تھی۔ سب اسے دیکھ کر چونک پڑے۔ دفترا۔ اس عورت کے منہ سے غیر انسانی آواز نکلی۔ ان کے دل دھل کر رہ گئے۔ مجھے کیوں بلایا ہے تاترک۔ پنڈت نے ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔ تو ان عزت دار لوگوں کے پیچھے کیوں پڑی ہوئی ہے۔ ہوں عزت دار! میں بھی عزت دار تھی پنڈت لیکن انہی جیسے عزت دار لوگوں نے میری عزت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ اب میں کسی کو بھی نہیں چھوؤں گی۔ میں پوری دنیا کو فنا کر دوں گی۔ عورت نے بھیاک آواز میں جواب دیا۔ پنڈت کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا اور اس نے لرزے لہجے میں کہا۔ تو کون ہوتی ہے دنیا کو فنا کرنے والی! بھگوان کی اچھا میں کوئی دخل نہیں دے سکتا۔ تو یہ تاکہ تو ان کا پیچھا چھوڑے گی یا نہیں۔ کسی صورت نہیں پنڈت! کسی بھی صورت نہیں۔ تو میری شہتی سے واقف نہیں۔ مجھے اپنی شہتی سے مت ڈرا پنڈت۔ اگر بہت ہے تو اس منڈل سے باہر آ کر میرا مقابلہ کر۔ پنڈت غصے سے لرزتا ہوا اٹھا ہو گیا۔ پھر اس نے کچھ بڑھ کر اس کی طرف پھونکا لیکن کچھ بھی نہ ہوا۔ عورت طنزیہ انداز میں قہقہے لگانے لگی۔ اس کے بھیاک قہقہے سن کر رتاکے رونے لگی۔ پنڈت نے کچھ بڑھ کر اپنا دایاں ہاتھ سیدھا کیا تو اس کے ہاتھ میں ایک چمکتا وکتا ترشول نمودار ہو گیا۔ ادھر یکدم رتاروتی ہوئی دائرے سے باہر نکل بھاگی۔ عورت یہ دیکھ کر تیزی سے رتاکا جانب لپکی لیکن دفترا۔ پیچھے سے پنڈت نے آکر ترشول اس کے سینے میں گھونپ دیا۔ عورت زمین پر گر پڑی اور زور زور سے چیختے لگی۔ پھر سب نے ایک عجیب

منظر دیکھا۔ ایک عورت کا چہرہ بھیاک ہو گیا۔ اس کے منہ سے سامنے کی طرف دو لمبے اور ٹوکیے دانت باہر نکل آئے۔ اس کا چہرہ کچھو کی طرح ہو گیا۔ وہ بری طرح تڑپ رہی تھی۔ اچانک اس کے پورے بدن میں آگ سی بھڑک اٹھی۔ اور وہ اٹھ کر چیخ چلائی اور ادھر ادھر بھاگنے لگی۔ کالی دیر تک وہ ادھر ادھر چیخ چلائی بھاگتی رہی۔ آخر کار آگ نے اسے پوری طرح اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی بھیاک اور لرزہ خیز چٹخیں دم توڑ گئیں۔ اب وہاں صرف راکھ کا ایک سلگنا ہوا ڈھیر زمین پر بڑا تھا۔ جس سے دھوس سے سفید لکیر آسمان کی طرف اٹھتی جا رہی تھی۔ پاپ کو شکست ہو گئی اور پکن کی ایک دھبہ پھوڑے ہو گئی۔

(شیخ ذیشان، ممدی شاہ، جہلم)

★★★★★

نظم

جب سے آپ کو دیکھا ہے  
دنیا میں جینا سیکھا ہے  
آپ سدا یونی  
سکراتے رہیں  
خوشیوں کے پھول  
بکھراتے رہیں  
بس اس کے سوا  
اور کچھ نہیں مانگتا  
اپنا یہ حسین چہرہ  
ہمیں دکھلاتے رہیں  
ہماری بھی زندگی  
بس آپ کی ہے

کتنی میرے جذبوں میں

دار نکلی ہے

خود پردی ہے

سلوکی ہے

آپ سے مل کر یہ جیون

میرا کتنا دکھا ہے

دنیا میں جینا سیکھا ہے

جب سے آپ کو دیکھا ہے

عبد الغفار، گھوٹکی سندھ



# شیطان

واقعے سے میں برباد ہو چکا ہوں۔ نوید بھائی آپ پر کیا گزر رہی ہے جو آپ اتنے پریشان ہیں آپ ہمیں بھی اپنی کہانی سنائیں اس طرح ہمارا نام بھی گزر جائے گا۔ میری کہانی سن کر آپ کیا کریں گے، نوید پلیز اپنی کہانی سنائیں۔ ہمارا بھی دل بھل جائے گا اور آپ کے سر سے بوجھ بھی اتر جائے گا۔ ندیم بھائی میری کہانی وہاں سے شروع ہوتی ہے جہاں پر ساری کہانیاں ختم ہو جاتی ہیں۔

ندیم بھائی میں روپ نگر میں رہتا ہوں میرے گھر میں میرے علاوہ ماں باپ ایک بڑا بھائی اور دو بہنیں تھیں ہماری زندگی بہت اچھے طریقے سے گزر رہی تھی کہ ایک دن میں سبزی لے کر گھر آ رہا تھا۔ سردی اپنے عروج پر تھی گاؤں کے لوگ جلدی جلدی کلم ختم کر کے اپنے گھروں کو لوٹ رہے تھے کہ اچانک آسمان کی رنگت تبدیل ہونے لگی اور آہستہ آہستہ آسمان کی رنگت سرخی ہوتی جا رہی تھی اور آہستہ آہستہ ہوا میں بھی شروع ہو گئی تھی پھر ہوا کا رخ طوفان میں تبدیل ہو گیا۔ لوگ اوہ اوہ بھاگ رہے تھے اور میں بھی گھبرائی طرف بھاگ رہا تھا اور پھر طوفان شروع ہو گیا درخت اکھڑنے لگے اور میں گھریں داخل ہو گیا دروازہ بند کر لیا، گھر پر سب موجود تھے اور میری وجہ سے پریشان تھے خیر اللہ اللہ کر کے تین گھنٹے بعد طوفان بند ہو گیا تھوڑی دیر بعد لوگ آہستہ آہستہ گھروں سے باہر آئے گے، باہر آکر جب گاؤں کا حال دیکھا تو سارا گاؤں پریشان ہو گیا ابھی ہم گاؤں کے بارے میں سوچ رہے تھے کہ شکورے کے گھر سے رونے پینے کی آوازیں آنے لگی جب جا کر حالات معلوم کئے تو پتہ چلا کہ اس کی بیٹی غائب ہو گئی ہے سب گاؤں نے اس کی بیٹی کو ڈھونڈا مگر وہ نہیں ملی خیر سب شکورے کو تسلی دے کر اپنے اپنے گھروں کو لے گئے۔

آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے، بادلوں کے آثار سے لگتا تھا کہ بارش ہونے والی ہے اور تھوڑی دیر بعد بارش شروع ہو گئی، آہستہ آہستہ بارش نے زور پکڑنا شروع کر دیا، بارش کے ساتھ ساتھ اولے بھی شروع ہو گئے تھے۔ میں اپنی لگن میں بیٹھا اسٹیشن پر گاڑی کا انتظار کر رہا تھا، میرے علاوہ اسٹیشن پر ایک پوری فیملی ایک بوڑھا آدمی اور اس کے ساتھ ایک چھوٹا سا خوبصورت بچہ قصابی بوڑھے آدمی کی گود میں سر رکھ کر میٹھی نیند سو رہا تھا جیسے ایک بچہ اپنی ماں کی آغوش میں لیٹ کر سوتا ہے اور میں سوچ رہا تھا کہ کاش میں بھی ایک بچہ ہوتا اور اپنی ماں کی آغوش میں گم ہو جاتا اور نہ دنیا کی فکر ہوتی نہ کوئی پریشانی ہوتی جس طرح میں آج پریشان ہو رہا ہوں ابھی میں اپنی سوچوں کی دنیا میں گم تھا کہ گاڑی کی آواز نے مجھے چونکا دیا اور میں کھڑا ہو گیا گاڑی کے نزدیک آنے کا انتظار کرنے لگا تھوڑے انتظار کے بعد گاڑی آکر رک گئی اور میں اپنے کین میں جا کر بیٹھ گیا وہاں مجھ سے پہلے میرا ہم عمر لڑکا ایک لیڈر بیٹھی ہوئی تھی میں اندر جا کر خاموشی سے اپنی سیٹ پر جا کر بیٹھ گیا تھوڑی دیر بعد گاڑی چل پڑی اور اور آہستہ آہستہ اپنی رفتار تیز کر دی میں آنکھیں بند کر کے لیٹ گیا تھوڑی دیر بعد جب میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا وہ عورت تو سو چکی تھی لڑکا میرے پاس آکر بیٹھ گیا مجھے آنکھیں کھولنا دیکھ کر وہ بولا میں آپ کا نام پوچھ سکتا ہوں جی میرا نام نوید ہے اور میں روپ نگر کا رہنے والا ہوں اور آپ کا نام میرا نام ندیم ہے اور میں مصر کا رہنے والا ہوں آپ نے کہاں جانا ہے۔ میں نے ندیم سے پوچھا میں پونا جا رہا ہوں وہاں میری پھوپھو رہتی ہے وہ بیمار ہے اس لئے میں اور میری بہن پونا جا رہے ہیں اور نوید صاحب آپ کہاں جا رہے ہیں جی میری کوئی منزل نہیں کیا مطلب ہے آپ کا میرے ساتھ جو واقعہ گزرا ہے اس



تین دوست احمد و نسیم اور منظور بھی تھے ہم چاروں دوستوں سے لڑکی کی یہ حالت دیکھی نہ گئی ہم وہاں سے ہٹل دیئے تھوڑی دیر بعد گاؤں والوں نے لڑکی کی لاش کو قبرستان میں دفن کیا یا نوید احمد نے مجھ سے کہا کہ یہ آخر لڑکی کو کس نے قتل کیا ہو گا احمد اگر ہمیں پتہ ہو تاکہ یہ قتل کس نے کیا ہے تو وہ زندہ ہو تا دیئے بھی ہمارے سکول کی چھٹیاں ہیں ہم سب مل کر قاتل کا پتہ چلائیں گے جاتے جاتے میں آپ کو ایک بات بتانا چلوں کہ میں احمد و نسیم اور منظور بہت ہی اچھے دوست تھے سکول بھی اکٹھے

ہمارا گاؤں بہت ہی اچھی اور خوشحال زندگی گزار رہا تھا ایک دن دینو کھار فصل کاٹ کر آ رہا تھا اسے ایک لڑکی کی لاش ملی جو کہ بہت ہی بری طرح سے قتل کیا ہوا تھا ہاتھ اور پیر کا گوشت کھلیا ہوا تھا حیرانی کی بات ایک اور لڑکی کے خون کا ایک قطرہ بھی زمین پر نہیں تھا ایسے لگ رہا تھا کہ جیسے لڑکی کے جسم سے سارا خون کسی نے نچوڑ لیا ہو، لڑکی کی لاش کو دیکھ کر دینو کھار چیخا ہوا گاؤں کی طرف دوڑا تھوڑی دیر بعد گاؤں کے سارے لوگ وہاں پر موجود تھے جن میں شکورہ بھی تھا اور میرے



جاتے اور کلاس میں بھی آگئے تھے جیسے جیسے جاسوسی ناول اور کہانیاں پڑھ کر ہمارا ذہن بھی جاسوسی ہو گیا تھا ہم بائیں کرتے کرتے اپنے گھروں کو چلے گئے تین چار دن تک تو کوئی واقعہ نہیں ہوا پانچویں روز پھر قبرستان میں ایک لڑکی کی لاش ملی اس کا بھی وہی حال ہوا تھا میں نے ندیم سے کہا ہم سب آج ہی سے جاسوسی کرنا شروع کرتے ہیں کہ یہ کون ہے جو لڑکیوں کا قتل عام کر رہا ہے مگر ہم اپنی شروعات کہاں سے شروع کریں احمد نے کہا۔ میں نے کہاں کیوں نہ ہم ان پاگل بوڑھوں سے شروع کریں کیونکہ جب سے وہ آئے ہیں تب سے ہی گاؤں میں یہ واقعہ رونما ہے، کچھ دن ہوئے ہیں ہمارے گاؤں میں دو بوڑھے پاگل آدمی آئے تھے جب انہیں کوئی پیسہ دیتا تو وہ پھاڑ کر پیٹتے دیتا تھا اور پتہ نہیں وہ سوتے کہاں تھے خیر ہم چاروں دوستوں نے ان پاگلوں کا اڑا دیکھ لیا اور ہم سب نے مشورہ کیا کہ رات کو تقریباً بارہ بجے کے بعد ہم سب پاگلوں کے اڈے میں جا کر دیکھیں گے کہ وہ کیا کرتے ہیں پروگرام ترتیب کر کے ہم اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے رات کھانا کھا کر میں جلدی سو گیا رات کو دستک کی وجہ سے میری آنکھ کھل گئی اور میں اٹھ کر بیٹھ گیا غامخ دیکھا تو پورے پانچ بج رہے تھے گھر والوں کی طرف دیکھا تو سب سو رہے تھے میں اٹھا اور آرام سے دروازہ کھول کر آگیا باہر میرے بچوں دوست موجود تھے پھر ہم سب وہاں سے ہل پڑے پاگل گاؤں سے باہر قبرستان کے نزدیک پرانے حویلی کے کھنڈرات میں رہتے تھے ہم چلتے چلتے قبرستان کے پاس آگئے اب ہم آگے جاتے ہوئے ڈر رہے تھے۔ اب کیا کریں قبرستان میں سے گزر کر نہیں جانا پڑے گا چلو ڈر کیوں رہے ہو۔ اگر اتنا ہی ڈر لگ رہا ہے تو پھر آئے کیوں تھے وہم نے کہا۔ ہم بہت کر کے قبرستان میں داخل ہو گئے چاند کی روشنی میں سب کچھ نظر آ رہا تھا قبرستان میں دھند بھی پھیلی ہوئی تھی قبرستان دھند کے باعث بڑا پر اسرار لگ رہا تھا اور جھاڑیاں ایسے لگ رہی تھیں جیسے بے شمار بدوحسں رقص کرنے میں مصروف ہوں گاؤں کی روشنیاں گہری دھند کی وجہ سے غائب ہوئی نظر آرہی تھی۔ ماحول بڑا پر اسرار اور ہولناک لگ رہا تھا ہم ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے آگے پیچھے چل رہے تھے آخر کار ہم حویلی کے قریب پہنچ گئے حویلی کے اندر آگ کی روشنی ہو رہی تھی ہم آہستہ آہستہ حویلی کے باہر کی کھڑکی کے قریب آکر رک گئے پھر ہم سب نے کھڑکی کے اندر جھانک کر

دیکھا تو وہ دونوں بوڑھے ہاتھ باندھ کر آتے پالتی مار کر ہم میں کچھ بڑبڑا رہے تھے، تھوڑی دیر تک وہ ایسی حالت میں بیٹھے رہے اور پھر انہوں نے آنکھیں کھول دیں ان کی آنکھیں دیکھ کر ایسے لگتا تھا جیسے خون اتر آیا ہو ایک بوڑھے نے دوسرے سے کہا کرشن مہاراج میں ذرا شیطان اعظم کے درشن کر آؤں تم بیٹھو میں ابھی آتا ہوں یہ کہہ کر وہ بوڑھا اٹھا اور باہر کی طرف چل دیا باہر آکر اس نے چاروں طرف دیکھا اور پھر وہ ایک ٹیلے کے پاس آکر رک گیا ہم چھپ کر سب کچھ دیکھ رہے تھے جیسے ہی وہ ٹیلے کے قریب پہنچا چانک ٹیلے کا ایک حصہ غائب ہو گیا اب اندر ایک بہت بڑی میڑھیاں جاتی ہوئی دکھائی دے رہی تھیں اور وہ بوڑھا اندر داخل ہو گیا جس کی وجہ سے ہم بھی اس کے پیچھے پیچھے اندر داخل ہو گئے ہمارے اندر آتے ہی سرنگ میں روشنی پھیل گئی جو سرنگ کی چھت میں سے چھن چھن کر آ رہی تھی اور وہ بوڑھا اوپر اٹھ کر غار نما سرنگ کے شمالی حصے کی طرف بڑھا تو اوپر ایک اور میڑھی نیچے جاتے ہوئے دکھائی دے رہی تھی اور ہم بھی اس کے پیچھے شمالی حصے کی طرف چل دیئے اور وہ بوڑھا میڑھیاں اترتا ہوا نیچے ایک کافی بڑے ہال نما کمرے میں داخل ہو گیا اس کمرے میں بھی روشنی موجود تھی جو اس کی چھت سے چھن چھن کر آ رہی تھی اس کمرے کی دیواروں پر عجیب و غریب اور انتہائی خوفناک قسم کی شکلیں بنی ہوئی تھیں ان کا رنگ سرخ تھا درمیان میں دو کرسیاں موجود تھیں جو انتہائی قدیم ساخت کی تھیں بوڑھا ایک کرسی پر بیٹھ گیا وہ جیسے ہی کرسی پر بیٹھا دوسری کرسی پر یلکھت ایک اونچے قد اور انتہائی نیم خیم اور مکروہ شکل کا ایک آدمی بیٹھا نظر آنے لگا اس آدمی کے جسم پر سیاہ رنگ کا لباس تھا اور اس کے سر پر سیاہ رنگ کی پٹی باندھی ہوئی تھی جس کے درمیان میں سرخ رنگ کا دائرہ بنا ہوا تھا اس آدمی کا چہرہ آگ کے شعلے کی طرح سرخ تھا اس کی آنکھوں میں انتہائی تیز سرخی تھی یوں لگ رہا تھا جیسے اس کی آنکھوں میں سرخ رنگ کے ہزاروں دولٹے کے بلب بلب جل رہے ہوں آپ کو یہاں آنے میں تکلیف اٹھائی پڑی سردار زیلا مہاراج اس آدمی نے بوڑھے آدمی سے کہا مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوئی مقدس غار کے محافظ میں نے شیطان اعظم سے باتیں کرنی ہیں۔ کیا بات ہے خیر تو بے زیلا مہاراج کوئی خاص بات نہیں ہے اچھا زیلا مہاراج تم شیطان اعظم سے بات کرو میں ذرا کرشن مہاراج سے باتیں کر کے آتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ

آدمی غائب ہو گیا اور بوڑھا جس کا نام زیلا تھا اٹھا سانسے دروازے کے پاس آئے تھوڑا سا کھول کر اندر ہم بھی چکے چکے اندر سرکہ خالی تھا زیلا نظر نہیں آ رہا تھا سانسے دروازہ تھا تھوڑی دیر بعد زیلا مہاراج نے دروازہ کھولا اور کمرے میں داخل ہو گیا کمرے کی ایک دیوار پر شیطان کی ایک بہت بڑی تصویر بنی ہوئی تھی اس شیطان کے چار بڑے بڑے سینک تھے جو آپس میں اس طرح اٹھے ہوئے تھے جیسے وہ اپنی ہوتی رسیاں آپس میں اٹھ جاتی ہیں شیطان کا چہرہ مختلف جانوروں کے اعضا ملا کر بنایا گیا تھا اس طرح اس کا چہرہ انتہائی خوفناک ہو گیا تھا اس کی بڑی بڑی کول آنکھیں تھیں پاگل الو کی طرح اور یہ آنکھیں بکوتر کے خون سے زیادہ سرخ تھیں اور اس تصویر کو دیکھ کر خواہ مخواہ انتہائی کراہت کے تاثرات انسانی ذہن و جسم پر مرتب ہو جاتے تھے لیکن زیلا مہاراج کے چہرے پر اس تصویر کو دیکھ کر کراہت کے بجائے عقیدت کے تاثرات نمایاں ہو رہے تھے۔ وہ تیزی سے قدم بڑھاتا ہوئے آگے بڑھا اور پھر تصویر کے سامنے روک کے ہل جھک گیا غلام زیلا حاضر ہے شیطان اعظم زیلا کو مزید طاقتیں بخش دو زیلا نے انتہائی عقیدت بھرے لہجے میں کہا اور پھر وہ کچھ دیر تک اسی طرح دعا مانگتا رہا اور پھر تصویر کے سامنے آتی پالتی مار کر بیٹھ گیا ہم سب دروازے کے پیچھے سے یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے زیلا کمرے کے درمیان فرش پر بیٹھے ہوئے تھیں پر دو زانو بیٹھا ہوا تھا اس کی نظریں سامنے دیوار پر جمی ہوئی تھیں دیوار کا رنگ سرخ رنگ کا تھا اور کمرے میں بھی سرخ رنگ کا بلب جل رہا تھا اور منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑا رہا تھا۔

چند لمحوں بعد اس کمرے میں یلکھت تیز اور مکروہ بو پھیل گئی اور دیوار پر تیزی سے ایک نقش سا ابھرنے لگا چند لمحوں بعد دیوار پر ایک چہرہ نظر آ رہا تھا انتہائی خوفناک اور مکروہ چہرہ اس کی دونوں آنکھیں اندے کی طرح سفید اور باہر کو ابھری ہوئی تھیں اور زیلا یلکھت اس چہرے کے سامنے جھک گیا اس خوفناک چہرے کی شکل اس تصویر سے ملتی تھی اور اس تصویر سے وہ شکل بھی غائب تھی زیلا ہمیں یقین تھا کہ تمہاری صلاحیتیں اور تمہاری طاقتیں ہمیں فائدہ دیں گی اس لئے ہم نے تمہیں اور کرشن کو بھارت سے پاکستان اس لئے بھیجا ہے کہ تم پاکستان کو برابری کے مقام پر پہنچا دو تاکہ وہ دوبارہ بھارت سے بکرائے کی بہت نہ کر سکے جس طرح انہوں نے ہماری

سرزمین پر غوری اور شاہین میزائل پھینک کر ہمیں دھمکی دی تھی اسی طرح تم بھی انہیں ان کی دھمکی کا جواب دو اور پاکستان کو برابری کے ہمیں خوش کر دو تاکہ ہم تمہیں اور شکستیاں دے سکیں تاکہ پاکستان کو معلوم ہو سکے کہ بھارت سے بکرائے کا کیا انجام ہو سکتا ہے شیطان اعظم آپ کی مہربانی کہ آپ نے ہم پر اعتماد کر کے اس مقدس مشن پر کام کرنے کو بھیجا ہے میں آپ کے اعتماد کو نہیں نہیں پہنچاؤں گا۔ زیلا پاکستان کی برابری کا کام کہاں تک پہنچا شیطان اعظم میں نے شام لوت کے بت کو روپ نگر کی دس سندر اور کنواری ناریوں کے خون سے منسلایا ہے زیلا تمہیں پتا ہے ناکامی کی صورت میں میں تمہیں خفا بھی کر سکتا ہوں مگر نہیں تم نے دس کنواری اور سندر ناریوں کی بلی شام لوت کے بت کو دی ہے اس لئے ہم تم سے خوش ہیں خوشی کا نام سن کر زیلا نے اطمینان بھرا سانس لیا اور اپنے چہرے پر آنے والے پسینے کو پونچھنے لگا کیونکہ اسے معلوم تھا شیطان اعظم اسے خفا بھی کر سکتے ہیں کیونکہ شیطان دائرے میں ناکامی کی صورت میں بہت بڑی سزا ملتی ہے مگر شیطان اعظم اس سے خوش تھے ہم تمہارے سے خوش ہیں زیلا اس لئے ہم تمہیں دا جوڑی بخشے ہیں اور شیطان اعظم نے اپنے سر کے ایک سینک کو توڑ کر زیلا کو دے مارا جو زیلا کے نلتے ہی غائب ہو گیا اور زیلا خوش ہو کر شیطان کے آگے سر کو جھکا لیا اور کہا اے شیطان اعظم ہم آپ کو جلد ہی پاکستان کی برابری کی خوشخبری سنائیں گے اچھا زیلا اب میں جا رہا ہوں شیطان نے کہا اس کے ساتھ ہی شیطان کا چہرہ دیوار سے غائب ہو گیا چند لمحوں بعد اس نے منہ ہی منہ میں کچھ پڑھ کر ایک بار پھر دیوار پر چھونک ماری چھونک مارتے ہی دیوار پر ایک سندر لڑکی کا جسم ابھرنے لگا اور آہستہ آہستہ اس کا جسم مکمل ہو گیا اور لڑکی کا جسم گردن سے لے کر پاؤں تک بہت ہی خوبصورت لڑکی کا جسم تھا مگر چہرہ بہت ہی خوفناک تھا چہرہ کیا تھا ایک ڈھانچے کا چہرہ تھا جس کے چہرے پر گوشت کی کھال چھٹی ہوئی تھی اور سر پر لمبے لمبے بال لہرا رہے تھے اور گلے میں ایک ڈھانچے کی ٹھوڑی کا ہار پہنا ہوا تھا اور آنکھوں کی جگہ دو گڑھے نظر آ رہے تھے دوسرے لمبے ایک دھماکہ ہوا اس کے ساتھ ہی دیوار ملی اور اس میں سے وہی چہرے والی داخل ہوئی اس کا جسم دبلا لیکن وہ انتہائی پھرنگ نظر آرہی تھی وہ اندر داخل ہوتے ہی زیلا کے سامنے بیٹھ گئی دا جوڑی تمہیں پتا ہے کہ شیطان اعظم



نے جس میں مجھے بخش دیا ہے ہاں مجھے سب معلوم ہے۔  
 زپالا مہاراج اچھا تو داجوڑی تم یہ بتاؤ شیطان اعظم نے جو  
 مقدس کام میرے ذمہ لگایا ہے کیا میں اس میں کامیاب  
 ہوں گا کہ میں اچھا زپالا مہاراج میں ابھی بتاتی ہوں کہ یہ  
 کتنے ہوئے داجوڑی نے آنکھیں بند کر لیں اور منہ ہی  
 منہ میں کچھ بڑا بڑا لے گئی تھوڑی دیر بعد داجوڑی نے  
 آنکھیں کھول لیں زپالا مہاراج مجھے چند باتوں کے علاوہ  
 کچھ معلوم نہیں ہوا آپ کے کام میں چار لڑکے کاٹنے ہیں  
 جو آپ کو بھی بھی کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔ وسم  
 جو ایک ماسٹر کا بیٹا ہے، منظور جو کھار کا بیٹا ہے اور نوید  
 بنک میٹر کا بیٹا ہے۔ نوید پانچ وقت کا نمازی ہے اس کے  
 دل میں کوئی میل نہیں وہ اکثر اللہ کی عبادت میں رہتا ہے  
 اور اس کی ماں کی دعائیں اس کے ساتھ ہیں۔ یہ چاروں  
 لڑکے آپ کو کامیاب نہیں ہونے دیں گے، اچھا داجوڑی  
 معلوم کر کے بتاؤ یہ چاروں اب کہاں ہیں جو حکم زپالا  
 مہاراج اور داجوڑی نے آنکھیں بند کر لیں اور تھوڑی  
 دیر بعد آنکھیں کھولتے ہوئے کہا زپالا مہاراج وہ چاروں  
 اب دروازے کے پیچھے کھڑے ہیں اور انہوں نے ہماری  
 سب باتیں سن لی ہیں یہ سن کر ہم سب نے بھانگنا شروع کر  
 دیا یہاں تک کہ ہم غار کے دھانے کے قریب پہنچ گئے اور  
 آہستہ آہستہ غار کا دھانہ بند ہونے لگا یہ دیکھ کر ہم نے  
 اور تیز بھانگنا شروع کر دیا میں منظور اور احمد باہر آ گئے لیکن  
 وسم پیچھے رہ گیا اور غار کا دھانہ بھی بند ہو چکا تھا غار کے  
 پیچھے سے وسم کی چھین سنائی دینے لگی اور پھر آہستہ  
 آہستہ وسم کے پیچھے کی آواز دور ہو گئی اور پھر خاموشی  
 چھا گئی۔ تھوڑی دیر بعد غار کا دھانہ کھلنے لگا یہ دیکھ کر ہم  
 نے پھر بھانگنا شروع کر دیا جب میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا  
 خوف سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے، کیونکہ غار کا  
 دھانہ کھلتے ہی ایک خوف ناک بلا جس کی شکل جالے  
 تانے والی مگزی سے بت ہی ملتی تھی ہمارے پیچھے پیچھے  
 آ رہی تھی یہ دیکھ کر میں نے احمد اور وسم کو اور تیز  
 گھانے کو کہا تم قبروں کے درمیان سے بھاگتے ہوئے بہت  
 تیزی سے جا رہے تھے اور ہم بھاگتے ہوئے قبرستان کے  
 گیٹ کے قریب پہنچ گئے جب ہم نے دیکھا تو ہر قبر میں  
 سے مردے نکل کر ہماری طرف آرہے تھے گلتا تھا یہ اب  
 میں زندہ نہیں چھوڑیں گے احمد نے کہا اور پھر ہم اور  
 بڑی سے بھاگتے ہوئے گاؤں پہنچ گئے کھڑی پر ٹانم دیکھا تو  
 بات کے دو دن رہے تھے ابھی ہم نے گاؤں کی کچی عبور کی  
 تھی کہ آگے کو خوبصورت چڑیل داجوڑی کھڑی تھی اسے

دیکھ کر ہم رک گئے پیچھے مڑ کر بھاگنے لگے تو پیچھے مردے  
 کھڑے تھے جو ہماری طرف آرہے تھے یہ دیکھ کر خوف  
 سے ہماری شلوار میں پیشاب نکل گیا اور ہم تھر تھر کاٹنے  
 لگے۔ احمد نے دوڑتے دوڑتے مردوں سے کہا اے بھائی  
 مردے ہمیں ابھی نہ مارنا پہلے ہم شلوار بدل کر آتے ہیں  
 یہ کہہ کر احمد چلے گا ابھی اس نے دو قدم ہی چلے تھے کہ  
 ایک مردے نے احمد کو پکڑ لیا اور باقی مردوں نے اپنے  
 دانت نکالتے ہوئے ہماری طرف بڑھنے لگے مردے  
 ہمارے اتنے نزدیک آ گئے کہ ہم ان کے گرم سانسوں کی  
 مہک محسوس کر رہے تھے اس سے پہلے وہ ہم تک پہنچے ہی  
 خوف سے بے ہوش ہو گئے اور ایک مردہ احمد کو پکڑے  
 ہوئے داجوڑی کے پاس پہنچ گیا اس مردے کے دانت  
 نکلے ہوئے تھے۔ احمد نے کہا اے بھائی اس مردے تم کو نسا  
 برش تو تھو پست استعمال کرتے ہو تمہارے تو دانت بہت  
 ہی گندے ہیں پہلے تم دانت صاف کر کے آؤ پھر ہمیں کھانا  
 میں میںیں انتظار کروں گا مردے نے احمد کی ایک نہ سنی  
 اور اس کو داجوڑی کے پاس لے گیا داجوڑی نے احمد کی  
 طرف دیکھا اور پھونک ماری اور احمد بے ہوش ہو گیا اب  
 اسے بھی اس کے ساتھیوں کے ساتھ لٹا دیا تھوڑی دیر بعد داجوڑی  
 احمد کو بھی وسم اور نوید کے ساتھ لٹا دیا تھوڑی دیر بعد داجوڑی  
 شروع کر دیا اور وہ سارے مردے ان تینوں کی طرف  
 بڑھنے لگے اور پھر مردے ان تینوں کے قریب پہنچ کر رک  
 گئے پھر آہستہ آہستہ مردوں کے ہاتھ ان کی طرف بڑھنے  
 لگے اس سے پہلے مردے ان کا گوشت کھا لے کہ اچانک  
 ہی فضا میں ایک آواز گونجنے لگی۔ اللہ اکبر فجر کی آذانیں  
 ہو رہی تھیں فجر کی آذان سن کر داجوڑی تو غائب ہو گئی  
 مگر وہ مردے چپٹے چلانے لگے اور ادھر ادھر بھاگنے لگے  
 بھاگتے بھاگتے اچانک ہی مردوں کے جسم میں آگ لگ گئی  
 اور آہستہ آہستہ سارے مردے جہنم رسید ہو گئے۔  
 بڑے کمرے کے درمیان میں زپالا اپنی پاتی مارے  
 بیٹھا کچھ پڑھ رہا تھا کہ اچانک داجوڑی نمودار ہوئی، ابھی  
 تم داجوڑی زپالا نے آنکھیں بند کر کے کہا ہمارے دشمنوں  
 کو ختم کر دیا، میں زپالا مہاراج میں اسے ختم نہ کر سکی  
 کیونکہ جیسے ہی میں انہیں ختم کرنے لگی اچانک ہی فضا  
 میں ان کی مقدس آواز شروع ہو گئی اور میں تو فوراً وہاں  
 سے اٹھی مگر میرے ساتھیوں کو اس آواز کی پیش نہ جلا  
 دیا داجوڑی تم اتنی مدین شقی کی مالک ہو کر بھی شیطان  
 اعظم کے دشمنوں کو ختم نہ کر سکی زپالا مہاراج اگر میں

وہاں سے نہ آتی تو میں بھی جل کر رکھ دو جاتی داجوڑی  
 چاہے کچھ بھی ہو جائے مجھے میرے دشمن چاہئے زندہ یا  
 مردہ جاؤ تم اب جاؤ میں نے ایک سندر ناری کی بی بی دینی  
 ہے داجوڑی نے اپنے جسم پر پھونک ماری اور غائب ہو  
 گئی۔ زپالا اسی کمرے میں آتی پاتی مارے ہوئے بیٹھا تھا  
 سامنے دیوار پر چار سیکنگ والے شیطان کی مخصوص  
 تصویر بنی ہوئی تھی اور زپالا بغیر آنکھیں چمپکائے مسلسل  
 اس تصویر کو دیکھ رہا تھا تھوڑی دیر بعد زپالا کے ایک ہاتھ  
 میں خنجر تھا اس نے خنجر والا ہاتھ بلند کیا اور خنجر کا وارانی  
 گردن پر کر دیا جس سے گردن سے ایک خون کی دھار نکل  
 اور سامنے دیوار پر لگی جس سے خون آہستہ آہستہ پھیلتا  
 شروع ہو گیا کہ اچانک ہی کمرے میں پرندوں کے پھڑ  
 پھڑنے جیسی آوازیں سنائی دینے لگی اور اس کے ساتھ ہی  
 کمرے میں تاریکی پھیلنے لگی، زپالا دیکھے ہی آنکھیں  
 چمپکائے بغیر شیطان کی تصویر کو دیکھ رہا تھا تھوڑی دیر بعد  
 کمرہ مکمل طور پر تاریکی میں ڈوب گیا اور اس کے ساتھ  
 ہی کمرے میں تیز اور کمزور سرائی جیسی بو پھیلنے چلی گئی  
 یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے یہ بو کمرے کے در دیوار چھت  
 اور فرش کی ایک ایک اینٹ سے نکل رہی ہو، لیکن زپالا  
 اس طرح خاموش اور بے حس و حرکت بیٹھا رہا پرندے  
 پروں کی پھڑ پھڑاہٹ کا شور لمحہ بہ لمحہ بڑھتا چلا جا رہا تھا  
 اچانک کمرہ ہی چمچنے ہوئی آواز سنائی دی یوں لگ رہا تھا  
 جیسے کوئی بوڑھی چڑیل چنچ چنچ کر یوں رہی ہو پھر یلغٹ  
 آواز سنائی دینی بند ہو گئی اس کے ساتھ ہی پروں کی پھڑ  
 پھڑاہٹ کا شور بھی مدہم پڑتے ہوئے غائب ہو گیا اور اس  
 کے ساتھ ہی تاریکی بھی غائب ہونے لگی چند لمحوں کے  
 بعد کمرہ ویسے ہی روشن ہو گیا، لیکن اب سامنے بنی ہوئی  
 شیطان کی تصویر غائب ہو گئی تھی اور اب وہاں ایک سایہ  
 لہراتا ہوا نظر آرہا تھا چند لمحوں بعد سامنے کی حرکت رک  
 گئی پھر جیسے سامنے کے قدم آگے بڑھائے اور دیوار سے  
 نکل کر کمرے کے فرش پر آگیا، لیکن وہ بدستور سایہ ہی تھا  
 زپالا اس طرح خاموش اور بے حس و حرکت بیٹھا ہوا تھا  
 پھر سایہ تیزی سے مجسم ہونے لگ گیا اور پھر چند لمحوں  
 بعد سامنے کی جگہ ایک بوڑھی اور بد شکل عورت کھڑی  
 نظر آنے لگی وہ اس قدر بد صورت تھی کہ اسے دیکھتے ہی  
 اچھے اچھے مضبوط دل کے لوگ بھی غش کھا جاتے اس  
 کے سفید رنگ بڑے بڑے دانت باہر کو نکلے ہوئے تھے  
 آنکھیں گہری سرخ تھی اس کے سر کے بال بیروں تک  
 آ رہے تھے اور جسم پر سیاہ رنگ کا لباس تھا، چہرہ انتہائی

کمزور اور بد شکل تھا گلے میں ہار کی جگہ ایک کالے رنگ کے  
 کوبرا لٹکا ہوا تھا اور ایک ہاتھ میں ترشول تھی، کالی حاضر  
 ہے، زپالا مہاراج مجھے میری بیعت دو کالی نے چیتھی ہوئی  
 آوازیں کیا۔ جاؤ ایک آدمی میرے محل سے لے لو میری  
 طرف سے اجازت ہے زپالا نے کہا تو کالی نے بڑے کمزور  
 انداز میں کلکاری سی ماری جیسے زپالا کی اجازت سے اسے  
 بے پناہ خوشی ہوئی ہو۔  
 تم واقعی زپالا ہو آقا۔ ایک ہڈی کی جگہ پورا آدمی  
 دے دیتے ہو میں ابھی آئی زپالا مہاراج کالی نے کہا اور  
 اس کے ساتھ ہی اس کے جسم کے گرد دھواں سا بٹا چلا گیا  
 اور پھر چند لمحوں بعد دھواں ختم ہوا وہاں باتوئی موجود نہ  
 تھی۔ تھوڑی دیر بعد دھواں پھر کمرے میں نظر آنے لگا  
 چند لمحوں بعد دھواں ختم ہوا تو کالی نظر آنے لگی لیکن اس  
 کی پاچھوں سے خون بہہ رہا تھا اس کے ہاتھ میں ایک  
 نو جوان آدمی کی کھوپڑی پڑی ہوئی تھی جس کی گردن سے  
 مسلسل خون بہہ رہا تھا اور بار بار کھوپڑی کو اٹھا کر اس کی  
 گردن سے بہتا ہوا خون چاٹ لیتی۔ بیعت پسند آئی  
 تمہیں زپالا نے کہا۔ ہاں زپالا مہاراج بڑے عرصے کے بعد  
 اس قدر اچھی بیعت ملی ہے تمہاری دیا ہے۔ مہاراج  
 اس کمزور عورت نے ایک بار پھر کلکاری مارے ہوئے  
 کہا۔ مہاراج تمہیں معلوم ہے کہ کالی کو تمہاری کینز بنادیا  
 گیا ہے حکم کرو مہاراج بیٹھ کالی زپالا نے مسکراتے ہوئے  
 کہا۔ تو کالی اس کے سامنے دوڑا توں ہو کر بیٹھ گئی آیا  
 تمہیں بیٹھ کے لئے مجھے بخش دیا گیا ہے یا تم عارضی طور  
 پر آئی ہو۔ زپالا نے کہا۔ انسانوں کی بیعت دیتے رہو تو  
 ہمیشہ تمہاری کینز بن کر رہوں گی۔ کالی نے جواب دیتے  
 ہوئے کہا تم اگر انسان کی بیعت چاہتی ہو تو وہ بھی تمہیں  
 مل جایا کرے گی پہلے مجھے وچن دو کہ بیعت لے کر تم ہمیشہ  
 میرے ساتھ رہو گی اور مجھے اور زیادہ طاقت و ہرناؤگی میں  
 وچن دیتی ہوں زپالا مہاراج اب بتاؤ کیا حکم ہے سنو کالی  
 پہلے مجھے بڑی مشکل سے شام لوت کی بی کی کے لئے ایک  
 سندر ناری اٹھانا پڑتی ہے اب سندر ناریوں کو اٹھا کر تم  
 یہاں لایا کرو گی میں آپ کی ہر آگیا کاپٹن کروں گی مہاراج  
 جاؤ اب تم ایک سندر اور کنواری لڑکی بی کی کے لئے لے کر  
 آؤ جو حکم مہاراج اور غائب ہو گئی تھوڑی دیر بیٹھنے کے  
 بعد زپالا نے اپنے دونوں ہاتھ فضا میں لہرائے تو کمرے میں  
 کسی کے انتہائی دردناک انداز میں چمچنے کی آوازیں سنائی  
 دینے لگی۔ چند لمحوں بعد تین سروں والا ایک عجیب سا  
 جانور نمودار ہوا اور زپالا کے سامنے سر رکھ کر بیٹھ گیا



مندنی ہمارے دشمن کو ہمارے سامنے حاضر کر دو جو حکم  
مبارج یہ کہتے ہوئے وہ جانور غائب ہو گیا توڑی دیر بعد  
ایک لڑکے کو لے کر حاضر ہوا جو کہ اچھا تھا۔ سنو بلکہ کیا  
خیال ہے تم اب یہاں سے بچ کر جاسکتے ہو مجھے معلوم  
ہے ایک تو نوکندی نالی کا وہ کیرا ہے جو کسی کو نہیں چھوڑتا  
مگر میری ایک بات یاد رکھنا زبلا اگر تو اپنی جان بچانا چاہتا  
ہے تو اپنے اس ناپاک وجود کو ہماری پاک سرزمین سے ہٹا  
کر اپنی دھرتی پر چلا جائیں تو تجھے اور تیرے ساتھیوں کو  
یہاں میرے ہاتھوں موت سے کوئی نہیں بچائے آئے گا  
نہ تیرا شیطان ہتستار لڑکے خاموش ہو جا اپنی گندی زبان  
کو قابو میں رکھو ورنہ میں تجھے وہ عبرت ک سزا یعنی موت  
ماروں گا پھر کوئی شیطان کے خلاف قدم نہیں اٹھائے گا  
اور گندی نالی کے کیزے اور گھٹیا انسان لگتا ہے تمہیں  
خوش فہمی بہت ہے تم نے وہ شعر نہیں سنا۔  
فانوس بن کر جس کی حفاظت ہوا کرے  
وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے  
او شیطان اگر تیرے ہی ہاتھوں میں میری موت  
لکھی ہے تو مجھے دنیا کی کوئی طاقت تم سے نہیں بچا سکتی اور  
اگر میری موت کہیں اور لکھی ہے تو چاہے جسے جس کر  
لے اپنے شیطان کو بلا لے مجھے کوئی نہیں مار سکتا خاموش  
لڑکے اب تو کچھ زیادہ بڑھتا جا رہا ہے اب سنبھل شیطان  
اعظم میں تمہارے نام کی بلی دے رہا ہوں اسے قبول کرنا  
یہ کہہ کر زبلا نے تلوار کا ایک بھرپور وار احمد کی گردن  
میں کیا اور احمد کی گردن تن سے جدا ہو گئی اور اس کا سارا  
خون فرش پر پھیل گیا، جاؤ مندی اس کی لاش کو لے جا کر  
اپنی بھوک ملاؤ جو حکم مبارج آپ بڑے دیا لوں مندی  
نے لاش اٹھائی اور غائب ہو گئی زبلا اٹھا اور اٹھ کر کرشن  
مبارج کے پاس آگیا اور ساری باتیں اسے بتا دیں توڑی  
دیر بعد دونوں شیطان کی عبادت میں مصروف ہو گئے۔  
روپ مگر کے ہی علاقے میں راشد نام کا ایک درزی رہتا  
تھا جو صبح کو گھر سے نکلتا اور شام کی لمائی کر کے آتا اس کی  
ایک بیوی اور سندری ایک بیٹی بھی تھی جو کہ کنواری  
تھی وہ بہادر بھی بہت تھی اور اس کی سندرتا کے چرچے  
پورے گاؤں میں تھے گاؤں کا ہر فرد یہی چاہتا تھا کہ راشد  
کی بیٹی ان کے گھر میں بہو بن کر آئے، جو بھی گاؤں والا ان  
کے گھر میں رشتہ لے کر آتا راشد یہ کہہ کر ٹال جاتا کہ وہ  
ابھی چھوٹی ہے اس کی عمر ابھی شادی کی نہیں ہے یہ سن کر  
رشتے والے ناکام واپس لوٹ جاتے راشد کے دل میں یہ  
حسرت تھی کہ وہ اپنی بیٹی کی شادی کسی امیر آدمی سے

کرے گا جس کے پاس کوٹھی ہو، کار ہو اور بہت بڑا  
کاروبار ہو اور شہرت اور بہت سارے پیسے ہو تاکہ اس کی بیٹی  
آرام کی زندگی گزار سکے اس نادان کو کیا معلوم تھا کہ جس  
کے پاس دولت ہو اسے کہاں سکون کی غیند آتی ہے وہ  
اپنی بیٹی کی شادی کسی امیر سے کرنا چاہتا تھا، راشد اپنی بیٹی  
سے بہت پیار کرتا تھا وہ کبھی وہی اسے لاکر دیتا تھا ایک  
دفعہ اس کی بیٹی نے کہیں سے اس سے کہا کہ وہ سونے کے  
بار اور بالیاں لینا چاہتی ہے راشد نے دن رات ایک  
کر کے بڑی مشکل سے مہ جبین کو سونے کی بالیاں اور بار  
لاکر دیئے جسے پسند کر وہ اور بھی خوبصورت ہو گئی۔ ایک  
مہر تہ وہ بالیاں اور بار پسند کر اپنی سہیلی سے مل کر آرہی  
تھی اسے دیکھ کر ایک لڑکے نے سہیلی بھادی جس نے سن کر مہ  
جبین انتہاء ہوئی اس نے لڑکے کو اتارا کہ وہ لہو لہان  
ہو گیا اس بات سے مہ جبین کو یہ فائدہ ہوا کہ اس دن کے  
بعد کسی لڑکے نے مہ جبین کو نہیں چھیڑا۔ ایک دن مہ  
جبین چھت پر بیٹھی سہیلی سے باتیں کر رہی تھی اس کا  
باپ ہنسا مسکراتا ہوا آیا اپنی بیوی سے کہنے لگا بھانکوان میں  
تیرے لئے ایک خوشخبری لایا ہوں وہ کیا راشد کی بیوی نے  
پوچھا۔ وہ یہ کہ میں نے مہ جبین کے لئے اپنے خوابوں  
جیسا رشتہ ڈھونڈ لیا ہے وہ آج شام مہ جبین کو دیکھنے کے  
لئے آ رہے ہیں۔ شام کو مہ جبین کے رشتے والے آئے  
اور رشتہ پکار کر کے چلے گئے دور مٹکی کاؤن طے کر کے چلے  
گئے مہ جبین کو بھی لڑکا پسند تھا اس کا بستر اوپر چھت پر ہوتا  
تھا۔ آج بھی وہ اوپر سوئی ہوئی تھی وہ اپنے خواب میں ڈوبی  
ہوئی تھی ناچانے کون سے پرہیز جبین کی آنکھ لگ گئی اور  
وہ بھی سو گئی ایک بالوں کا ٹکڑا جھومتے ہوئے آیا اور  
پورے چاند پر چھایا اور چاند بھی گھو گیا اس کی آغوش  
میں چاروں طرف چاند کی روشنی پھیلی ہوئی تھی بالوں کے  
آجانے سے وہ روشنی اندھیرے میں ہو گئی اور دور کہیں  
کتے بھونکنے کی آواز آجاتی تھی اچانک ہی آسمان سے ایک  
سایہ لہا ہوا مہ جبین کے پاس التزامہ جبین سکون سے سو  
رہی تھی اسے خبر نہ تھی کہ موت اس کے سر پر کھڑی ہے  
وہ کون تھی وہ کال تھی جو اپنے لیے دانت نکالے ماہ جبین  
کو دیکھ رہی تھی۔ توڑی دیر دیکھتی رہی اور پھر مہ جبین  
کے اوپر لیٹ گئی بوجھ محسوس کر کے مہ جبین کی آنکھ کھل  
گئی جب اس نے خوفناک چہرہ کو اپنے اوپر دیکھا تو خوف  
سے وہ چیخنے چلانے لگی اور خوف سے بے ہوش ہو گئی یہ  
دیکھ کر کالی نے اوپر فضا میں ہاتھ بلایا اور چند لمحوں بعد  
غائب ہو گئی نیچے جب مہ جبین کے باپ نے اپنی بیٹی

کی چیخوں کی آواز سنی تو اوپر کو بھاگے جب اوپر بیٹی کو نہ پایا  
تو مہ جبین کی ماں بے ہوش ہو گئی، راشد پریشان ہو گیا آخر  
وہ اپنی بیوی کو اٹھا کر ڈاکٹر کے پاس لے گیا۔ ایک ہجر پایا  
لوگوں کو تعویذ لکھ کر دے رہا تھا اور دعائیں بھی دے رہا  
تھا ساتھ میں اس سے پیسے بھی پورے تاجار ہوا تھا، اچانک دو  
آدمی آئے اور ہجر پایا کے پاس آکر بیٹھ گئے انہیں دیکھ کر  
پایا نے سب لوگوں سے کہا کہ وہ اب یہاں سے چلے جائیں  
ان کے کچھ مہمان آتے ہیں یہ کہہ کر ہجر پایا نے دونوں  
آدمیوں کو اشارہ کیا اور اندر چلا گیا اس کے پیچھے پیچھے وہ  
دونوں بھی چلے گئے پھر پایا کا حکم سن کر سب لوگ جا چکے  
تھے، آؤ شامی اور کامی در دونوں کیسے آئے ہو۔ پایا ابلیسی  
آپ کو زبلا مبارج اور کرشن مبارج نے بلایا ہے اچھا تو  
چلو کہاں پر بلا رہے ہیں وہ اپنی مقدس کنی میں آپ کا  
انتظار کر رہے ہیں انتہائی دشوار گزار اور پہاڑی علاقے  
کے تنگ اور تیز مڑے میڑے راستے پر لے گئے آدمی  
انھیں پکڑے ایک قطار کی صورت میں آگے چلے  
جا رہے تھے راستہ اس قدر تنگ اور خطرناک تھا کہ دن کی  
روشنی کے باوجود تینوں لامبھوں کی مدد سے اپنے آپ کو  
سارا دیتے ہوئے ایک ایک قدم پھونک پھونک کر اٹھا  
رہے تھے ابھی کتنی دور ہے مبارج کی کنیاب سے پیچھے  
والے آدمی نے انتہائی پریشانی کے لیے میں کہا یہ پایا ابلیسی  
تھا جس کی حالت ان دونوں سے خراب تھی وہ ایسے چل  
رہے تھے جیسے تنی ہوئی رسی پر چل رہا ہو بس آپ نزدیک  
ہے بہت کرنا اس کے آگے جانے والے آدمی نے کہا تو یہ  
اس قدر دشوار گزار علاقے میں رہنے کی کیا ضرورت تھی  
وہاں قصبے میں محل تو ہیں پایا ابلیسی نے منہ ہاتھ ہوئے کہا  
ابھی اس کا قہر مکمل نہ ہوا تھا کہ اچانک اوپر چٹان سے  
ایک سایہ انتہائی بھیاںک انداز میں چیتا ہوا پایا ابلیسی سے  
نکل آیا اور پایا ابلیسی کے حلق سے انتہائی کرسناک چیخ نکلی  
اور وہ ہزاروں فٹ کی گہرائی میں گرنا چلا گیا اس کی چیخ  
گہرائی میں جاتی سنائی دی اور پھر خاموشی طاری ہو گئی۔ وہ  
سایہ جو اس سے نکل آیا تھا وہ بھی غائب ہو گیا یہ سب کیا ہو  
گیا سب سے آگے جانے والے آدمی نے کانٹے ہوئے  
کلمہ شامی کا بھائی کا تھا کچھ نہیں ہوا اس کو زبان  
درازی کی سزا ملی ہے اس نے مبارج پر اعتراض کیا تھا  
آؤ چلیں شامی نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا اور  
آگے بڑھ گیا پھر کچھ دور جا کر وہ نیچے اترنے لگے اب  
ڈھلوان ہونے کی وجہ سے وہ پہلے سے بھی زیادہ قدم  
پھونک پھونک کر چل رہے تھے نیچے گہرا گہرا اندر تھا

اور وہ اس اندھیرے میں بھی آگے بڑھتے چلے جا رہے تھے  
توڑی دیر بعد انہیں نظر آتا ہوا گیا تو وہ دونوں رک  
گئے، لیکن چند لمحوں بعد انتہائی گہرائی میں جیسے کسی نے  
مشعل جلا دی ہو اس مشعل کی وجہ سے سب طرف  
روشنی پھیل گئی اور وہ دونوں ایک بار پھر نیچے اترنے لگے  
اب انہیں تیز بوجھ محسوس ہونے لگی تھی اور اس قدر تیز  
اور سرائی جیسی ہو چھے نیچے لاکھوں جانوروں کی کھلی سڑی  
لاشیں پڑی ہوں کٹی گہرائی میں اترتے ہی وہ ایک ایسی غار  
کے دہانے پر پہنچ گئے جس کے باہر جانوروں کی ہڈیوں کے  
مینار بنے ہوئے تھے ایسی غار سے نکل کر رہی تھی غار کا  
دہانہ کٹی چڑا تھا مگر باہر گھبروے شامی نے اپنے بھائی سے  
مخاطب ہو کر کہا۔ بھیک ہے بھائی جیسے آپ کا حکم اس  
آدمی نے کہا ایک طرف ہٹ کر چٹان کے ساتھ پٹ لگا کر  
وہ زمین پر بیٹھ گیا ہاتھ میں پکڑی ہوئی لامبھی اس نے چٹان  
کے ساتھ کھڑی کر دی، جبکہ شامی نیچے پڑی ہوئی ہڈیوں پر  
سر رکھتا ہوا اس غار میں داخل ہو گیا غار آگے جا کر مزید جاتا  
تھا اور غار میں جگہ جگہ ہڈیاں بکھری پڑی نظر آرہی تھیں  
انتہائی غلیظ کیزے کوڑے اور دھردھوڑے دکھائی دے  
رہے تھے، شامی ہاتھ میں پکڑی ہوئی لامبھی ٹیکتا ہوا آگے  
بڑھتا چلا گیا غار کا موڑ کٹ کر جیسے ہی آگے بڑھا آگے  
سٹ دیوار پہنچی دیوار پر ایک خوفناک کالے سیاہ رنگ کا  
پچھو چھتا ہوا تھا اس پچھو کے جسم پر لمبے لمبے بال تھے اس  
کی سرخ آنکھیں شامی پر جھی ہوئی تھی اور اس کے اوپر  
والا حصہ کسی مشعل کی طرح روشن جل رہا تھا۔ زبلا  
مبارج اور کرشن مبارج کی آگیا تھی کہ میں یہاں حاضر  
ہو جاؤں، چنانچہ میں ان کی آگیا کا پلن کرتے ہوئے حاضر  
ہوں جیسے ہی اس کا قہر مکمل ہوا پچھو اور دیوار بکھٹ سیاہ  
دھوئیں میں تبدیل ہو کر غائب ہو گئے اور شامی آگے بڑھا  
تو یہ ایک بہت بڑا کمرہ تھا جس کے درمیان میں زبلا آتی  
باتی مارے بیٹھا ہوا تھا اس کے جسم پر سرخ رنگ تھ گویں  
کے انداز میں لپٹی ہوئی تھی اس کے سامنے چار چراغ  
اکٹھے بڑے جل رہے تھے اس کے ہاتھ میں بڑی سی  
ڈوری تھی اور وہ آنکھیں بند کئے ہوئے بیٹھا تھا اس کے  
گرد سرخ رنگ کا دھواں سا تھا جیسے ہی شامی اندر داخل  
ہوا زبلا نے آنکھیں کھول دیں اس کی آنکھیں کھوتر کے  
خون کی طرح سرخ تھیں اس کے چہرے پر بڑے بڑے  
سیاہ دھبے تھے اور چہرہ بگڑا ہوا تھا اس کے جسم کے اس  
حصے پر چادر نہیں تھی جن پر ریتھ کی طرح بڑے بڑے  
سیاہ بال تھے اس کی پشت کو دیکھ کر بے اختیار کراہت



پڑے۔

جب وہ سیم اور منظور اور نوید کی آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ وہ سب ہی گائے چوک پر چار پائی پر لیٹے ہوئے تھے اور چاروں طرف گاؤں والے کھڑے تھے اور ساتھ ان کے ماں اور باپ بھی تھے۔ انہیں آنکھیں کھولنا دیکھ کر ان کے ماں باپ ہم سے لیٹ گئے تم سب رات کہاں گئے تھے اور تم سب کو کیا ہو گیا تھا اور احمد کہاں پر ہے ہم نے لوگوں سے بحوث بولا کہ ہم، ات کو چل قدمی کرتے ہوئے قبرستان چلے گئے جب واپس آ رہے تھے تو ہمارے پیچھے ایک خوفناک بلاگ گئی اور ہم بھاگے ہوئے یہاں آکر بے ہوش ہو گئے احمد کہاں ہے احمد کے والد صاحب نے کہا تو ہم سب نے کاموہ شاید قبرستان میں رہ گیا ہو گا توڑی دیر بعد سب لوگ قبرستان پہنچے تو پاؤں پر احمد کی لاش پڑی تھی جس کا سارا گوشت کسی وحشی جانور نے کھالیا ہو 'احمد کی حالت دیکھ کر اس کا باپ بے ہوش ہو گیا پھر لوگوں نے نماز جنازہ پڑھ کر دفن کیا وہ سیم منظور اور نوید تینوں دوستوں کو احمد کے جدا ہو جانے کا بہت دکھ تھا ہم تینوں نے وعدہ کیا جب تک ہم احمد کے قتل کا بدلہ کرشمہ مہاراج اور زیلا مہاراج سے نہیں لے لیتے چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ پھر ہم اپنے اپنے گھر چلے گئے رات بہت ہو چکی تھی وہ سیم کمرے میں جاتے ہی سو گیا وہ سیم کے سونے کے ٹھوڑی دیر بعد پھر اچانک داجوڑی نمودار ہو گئی اور اپنے بھائیک دانت نکالے اور وہ سیم کو دیکھ رہی تھی پاؤں سے لے کر گردن تک داجوڑی بہت سندر لگ رہی تھی مگر چہرہ اتنا خوفناک تھا کہ اگر کوئی بہادر انسان بھی رات کے سناٹے میں داجوڑی کو دیکھ لیتا تو ڈر کر بے ہوش ہو جاتا ٹھوڑی دیر بعد وہ سیم کمرے بدل کر داجوڑی کی طرف ہو گیا کمرے بدلنے سے اس کی آنکھ کھل گئی وہ سیم نے اپنے سامنے ایک لڑکی دیکھی تو حیران رہ گیا کہ یہ لڑکی اس کے کمرے میں کیسے آئی 'کیونکہ وہ سیم داجوڑی کے پاؤں کی طرف دیکھ رہا تھا جو کہ بہت خوبصورت تھی وہ سیم جب پاؤں سے دیکھتا ہوا اس کی گردن تک پہنچا تو خوف سے وہ بے ہوش ہوتے ہوئے بچا۔ وہ سیم بھاگنے کے بارے میں سوچ رہا تھا مگر اس کے پاؤں تو جیسے من من کے ہو گئے پھر وہ سیم نے چپنا چپا مگر آواز اس کے حلق میں انگ گئی پھر بھی بہت کر کے وہ سیم نے اس سے پوچھا کہ کو، کون ہو تم تم نے مجھے نہیں پہچانا وہ سیم کیا حال ہے تم ہمارے راز سے واقف ہو کر بیچ جاؤ گے میں نے کچھ نہیں کیا۔ میں کسی کو نہیں بتاؤں گا'

قسم لے لو مجھ سے اب میں کچھ نہیں کر سکتی۔ تمہارا فیصلہ اب زیلا مہاراج ہی کرے گا یہ کہہ کر داجوڑی نے وہ سیم کا ہاتھ پکڑ کر ہوا میں ہاتھ بلایا تو داجوڑی اور وہ سیم دونوں ہی غائب ہو گئے۔ دوسرے دن منظور نوید اور سارے گاؤں والوں نے وہ سیم کو تلاش کیا مگر وہ نہیں ملا آخر تک ہار کر سب شام کو اپنے اپنے گھر چلے گئے منظور اب تم بھی احتیاط سے رہنا نوید نے کہا۔ زیلا تمہیں کہیں نقصان نہ پہنچا دے یہ کہہ کر نوید اپنے گھر چلا گیا اور منظور اپنے گھر آکر روٹی کھا کے سونے کے لئے چلا گیا ٹھوڑی دیر لیٹ کر وہ اٹھا اور چھت پر سے باہر کا نظارہ کرنے لگا چاند کو دیکھتے دیکھتے اس کی نظر احمد پر چلی گئی جو نیچے کھڑا ہے ہی دیکھ رہا تھا ارے احمد منظور خوشی سے چپکے ہوئے بولا ہاں میں ہوں منظور مگر احمد تم تو میرے تھے منظور میں مرا نہیں تھا یہ سب کچھ زیلا کی سازش تھی تم میرے پیچھے پیچھے آؤ میں تمہیں ایک چیز دکھاتا ہوں یہ کہہ کر احمد چل پڑا کہ احمد رو منظور نے چلنے ہوئے کہا اور نیچے اتر کر احمد کے پیچھے چل پڑا جو کہ اب بہت دور چاچکا تھا احمد کا پیچھا کرتے کرتے وہ اسی قبرستان میں پہنچ گئے جہاں پر سون رات آئے تھے قبرستان میں قدم رکھتے ہی منظور نے چاروں طرف دیکھا تو وہیں بھی احمد نظر نہیں آیا اچانک ہی کسی کا بازو منظور کے کندھے سے کھرا اور منظور بچ مار کر پیچھے ہٹ گیا مگر منظور کے پیچھے احمد کھڑا مسکرا رہا تھا اچھا تو یہ تم تھے احمد کے بچے تو تم نے ڈرائی دیا تھا اچانک ہی احمد کے گرد دھواں پھیلنے لگا ٹھوڑی دیر تک دھواں احمد کے گرد رہا جب دھواں چھٹا تو وہاں پر احمد کی جگہ داجوڑی کھڑی تھی جس کے بال نقصان لہرا رہے تھے اسے دیکھ کر منظور دوڑتا ہوا پیچھے ہٹنے لگا اب تو چاروں طرف سے مردے ڈھانچے اور خوفناک چیزیں آ رہی تھیں چڑیلوں اور مردوں کو دیکھ کر منظور ڈرنا ڈرنا پیچھے ہٹنے لگا پیچھے ہٹتے ہوئے منظور ایک گہری قبر میں جا کر اڑھائی نیچے ہی پہنچ کر آ جا رہا تھا ایسے لگ رہا تھا جیسے یہ قبر نہ ہو کوئی کتوں کا ہوا بے رحمی سے کوئی نہیں بچا سکتا اس خوف سے منظور بے ہوش ہو کر نیچے کی طرف گر گیا احمد کی موت کے بعد اب وہ سیم اور منظور کی گمشدگی کی وجہ سے نوید بہت پریشان ہو رہا تھا نوید کسی مولوی یا کسی عالم کی تلاش میں تھا کہ اس کے ایک بڑی بڑی نے کہا کہ ہمارے روپ مگر میں ایک بابا ابلیس رہتا ہے وہ عالم بھی ہے اس کے قبضے میں جن بحوث اور چڑیل ہیں آخر کار نوید پکارتے ہوئے بابا ابلیس کی رہائش گاہ میں پہنچ گیا جہاں پر چار پانچ آدمی بیٹھے

ہوئے تھے ٹھوڑی دیر بعد سب فارغ ہو کر چلے گئے ہاں بیٹا تم کیسے آئے ہو بابا جی میں بہت پریشان ہوں یہ کہہ کر نوید نے شروع سے لے کر آخر تک ساری کہانی سنادی جسے سن کر بابا ابلیس نے آنکھیں بند کر لیں۔ اور چند لمحوں بعد ابلیس نے آنکھیں کھولتے ہوئے کہا بیٹا تمہارے دونوں دوست زیلا کی قید میں ہیں اور وہ اب تمہیں قابو میں کرنا چاہتے ہیں ابلیس نے اپنے نوکر سے کہا کہ وہ لڑکے کے لئے خالص مشروب لے کر آئے بابا جی نہیں اس کی کیا ضرورت ہے کوئی بات نہیں بیٹا یہ تو میرا فرض ہے ہاں تو بیٹا میں کہہ رہا تھا جس بھی اب تمہاری ضرورت مدد کروں گا ٹھوڑی دیر بعد ملازم مشروب لے آیا جسے میں نے پی لیا اور اچھا بابا ابلیس اب میں چل ہوں یہ کہہ کر نوید جیسے ہی اٹھا اچانک پکڑا کر گر پڑا اور بے ہوش ہو گیا اور بابا ابلیس بڑی پر اسرار مسکراہٹ میں رہا تھا۔

مہ جہیں کی آنکھیں کھلیں تو پہلے چند لمحے تک اس کے ذہن پر دھند سی چٹائی رہی لیکن پھر آہستہ آہستہ شعور بیدار ہونا چلا گیا اور اس کے ساتھ ہی وہ بے اختیار ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گئی اس کے ذہن میں بے اختیار دھماکے سے ہونے لگ گئے تھے کیونکہ اس نے دیکھا کہ وہ پہاڑی کے غار کے فرش پر موجود تھے اور غار کا کوئی دھاند نہیں تھا غار چاروں طرف سے بند تھا اس کے باوجود غار میں دو روشیاں ہی ہو رہی تھیں اور تازہ ہوا بھی آ رہی تھی لیکن اس کے ساتھ ساتھ ایک انتہائی ناگوار اور کمرہ بو بھی آ رہی تھی اور آہستہ آہستہ یہ بو فضا پر غلبہ حاصل کرتی چلی جا رہی تھی یہ میں کہاں آئی ہوں یہ کوئی جگہ ہے مہ جہیں نے اپنے آپ کو دیکھتے ہوئے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا اس کے جسم پر وہی لباس تھا جو اس نے اس وقت پہن رکھا تھا جب وہ اپنے مکان کی چھت میں سو رہی تھی اسے سارا واقعہ یاد تھا کہ کس طرح وہ خوفناک چڑیل اس کے ساتھ لپٹی ہوئی تھی اور پھر کس طرح اس نے کوئی عجیب سا عمل کیا تھا اور پھر مہ جہیں کے ذہن پر اچانک سیاہ پردہ چھا گیا تھا اور اب اسے ہوش آیا تھا تو وہاں غار میں بھی یہ سب کیا سلسلہ ہے میں اب کہاں ہوں مہ جہیں نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا اب وہاں اس قدر تیز ہو گئی تھی کہ مہ جہیں کو آنکھوں سے اپنی ناک بند کرنا پڑی تھی ابھی وہ بیٹھی سوچ ہی رہی تھی کہ کیا کرے اور کیا نہ کرے کہ اچانک اس نے سامنے غار کی کئی چھٹی دیوار میں کسی سائے کو لہراتے ہوئے دیکھا وہ بے اختیار چونک پڑی سایہ اس طرح لہرا رہا تھا کہ جیسے پانی میں عکس لہرا رہا ہے مہ جہیں







کوئی نہیں بچا سکتا نوید اب میرا کیا ہو گا میری تو ابھی نئی بنی  
 مکتی ہوئی تھی ہائے ہائے بھاری دلن کا کیا ہو گا وہ شادی  
 سے پہلے ہی بڑھ ہو جائے گی جب ہو جا منظور کے بچے  
 نہیں تو زیلا سے پہلے میں تجھے ختم کر دوں گا یہاں پر ہماری  
 جان پر بنی ہوئی ہے اور تجھے مذاق کی پڑی ہے ابھی ہم اپنی  
 باتوں میں مصروف تھے کہ باہر سے بچ و پکار کی آوازیں  
 آنے لگ گئی اور ایک ایک کر کے مروے ڈھانچے اور  
 چڑیلیں اندر آ رہی تھیں لو بھائی میرے تو باراتی بھی آگئے  
 منظور نے مسکراتے ہوئے اور روتے ہوئے کہا نوید اور  
 و سیم تم مجھ رہے ہوں گے کہ میں ہنسایوں اور رویا کیوں  
 ہنسائیں اس لئے کہ یہ میرے باراتی ہیں اور رویا اس لئے  
 کہ یہی میرے باراتی مجھے مار کر کھا جائیں گے تھوڑی دیر  
 بعد کم از کم چالیس پانچاس کے قریب بد روہیں ہوں گی  
 جب ساری اندر داخل ہوئیں تو آخر میں زیلا اور کرشن  
 اندر داخل ہو کر ہمارے سامنے انسانوں کی بنی ہوئی بڑیوں  
 کی کرسی پر بیٹھ گئے ہاں تو بھائی نوید صاحب آپ کے کیا  
 سمجھ آ رہا ہے او بکسے کی داڑھی والے یہ باراتی کس کے  
 ہیں منظور نے چمکتے ہوئے کہا بچہ یہ تمہاری موت کے  
 باراتی ہیں ابھی یہ تمہاری موت کا تماشا دیکھیں گے آہ آہ  
 اب پاکستان کو بریلوی سے کوئی نہیں بچا سکتا آہ آہ خردار  
 اور شیطان کے بچے اگر دوبارہ ٹپاک زبان سے ہماری  
 سرزمین کا نام لیا تو زبان کھینچ کر باہر رکھ دوں گا تم اور  
 ہمیں مارو گے جن کے سامنے تم ابھی بھٹی ملی کی طرح  
 پڑے ہوئے ہو مجھے اپنے مولوی کی بات یاد آگئی انہوں  
 نے کہا تھا جب بھی کوئی شیطانی روح تمہیں تنگ کرے تو  
 کوئی مقدس کلام پڑھ لینا وہ روح فنا میں ہو جائے گی میں  
 آیت الکرسی یاد کر رہا تھا میرے ذہن میں یہ جان کر  
 دھماکے ہونے لگے کہ مجھے کوئی بھی مقدس کلام یاد نہیں  
 آ رہا۔ میرے دماغ میں ایک سیاہ پردہ پڑا ہوا تھا نوید اتنا  
 پریشان ہونے کی ضرورت نہیں تمہیں کوئی بھی مقدس  
 کلام یہاں پر یاد نہیں آئے گا کیونکہ یہ میرا علاقہ ہے۔  
 یہاں میری شیطانی حکومت کا راج ہے یہاں پر تمہیں  
 کوئی بھی مقدس کلام یاد نہیں آئے گا، زیلا نے طنز پر  
 انداز میں قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ اچھا نوید میں تمہیں ایک  
 چانس اور دیتا ہوں، تم یا تو اپنے ساتھیوں کو ہلاک کر کے  
 زندہ رہو یا خود مرے کیلئے تیار ہو جاؤ۔ شیطان زیلا تم  
 کچھ بھی کر لو میں اپنے ساتھیوں کو ہلاک نہیں کر دوں گا،  
 نہیں نوید تم ہم دونوں کو ہلاک کر لو نوید تم نے وہ شعر  
 نہیں سنا۔

دیکھا عالم یہ بھی مجبوری کھاتے بنتے کبھی رونا بھی پڑتا ہے  
 زندگی اور موت کا میلہ کتنے ہیں لوگ اسے کچھ اپنوں کو  
 یہاں کھوتا بھی پڑتا ہے  
 منظور نے ایک شعر سناتے ہوئے کہا میں بہت ہو چکا  
 اب تم سب مرنے کیلئے تیار ہو جاؤ یہ کہہ کر زیلا نے لٹا  
 میں عجیب انداز میں ہاتھ جھٹکا نوید والوں کی طرف کر دیا۔  
 تھوڑی دیر بعد اوپر سے خوفناک سیاہ بھاری زہریلے پھو  
 بارش کی طرح برسنے لگے۔ پھوؤں کو دیکھ کر و سیم منظور  
 اور نوید کے حلق خشک ہونے لگے، خوف سے گونگنا  
 لگے۔ لے بھی نوید ہمارا سواگت پھوؤں سے کر رہے  
 ہیں، اب ہمیں مرنے سے کوئی نہیں بچا سکتا اور زہریلے  
 پھو آہستہ آہستہ ہماری طرف بڑھ رہے تھے اور میں  
 اپنے ذہن سے سیاہ پردہ ہٹانے کی کوشش کر رہا تھا۔ موت  
 آہستہ آہستہ ہماری طرف بڑھ رہی تھی اور میں پسینے میں  
 شرابور ہو رہا تھا کہ اچانک میرے ذہن پر پڑا ہوا سیاہ پردہ  
 ہٹا چلا گیا اور مجھے سارے مقدس کلام یاد آگئے اور میں  
 آیت الکرسی پڑھنے لگا۔ اعوذ باللہ، جس جس طرح میں  
 آیت الکرسی پڑھتا جا رہا تھا ویسے ہی پورا کمرہ بد روحوں کی  
 بیچوں سے گونجنے لگا اور ہم تینوں دوست آہستہ آہستہ  
 اوپر آنے لگے اور زیلا چیخنے لگا۔ یہ سب بند کرو یہ سن کر  
 میں نے اور اونچی آواز میں آیت الکرسی پڑھنا شروع  
 کر دی، یہ دیکھ کر زیلا فوراً غائب ہو گیا۔ کرشن اور  
 دوسری بد روحوں کو آگ لگ گئی، وہ بری طرح چیخنے  
 چلانے لگیں اور جل کر راکھ ہونے لگیں۔ ان میں کالی  
 چڑیل بھی تھی وہ بھی جل کر راکھ ہو چکی تھی اور پورے  
 کمرے کی دیواریں ٹپنے لگیں، پتھر کے بت ٹوٹ کر  
 بکھرنے لگے۔ یہاں تک کہ ہم سب لوگ زمین پر آچکے  
 تھے، جب میں خاموش ہوا تو وہاں پر کچھ نہ تھا، وہاں پر  
 کرشن کالی اور دوسری بد روحوں کی رائیں پڑی تھیں۔  
 جاؤ نوید میں تم سے ناراض ہوں منظور نے ناراض ہوتے  
 ہوئے کہا۔ وہ کیوں؟ نوید نے کہا، تم نے میرے سارے  
 باراتیوں کو مار دیا، نہیں منظور انہیں میں نے نہیں مارا بلکہ  
 میرے خدا نے میری مدد کی تھی، اگر خدا میری مدد نہ کرنا  
 تو ہم سب زندہ نہ ہوتے، یہ کہتے ہوئے ہم سب باہر  
 آگئے۔ ہم سب اپنے روپ نگر کے قبرستان میں موجود  
 تھے، و سیم تم اپنے گھر جاؤ اور منظور تم اپنے گھر اور میں  
 اپنے گھر جاتا ہوں۔ اب رات کالی ہو چکی تھی، جب میں  
 اپنے گھر پہنچا تو سب گھر والے پریشان تھے، سب مجھے دیکھ  
 کر رونے لگے۔ میں نے اپنے اسی ابو بھائی اور اپنی بانی

میرم کو تسلی دی اور میں کمرے میں چلا گیا۔ ایک تو میں  
 تھک گیا تھا اور دوسری خند بھی بہت آ رہی تھی اور میں  
 بہت گہری خند سو گیا۔ میں آکھ جب کھلی جب کالی  
 لوگوں کی آوازیں آ رہی تھیں، جب میں نے آکھ کھولی تو  
 گاؤں کے سب لوگ میرے پاس گھڑے مجھے بڑی غصے  
 والی نظر سے دیکھ رہے تھے اور میرے ماں باپ کی  
 آنکھوں میں بھی نفرت تھی اور ہمارے گاؤں کا بہت اچھا  
 آدمی راشد رو رہا تھا۔ ہائے میری بیٹی مادی ہائے میری  
 بیٹی مادی یہ کہہ کر میں اپنے آپ کو پیٹ رہا تھا۔ جب  
 میں نے لوگوں کی نگاہوں کا مضمون سمجھا اور اپنے سامنے  
 دیکھا تو میں یہ دیکھ کر چوک پڑا ایک لڑکی کی لاش جس کا  
 آٹھ سے زیادہ گوشت، تھب تھا اور گردن بالکل کٹی  
 ہوئی تھی۔ یہ دیکھ کر میں اٹھ بیٹھا یہ کیا ہے، میں نے  
 گاؤں والوں سے پوچھا، تم نے میری بیٹی کو مار دیا اب کہتے  
 ہو کہ کیا ہو گیا ہے، کیا کہا میں نے قتل کیا ہے نہیں یہ  
 جھوٹ ہے، میں نے قتل نہیں کیا ہے۔ اچھا میں نے قتل  
 نہیں کیا ہے پھر یہ لاش کہاں سے آئی ہے، راشد نے کہا  
 میں نے جانتا اگر میں خون کے نشان پر چلتا ہوا تمہارے گھر  
 تک نہ پہنچتا تو اس بات کا پتہ نہ چلتا۔ دیو کسار دودھ  
 والے نے کہا، مجھے تو لگتا ہے گاؤں میں جتنے بھی قتل  
 ہوئے ہیں وہ سب نوید نے کئے ہیں، کلو تھائی نے کہا۔  
 ماں میں اپنی ماں کے پاس مار بولا یا کیا تمہیں بھی میں  
 قاتل لگتا ہوں، نہیں بیٹے مجھے تو نہیں لگتا مگر یہ لاش  
 تمہارے کمرے میں کیسے آئی۔ ماں میں یہ نہیں جانتا کہ یہ  
 لاش کیسے آئی، تھوڑی دیر بعد پولیس بھی آگئی، یہ ایسے  
 نہیں بتائے گا، اسے پولیس کے حوالے کر دو راشد نے  
 کہا۔ سب لوگ اس کی ہاں میں ہاں ملائے لگے اور پولیس  
 مجھے پکڑ کر لے گئی۔ جب میں پولیس کی جیب میں تھا تو نہ  
 جانے کیا سوچیں کہ میں نے چلتی جیب سے چھاپا لگا دی  
 اور بھاگتا بھاگتا راہ اور میں سیدھا ریلوے سٹیشن پہنچ گیا  
 اور اب میں یہاں پر تمہارے ساتھ ہوں۔ ندیم بھائی یہ  
 تھی میری ساری کمائی میں نے جب دیکھا تو ندیم اور اس  
 کی بہن کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ اچھا نوید بھائی زیلا سے  
 آپ کس طرح بد لے لیں گے، ابھی تو میں اپنی جان بچا کر  
 جا رہا ہوں، اگر قسمت نے ساتھ دیا تو خدا ضرور زیلا کو  
 اس کے کئے کی سزا دے گا اور زمین کی رفتار آہستہ آہستہ  
 ہونے لگی اور زمین رک گئی۔ اچھا نوید بھائی اب ہمیں  
 اجازت دیں ہماری منزل آئی ہے، یہ کہہ کر ندیم اٹھا اور  
 زمین سے اتر گیا۔ دو منٹ بعد زمین کسی انفجارتی سفری

طرف رواں دواں ہو گئی اور اس کی رفتار بڑھنے لگی،  
 میں بھی اٹھ گیا ہو گیا، میں بھی کچھ خند میں ہو گیا، اچھی زندگی  
 گزر رہی تھی، میرے ماں باپ تھے بہن بھائی تھے، گاؤں  
 اور دوست تھے۔ کتنی اچھی زندگی گزر رہی تھی کہ وہ  
 منہوس زیلا نے اگر ساری زندگی خراب کر دی، ابھی  
 میں یہ باتیں سوچ ہی رہا تھا کہ اچانک مجھے محسوس ہوا اچھے  
 میرے ساتھ کوئی اور بھی ہے اور میں نے آکھ کھولی دی  
 وہی ہوا جس کا اندیشہ تھا میں گرفتار کر لیا گیا۔ میری گھم  
 بند ہو گئی اور وہ سب مجھے عجیب نگاہوں سے دیکھ رہے  
 تھے لیکن چند ساعت کے بعد مجھے محسوس ہوا ان  
 جسموں پر پولیس کی وردی نہیں ہے۔ پولیس والے ایسے  
 ایسے لمبے چوٹے تو نہیں پسینے اور نہ ہی ان کی لہجے  
 داڑھیاں ہوتی ہیں۔ یہ لوگ دراز قد اور چروں سے کاڑ  
 خد تھک محسوس ہو رہے تھے، ڈاکو میرے ذہن نے نہ  
 لگایا اگر وہ ڈاکو تھے اور چلتی زمین میں کھس آئے تھے تب  
 میں برباد ہو گیا کیونکہ گھر سے نکلتے ہوئے میری ماں نے مجھے  
 پانچ ہزار روپے دیئے تھے جو اب میری جیب میں ہیں  
 میری آنکھوں میں تاریکی چھا گئی اور میں نے خود کو ان کی  
 گرفت میں ڈھپلا چھوڑ دیا پہلے میں پولیس سے بچ نکلا اور  
 اب ان ڈاکوؤں کے نرے میں پھنس گیا۔ ہم مجبور ہیں  
 شہزادہ عالم پناہ کا کبھی حکم ہے تم جہاں کہیں بھی ہو اور جس  
 حال میں بھی ہو گرفتار کر کے لایا جائے ہم اس گستاخی کیلئے  
 معافی کے طلبگار ہیں لیکن آپ ہماری مجبوریاں سمجھتے  
 ہیں۔ ایک بھاری آواز سنائی دی جس کے الفاظ میں نے  
 صاف سنے تھے اور میری کھوپڑی پر چیمٹس کی پڑی ہوئی  
 محسوس ہوئی، کیا مطلب میں نے جلدی سے آنکھیں  
 کھولتے ہوئے پوچھا۔ میں تمہارا استاد ہوں شہزادے مجھے  
 کچھ اتنا حق تو دو تاکہ میں تمہیں کچھ نصیحتیں  
 کر سکوں۔ جوانی منہ زور کی طرح ہوتی ہے جو تانہ وار  
 راستوں کی طرف سریت دوڑنے کی کوشش کرتا ہے اور  
 ٹھوکر کھا کر بولہ مان ہو جاتا ہے۔ جوانی میں شیطان زیادہ  
 قریب ہوتا ہے اب یہ انسان کی مرضی ہے کہ اسے یہ  
 چل پڑے اور نیکی جوانی کی زیادہ مقبول ہوتی ہے۔ آپ  
 نے جن دنیا کو دیکھنے کا فیصلہ کیا ہے رنگین آئینہ رنگین  
 جسم ضرور لہراتے ہیں لیکن ان آنکھوں کے نیچے ان حسین  
 جسموں کے اندر حشرات الارض چھپے ہوئے ہیں جن کا  
 زہر انسان کا کوڑھ بن جاتا ہے۔ خود آپ کے پاس کیا  
 نہیں ہے، آپ کے ایک اشارے پر سینکڑوں ہزاروں اپنی



زندگی بچھو کرستے ہیں آپ اشارہ کر دیں آپ کا محل حسیناؤں سے بھر جائے گا پھر یہ ضد کیوں؟ والدین کا دل دکھانا گناہ عظیم ہے آپ کو علم نہیں کہ عالم پناہ آپ کے غم میں نہال ہیں والدین بچھو کر دوبارہ نہیں ملتے ان کی دعائیں زندگی بھر ساتھ دیتی ہیں ہم آپ کو واپس لے جانے آئیں۔

میں نے اس بوڑھے استاد کو دیکھا کیا یہ لوگ مجھے بے وقوف بنا رہے ہیں، اگر یہ ڈاکو تھے تو مخزن معلوم ہوتے تھے اور پولیس والوں کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا سنو میں نے ان میں سے ایک کو اشارہ کیا۔ اور وہ بڑے ادب سے میرے سامنے جھک گیا آدمے آدمے کر لو میں نے مجھے دل سے کہا اور میری بات نہ سمجھ کر کھوپڑی ہلانے لگا پھر اس نے احقاند انداز سے دوسروں کی طرف دیکھا اور بوڑھا استاد میری طرف جھک گیا کیا فرما رہے ہیں شہزادہ عالم مذاق مت اڑاؤ یا رکام کی بات کرو میں خوشی سے آدمے دینے کو تیار ہوں مل جاؤ دوست میری زندگی کا سوال ہے ابھی میں نے آگے جانا ہے ہر حال ڈھالی ہزار بھی کم ہیں میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا اور بوڑھا باٹوں کی طرح دیکھنے لگا اور پھر میں پرا شہزادہ عالم کی تو شرارتیں مشہور ہیں لیکن یہ بوڑھا استاد بھی ان کا شکار بنے گا یہ سوچا بھی نہ تھا میں کو بڑے میاں یہ لوٹ گن لو پورے ہیں میں نے برا سامنہ بناتے ہوئے کہا نوٹ بوڑھے نے پھر حیرت سے کہا اور اب مجھے غصہ آنے لگا اور میں ہونٹ پیچھے انہیں گھورتا رہا پھر عاجزی سے بولا سیدھی طرح بتاؤ کیا چاہتے ہو نوید نے کہا ہم شہزادہ عالم کو واپس لانا چاہتے ہیں اس بوڑھے شخص نے کہا کہاں پر میں نے پھر پوچھا اپنے کمرے بوڑھے شخص نے پھر کہا ارے بھئی تم کون ہو شہزادہ عالم آپ ہمیں جانتے نہیں بوڑھے شخص نے ناراض ہوتے ہوئے کہا۔ کیا تمہارا تعلق میرے سرال سے ہے میں نے جھنجھٹاتے ہوئے لیجے میں کہا اور ان میں سے کچھ مسکرانے لگے لیکن بوڑھے کا چہرہ لک گیا تھا اس نے افسردگی سے کہا میں غلام ہوں آقا حضور چاہے تو گالیاں بھی دے سکتے ہیں لیکن مجھے ہدایت دی گئی ہے کہ آپ کو ہر حال میں واپس لے آؤں لہذا میں درخواست کرتا ہوں مجھ پر ناراض ہونے کی بجائے واپس چلیں کہاں چلوں میں نے پوچھا محل اس نے جواب دیا تب میرے ذہن میں اور خیال آیا اور میں چونک کر ان لوگوں کی شکلیں دیکھنے لگا ان کے لباس عجیب تھے کم از کم میں نے اس دور میں ایسے لباس نہیں دیکھے تھے کیا درحقیقت ان

کا تعلق کسی ریاست سے ہے اور یہ سب کچھ کسی غلط فہمی کی بناء پر تو میں بوڑھا آدمے ایسا ہی ہو یہ لوگ غلط نہ ہوں سنو میں نے آہستہ سے کہا تم کسی غلط فہمی کا شکار تو نہیں ہو کسی غلط فہمی شہزادہ عالم، میرا نام کیا ہے میں نے پوچھا شہزادہ عمران نوب ایجاد دستوں غم مذاق کر رہے ہو تو براہ کرم ختم کر دو اور اگر تم کسی غلط فہمی کا شکار ہوئے ہو تو تمہاری اطلاع کے لئے عرض ہے کہ میرا نام عمران نہیں نوید ہے ہم خادم ہیں اس لئے ہم اس مذاق سے محفوظ بھی نہیں ہو سکتے آپ چلنے کے لئے تیار ہو جائیں لہذا میں مذاق نہیں کر رہا ہوں میں روپ غم میں رہتا ہوں اور وہی سے بھاگ کر آ رہا ہوں اگر تم واقعی مذاق نہیں کر رہے ہو تو اسے تلاش کرو جس کی تمہیں ضرورت ہے مجھے لے جا کر تمہیں شہزادگی ہی ہوگی بہت وقت ضائع ہو چکا رحمت ذخیرہ بچپن بوڑھے نے اس بار بڑے درشت لہجے میں کہا اور ان میں سے ایک نے زمین کی ذخیرہ کھینچ لی ارے ارے یہ تم کیا کر رہے ہو سنو تم ارے بھائی سنو تو اس ویرانے میں زمین کیوں روک دی میں نے گھبراتے ہوئے کہا لیکن ان میں سے کسی نے میری بات کا جواب نہیں دیا زمین کے پتھروں میں سے ذہرت بریکوں کی آواز سنائی دی اور زمین کی رفتار بہت آہستہ ہو گئی وہ مجھے مضبوطی سے پکڑ کر دروازے کے پاس آگئے اور جیسے ہی زمین رکی وہ مجھے لے کر پیچھے کود پڑے، انہوں نے میرا پورا وزن سنبھال رکھا تھا اس لئے میرے پیروں کو کوئی تکلیف نہیں ہوئی وہ مجھے لٹکاتے ہوئے جنگل کی طرف لے جا رہے تھے اور میرے پیچھے زمین کے عملے کے لوگ لائین لے ہوئے گاڑی کے اس ڈبے کی طرف جا رہے تھے جہاں ذخیرہ کھینچی گئی تھی مجھے اغواء کرنے والے بہت تیز چل رہے تھے اس لئے وہ آن کی آن میں جنگلوں کے سلسلے کے نزدیک پہنچ گئے اس طرح میں زمین والوں کی نگاہ سے روپوش ہو گیا درختوں کے درمیان وہ رے کے اور پھر بوڑھے استاد نے اپنے ایک ساتھی سے کہا تم کو آواز دی اور اس کے ساتھی نے گردن ہلا دی پھر درختوں کے سلسلے میں داخل ہو گئے اور وہ لوگ وہی کھڑے انتظار کرنے لگے میرا ذہن انتشار کا شکار ہو گیا تھا میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا یہ لوگ کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں اگر ڈاکو ہیں تو پھر انہیں مل سے مطلب ہونا چاہئے یہ میرا کیا کریں گے مجھے درختوں میں بھی لے جا کر انہیں کوئی فائدہ نہ ہو گا کیا جو کچھ یہ لوگ کیواس کر رہے ہیں کیا وہی ہے ان کا کوئی شہزادہ بھاگ گیا ہے لیکن ان سے میرا کوئی تعلق

کوئی بات سمجھ میں نہ آئی تو میں نے خود کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا دیکھو میری تقدیر کیا راستہ متعین کرتی ہے پھر بھی میں دنیا والوں کی نظر میں مجرم تھا یہی مجھے پناہ کی ضرورت تھی کچھ روز ان کے ساتھ ہی سی میں نے ہر قسم کی جدوجہد ترک کر دی، خاموشی سے کھڑا رہا چند منٹ بعد مجھے عجیب سی گھنٹیوں کی آواز سنائی دی اور بوڑھے استاد نے کہا۔ رحمن آگیا آؤ اور میرے ارد گرد کمرے ہوئے لوگ میرا بازو پکڑ کر آگے بڑھ گئے اب میں شرافت کے ساتھ ان کے ساتھ چل رہا تھا درختوں کے سلسلوں میں لٹکتے ہی روشنیوں نظر آئی یہ رنگین روشنیوں کسی گھوڑا گاڑی میں نصب تھیں روشنیوں کے سائے میں مجھے سفید گھوڑے نظر آ رہے تھے قریب پہنچتے پر میرا خیال درست ثابت ہوا وہ ایک خوبصورت گاڑی تھی جن میں چار گھوڑے تھے ہوئے تھے جن پر بہترین ساز سجا ہوا تھا گاڑی کا دروازہ کھولا گیا اور ایک سنہری چوکی نکال کر رکھ دی گئی تشریف لے چلے شہزادہ عالم بہت بہتر میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا اور چوکی پر چڑھ کر گاڑی میں داخل ہو گیا۔

گاڑی کی سیٹ پر بیٹھے ہی مجھے محسوس ہوا پیچھے پردوں کے دھیر میں دھنسن گیا ہوں نہایت طامع اور آرام دہ تھیں تھیں میرے سامنے والی سیٹ پر استاد بیٹھ گیا اور اس نے اندر سے دروازہ بند کر لیا گیا اب باہر کا منظر نظر نہیں آ سکتا تھا اور باقی لوگ باہر ہی رہ گئے تھے گاڑی کو جنبش ہوئی اور گھوڑوں کے گلوں میں بندھی ہوئی گھنٹیوں کی مدد سے آواز کو سمجھنے لگی میں نے بوڑھے استاد کو گھورتے ہوئے کہا بتاؤ بڑے میاں کیا چھڑا ہے میں بہت پریشان ہوں بوڑھا چونک کر دیکھنے لگا مجھ بوڑھے کا دل نہ دکھائیے شہزادہ عالم کیا میں نے زندگی میں ایسی ہی غلطیاں کی ہیں، اگر آپ مجھ سے اس قدر متفر ہو جائیں، میرے القاب تو برقرار رہنے دیں مجھے اس سے سکون ملتا ہے وہ رندھی ہوئی آواز میں بولا اس عمر میں یہ اوکار کی قیامت ہے تمہیں تو کسی قلم کھینچی میں ہونا چاہئے۔ میں نے دانت پیستے ہوئے کہا اور منہ پھیر کر بیٹھ گیا میں نے طے کر لیا تھا کہ اب کچھ نہیں بولوں گا اور خاموشی سے ان لوگوں کی حرکتیں دیکھتا رہوں گا جو مجھے پاگل بنانے پر تلے ہوئے ہیں گاڑی دوڑتی رہی مجھے حیرت تھی کہ وہ نہ جانے کس راستے پر سفر کر رہی ہے کہ اس کو ایک جھکا بھی نہ لگا ملائکہ ہمارے سفر کی ابتدا کتنے جنگلات اور کچے راستے سے ہوئی تھی، لیکن اب میں اس منہوس بوڑھے سے کوئی

بات کرنا نہیں چاہتا تھا میں نے آنکھیں بند کر لیں نہ جانے میری آنکھیں کیا غصہ ہو گئیں اور اس ذہنی انتشار کے باوجود مجھے نیند آگئی اور جب میں نے ہاتھوں اور جسم پر محسوس کیا تو میری آنکھ کھل گئی اترے شہزادہ عالم بوڑھے کی آواز آئی اور میں نے اسے لکھا جانے والی نظروں سے ایسے دیکھا اور نیچے اتر گیا اس چوکی پر میں نے پاؤں رکھ کر زمین پر قدم رکھا۔ سبز گھاس بھی رات کا وقت تھا لیکن سال رنگین روشنیوں پھیلی ہوئی تھیں پھر میری نگاہیں اس عظیم الشان عمارت پر پڑی جو پرانے طرز کی بنی ہوئی تھی اس میں بے شمار گنبد تھے جو چکر رہے تھے بوڑھے استاد نے اندر چلنے کا اشارہ کیا اور میں حیرت سے منہ پھاڑے اندر چل رہا میرے وہم کماں میں بھی نہیں تھا میں کسی محل میں پہنچ جاؤں گا میں سبک مر مرے بنے ہوئے دروازے کی ابتدا کی بیڑھیاں طے کرنے لگا اور پھر اندر داخل ہو گیا بوڑھا استاد میرے ساتھ چل رہا تھا اور میں اب بوڑھے استاد سے کوئی الٹی سیدھی بات بھی نہیں کہہ سکتا ابھی تو وہ غلط فہمی کا شکار ہے لیکن جب اسے حقیقت پتہ چل جائے گی تو وہ میری کھال بھی کھینچوا دے گا راہداری کا انتظام ختم ایک دروازے پر ہو گیا ہم دروازے پر سے بھی گزر گئے دروازے کے دوسری طرف ایک عظیم الشان ہال تھا جس میں بے شمار ستون لگے ہوئے تھے اور یہ ستون بھی مختلف رنگ میں روشن تھے ہال کے چاروں طرف دروازے بنے ہوئے تھے بوڑھا استاد ایک اور دروازے سے اندر داخل ہو کر ایک خوبصورت کمرے میں داخل ہو گیا کمرے کی چھت پر فانوس لک رہا تھا جن میں نیلے رنگ کے شیشے لگے ہوئے تھے۔ نیلی روشنی نے ہالوں کو خوفناک بنادیا تھا یہاں پہنچ کر بوڑھا استاد رک گیا کو عالم پناہ آپ سے ملنے کے لئے تڑپ رہے ہیں لیکن میری مجال نہیں کہ میں انہیں خواب سے بیدار کروں اس لئے آپ صبح تک یہاں پر آرام فرمائیں شہزادہ عالم صبح کو میں آپ کے آنے کی اطلاع عالم پناہ اور ملکہ عالیہ کو دے دوں گا دیکھو بھائی میری کوئی خطا نہیں ہے میں نے لرزتے ہوئے کہا میں وہ نہیں ہوں جو تم سمجھ رہے ہو میرے شرع شہزادے براہ کرم آرام کریں اور کچھ صبح کو دیکھ کر لیا جائے۔ استاد نے مسکراتے ہوئے کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا پھر دروازے کے قریب رک کر کہا میری درخواست ہے کہ رات کو باہر نکلنے کی کوشش نہ کرنا میں دروازے پر پہرہ دوں گا میں نے آئینے کے قریب جا کر اپنی شکل دیکھی



دو بھائی اور رسی حتیٰ ہاں بکھرے ہوئے تھے اور کپڑے گرد سے اٹے ہوئے تھے اب شہزادہ عالم مجھے بھی اپنی بوڑھے کی شامت آتی ہے نہ جانے مجھے کس کے دھوکے میں پکڑ کر لیا ہے اب صبح حقیقت پتہ چلے گی تو پھر لطف آئے گا فرش پر بیٹھے ہوئے اپنے جوتے نکالتے ہوئے کہا۔ ابھی فیتے بھی کھولنے نہ پایا تھا کہ کمرے میں ہلکی سی سرسراہٹ ہوئی ایک چوڑے شیشے کی جگہ چھوڑ کر دو قلائدیں نکل آئی کافی خوبصورت تھیں اور میری طرف دیکھ کر مسکرا رہی تھیں میں نہ جانے کن بند یوں پر پہنچ گیا تھا ایک اور لڑکی کمرے میں داخل ہوئی اس کے ہاتھوں میں ایک خوبصورت ٹرے تھی جن میں ایک رنگین لباس رکھا ہوا تھا لباس تبدیل کر لیں شہزادہ عالم اس نے کہا میرا نام نوید ہے کیا تم میرے نام سے پکار نہیں سکتی ہو میں نے کہا اور دوسری لڑکی پچھلی انداز میں مسکرا رہی تھی اگر شہزادے کی یہ خواہش ہے تو جو حکم لباس تبدیل کر لیں اور وہ میرے قریب پہنچ کر میرے کوٹ کے ہنر کھولنے لگی میں نے کوئی اعتراض نہ کیا لیکن جب اس نے میری چٹون کی طرف ہاتھ بڑھایا تو میں اچھل پڑا تھم لوگ ذرا باہر چلی جاؤ تو میں لباس بدل لوں لوٹری کو اتنا حق بھی نہ دیں گے شہزادہ عالم اس نے اس افسردگی سے کہا۔ ارے تت تو کیا پپ چٹون بھی تم آدمیوں کی میں نے چھیننے ہوئے کہا جو حکم وہ بولی اور مڑ کر چلی گئی لیکن دوسری وہیں کھڑی رہی تم بھی جاؤ جب میں لباس تبدیل کر لوں تو آجانا میں نے کہا اور وہ مسکراتے ہوئے واپس پلٹ گئی میں نے جلدی سے کپڑے اتار کر دوسرا لباس پہن لیا اور رات کے سونے کا ڈھیلا ڈھیلا لباس تھا لیکن بے حد قیمتی کپڑے کا لباس پہن کر عجیب سی فرحت کا احساس ہوا پھر میری توجہ ان دونوں لڑکیوں کی طرف ہو گئی وہ غالباً اس شہزادہ کی خادماںیں ہو گئی ممکن ہے میری صورت شہزادے سے ملتی ہو ایسی ہی بات معلوم ہوتی ہے ورنہ سب دھوکہ کیسے کھاتے اور اسی وقت ایک خیال میرے ذہن میں آیا کیوں نہ میں اس سنہری موقع کا فائدہ اٹھاؤں جہنم میں جائے پویں والے یہاں جو عیش و عشرت ملے گی اور پھر پولیس کا خدشہ الگ لیکن اگر شہزادہ واپس آ گیا تو اس ریاست میں نہ جانے دھوکہ دہی کی کیا سزا ملے گی میرے روٹنے کھڑے ہو گئے نہیں یہ غلط ہے حقیقت میں رہو اس کے بعد بھی یہ لوگ غلط فہمی کا شکار ہے تو اس میں میرا کیا قصور ہو گا۔ غلام کو اندر آنے کی اجازت ہے اسی غلام کی شیریں آواز سنائی دی جس نے میرے کوٹ کے ہنر

کھولے تھے آؤ میں نے کہا اور وہ مسکراتی ہوئی اندر آ گئی اور کیا حکم ہے غلام کے لئے میرے ساتھ تم کچھ دیر گفتگو کرو گی پوری رات شہزادہ عالم اور وہ میرا ہاتھ پکڑے ہوئے بڑی طرف لے گئی اور پھر اس غلام کا ہاتھ میری گردن تک پہنچا میں اچانک کھڑا ہو گیا کیا ہوا شہزادہ عالم غلام نے کھڑی ہوتے ہوئے کہا کچھ نہیں مجھے کچھ دیر کے لئے کمرے میں اکیلا چھوڑ دو میں نے پریشان ہو کر کہا جو حکم شہزادہ عالم اور غلام باہر چلی گئی اور میں اپنے بستر پر آ کر لیٹ گیا مجھے روپ کر یاد آ رہا تھاں "باپ" بن بھائی اور دوست بڑی شدت سے یاد آ رہے تھے وہ منحوس زہلا بھی جس کی وجہ سے مجھے یہ دن دیکھنا پڑا تھا میرے عزیز و اقارب وہاں پریشانی میں مبتلا تھے اور میں یہاں عیش کون نہیں میں ایسا نہیں کر سکتا سوچتے سوچتے تاجانے کون سے پیر رات کی دوی مجھ پر مہمان ہو گئی اور میں گہری نیند سو گیا۔ زہلا آگئی پانی مارے شیطان کی تصویر کے سامنے منہ ہی منہ میں کچھ پڑھ رہا تھا۔

کچھ دیر بعد شیطان کی تصویر غائب ہو گئی۔ دیوار پر ایک سایہ لہرا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد سایہ بولا زہلا تم خوش ہیں کیونکہ تم نے ہمارے دشمن کو سزا نہیں دی شیطان اعظم میں مجبور ہوں اس کا کوئی پتہ نہیں چل رہا اسے آسمان کھا گیا یا زمین نے نکل لیا شیطان میں نے اپنی شیطانی طاقتیں نوید کو ڈھونڈنے کے لئے بھیجی ہوئی ہیں رہی بات و سیم اور منظور کی تو جب بھی نوید پکڑا گیا تو انہیں بھی سزا مل جائے گی۔ سنو زہلا اگر تم اور شیطان شکستیاں چاہتے ہو تو تمہیں میرے نام پر نوید و سیم اور منظور کی بلی دینی ہوگی اور تم اس پوزی دینا پر راج کر دو گے اچھا شام بوت کے بت کا حکم کہاں پہنچا شیطان اعظم ابھی میں سندر ناروں کی بلی دے چکا ہوں اسی طرح کام کرتے رہو شیطان اعظم نے خوش ہو کر کہا یہ کہتے ہی شیطان غائب ہو گیا۔ سورج کی چند کرنوں نے کمرے میں داخل ہو کر مرجھانے کی خبر دی چند لمحوں چند بڑیاؤں داخل ہو گئی اور مجھے چاروں طرف سے گرفت میں لے لیا اتنی ساری لڑکیوں کے سامنے شرم آ رہی تھی لیکن میں ان سے چمچکار ابھی نہیں پاسکتا تھا وہ سب مجھے لٹکائے ہوئے تمام میں داخل ہو گئی۔ غسل کرنے کے بعد انہوں نے مجھے لباس پہنایا میرے بالوں کو خشک کیا میں خاموشی سے اپنی درگت دیکھ رہا تھا سنو اگر وہ حمام سے باہر لے آئیں اور پھر ایک معطر خاتون میرے کمرے میں داخل ہوئی

انہیں دیکھ کر میرے قریب تمام لڑکیاں مودھی ہو گئی۔ شہزادہ عمران، معطر خاتون نے پر جلال آواز میں کہا۔ شاہ محترم نے کہا ہے کہ آپ ناشتہ ان کے ساتھ کریں گے چنانچہ آپ اب سے کچھ دیر بعد ناشتے کے کمرے میں آجائیں معطر خاتون نے کہا اور مڑ کر واپس دروازے سے نکل گئیں سنو میں نے ایک لڑکی سے کہا کہ یہ کون تھی ارے آپ ان کو بھول گئے انہوں نے آپ کو بچپن میں پالا ہے یہ آپ کی دایہ ہیں گویا میری امی حضور زندہ نہیں ہیں یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں وہ اپنے گل پلٹ کر بولیں تو گویا امی حضور بھی زندہ ہیں خیر خیر میں نے گردن ہلا دی آخر آپ اس قدر اجنبیت کا اظہار کیوں کر رہے ہیں شہزادہ عمران بتائیے تو سہی آپ کو کیا ہو گیا مجھے میں نے ایک گہری سانس لیتے ہوئے کہا کچھ نہیں میں نے سر پکڑتے ہوئے کہا اب مجھے ناشتے کی میز پر جا کر امی حضور اور ابا حضور کے رو برو پیش ہونا پڑے گا میں ان سے کیا گفتگو کروں گا کیا کہوں گا اپنے بارے میں دوسروں کو شدید غلط فہمی ہوتی ہے لیکن والدین اولاد میں فرق ضرور محسوس کریں گے اور اس کے بعد میرا دل دھک دھک کرنے لگا میں نے غصہ کی سانس لی اور اسی وقت ایک غلام کمرے میں داخل ہوئی شاہ محترم اور ملکہ عالیہ ناشتے کے کمرے میں شہزادہ حضور کے شہر ہیں چلو میں نے کراہتی ہوئی آواز میں کہا اور اس کے ساتھ چل پڑا میرے قدم من من کے ہو رہے تھے بہر حال میں ناشتے کے کمرے میں داخل ہو گیا اسے کمرہ کننا درست نہ تھا وہ تو ایک عظیم الشان ہال تھا جس میں سرخ رنگ کا قالین بچھا ہوا تھا درمیان میں ڈائینگ ٹیبل رکھی ہوئی تھی جس میں مختلف رنگوں کے کھانے تھے میں لڑکھانا ہوا چل رہا تھا میرے ساتھ آنے والی باہر دروازوں پر کھڑی رہی میں میز کے قریب پہنچا ایک طرف کھڑے ملازم نے میرے لئے ایک کرسی نکالی لیکن ان دونوں کو میں کرسی پر بیٹھنے کے بعد ہی دیکھ سکا ابو میرے عین سامنے بیٹھے تھے ان میں ایک پر جلال خاتون بھی اور ایک باریش بزرگ تھے جو عیسائی لٹکائوں سے مجھے گھور رہے تھے تم اس قدر گستاخ ہو گئے ہو عمران ہمیں معلوم نہ تھا تمہاری امی حضور تمہارے سامنے ہے اور تم نے انہیں سلام نہیں کیا جہیں معلوم ہے کہ وہ تمہاری جدائی سے کس قدر ملول ہیں بزرگ کی رعب دار آواز ابھری اور میں کرسی سے کھڑا ہو گیا میں نے جبکہ کر ان دونوں کو سلام کیا اور کرسی پر بیٹھ گیا تمہاری آواز کو کیا ہو گیا ہے اور تمہاری صحت

بھی کچھ خراب ہے کہاں کہاں آوارہ گردی کر آئے بزرگ نے پھر کہا شاہ محترم اجازت ہو تو پہلے میں ناشتہ کر لوں کیونکہ مجھے یقین تھا کہ تفصیل بتانے کے بعد ناشتہ نصیب نہیں ہو گا میں نے لجاہت سے کہا اور بوڑھے بزرگ کے چہرے پر غصے کے آثار ابھرے خاتون تعجب سے بولیں تمہاری آواز حیرت انگیز طور پر بدل گئی ناشتہ کر کے بیٹم بزرگ نے کہا اور ان کے ناشتہ کرنے پر میں بھی ناشتہ جلدی جلدی کرنے لگ گیا نہ جانے کیا حالات ہو پہلے ہی ملاقات میں آواز کی تبدیلی محسوس کر لی گئی ہے آگے دیکھتے ہیں میں نے پیٹ بھر کر کھلیا اور سیر حکم ہو گیا اب میں ہر حکم کی صورت کے لئے تیار تھا خادموں نے بچا ہوا کھانا اٹھانا شروع کر دیا شہزادہ عمران میرا حکم ہے تم اپنے حواس درست کرو ہم تمہارے دشمن نہیں ہیں بیٹے جس دنیا کو تم دیکھنا چاہتے ہو اس کو ہم سے تفصیل سے سن لو مکاروں کی دنیا ہے وہاں سب ایک دوسرے کے دشمن ہیں سب ایک دوسرے کو لوٹ لینا چاہتے ہیں وہ آپس میں دست و گریبان ہیں کسی کو کسی سے کوئی ہمدردی نہیں ہے سب ایک دوسرے کے جانی دشمن ہیں وہ اشرف المخلوقات ہیں لیکن جانوروں سے بدتر اس دنیا کو دیکھئے میں کیا کروں گا تمہاری دنیا اس دنیا سے زیادہ پرسکون ہے یہاں محبت کا جو ہے سب ایک دوسرے کو چاہتے ہیں امن و سکون سے یہ چند دن جو تم نے ان کے ساتھ گزارے ہیں بچ ہاتھ کیسے پائے بزرگ نے کہا میری گردن جھکی ہوئی تھی بزرگ نے ایک ایک لفظ درست کہا تھا مجھے ان سے اتفاق تھا میری بد قسمتی ہے میں تو اسی دنیا کا ایک فرد ہوں بہر حال میں جواب دینے کے لئے تیار تھا محترم بزرگ میں آپ کے ایک ایک الفاظ سے متفق ہوں بلاشبہ میری دنیا ایسی ہی ہے آپ نے بتائی ہے لیکن میں آپ کی غلط فہمی دور کرنا چاہتا ہوں تمہاری آواز کو کیا ہو گیا ہے بیٹا۔ یہ امی میری اصل آواز ہے معطر خاتون میں وہ نہیں جو آپ سمجھ رہی ہیں میں شہزادہ عمران نہیں ہوں میرے سامنے بد تمیزی کر دو گے تو سزا پاؤ گے میرے غصے کو آواز نہ دو رات کو تمہارے استوانے بھی بے تپا تھا کہ تم خود کو عمران تسلیم نہیں کرتے ہو لیکن مجھے گمان نہ تھا کہ تم اپنے والد کو بھی بے وقوف بنانے کی کوشش کر دو گے کیا تمہارا خیال ہے کہ تمہاری آواز بدل جانے سے تمہاری شکل و صورت بدل جائے گی۔ بزرگ نے کہا محترم بزرگ میں صرف اتنا کہتا جاؤں گا آپ کی دنیا بڑی دلکش ہے اس تلافی دنیا میں جانے کی بجائے اسی دنیا کے کسی



گوشتے میں اپنی زندگی گزارتا چاہتا ہوں لیکن میں آپ کی کسی غلط فہمی پر سزا کا مستحق نہیں۔ آپ مجھے عمران کہیں یا نہیں بس میں یہ عرض کروں گا کہ میں شہزادہ عمران نہیں ہوں میرا نام نوید ہے میں دنیا کا ستیا ہوا ہوں اس کے باوجود اگر آپ مجھے عمران کہنے پر قادر ہیں تو میں خاموشی اختیار کروں گا بزرگ حیرت سے شکل دیکھنے لگا اور معمر خاتون بھی تعجب پرے لہجے سے دیکھنے لگی اب ان دونوں کی آنکھوں میں شلوک نظر آرہے تھے تب پھر تم کون ہو؟ میرا نام نوید ہے میں اس دنیا کا ستیا ہوا ہوں اور ایک جرم کر کے فرار ہو رہا تھا کہ راستے میں آپ کے آدمیوں نے پکڑ لیا اور زبردستی عمران بنادیا واللہ اگر تم عمران نہیں ہو تو تمہاری اس سے مشابہت حیرت انگیز ہے ہاں اگر یہ تمہاری شہرت ہے تو تم ہمارے عقب سے نہیں بچ سکتے۔ معمر بزرگ کھڑے ہوئے اور انہوں نے تالی بجائی ایک خادم اندر داخل ہوا۔

عمران کی دایہ کو بلاؤ معمر بزرگ نے کہا اور خادم واپس چلا گیا چند لمحات کے بعد وہی دوسری عورت اندر داخل ہوئی۔ نس کے بارے مجھے بتادیا گیا تاکہ وہ میری آیا ہیں آیا تم اسے غور سے دیکھو کیا تمہیں اس میں اور عمران میں کوئی تبدیلی نظر آتی ہے معمر بزرگ نے کہا اور بوڑھی عورت قریب آکر مجھے دیکھنے لگی میرے قریب آکر میری آنکھوں میں جھانک رہی تھی اور اس کے چہرے پر حیرت کے آثار نظر آرہے تھے پھر اس نے جلدی سے میرا گریبان کھولا اور میرے سینے کو غور سے دیکھنے لگی اس کے بعد بو کھلائے ہوئے انداز میں پیچھے ہٹ گئی اس کے چہرے پر اضطراب تھا معمر خاتون دور سے اس کو دیکھ رہی تھی حضور، حضور دایہ بولی یہ عمران نہیں ہے میں قسم کھاتی ہوں یہ شہزادہ عمران نہیں ہے معمر خاتون اور بزرگ دونوں چونک اٹھے تمہیں کیسے یقین ہو گیا۔ دایہ جبکہ تم نے اس کی آواز بھی نہیں سنی میں نے شہزادہ کو بیچپن سے پالا ہے ان کی آنکھوں کی رائے پہلی پر ایک نیلا تل تھا اور سینے پر سورج کی شکل کا ایک سرخ نشان بلاشبہ یہ شخص ہو ہو شہزادے کلمہ مشکل ہے لیکن یہ شہزادہ نہیں ہے دایہ نے کہا اور معمر خاتون نے جلدی سے چہرے پر جلدی سے غائب کھینچ لیا تو وہی دیر بعد بزرگ نے کہا اس میں اس بے چارے کا کوئی تصور نہیں ہے اسے مہمان خانے میں پہنچا دو بزرگ نے کہا۔ شاہ محترم میں نے کوئی جلدی سے کہا میں نے اپنی اصلیت نہ چھپائی تھی براہ کرم مجھے کوئی کونہ عنایت فرما دیا جائے میں یہاں سے

نہیں جانا چاہتا میں نے لجاجت سے کہا اور دانیال کو ہمارے پاس بھیج دو بزرگ نے میری بات سنی ان سنی کرتے ہوئے کہا۔ اس بے وقوف نے بہت بڑی غلطی کی ہے انہوں نے کہا اور معمر خاتون کا ہاتھ پکڑے ہوئے باہر نکل گئے اب کمرے میں دایہ اور میں رہ گئے تھے آؤ دایہ میں نے خشک لہجے میں کہا آپ ہی میرے اور رحم کھائیں محترمہ خاتون آپ جانتی ہیں کہ میں بے تصور ہوں میں نے دایہ سے کہا خاموش رہو بے وقوف لڑکے اگر شاہ کو معلوم ہو گیا تو تم ضرور پاؤں کے آؤ خاموشی کے ساتھ چلے آؤ وہ دروازے کی طرف بڑھ گئی اور چارو و ناچار میں ان کے پیچھے چل پڑا لیکن اس بار ہمارا رخ دوسرے راستے پر تھا اور میں ڈیڈ پائی آنکھوں سے راستے طے کر رہا تھا جب میری آنکھوں میں تاریکی پھیل گئی یہ حسین ماحول مجھ سے جدا ہو رہا تھا اور تب مجھے اور ایک عمارت کے کمرے میں پہنچا دیا گیا یہاں آسائش کے تمام سامان موجود تھے میں ایک مسہری پر بیٹھ کر اپنے مستقبل پر غور کرنے لگا اور دایہ خاموشی سے باہر نکل گئی کی گھنٹے گزر گئے کوئی میرے پاس نہ آیا پھر شاید دوپہر کا وقت ہو گیا میں کمرے کے دروازے کی طرف دیکھنے لگا لیکن دو سیاہ فام غلام تھے، انہوں نے ہاتھوں میں کھانے کی ٹرے اٹھائی تھی دونوں غلام کھانا رکھ کر اسی طرح خاموشی سے واپس چلے گئے اور میں بے دلی سے کھانے کی میز پر آگیا اور میں نے کھانا کھلیا تو وہی دیر بعد میں کھانے سے فارغ ہوا تو وہی آگیا اور میرے لئے ہاتھ میں تھوہ کے برتن لئے ہوئے آگیا گرم گرم تھوہ لی کر میں نے گرمی گرمی سانس لی اور پھر کمرے میں چل ڈھکی کرنے لگا چند لمحوں بعد تھک کر مسہری پر آ بیٹھا نہ جانے میری آنکھوں میں عجیب سی تھکن تھی شاید رات کو نہ سونے کی وجہ سے ہو گا کیوں نہ تو وہی دیر آرام کر لیا جائے پھر مسہری پر لیٹنے ہی مجھے نیند آئی اور میں سو گیا نیند بھی ایسی طویل تھی کہ میں گھوڑے بیچ کر سویا نہ جانے کتنی دیر تک اس آرام دہ مسہری پر سو رہا اور پھر کب میری آنکھ کھلی چاروں طرف تاریکی باہر سے کہیں سے روشنی اندر آ رہی تھی اس تاریک ماحول میں کچھ ٹھن سی ہو رہی تھی میں نے یہاں ایک گرمی سانس لی ظاہر ہے اب یہاں میری کوئی حیثیت نہیں رہی تھی بوجہ تھان لوگوں پر زبردستی کا مہمان پھر میری فکر کیوں کی جاتی میں نے ایک کمرہ کے ساتھ کمرہ بدلی تب مجھے احساس ہوا کہ میرے بدن کے نیچے مسہری موجود نہیں ہے ارے مسہری گئی کہاں پھر میں نے نثر کر دیکھا اور

چونک پڑا یہ تو صاف زمین تھی میرے نیچے کچھ نہ تھا میں نے آنکھیں میاڑ میاڑ کر چاروں طرف دیکھا یہ تو وہ مہمان خانہ نہیں تھا جہاں میں سویا تھا پھر یہ کوئی جگہ ہے مجھے سخت سر دئی کا احساس ہوا تھا میں نے جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گیا تب مجھے احساس ہوا کہ میرے نیچے تکیہ ضرور ہے جب میں نے تکیہ اٹھایا تو اس کے نیچے سے روپے نکل آئے غور سے دیکھا تو پورے بیس ہزار تھے لگتا تھا انہوں نے بیسوں سے اس کی مدد کی ہے کہ میں وہاں سے نکل دیا گیا ہوں یقیناً اب میں وہاں نہیں ہوں لیکن ان شریف لوگوں نے یہ احسان کیا کہ کیا ہے کہ میری مدد انہوں نے بیسوں سے کر دی پھر میں اٹھا اور کمرے کے دروازے کی طرف بڑھ گیا باہر قدم رکھ کر میں نے اپنا لباس دیکھا میرا اپنا لباس تھا وہی بنے پنے میں فرار ہوا تھا نہ جانے میری نیند کیسی تھی انہوں نے میرا لباس تبدیل کیا مجھے یہاں تک لائے اور پتہ نہ چل سکا ضرور اس تھوہ میں گزربو تھی میں نے فیصلہ کیا اور دروازے سے باہر آگیا اور پھر میری آنکھیں تعجب سے پھیل گئی یہ تو بڑے اسٹیشن تھا پلیٹ فارم پر ایک ڈر نظر آ رہا تھا شاہ پور بکشن میں نے زیر لب کہا چلے جا کر میں نے مسہری ٹکٹ لی اور گاڑی کا انتظار کرنے لگا گاڑی آوا کھنڈ لیٹ تھی اس لئے میں ایک چالے کی کنٹین میں چلا گیا اور چالے پینے لگا کیا بجا ہو گا میں نے چالے والے سے کہا سوا پارہ بیچے ہیں صاحب اس وقت کو کسی ٹرین آئے گی خیبر میل ٹرین گزرے گی صاحب بس وہ آخری ٹرین ہے اس کے بعد صبح نو بجے سے گاڑیاں آنا شروع ہوں گی چالے والے نے بتایا میں اس ٹرین سے روانہ ہو سکتا تھا تو وہی دیر بعد ٹرین آگئی اور میں اپنا کپار ٹکٹ تلاش کر کے اس میں داخل ہو گیا کپار ٹکٹ میں بہت سے لوگ تھے میں اپنی سیٹ پر خاموشی سے بیٹھ گیا تقریباً سب ہی سو رہے تھے ٹرین یہاں پر چند منٹ رکی اور روانہ ہو گئی اسٹیشن چھوڑ دینے کے بعد میں نے کمرے کمرے سانس لئے آپ میرے چہرے کسی آدمی کے بارے میں غور کر سکتے ہیں کہ کیا وقت گزر رہا تھا میں کپار ٹکٹ میں بیٹھے ہوئے لوگوں کا جائزہ لے رہا تھا اور دیکھ رہا تھا ان میں کوئی ایسا آدمی تو نہیں ہے جو میرے لئے خطرناک ہو مختلف قسم کے لوگ تھے سب کے سب تعلیم یافتہ کچھ خواتین بھی تھیں میرے پاس سمت سامنے کی سیٹ پر ایک نوجوان لڑکی سو رہی تھی اور ان کے ساتھ ایک بوڑھی خاتون آگے رہی تھی اور ان کے ساتھ ایک بزرگ بیٹھے ہوئے تھے وہ بھی سو

رہے تھے لڑکی بہت خوبصورت تھی، گلابی ہونٹ، سیاہ بال اور گورے گورے گل پر سیاہ تل تو بہت ہی بچ رہا تھا میں لڑکی کو دیکھنے میں اتنا محو ہو گیا کہ بڑی بی کو جاتے ہوئے نہ دیکھ سکا اور وہ مجھے غصے سے گھورنے لگی جب میری نظریں بڑی بی سے چار ہوئی تو میں شرمندہ ہو کر آنکھیں بند کر کے لیٹ گیا تقریباً پورے تین گھنٹے کے بعد ٹرین نے مجھے میری منزل مقصود تک پہنچا دیا پلیٹ فارم پر اتر کر میں نے ٹکٹ چیک کرانے پہنچا تو ٹکٹ چیکر مجھے دیکھ کر چونک پڑا پھر مجھے ٹکٹ واپس کر دی اور میں بول پڑا سنئے جی پیچھے سے ٹکٹ چیکر کی آواز سنائی دی جی میں نے کہا آپ ذرا آفس میں چلیں آپ کی تھلائی بٹی ہے جی اچھا اور میں بنے ہوئے آفس میں آکر بیٹھ گیا۔ اندر کوئی نہ تھا میرے سوا چند لمحوں بعد ٹکٹ چیکر اندر داخل ہوا اس کے پیچھے ایک پولیس انسپٹر اور دو کانسٹیبل دیکھ کر چونک پڑا ہاں جی اب ذرا کام کی بات ہو جائے پولیس انسپٹر نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا اور ٹکٹ چیکر باہر چلا گیا کام کی باتیں میرا دل لرز اٹھا ممکن ہے وہ چیکنگ کے لئے بات کرے ضرور میں نے سنبھل کر کہا۔

آپ شکل سے تو ایسے نہیں لگتے مگر آپ اس قدر ذلیل انسان ہیں پولیس والے کا لہجہ بدل گیا اور میں بلاشبہ صوفے سے ایک فنٹ اچھل پڑا میں منہ جھائے اس کی شکل دیکھ رہا تھا ٹکٹ چیکر آپ کی شکل دیکھ کر چونک پڑا اسے خشک ہو گیا تھا کہ تم وہی روپ نمکرے بھاگے ہوئے لڑکے ہو جس کا جرم دس لڑکیوں کا خون ہے کیوں میں نے ٹھک کہا۔ نہ تمہارے وہاں سے بھاگ جانے کے بعد پولیس کے سٹارے اسٹیشن اور ریلوے اسٹیشن پر تمہاری تصویر دے رکھی تھی، لیکن میں اس کی تصدیق کرنا چاہتا تھا جب مجھے ٹکٹ چیکر نے بتایا تو میں نے آج روپ نمکر سے آئی ہوئی رپورٹ کی فائل نکالی اس میں میں نے بھی آپ کی تصویر دیکھی اور کافی اطمینان کر لینے کے بعد یہاں آیا ہوں۔ میرے پورے بدن کا شو خشک ہو گیا تھا جس بات کا مجھے ڈر تھا وہی ہوا پھر پولیس والوں نے مجھے اٹھایا اور جیب میں بیٹھا کر چل پڑے میرا دل تاریک تھا دل بیٹھ گیا تھا کیا کروں کوئی خیال ذہن میں نہیں آ رہا تھا مناظر میری آنکھوں کے سامنے آرہے تھے لیکن میں ان سے بہرہ تھا یہاں تک کہ جیب پولیس اسٹیشن کی عمارت میں داخل ہو گئی پولیس والوں نے مجھے بازوؤں سے پکڑ کر نیچے اتارا اور اندر چلے گئے چند منٹ بعد میں انسپٹر کے آفس میں بیٹھا تھا اور انسپٹر میری فائل پڑھ رہا تھا پھر اس



نے کھنی بجائی ہیڈ محرو کو بلایا ہیڈ آفس کو اطلاع کر دو کہ  
ڈپٹی کا مجرم نوید پکڑا گیا ہے اور اسے لاک اپ میں بند کر  
دیا لاک اپ میں دوسرے لوگ موجود تھے چوری کے  
الزام میں ہو۔ لوڈیا کو چھڑا ہے کسی کے گھر میں اتر گئے  
تھے کیا ایسے ہی دوسرے سوالات میں نے کسی کا کوئی  
جواب نہ دیا رات گزرتی رہی لاک اپ کا پیلا بلب جلتا  
رہا پھر میرے برابر لیٹے ہوئے مجرم نے میری کمر میں انگلی  
چسبونی اور میں اچھل پڑا میں نے کپیل سے منہ نکالا اسے  
دیکھا وہ مسکرا رہا تھا یہ کیا مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں  
آتا تھا میں اسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا۔ وہ تو  
میرا بمشکل تھا سو فیصد وہ میرا بمشکل تھا حالانکہ  
دن میں یہ قیدی نہیں تھا اس وقت کمال سے آگیا میں  
اسے گھورتا رہا کیا سوچ رہے ہو دوست اس نے کمات تم  
کون ہو طاغوت اس نے جواب دیا میں خاموشی سے اسے  
گھورتا رہا وہ ہو میرا بمشکل تھا سمجھو جیسے آئینہ  
سامنے رکھا ہو تب پھر اٹھ کر بیٹھو یا رہا میں کریں اس  
نے بے تکلفی سے کہا اور کھل اتار کر اٹھ بیٹھا ہمارا نام  
نوید ہے اس نے کہا مگر تم مجھے کیسے جانتے ہو یہ مشابہت  
اس حد تک ہے کہ خود میرے والدین ہمارے بارے  
میں دھوکہ کھا گئے اور اس کے ان الفاظ سے میں چونک  
پڑا کہیں یہ وہ تو نہیں جس کے دھوکے میں مجھے نہیں سے  
انوا کیا گیا تھا اور وہ شاید میرے دل کی بات سمجھ گیا ہمارا  
خیال درست ہے میرے دوست مجھے اسی دن اطلاع مل  
گئی تھی جب نہیں میرے دھوکے میں لے چلا گیا تھا  
سب کچھ بتا دوں گا یا اب وہ مجھے تلاش کر رہے ہیں  
لیکن وہ پریشان نہیں اگر وہ پریشان ہوتے تو مجھے والدین کی  
محبت کے لئے جاننا پڑا لیکن وہاں میرے آدمی موجود ہیں  
اور انہوں نے مجھے ہمارے بارے میں اطلاع دی  
انہوں نے کہا تھا کہ شاہ کے ہر کارے کسی ایسے آدمی کو  
پکڑ کر لائے ہیں جو میرا بمشکل ہے مجھے بڑی خوشی  
ہوئی بہر حال آپ میں اراحم البدل مل گیا مگر معلوم ہوتا ہے  
کہ تم بھی میری طرح سر پھرے ہو اور یہ بار عیش کرتے  
میری جگہ رہتے بہر حال وہ دنیا ہمارے لئے عجیب ہوتی  
میرے ذہن سے حیرت کی دھند چمٹی جاری تھی اس  
عجیب ماحول میں تم سے ملاقات کر کے خوشی ہوئی میرے  
دوست میں ایک عام انسان ہوں تمہاری دنیا نے حیرت  
کے چند نقوش میرے ذہن پر چھوڑے ہیں میں تمہاری  
دنیا کے بارے میں کچھ جاننے کا خواہش مند ہوں اس لئے  
میں اپنی ریاست چھوڑ آیا۔

میں تمہاری دنیا دیکھنا چاہتا ہوں کہ تم شہزادے ہو  
ہاں میں اپنی ریاست کے حکمران کا بیٹا ہوں تمہاری  
ریاست کا کیا نام ہے اسے ساستان کے نام سے یاد کیا جاتا  
ہے ساستان میں نے اسے عجیب نام کو دہراتے ہوئے کہا  
ہاں مگر یہ نام میرے لئے اجنبی ہے شاید نقشے پر بھی موجود  
نہیں ہاں کیونکہ اس کا دنیا کے نقشے سے نہیں ہے ہماری  
ریاستوں کے نقشے تمہاری دنیا سے الگ ہیں کیوں میں نے  
تجربے سے کہا کیونکہ ہمارا تعلق تمہاری دنیا سے نہیں ہے  
پھر کہاں سے ہے بڑے بھولے ہو یا رہا ہم تم سے جدا ہیں  
اسے یوں سمجھو کہ تمہارا خیر مٹی سے اٹھا ہے ہم آگ سے  
بنے ہیں جن میں نے خوف سے کہا ہاں آگ جن مگر  
حواس قائم کرو ہم آدم خور نہیں ہوتے ہم تمہاری طرح  
مخلوق ہیں تم کس قدر مختلف ہو اس نے کہا اور میں نے  
پچھنی پچھنی آنکھوں سے اسے دیکھا منہ بند کر لو ورنہ اچھا نہ  
ہو گا میں نے حیرت سے کھلا ہوا منہ بند کر لیا میں کہہ  
چکا ہوں میں تمہارا دوست ہوں اور دوست صرف  
دوست ہوتے ہیں ان پر شک کرنا دوستی کی توہین ہے مجھے  
اپنی دنیا سے آئے ہوئے چند روز ہوئے ہیں اب تم اپنے  
بارے میں کچھ بتاؤ تم میرے نام سے واقف ہو اور پھر میں  
نے اپنے آپ سے شروع ہونے والی آخر تک ساری  
کہانی سنائی ہے سنو نوید تمہاری دنیا ایسی ہے جس میں  
دشمنوں اور پریشانیوں کے سوا کچھ نہیں ہاں میرے دوست  
کل جب یہ پولیس والے میری رگوں سے خون چھڑیں  
گے تب معلوم ہو گا محال ہے کسی کی اس نے غصے سے کہا  
کیا تم میرے دوست ہو کسی کی ہمت ہے جو میرے  
دوست کو ہاتھ لگائے۔ اگر تمہاری ریاست کا یہی قانون  
ہے کاش میں تمہاری ریاست میں پیدا ہوتا میں نے کہا۔  
جانے دو یا یہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے میرا وعدہ ہے مگر تم  
کیا کرو گے میں ہاں میں نے طاغوت سے کہا تو پھر دیکھو  
میں کیا کر سکتا ہوں پھر اس نے سنی بجائے والے انداز  
میں ہونٹ مسکوڑے اور سانس اندر کھینچنے لگا میں حیرت  
سے اس کی یہ حرکت دیکھ رہا تھا میں نے ڈیوٹی پر موجود  
گارڈ کو سلاخوں کی طرف آتے دیکھا لیکن اس کے آنے کا  
انداز ایسا تھا جیسے وہ تیز آمد می کے جھکوں سے کھینچا چلا  
آ رہا ہو وہ قدم جمائے کی کوشش کر رہا تھا اور پھر وہ  
سلاخوں سے ٹکرایا اور طاغوت نے ہاتھ باہر نکال کر اس  
کی گردن پکڑ لی گاڑنے منہ سے ایک آواز نکلی جب وہ  
ہے ہوش ہو گیا تو طاغوت نے میری گردن پکڑ کر باہر  
کی طرف دھکیل دیا میں گرتے گرتے اور سنبھل کر

چاروں طرف دیکھنے لگا مگر یہ کیا یہ تو پولیس اسٹیشن تو تھا  
ہم کسی ہوٹل کے کمرے میں تھے یہ کیا طاغوت اب تم  
آرام سے بیٹھو یہ ہوٹل کا کمرہ ہے جسے میں نے پہلے بک  
کر لیا تھا اب ہم آرام سے باتیں کریں گے نوید میں نے  
تم کو اپنی کہانی سنائی ہے اب تم اپنی کہانی سناؤ طاغوت  
صوف پر بیٹھے ہوئے بولا اور میں بھی طاغوت کے ساتھ بیٹھ  
گیا تھوڑی دیر خاموشی رہنے کے بعد پھر میں نے اپنی کہانی  
شروع کر دی میں نے طاغوت کو شروع سے لے کر آخر  
تک اپنی کہانی سنائی نوید تمہاری کہانی تو بہت ہی دلکھ بھری  
ہے طاغوت میں تم سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں ہاں کہو  
طاغوت نے کہا طاغوت تم وہاں اپنی دنیا میں چلے جاؤ ماں  
باپ کی جدائی کا درد تم کیا جانو یہ تم مجھ سے پوچھو کہ میں  
ماں باپ کے بغیر کیسے رہ رہا ہوں طاغوت تم وہاں چلے جاؤ  
تمہارے بغیر تمہارے ماں باپ کس قدر پریشان ہونگے  
میری ماںوں تو چلے جاؤ ورنہ تمہیں پچھتاہ بڑے گا ماں  
باپ کے بنا میری زندگی ادھوری ہے یہ ہے میں ماں باپ  
کے بغیر کیسے جی رہا ہوں طاغوت اگر تم میری جگہ ہوتے تو  
تم کو پتہ ہوتا کہ ماں باپ کا درد کیا ہوتا ہے طاغوت  
تھوڑی دیر خاموش رہا اور پھر مجھ سے چٹ کر رو پڑا  
تھوڑی دیر کے بعد طاغوت نے مجھ سے کہا نوید تم نے  
میری آنکھیں کھول دی ہیں واقعی ماں باپ کی محبت کو  
نہیں جانتا تھا تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد طاغوت  
نے مجھ سے علیحدہ ہو کر مجھے ایک انگوٹھی دی اور کہا نوید  
اس انگوٹھی کو تم پہن لو جب نہیں میری ضرورت پڑے  
تو اس انگوٹھی کو چوم لینا پھر میں حاضر ہو جاؤں گا اور وہ  
غائب ہو گیا مجھے تو بہت خوشی ہوئی کہ ایک سینے کے  
ماں باپ سے ملاو رات ہو گئی اور میں سو گیا صبح کو میرے  
نے مجھے اٹھایا اور نماز کو جب میں باہر آیا میرے نے کہا  
صاحب آپ کے لئے یہاں ناشتہ لے آؤں یا پھر آپ ہاں  
میں آکر کھاؤں گے میں ہاں میں ہی ناشتہ کروں گا میں نے  
پالوں کو خشک کرتے ہوئے کہا۔ پھر میں نے پالوں میں  
تکڑی کی اور نیچے ہاں میں چلا گیا اور ایک خالی ٹیبل کے  
پاس جا کر بیٹھ گیا ناشتہ آگیا پھر میں ناشتے سے فارغ ہو  
کر میز کے پاس مل پوچھے گیا کتنا تامل ہوا میرا سر آپ کے  
کمرے کا ایک مینے کا گریہ اور کھانے کا بل زائد صاحب  
دے کر جاتے ہیں میز نے خالص کاروباری لہجے میں کہا  
اور مجھے طاغوت کا خیال آگیا پھر میں نے کمرے کی چابی  
دی اور ہوٹل سے باہر آگیا اور ایک ٹیکسی میں بیٹھ گیا اور  
اسے کسی اچھی جگہ گھومنے پھرنے کی جگہ پر لے جانے کو

کہا اور ٹیکسی ڈرائیور نے کار آگے بڑھا دی ٹیکسی  
ڈرائیور نے مجھے ایک بلغ میں لے جا کر چھوڑ دیا میں نے  
اسے پیسے دیے اور پھر گھومنے پھرنے لگا یہاں بہت سے  
لوگ گھومنے آرہے تھے میں نے بھی گھومتے ہوئے ایک  
سنسان علاقے میں پہنچ گیا ابھی میں وہاں کا جائزہ لے رہا تھا  
کہ بچاؤ بچاؤ کی آوازیں سنائی دینے لگی جیسے کوئی شدید  
تکلیف میں ہو میں آواز کی سمت جانے لگا اور ایک  
درخت کے پاس جا کر رک گیا اس درخت کو چاروں  
طرف سے آگ نے اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا اور ایک  
ناگ اس آگ میں ترپ رہا تھا بچاؤ بچاؤ کی آوازیں ناگ  
کے منہ سے آ رہی تھی میں حیران تھا کہ ایک ناگ انسانی  
آواز کیسے نکال سکتا ہے خبر میں نے ادھر ادھر دیکھا پھر مجھے  
ایک ڈنڈی نظر آئی وہ بلی کی لکڑی تھی پھر میں نے وہ  
لکڑی ناگ کی طرف کی تو وہ ناگ اس پر چڑھ گیا اس طرح  
میں نے ناگ کو اپنی طرف کھینچ لیا ناگ نے باہر نکل کر میرا  
شکر یہ ادا کیا اور کہا اب مجھے نیچے اتار دو پھر میں وہاں سے  
چل پڑا یہ سوچتا ہوا چل پڑا کہ ایک ناگ کیسے بول سکتا ہے  
شام ہونے والی تھی میں گھومتا پھرتا جا رہا تھا کہ غریبوں میں  
نکل آیا وہاں ایک جھوم لگا ہوا تھا جب میں نے دیکھا تو ایک  
گھر کا سامان باہر پھینکا جا رہا تھا اور اس گھر کے مالکان ایک  
بوڑھا ایک بوڑھی اور لڑکا اور لڑکی ایک طرف کھڑے  
تھے کچھ آدمی ان کے گھر کا سامان باہر پھینک رہے تھے او  
بھائی جان یہ تم کیا کر رہے ہو میرا لباس دیکھ کروہ مرعوب  
ہو گیا تھا صاحب ان لوگوں نے میرے دس ہزار روپے  
ادھار لئے تھے اور اب تک نہیں دیئے ایک مینے کا وعدہ  
کیا تھا لیکن ایک مینے سے زیادہ عرصہ ہو چکا ہے میں اس کا  
مکان چچ کر اپنے پیسے پورے کرلوں گا اس آدمی نے کہا  
اسی ٹائم میں نے میں ہزار روپوں میں سے دس ہزار  
روپے نکال کر اس کے منہ پر دے مارے پھر کہا جس طرح  
تم نے ان کا سامان باہر پھینکا تھا اسی طرح واپس رکھ دو  
انہوں نے سامان اندر رکھ دیا پھر وہ لوگ چلے گئے اور  
لوگ بھی چلے گئے جب میں بھی جانے لگا تو بوڑھے آدمی  
نے مجھے روک دیا بیٹے سنو تم کون ہو؟ آدمی نے  
مجھ سے کہا میں ایک انسان ہوں تمہارا شکر جو تم نے  
ہماری مدد کی ایک تو تم مجھے بتانا کہ رہے ہو اور دوسری  
طرف مدد کی بات کر رہے ہو میں آپ کا بیٹا ہوں اور میں  
نے ایک بیٹے کا فرض پورا کیا ہے بیٹا ہمارے غریب خانے  
کو کچھ عزت بخشو اور پھر میں ان کے ساتھ مکان میں چلا  
گیا تھوڑی دیر بعد اس کا بیٹا بھی آگیا یہ میرا بیٹا نہم ہے



بہت ظالم تھا۔

میرے باپ کے ظلم سے بہت لوگ تنگ تھے اور وہ میری شادی ایک اور راجہ کے بیٹے سے کروانا چاہتے تھے مگر میں کسی اور کو پسند کرتی تھی اس لئے شادی سے انکار کر دیا آخر میں نے اپنے محبوب سے کہا کہ ہم خوشی کر لیں اور اسے لئے ہوئے میں اس کمرے میں آئی وہ جو سامنے کھڑی ہے ہم دونوں خود کشی کرنے لگے میں نے پہلے اس کھڑی سے چھلانگ لگادی، مگر تاہم پر محبوب نے میرا ہاتھ چھوڑ دیا جب وہ بھاگنے لگا تو میرے باپ نے اسے گردن سے جدا کر دیا تب سے میں عذاب میں مبتلا ہوں ہر روز رات کو آتی ہوں اور اسی طرح سردی سے کانپتی ہوں اور کتنی ہوں کوئی آگ جلا دے تمہاری مہربانی جو تم نے آگ جلا دی وہ بھی میری سردی کم نہ کر سکے گی اور میں اس طرح تڑپ رہوں گی میرا بھی کچھ خوف کم ہو گیا کیا اس کا کوئی ایسا نہیں ہے میں نے اس روح سے پوچھا وہ ایسے کہ میں سب سے برا بہینی کا مندر ہے اس کا بہت بڑا بت رکھا ہوا ہے اور اس بت کے آگے بہت بڑا گڑھا ہے جس میں سارا سال ٹپک لگی رہتی ہے اور اسے ہر پختہ ختم خوبصورت سندھ ناروں کی بی دی جاتی ہے اگر تم میری مدد کرنا چاہتے ہو تو اس بت کو توڑ دو پھر میری روح کو سکون مل جائے گا اور میں آسمان میں لوٹ جاؤں گی کیا تم میری مدد کر سکتے ہو میں سوچنے لگا توڑی دیر سوچنے کے بعد تک میں نے کہا میں تمہاری مدد کرنے کو تیار ہوں جیسے ہی تم بت کو توڑو گے میری روح کو سکون مل جائے گا یہ کہہ کر روح اٹھی اور کھڑکی کی طرف چھلانگ لگادی خوفناک سانے میں اس کی چیخ دور تک گونجی اگر میری جگہ کوئی اور ہوتا تو یہی ہی مر جاتا مجھے تو اب ایک حالت سی ہو گئی تھی مجھے توڑا توڑا خوف محسوس ہو رہا تھا اب بارش بھی ختم چکی تھی اس لئے میں باہر نکل پڑا سامنے سے ایک گاڑی آتی ہوئی دکھائی دی میں نے اسے رکنے کا اشارہ کیا ٹیکسی میرے پاس آکر رکی گی اور میں اس میں بیٹھ گیا ڈرائیونگ ہوٹل چلو اور ڈرائیونر نے گاڑی آگے بڑھا دی پورے کپڑے ہجک چکے تھے خیر ٹیکسی ڈرائیونر ہوٹل جا کے رکی میں نے پیسے دیے اور اندر چل پڑا تاہم دیکھا تو رات کے نو بج چکے تھے میں نے اپنے کمرے کی چابی لی اور کمرے میں آکر کپڑے تبدیل کر کے سو گیا صبح میں جلدی اٹھا اور کپڑے تبدیل کر کے ناشتہ اوپر کھلیا اور نیچے آکر میز سے کہا کہ مجھے بہینی کا ایک گھٹ منگوا دو۔ میں آج ہی جاؤں گا اور میں

ندیم میرے برابر بیٹھ گیا پھر اس کی بیٹی چائے کے کر انگی بنا چائے پی لو میں نے شکریہ کہتے ہوئے چائے پی لی، تاہم کی طرف دیکھا تو رات کے دس بج رہے تھے میں اٹھا اور چل دیا شکریہ بانی ندیم تم ذرا اٹھو اور صاحب کے ساتھ تھوڑی دور چلے جاؤ ندیم میرے ساتھ چل پڑا موسم ویسے بھی خراب تھا ندیم نے کہا سر اگر آپ تھوڑی دیر ہمارے ساتھ بیٹھ جاتے تو ٹھیک تھا بارش بھی ہونے والی ہے ہم نے تھوڑا راستہ طے کیا اور بارش ہو گئی آپ میرے ساتھ واپس گھر چلیں نہیں ندیم میں چلا جاؤں گا ندیم کو بڑی مشکل سے واپس بھیجا، بارش نے زور پکڑنا شروع کر دیا اب میں پریشان ہو گیا آگے چلنا بہت مشکل تھا میں نے ادھر ادھر دیکھا تو بہتی سے ہٹ کر ایک حویلی بی ہوئی تھی جو دریاں نظر آرہی تھی میں حویلی کی جانب چل دیا بارش سے بچنے کے لیے اس سے اچھی جگہ اور کوئی نہ تھی رات کے وقت حویلی بہت ہی خوفناک لگ رہی تھی حویلی میں ایک خوفناک سناٹا تھا آس پاس کی بھائیاں ایسی لگ رہی تھیں جیسے بے شمار روہیں رہیں کر رہی ہوں میں حویلی کے اندر چلا گیا اس کے کسی کمرے کی کوئی چھت نہ تھی اوپر کی جانب چلا وہاں ایک کمرہ تھا جو صحیح تھا پھر میں اس میں داخل ہو گیا ہر طرف کھڑکی کے جال بنے ہوئے تھے، چاروں طرف سانے کا راج تھا میں نے اندازہ لگایا کہ میں تیسری منزل پر ہوں باہر بارش نے زور پکڑ لیا تھا کمرے میں چھکڑیں اٹنی لٹک رہی تھیں مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی اوپر آ رہا ہو پھر میں ایک ستون کے پیچھے چھپ گیا پھر ایک سایہ اوپر آ گیا کپڑوں کے لحاظ سے وہ لڑکی لگ رہی تھی مجھے سردی لگ ہے۔ سردی لگ رہی ہے کوئی آگ جلا دے یہ دیکھ کر ایک لڑکی ہے اور مجبور ہے اس لئے میں باہر آیا آپ کو کیا چاہئے سامنے لکڑی کا ایک گھٹا پڑا تھا اسے آگ لگا دیں مجھے سردی لگ رہی ہے آپ کی مہربانی ہو گی اندر میرے کی وجہ سے میں اس کا چہرہ نہ دیکھ سکا میرے پاس ہاتھ نہ تھے اس لئے میں نے دو پتھر اٹھائے اور ان کو آپس میں رگڑا دو تین مرتبہ کرنے سے آگ لکڑیوں کے ڈھیر میں لگ گئی وہ لڑکی آگ کے پاس آکر ہاتھ سینکنے لگی میں اس لڑکی کی شکل دیکھ کر اچھل پڑا اس کا جسم تو خوبصورت مگر چہرہ بد صورت تھا آنکھوں کی جگہ گڑھے پڑے تھے اور ان میں سے چرلی نکل رہی تھی اور اس کے دانت خون میں بھرے ہوئے تھے میں نے خوف سے کماہت تم کون ہو، وہ بولی میں یہاں کے چودھری کی بیٹی ہوں میرا باپ اس حویلی کا راجہ تھا پر

نے میز سے کہا کہ مجھے جلدی جانا ہے میں ڈرا باہر گھومنے جا رہا ہوں میں آکر لے لوں گا میں نے میز پر کونچ ہزار روپے دیئے اور اٹھ کر چل پڑا میں پہلے والے باغ میں جا کر گھومنے لگا میں وہاں پر گیا جہاں پر سانپ کو بچایا تھا آس پاس کوئی نہیں تھا میں اس درخت کی طرف دیکھ رہا تھا کہ اچانک ہوائیں شروع ہو گئیں جب میں نے مڑ کر دیکھا تو پیچھے سے ایک ہوا کا بخور بڑی تیزی سے آ رہا تھا اس سے پہلے کہ میں بخور سے بچتا بخور نے مجھے آیا اور میں بخور کے ساتھ ساتھ چلنے لگا جب بخور میرے اوپر سے گزر گیا تو میں نے بڑی مشکل سے اپنے آپ کو قابو میں کیا مگر یہ دیکھ کر چونک گیا کہ میں جس جگہ پر کھڑا تھا یہ وہ جگہ نہیں ہے ایک غار ہے آس پاس ویران علاقہ تھا نہ کوئی چند پرند تھا، چاروں طرف خاموشی کا راج تھا غار کے اندر سے عجیب و غریب آوازیں آنے لگیں اور سانپ کی آواز آرہی تھی میں اٹھ کا تاہم لے کر اندر چلا گیا غار کے آگے اندر جا کر ایک کھلا میدان آ گیا جس میں ہر طرح کے بہت آگے جا کر ایک کھلا میدان آ گیا جس میں ہر طرح کے سانپ تھے۔ اٹھوا، کوبرا، ناگ، بہت سانپ آ رہے تھے، جا رہے تھے اور ان سے توڑا سا آگے ایک بہت ہی عالی شان محل تھا جو کہ میں نے بھی زندگی میں نہیں دیکھا تھا۔ میرے قدم خود بخود محل کی طرف اٹھ رہے تھے اور جیسے جیسے میں آگے بڑھتا جاتا ویسے ویسے سانپ میرا راستہ چھوڑتے جاتے اور اس طرح میں محل میں پہنچ گیا محل کے اندر دربار لگا ہوا تھا جس میں بہت سے آدمی بیٹھے ہوئے تھے اور سامنے ایک شاہی تخت بچھایا ہوا تھا جو کہ خالی تھا توڑی دیر انتظار کے بعد تخت کے پیچھے سے ایک خوبو اور خوبصورت نوجوان نمودار ہوا نے دیکھ کر سب درباری کھڑے ہو گئے ایسا لگتا تھا جیسے یہی بادشاہ ہے اور تخت پر آکر بیٹھ گیا اور سب درباری بھی بیٹھ گئے تم بھی بیٹھ جاؤ اس نے مجھ سے کہا اور میں بیٹھ گیا تم یہ سوچ رہے ہو گے کہ تم یہاں پر کیسے آئے تو سنو میں تمہیں بتاتا ہوں تم نے ایک مرتبہ میری جان بچائی تھی تم نے جس سانپ کو بچایا تھا وہ میں تھا تمہاری بڑی مہربانی تم نے ناگ دیوتا کی جان بچائی ہے بولو تم ہم سے کیا مانگتے ہو جی کچھ نہیں مجھے کچھ نہیں چاہئے یہ تو میرا ایک فرض تھا جو میں نے پورا کیا میں نے حیران ہوتے ہوئے کہا سنو تم نے مجھے میری زندگی دی ہے اس لئے میں تمہیں وہ چیز دوں گا جس کا تمہیں کبھی تصور بھی نہ کیا ہو گا توڑی دیر کے بعد ایک دربارن ایک چھوٹے سے پہلے میں کوئی مشروب لایا

اور مجھے دیو پانی لو اسے نوید ناگ دیوتا نے مکرانے ہوئے کہا اور میں نے بغیر کے وہ مشروب پی لیا مشروب تھا بھی بہت ذائقہ دار پھر مجھے میرے جسم میں بجلیں دوڑتی ہوئی محسوس ہوئی سنو نوید اس مشروب کے پینے سے تم میں اتنی طاقت آگئی ہے کہ اگر تم دیوار کو ایک ٹھونہ مارو گے تو وہ بھی گر جائے گی اور دو سڑا تمہارے جسم پر آگ اثر نہیں کرے گی آپ کی بہت مہربانی کہ آپ نے مجھے اس قاتل سمجھا اچھا آگے بند کر لو تم اور میں نے آگے بند کر لی اب آنکھیں کھول لو ناگ دیوتا کی آواز سنائی دی اور میں نے جب آنکھیں کھولی تو میں وہاں پر ہی تھا جہاں میں پہلے تھا جب میں نے تاہم دیکھا تو چارنچ رہے تھے تو میں نے ہوٹل آکر میز سے گھٹ لی اور اسٹیشن چل پڑا گاڑی کے آگے میں ابھی چندہ منٹ باقی تھے پلیٹ فارم بھی مسافروں سے بھرا پڑا تھا توڑا انتظار کے بعد گاڑی آگئی اور میں اپنے نمبر کی سیٹ پر آرام سے بیٹھ گیا۔ گاڑی روانہ ہو گئی گاڑی مسافروں سے بھری پڑی تھی کوئی کھڑا تھا تو کوئی زمین پر بیٹھا تھا گاڑی نے دوسرے دن صبح آٹھ بجے مجھے بہینی پہنچا دیا میں نے گھٹ چپک کر لیا اور ٹیکسی اسٹینڈ کی طرف بڑھ گیا صاحب کہاں جانا ہے ایک ٹیکسی ڈرائیونر نے پوچھا سنو مجھے ہندوستان کے بڑے مندر کے پاس کے ہوٹل میں لے چلو صاحب ہنومان کے مندر کے پاس تو کوئی ہوٹل نہیں ہے ایک سرائے میں آکر کو تو وہاں لے چلو ہاں چلو اور میں ٹیکسی میں بیٹھ گیا توڑی دیر بعد ٹیکسی ڈرائیونر ایک چھوٹے اور سادہ سے سرائے میں آ گیا میں نے اسے کرایہ دیا اور سرائے کے اندر چلا گیا میں نے اپنا کمرہ بک کر اسے کمرے میں آ گیا جو کہ سادہ سا تھا اندر کے وال کلاک کی حالت بھی انتہائی خستہ تھی خیر صبح کا ناشتہ منگوا کے اور باہر نکل آیا اپنے بازار سے ہندو والے لباس لئے اور اپنے کمرے میں آ گیا وہاں آکر میں نے اپنا لباس پہنا اور ہندو کی طرح ماتھے پر چھانک لایا اب میں ہندو لگ رہا تھا وہاں سے میں مندر چلا گیا جو کہ بہت ہی تھا اندر ہندو لوگ آ رہے تھے جا رہے تھے پجاری پنڈت باہر دروازے پر کھڑے جانے والوں کو پریشاد دے رہا تھا انہیں سوچوں میں گم تھا کہ ایک پجاری آیا اور کہنے لگا تم یہاں مندر میں درشن کرنے آئے ہو آؤ میں تمہیں ہنومان کے درشن کروا دوں وہ مجھے اندر لے کر چلا گیا کیا نام ہے تمہارا جی میرا نام کرن مارجا ہے اچھا کہاں سے آئے ہو پجاری نے کہا میں سلطانہ سے آیا ہوں سامنے ایک بہت ہی خوبصورت لڑکی آرہی تھی اسے دیکھ کر



پجاری بولا شانتی اور آؤ اور وہ پاس آگئی سنو شانتی یہ  
 کرن مہاراج ہیں یہاں پر آئے ہیں تم انہیں ہنومان  
 جی کے درشن کروادو مجھے کلام ہے میں ابھی آتا ہوں یہ  
 کہہ کر پجاری چلا گیا اور وہ لڑکی میرے ساتھ چل پڑی  
 اندر جا کر میں نے ہنومان کے درشن کئے اور باہر آگیا اس  
 نے مجھے پرشاد دیا اور شانتی کو پریم کر کے چلا آیا سرائے  
 کے قریب آکر پرشاد میں نے پھینک دیا اور سرائے میں چلا  
 گیا اب تو میرا روز کامیاب بن گیا صبح صبح جاتا اور  
 پجاریوں کے لئے تختہ لے کر جاتا اور ہنومان کے درشن  
 کر کے واپس آجاتا وہاں کے سارے پنڈت، پجاری  
 میرے دوست بن گئے اور شانتی بھی میرے ساتھ بے  
 تکلف سی ہو گئی اس طرح مجھے چارپانچ روز گزر گئے ایک  
 مرتبہ جمعہ کے دن میں مندر گیا تو دیکھا تو مندر کو ہار  
 پھولوں سے سجایا ہوا تھا پھر میں نے پجاری سے کہا یہ کیا ہو  
 رہا ہے۔ پجاری نے بتایا کہ یہاں ہر ہفتے تین مندر تارویں  
 کی ملی دی جاتی ہے کل ہفتہ ہے تین مندر تارویں کی ملی  
 دی جائے گی اس لئے مندر سجایا جا رہا ہے اچھا وہ لڑکیاں  
 آگئی ہیں ہاں وہ اوپر ہیں اوپر ایک کمرہ ہے اس میں بند ہیں  
 اور میں وہاں سے باہر آکر کھڑا ہو گیا اب چاہے کچھ بھی ہو  
 جائے آج کی رات مجھے ان لڑکیوں کو بچانا ہے ابھی میں  
 سرائے کی طرف جا رہا تھا کہ ایک بوڑھے فقیر نے آواز  
 لگائی مجھے بھوک لگی ہے روٹی دے دو پھر میں نے اسے  
 پانچ روپے دے دیئے اور چل پڑا سنو نوید میں نے  
 بوڑھے فقیر کے منہ سے جب اپنا اصل نام سنا تو میں دنگ  
 رہ گیا کہ اسے میرا اصل نام کیسے معلوم ہوا تم اس چیز کو  
 چھوڑو اور روپ ٹھکر کو بچاؤ کیونکہ وہاں برہمچاری ہو رہی  
 ہیں ڈیالانے نوے لڑکیوں کے خون کی بلی شام لوٹ کے  
 بت کو منلایا ہے اس نے سو لڑکیوں کے خون سے اسے  
 منلانا ہے اب صرف دس لڑکیاں رہ گئی ہیں اگر شام لوٹ  
 کا بت زندہ ہو گیا تو روپ ٹھکر کو برہادی سے کوئی نہیں بچا  
 سکتا تمہارے دونوں دوستوں کو بھی اس نے پکڑ لیا ہے جاؤ  
 اور میں سرائے کی طرف چل پڑا جب میں نے پیچھے مڑ کر  
 دیکھا تو میں حیران تھا کہ وہاں پر وہ بلا نہیں ہے میں نے  
 بے ہوشی کی دوائی اور موتی چور کے لٹو لے کر اس میں  
 کس کر لی اور اپنے سرائے لے کر سو گیا جب اٹھا تو رات  
 کے دس بج رہے تھے میں نے کھانا منگو کر وہاں کھانا کھایا  
 نہ ڈیال روپ ٹھکر آتا اور نہ میرا دوست احمد مجھ سے جدا  
 ہوا اور نہ ہی میں اتنا خواہ ہو تا اور نہ میرے ماں باپ مجھ  
 سے یوں جدا ہوتے جب تک اس سے بدلہ نہ لے لوں

میں چین سے نہیں بیٹھوں گا میں ان خیالوں میں تھا کہ  
 دیوار پر لگے کلک نے گیارہ بجائے لیکن میرے خیالوں کا  
 سلسلہ ٹوٹ گیا میں نے کلک کو کھانچا جانے والی نظروں سے  
 دیکھا مگر کلک بھی کیا کرتا اپنی عمر کی آخری منزل پر تھا یہ  
 بھی کیا کم ہے کہ وہ اس بوچھے میں بھی حسب توقع ادا  
 کر رہا تھا اس کی کیفیت فرض شناس لیکن انھوں نے سرے وار  
 کی سی تھی جو دن کے بارہ بجے بھی انھوں کی چٹیک کی طرح  
 میں چونک کر جاگتے رہو جاگتے رہو کافور لگا رہا ہے مگر مجھے  
 آج رات کے بارہ بجے کا نام دیکھنا تھا کیونکہ میں نے ان  
 تین معصوم لڑکیوں کو بچانا ہے بھی اس کا فریم خوشنما اور  
 چنگدار کھنے کے اوپر پیشے پر خوبصورت نقش لگا رہے  
 ہوئے تھے لیکن ان سرے سے ہی شیشہ غائب تھا گرد اور  
 میل پھیل سے پیتل کے چنگدار کھنے کا رنگ بدل گیا تھا  
 اور اندرونی حصوں میں سبزی کا چال آبلو تھا اور سبزیوں  
 کے بت سے خاندان اس میں پر سکون زندگی گزار رہے  
 تھے البتہ جب کبھی گھنٹہ بج اٹھتا تو چھوٹے چھوٹے ہلکے  
 پھلکے بچے خوفزدہ ہو کر باہر نکل آتے اور دیوار پر ادھر ادھر  
 دوڑنے لگتے اور پھر ان کے والدین انہیں سمجھا سمجھا کر  
 واپس لے آتے سیاہ اور چنگدار سوئیاں ڈھلی ہو کر رہے  
 جان ہو جاتی تھیں اور آخر کار انتظار کی گھڑیاں ختم ہو گئی  
 پھر گھڑی نے بارہ بجادیئے میں نے ضروری سامان لیا اور  
 ہنومان کے مندر کی طرف چل پڑا گلی میں خاموشی تھی آج  
 آسمان پر کالے کالے بادلوں چھائے ہوئے تھے جو کہ  
 چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کی صورت میں تھے اور چاند کے  
 ساتھ آنکھ پھولی کھیل رہے تھے میرے قدم آہستہ آہستہ  
 ہنومان کے مندر کی طرف چل رہے تھے آخر میں ہنومان  
 کے مندر کی پچھلی دیوار کے پاس پہنچ گیا۔ میں مندر کی  
 دیوار پھلانگ کر اندر داخل ہوا آخر کسی نے کسی طرح میں  
 اوپر کی سیڑھیوں کی طرف پہنچ گیا سیڑھیاں خالی پڑیں  
 تھیں اور میں آہستہ آہستہ آگے چل رہا تھا ابھی میں نے  
 آدھا راستہ ہی کیا تھا کسی کا ہاتھ میں نے اپنے کانہ سے پر  
 محسوس کیا کون ہو تم ایک آدمی کی سخت آواز سنائی دی  
 اور میں چونک پڑا بے چینی اب تو کیا ارے کرن مہاراج  
 آپ اور یہاں وہ بھی اس وقت خیر تو ہے وہ یہاں کا محافظ  
 تھا مندر کے سب محافظ مجھے جانتے تھے وہ کیا ہے نا مجھے  
 شانتی سے ملنا ہے اسے ایک خوشخبری سنائی ہے میری منتگنی  
 ہو گئی ہے نا اس لئے اور ہاں تم بھی لٹو کھاؤ دونوں نے  
 لٹو لے لیے کرن مہاراج اس سیڑھیوں کے موڑ مڑتے  
 ہی شانتی کا کمرہ ہے اور اس کے ساتھ ملی دینے والی لڑکیوں

کا کمرہ ہے یہ کہتے ہی وہ بے ہوش ہو گیا پھر میں نے اپنے  
 قدم تیز اٹھانا شروع کر دیئے جیسے ہی میں موڑ مڑا محافظ ہاتھ  
 میں پھسل لے کر آگے کرن مہاراج آپ اس وقت کیا  
 کر رہے ہیں بھائی پہلے میری منتگنی کے لٹو تو کھاؤ پھر ہاتھوں  
 کا ہارہ داروں نے لٹو کھائے اور وہ ایک جگہ ڈھیر ہو گئے  
 میں نے گھڑی دیکھی تو میرے پاس صرف دو گھنٹے تھے پھر  
 صبح کی کرن نمودار ہوئے میں میں نے جلدی سے پہرہ دار  
 کی جیب سے چابی نکالی اور تالا کھول کر اندر چلا گیا اندر  
 ایک کونے میں تین انتہائی خوبصورت لڑکیاں سر جھکائے  
 سسکیاں لے رہی تھیں دروازہ کھولنے کی آواز سن کر وہ  
 تینوں چونک پڑی مجھے دیکھ کر وہ گھبرانے لگی وہ مجھے پہرہ  
 دار سمجھ رہی تھی ہمیں مت مارو خدا کا واسطہ ہمیں جانے  
 دو ہمارے اہل ابو پریشان ہو رہے ہوئے ہمیں جانے دو وہ  
 لڑکیاں روتے ہوئے کہہ رہی تھیں لڑکیوں میں پہرہ دار  
 نہیں ہوں میں تم لوگوں کو بچانے آتا ہوں ہمیں یہاں سے  
 لٹکانے میں باہر آگیا اور وہ لڑکیاں بھی میرے پیچھے پیچھے  
 آئے گئی اور ہم بڑی مشکل سے مندر کے پہلے والے  
 راستے سے مندر کے باہر آگئے راستے میں پہرے دار ابھی  
 تک بے ہوش پڑے تھے مندر سے ہی ہمیں چار گھوڑے  
 مل گئے اور ہم اس پر سوار ہو گئے ہم نے گھوڑوں کو  
 دوڑانا شروع کر دیا سورج کی پہلی کرن تک ہم لوگ  
 مندر سے بہت دور نکل چکے تھے میں نے انہیں کہا اب تم  
 خود سفر کرو مجھے واپس جانا ہے میں نے ایک اور کلام  
 سرانجام دینا ہے تم مسلمان ہو جی ہاں ہم دونوں مسلمان  
 ہیں اور یہ لڑکی ہندو ہے اچھا اب تم جاؤ اور انہوں نے  
 اپنے گھوڑے دوڑانے شروع کر دیئے میں تب تک وہاں  
 پر رہا جب تک وہ لڑکیاں میری آنکھوں سے اوچھل نہیں  
 ہو گئی جب وہ میری آنکھوں سے بہت دور نکل گئیں تب  
 میں بھی چل پڑا کتنا اچھا کیا میں نے ان معصوم لڑکیوں کو بچا  
 کر اب میں جا کر اس ہنومان کے محسوس بت کو توڑوں گا  
 ابھی میں نے راستہ ختم کیا تھا کہ میں چھپیں سپاہی گھوڑوں  
 پر سوار ہو کر میری طرف ہی آ رہے تھے اور مجھے چاروں  
 طرف سے پکڑ لیا اور مجھے بڑی بے دردی سے چھیٹتے  
 ہوئے ہنومان کے مندر لے گئے وہاں پر جتنے بھی میرے  
 دوست بنے ہوئے تھے وہ سب مجھے نفرت کی نگاہوں سے  
 دیکھ رہے تھے شانتی کی نگاہوں میں بھی نفرت تھی تم نے  
 ہمارے دیوتا پر بی چڑھانے والی لڑکوں کو بھگا کر بت برابیا  
 اب ہم تمہاری بلی دیں گے شانتی نے غصے سے کہا اور  
 ایک تھپڑ میرے منہ پر دے مارا اور شانتی کی دیکھا دیکھی

اور لوگ بھی مجھے تھپڑ مارنے لگے اس سے پہلے کہ وہ مجھے  
 تھپڑ مارتے بلو شاہ اپنی سواری پر وہاں آ پہنچا بلو شاہ کو دیکھ  
 کر سب لوگ رک گئے بلو شاہ سواری سے اترا اور اس  
 کے ساتھ کلا لباس پہنے ہوئے ایک آدمی بھی اترا میری  
 رعایا تم چاہتی ہو کہ بلو شاہ سلام۔ اس آدمی کی بلی دے  
 دیں تاکہ دوبارہ کوئی آدمی ایسی غلطی نہ کرے۔ پھر مجھے  
 اندر لے گئے اندر کافی بڑا ہال تھا جس میں ایک بہت بڑا انو  
 مان کا مندر تھا جس کے سامنے بہت بڑا گڑھا تھا جس میں  
 آگ جل رہی تھی جو چھت کو چھو رہی تھی سپاہیوں نے  
 مجھے پکڑ کر اس گڑھے میں ڈال دیا اب مجھے مرنے سے  
 کوئی نہیں بچا سکتا تھا میں آگ کی لپیٹ میں آگیا لیکن میں  
 نے یہ بات محسوس کی کہ آگ مجھ پر کوئی اثر نہیں کر سکتی  
 پھر مجھے صحنک سی محسوس ہوئی حالانکہ میرے کپڑے  
 جل کر راکھ ہو گئے تھے مگر مجھے کچھ نہیں ہوا پھر مجھے ناک  
 دیوتا کی بات یاد آگئی یہ اس شربت کی وجہ سے ہے جو اس  
 نے مجھے پلایا تھا پھر مجھے ناک کا ٹکڑیہ اوار کرنا پڑا جس کی  
 وجہ سے میں بچ گیا ہوں اور ناک نے اتنا بھی بتایا تھا کہ مجھ  
 میں اتنی طاقت آجائے گی کہ اور مجھ میں اتنی طاقت آگئی  
 کہ میں بت کو توڑ سکتا تھا میں باہر نکلنے کا راستہ تلاش  
 کرنے لگا اور سے کوئی عجیب سی آواز آئی شاید جینن کی  
 آواز آ رہی تھی مجھے اپنی پچھلی طرف ایک سوراخ نظر آیا  
 جو شاید گڑھے میں لٹکیاں ڈالنے کے کلام آتا تھا کافی  
 کوشش کے بعد میں نکل کر بت کے آگے آگیا اب  
 میرے جسم پر کوئی کپڑا نہ تھا وہاں پر پردے لگے ہوئے تھے  
 پردے کے ٹکڑے کر کے میں نے تھم باندھی اب مجھے  
 اس بت کو توڑنا تھا اس پاس نظر دوڑائی تو ایک میز نظر آیا  
 جس پر کانے والا گرز پڑا ہوا تھا بت کو توڑنے میں میری  
 بہت مدد کر سکتا تھا میں نے گرز اٹھایا اور بت کے اوپر چڑھ  
 کر اس کی گردن میں گرز گھما کر مارا تو اس بت کی گردن  
 گرتی ہوئی گڑھے میں گری اور پھر سب چونک کر مجھے  
 دیکھنے لگے خوف کی وجہ سے میرے پاس نہیں آ رہا تھا اور  
 میں اطمینان سے بت کو توڑنے میں مصروف ہو گیا پورا بت  
 توڑ کر میں اطمینان سے باہر جانے لگا خوف کے مارے لوگ  
 راستہ چھوڑتے گئے ظاہر ہے کہ ایک زندہ انسان کو آگ  
 میں ڈالا تھا پھر اس انسان کا زندہ لٹکانا لوگوں کے خوف کو بچا  
 نہ سکا کافی چرن والا وہ آدمی جا رہا ہے رکو رو نہ ہماری بدنامی  
 ہو جائے گی بلو شاہ نے اپنے ساتھ ٹھکرے جا لوگر سے کنا  
 منہ میں اس نے کچھ پڑھا اور میری طرف چھوٹک دیا پھر  
 زمین پھٹی اور ایک اڑدھا نکلا اس نے مجھ پر حملہ کر دیا



تھوڑی دیر بعد وہ مجھ پر حملہ کرنے کی بجائے سر جھکا کر کھڑا ہو گیا یہ دیکھ کر اس جادوگر نے اڑدے کی طرف پھونک ماری اور وہ جل کر راکھ ہو گیا لگتا ہے کہ تم بھی کوئی جادوگر ہو، لو سبنا سنا اب میں تمہیں پتھر کا پائے لگا ہوں اس جادوگر نے غصے سے مجھے کہا اور ایک ٹانگہ پر کھڑے ہو کر کچھ پڑھنے لگا اور آہستہ آہستہ بند کر لیں یہ دیکھ کر میں آہستہ آہستہ مندر سے باہر جانے لگا جادوگر نے آنکھیں کھول کر مجھ پر پھونک ماری اور چلنے چلنے اندر میرا چھایا اور میں پتھر کا ہو گیا میرے اندر اندر میرا چھانے سے پہلے الفاظ تھے کہ اب روپ نگر کا کیا ہو گا یہ دیکھ کر ہندوؤں نے لغو لگانا شروع کر دیا بادشاہ زندہ باد کالی چرن زندہ باد جب سب لوگ رک گئے تو کالی چرن نے کہا بھائیوں ایک ذلیل شخص نے ہمارے دیوتا کو توڑا ہے اس لئے اس شخص کی یہ سزا ہے جو کوئی بھی آئے گا وہ اس پر قہقہہ کر آگے چلا جائے گا اس مقدس کام کے لئے تم لوگ آج سے قطار بنانا شروع کر دو اس طرح لوگ آتے اور مجھ پر قہقہہ کر چلے جاتے کالی چرن تم نے میری عزت رکھ لی کوئی بات نہیں بادشاہ سلامت یہ تو میرا فرض تھا اچھا کالی چرن یہ بتاؤ اگرچہ یہ انسان بن کر یہاں سے بھاگ گیا تو بادشاہ نے گھبراتے ہوئے پوچھا مگر نہ کرو بادشاہ جب تک کوئی دیوتا خود اپنی مرضی سے زمین سے نکل کر اس بت کو ڈس نہ لے یہ انسان نہیں بنے گا بادشاہ اور کالی چرن نوید کے بت پر قہقہہ بھینکتے ہوئے وہاں سے چلے گئے۔

وسیم اور منظور کو جب ہوش آیا تو وہ دونوں ایک پنجڑے میں قید تھے یہ دیکھ کر دونوں جلدی غصے اٹھ کھڑے ہوئے ارے وسیم یہ ہم دونوں کہاں پر ہیں میں تو گھر میں سویا ہوا ہوں اور میں گھر میں سویا ہوا تھا پھر ہم دونوں کو اٹھا کر یہاں پر کون لایا منظور نے گھبراتے ہوئے پوچھا میں لایا ہوں جب ہم نے گھبرا کر دیکھا تو زپالا کھڑا تھا اور مسکرا رہا تھا وہ اس لئے کہ تم مسلمان ہو اور ہمارا مقصد ہی مسلمان کو ختم کرنا ہے خبردار شیطان اگر تو نے اپنی گندی زبان سے ہمارے اسلام کا نام لیا تو مجھ سے برا کوئی نہ ہو گا قید ہو کر بھی تم اتنے بھارہ جتنے ہو ایک بات کون زپالا کبھی کسی مسلمان کا احترام نہ لیتا ورنہ بری طرح چپچٹائے گا ویسے بھی تمہارے روپ نگر کوئی برباد ہونے سے نہیں بچتا سکا، کیونکہ اب صرف دو تاروں کے خون کی بلی سے شام لوت کو نہلاتا ہے اور پھر شام لوت کا بت زندہ ہو جائے گا اور روپ نگر میں بربادی پھیلا دے گا۔ بابا زپالا نے شیطانی انداز میں قہقہہ لگاتے ہوئے کہا

اور وہ تیرا تیرا دوست کہاں ہے لگتا ہے وہ ڈر کر کہیں بھاگ گیا ہے زپالا ایک بات تو یہاں رکھ مسلمان اپنے خدا کے علاوہ کسی اور سے نہیں ڈرتا وہ آئے گا ضرور آئے گا مگر تیری موت بن کر کیونکہ ہمیشہ اسلام کی جیت ہوئی ہے اور اب بھی ہمارے اسلام کی ہی جیت ہوگی کوئی ہمیں برا نہیں سلکا راسم ان شیطانوں کا خیال رکھ میں ڈرا ان کے تیسرے ساتھی کا پتہ کرتا ہوں اچانک ایک خوفناک آدمی نمودار ہوا جس کا پورا چہرہ بری طرح خراب تھا ہر جگہ سے خون کے لوتھڑے لنگ رہے تھے اور دانت میں سے خون ٹپک رہا تھا دانت لپے لپے تھے اگر کوئی کڑور آدمی دیکھتا تو وہ ضرور مر جاتا ہمارے پنجڑے کے پاس آکر کھڑا ہو گیا اور ایسے گھور رہا تھا جیسے ابھی کچا چائے کا اے بھائی مردے اے بھائی مردے یہ کوئی جگہ ہے، منظور نے کہا تمہاری قبر ہے اس آدمی نے خوفناک قہقہہ لگاتے ہوئے کہا اے بھائی مردے میں ابھی مرنا نہیں چاہتا میں ابھی کتوارہ ہوں اگر تمہاری کوئی بہن یا بیٹی ہے اس سے میری شادی کرو اور سسر جی خاموش رہو منظور نے کہا تمہیں میرا داماد بننے کے لئے بھی مرنا پڑے گا، کیونکہ ہم مر چکے ہیں اس آدمی نے مکروہ ہنسی ہنسنے ہوئے کہا نہیں نہیں تو پھر میں شادی نہیں کرنا چاہتا منظور نے گھبراتے ہوئے کہا۔ زپالا کمرے میں داخل ہو کر شیطان کے سامنے کچھ بیڑا رہا تھا اسے کچھ دیر گزری تھی بیڑا روتے ہوئے کہ دیوار سے ایک دھواں سا برآمد ہوا راجوڑی کی شکل نمودار ہوئی راجوڑی حاضر ہے زپالا مہاراج راجوڑی نے اپنے گندے دانت نکالتے ہوئے کہا کیا رہا نوید کا، زپالا نے کہا زپالا مہاراج تم نے اسے ساری جگہ دیکھ لیا مگر وہ نہیں ملا سمجھ میں نہیں آئی اسے زمین کھا گئی یا آسمان راجوڑی نے کہا چاہے کچھ بھی ہو راجوڑی مجھے کچھ دنوں کے اندر نوید چاہئے نہیں تو میں تمہیں فنا کر دوں گا جاؤ اب دفع ہو جاؤ زپالا نے مجھ سے کہا جو حکم زپالا مہاراج کا راجوڑی یہ کہتی ہوئی غائب ہو گئی اور زپالا شیطان کی عبادت میں مصروف تھا ناگ بھون میں جگہ جگہ سانپ ہی سانپ نظر آ رہے تھے ایک طرف سے ایک بوڑھا کوبرا سانپ غار کے اندر دخل ہو گیا اور سیدھا ناگ دیوتا کے پاس جا کر بولا کیا حکم ہے ناگ دیوتا آپ نے مجھے بلایا ہاں عامل کوبرا مجھے بتاؤ میرا من آج کیوں گھبرا رہا ہے ناگ دیوتا نے پریشان لہجے میں کہا ابھی بتاتا ہوں ناگ دیوتا اور بوڑھے ناگ نے آنکھیں بند کر لیں تھوڑی دیر بعد آنکھیں کھول کر کہا ناگ دیوتا جس انسان کو آپ نے اپنا

بھائی بنایا تھا وہ بت مشکل میں ہے اور اسے کسی نے پھونکا دیا ہے اس کا ٹوڑی ہے کہ جب تک آپ ناگ دیوتا اسے اپنی مرضی سے نہیں ڈس لیتے وہ اصلی حالت میں نہیں آئے گا کسی وجہ سے آپ کلہا گھبرا رہا ہے تو ہم ابھی جا کر اسے ٹھیک کرتے ہیں چند لمحوں بعد ناگ دیوتا نے بدن بدلا اور سات سروں والے سانپ کی شکل میں آگیا اور تیزی سے اڑتا ہوا ناگ بھون سے باہر جانے لگا نوید پتھر کا تو تھا مگر اس کا ذہن زندہ تھا، جو کوئی بھی آتا اس پر گندی مٹی پھینک کر چلا جاتا میں اب ان سوچوں میں گم تھا کہ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی وجود میرے سامنے کھڑا ہو جب مجھے احساس ہوا یہ وہی جادوگر ہے جس نے مجھے پتھر کا بنایا ہے اسے دیکھ کر مجھے غصہ آگیا جادوگر کیا ہاں تم مجھ سے مقابلہ کرنا چاہتے تھے گندے انسان دیکھ لیا مجھ سے مقابلہ کرنے کا انجام جادوگر نے زبردست قہقہہ لگایا وہ نوید سے باتوں میں مصروف تھا کہ ایسا لگا جیسے زمین میں زلزلہ آگیا ہو نوید سے باتیں کرتے ہوئے جب دیکھا زمین پھٹ گئی اور زمین میں سے سات سروں والا ناگ دیوتا باہر آ نکلا اور نوید کے سامنے کنڈلی مار کر بیٹھ گیا یہ دیکھ کر سب لوگ ناگ دیوتا کے سامنے سجدہ کرنے لگے ناگ دیوتا کی جتنے ناگ دیوتا کی جتنے پھر ایک سرناگ آگیا اور جادوگر کو اپنے منہ میں ڈاکر اپنی دم پر کھڑا کر دیا رحم ناگ دیوتا رحم مجھے معاف کر دو اب ایسی غلطی نہ کروں گا جادوگر نے روتے ہوئے کہا اب تمہارے لیے رحم کی کوئی گنجائش نہیں ہے تم نے میرے دوست کو پتھر کا بنا دیا ہے ناگ دیوتا کے ایک سر نے انسانی آواز میں کہا اور جادوگر کو چبانا شروع کر دیا چند لمحوں بعد جادوگر کو قبر کے کچھینک دیا اور کنڈلی مار کر نوید کے جتنے کو ڈس دیا اور خود جون بدل کر انسان بن گیا چند لمحوں بعد نوید کے جتنے کے کھڑے عکڑے ہو گئے اور اس میں سے نوید باہر نکل آیا آپ کی بہت مہربانی ناگ دیوتا آپ نے میری مدد کی نوید ناگ کے گلے لگتے ہوئے یہ تو میرا فرض تھا بھائی اگر میں اپنے بھائی کی مدد نہیں کروں گا تو کون کرے گا اور دونوں باتیں کرتے ہوئے باہر آگئے ناگ بھائی ایک اور مہربانی کر دیں آپ نوید نے کہا وہ کیا نوید بھائی ناگ نے کہا وہ یہ بھائی کی روپ نگر کو اس شیطان زپالا سے آزاد کرانے میں میری مدد کریں اب میں اس شیطان کے ناپاک وجود کو مٹانا چاہتا ہوں نوید نے ناگ سے کہا کیوں نہیں نوید آؤ چلیں روپ نگر ناگ نے مجھ سے کہا اور ہم دونوں اشیشن کی طرف چل پڑے اشیشن سے میں نے دو

فلک روپ نگر کے لئے اور گاڑی کے انتظار میں بیٹھ گئے۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد گاڑی پلیٹ فارم پر آکے رکی اور ہم گاڑی میں جا کر بیٹھ گئے۔ دوسرے دن گاڑی نے ہمیں روپ نگر کے اشیشن پر اتار دیا جیسے ہی ہم روپ نگر کے اشیشن پر اتارے سارا اشیشن دیران تھا ایک دو آدمی نظر آ رہے تھے اور وہ بھی اس کے چہرے سے ادا سی دھکتی تھی یہ سوچتے ہوئے ہم لوگ گاڑی میں چلے گئے گاڑی کی فضا میں ہر طرف کسی کا راج تھا ہر کوئی خوفزدہ پھر رہا تھا جیسے موت ان کے پیچھے لگی ہو ہر کوئی پریشان نظر آ رہا تھا مجھے دیکھ کر گاڑی والے میرے پاس آگئے ہمیں معاف کر دو بیٹا ہم نے تمہیں قاتل سمجھا ہم سے غلطی ہو گئی کوئی بات نہیں پر حیم بابا غلطی کس سے نہیں ہوتی سب سے غلطیاں ہوتی رہتی ہیں بیٹا تمہارے جانے کے بعد لڑکیاں غائب ہونا شروع ہو گئی پھر قبرستان میں ملتی جس کا سارا خون کسی نے نچوڑ لیا ہو اور گوشت کھلایا ہوا، مگر نہ کرو بابا اب میں آگیا ہوں سب ٹھیک ہو جائے گا اور اب نوید تمہارے دوست وسیم اور منظور کچھ دنوں سے گم ہیں پتہ نہیں کہاں چلے گئے فکر کرنے کی کوئی بات نہیں مجھے معلوم ہے وہ کہاں پر ہیں پھر میں اور ناگ آگے بڑھ گئے نوید ہم گھر چلوں میں ابھی آنا ہوں ناگ نے کہا اور پھر اس نے روپ بدلا اور چڑیا بن کر پھر کر کے اڑ گیا میں گھر چلا گیا جیسے ہی میں گھر میں داخل ہوا سامنے میری بہن مریم میرا نام لے کر رو رہی تھی جیسے ہی اس کی نظر مجھ پر پڑی بھائی کہتے ہوئے آئی اور مجھ سے لپٹ گئی پھر امی، ابو، بڑے بھائی سب مجھ سے گلہ شکوہ کرنے لگے اور مجھ سے لپٹ گئے میں مجھے خوشی سے دھکتی رہی، کافی دیر تک ہم سب نے خوب باتیں کی رات کو کھانا کھاتے ہی میں سو گیا پھر ایک عجیب سی آواز سے میری آنکھ کھلی تو کیا دیکھا ہوں میں بھی پنجڑے میں قید ہوں میں حیران تھا وسیم اور منظور میرے اوپر جھکے ہوئے تھے یہ یہ میں کہاں آگیا میں نے کہا۔ میرے سرال میں منظور نے کہا کیا مطلب، مطلب یہ کہ تم زپالا کی قید میں ہو، منظور نے کہا مگر اب کیا ہو گا اب تم لوگ اپنی موت کا انتظار کرو، زپالا کی آواز سنائی دی اور ہم چونک گئے زپالا اپنی فوج کے ساتھ وہاں پر موجود تھا زپالا کے ساتھ راجوڑی بھی کھڑی تھی آج میری آشتا تن ضرور پوری ہوگی اب میں تم تینوں کو زپالا نے کہا میں تم تینوں کو شیطان پر بلی دوں گا بابا پھر خوفناک آواز سے ہمیں وہ دیکھ رہی ہو نا وہ بہت ہے شام لوت تم نے بڑا ٹنگ کیا ہے لیکن اب میرے چنگل



سے بچ کر کہاں جاؤ گے آج اس شیطان کی آخری ملی دینی ہے اس کے بعد شام لوٹ کابیت زندہ ہو جائے گا اور ہم پوری دنیا پر راج کریں گے شام لوٹ کے بیت کے پاس کالی کا بھی بیت رکھا ہوا تھا جو ایک شیر کے اوپر بیٹھی ہوئی تھی کالی کے چہ ہاتھ تھے ایک ہاتھ میں ترشول تھا دوسرے ہاتھ میں ایک آدی کی گردن تیسرے ہاتھ میں پھول چوتھے میں ستارہ پانچویں ہاتھ میں تلوار اور چھٹے میں ایک خنجر جس میں سے خون نچک رہا تھا کالی کی زبان خون کی طرح سرخ تھی اور باہر نکل رہی تھی کالی کے بیت کے نیچے ایک لڑکی بے ہوش پڑی تھی اب بتاؤ تو یہ تمہاری آخری خواہش کیا ہے ہمیں چھوڑ دو منظور نے کہا اب تمہاری قسمت میں موت ہی لکھی ہوئی ہے پھر اچانک مجھے طاغوت کی انگوٹھی کا خیال آیا میں نے انگوٹھی کو چوما تو چند سینکڑوں طاغوت میرے سامنے کھڑا مسکرا رہا تھا طاغوت نے ہمارے بنجرے کی طرف انگلی سے اشارہ کیا اور بنجرہ غائب ہو گیا اور ہم آزاد ہو گئے زپالا بدیکھ کر چونک پڑا اچھا تو تم بھی اب جلاوگری کرنے لگے ہو شاید اسے طاغوت نظر نہیں آ رہا تھا زپالانے کچھ بڑھ کر ہماری طرف پھونک ماری تو ہم پر پتھروں کی بارش شروع ہو گئی اس سے پہلے کے وہ پتھر ہم تک پہنچ جاتا طاغوت نے ہماری طرف اشارہ کیا اور پتھروں کی بارش رک گئی اپنے وار کا یہ انجام دیکھ کر زپالا غصے میں آیا اور ایک بنجرے اپنی انگلی کالی اور اس کے خون کے چھینٹوں کو ہماری طرف پھینکنا شروع کر دیا اور ہمارے چاروں طرف کالے بچھوڑں چھپکلیوں نے نزدیک آنا شروع کر دیا اس سے پہلے کہ وہ ہمارا شکار کرتے تک ایک ایک سفید رنگ کا سانپ ہمارے آگے کھڑی مار کر بیٹھ گیا جسے ہی بچھوڑوں نے آگے بڑھنا شروع کیا تو سانپ نے اس زور سے چمن پھیلایا اور ایک آواز نکالی تو ہر طرف سے سانپ اڑوڑے اور ہر قسم کے سانپ نکل آئے سب نے مل کر بچھوڑوں اور چھپکلیوں کا مقابلہ کیا اب وہاں پر سانپوں اور بچھوڑوں کی بہت خطرناک جنگ شروع ہو گئی جب زپالانے دیکھا کہ سانپ مقابلے میں جیت رہے ہیں تو اس نے جلاو کے ذریعے نیوے بھیج دیئے پھر ان کا مقابلہ اور بھی زبردست تھا آخر کار سانپوں نے نیووں کا بھی خاتمہ کر دیا پھر تمام سانپ چلے گئے لیکن سفید سانپ اب بھی اپنی جگہ پر قائم تھا پھر اس سانپ نے جون بدل کر انسان کی شکل اختیار کر لی اور نوید بھائی کہہ کر مجھ سے لپٹ گیا میرے بھائی توں مجھے کس راہ میں چھوڑ کر چلا آیا میں نے کہا نوید بھائی میں اپنی فوج

انہی کرنے گیا تھا کہ کسی وقت بھی میں انہیں بلا سکتا ہوں ناگ نے کہا اب دیکھنا ہوں کہ کون میرے بھائی کا بال بھی بیکا کرتا ہے ناگ نے کہا اچھا تو اب ناگ راجہ بھی میرا مقابلہ کرے گا زپالانے ہاتھ اوپر کی طرف کیا اور ہاتھ بند کر لیا تو ہاتھ میں ایک ایسی خوفناک بجلی آگئی کہ اس نے اچانک وہ بجلی ہماری طرف بھیجی بجلی مجھ پر گرتی میں نے چھلانگ لگائی اور شام لوٹ کے بیت کے پاس جا کر پھر بجلی میری طرف مڑی اس سے پہلے کے بجلی مجھ پر گرتی میں ایک طرف جا کر اور بجلی شام لوٹ کے بیت پر گرتی پھر ایک زور سے دھماکہ ہوا شام لوٹ کابیت ٹکڑے ٹکڑے ہو کر مٹی بن گیا پھر مٹی میں سے ایک شعلہ نکل جو سیدھا زپالا پر پڑی اور زپالانہیں کرناہٹ گیا مگر پھر بھی وہ شعلہ بڑی اور اس کے منہ سے ایک خوفناک جھنجھلی پھر زپالا کو آگ لگ گئی وہ پھٹکا ہوا اور آگ میں سلگتا ہوا دھڑلے ادا ہوا رہا تھا جب اس نے میرے قریب آنے کی کوشش کی تو منظور نے مجھے پیچھے کر دیا اور خود آگے آیا پھر آگ نے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا میں اپنے دوست کو بچانے گیا تو اس نے مجھے دھکا دیا اور وہ خود آگ میں جل کر راکھ ہو گیا اور میں کچھ نہ کر سکا۔ دوسری طرف زپالا بھی جل کر جسم ہو چکا تھا میں نے جیسے ہی اپنے دوست کی راکھ کو اٹھی کرنے کی کوشش کی تو اس کے سرے کی دیواریں گرنے لگی اور جھٹ گرنے لگی دسم نے مجھے باہر کی طرف بھیج لیا تو وہی دیر بعد زمین پر کچھ نہ تھا نہ میرا دوست نہ اس شیطان کا جسم ہوا جس کچھ بھی نہ تھا اس سے پہلے ایک زبردست طوفان آیا تھا میرے دوست نے مجھے بھا کر خود موت کو گلے لگا لیا میں اپنے دوست کی اس دوستی کو کبھی نہیں بھول سکتا میرا دل میرے دوست کے چلے جانے کی وجہ سے رو رہا تھا مگر مجھے ناگ طاغوت اور دسم نے تسلی دی پھر ہم لوگ اس جگہ سے باہر آ گئے طاغوت نے مجھ سے جانے کی اجازت لی اور چلا گیا لیکن یاد کے طور پر اپنی انگوٹھی مجھے دے گیا کہ جب مجھے یاد آئے میں اسے انگوٹھی کے ذریعے ہلاؤں پھر ناگ بھائی نے بھی جانے کی درخواست کی تو میں نے کہا کیا اب آپ بھی مجھے اس دنیا میں اکیلا چھوڑ جائیں گے طاغوت بھی چلا گیا مجھے چھوڑ کر اور منظور تو اس دنیا سے ہی چلا گیا اب تم بھی جارہے ہو نہیں میں تو اپنی دنیا میں جا رہا ہوں یہاں پر ہم اٹھتے تو نہیں دیکھتے مگر میں ہر طرح تمہارے ساتھ رہوں گا کیونکہ اب میں نے تمہیں دل سے ہی نہیں خون سے بھی اپنا بھائی مان لیا ہے اگر تمہیں کوئی تکلیف ہوگی تو بچ

دل سے مجھے پکارنا میں اب مجھے اجازت دو اور پھر ناگ مجھے کرنا چاہتا تھا کہ اس نے مجھ سے ہم اس مٹن میں بیٹھ جائیں اس نے مجھ سے میرا جگری دوست چھین لیا پھر میں بھی اور دسم بھی اپنے گھر چل دیئے اس واقعے کے ایک سال بعد میری شادی کر دی گئی اور اب میں دو بچوں کلپا ہوں جب بھی مجھے طاغوت اور ناگ کی یاد آتی ہے تو میں طاغوت کو انگوٹھی کے ذریعے بلا لیتا ہوں اور ناگ کو بھی لیکن منظور کو کس طرح ہلاؤں میری آنکھوں میں آنسو آ جاتے ہیں۔ میرے قارئین کو میری کہانی کسی گلی اب مجھے اپنے قارئین کی رائے کا انتظار رہے گا۔ شکریہ۔

محمد خالد شاہان لہار، ڈائمنڈ فرنیچر شو روم پنجاب  
سیناروڈ نزد اللہ والی مسجد سلاطین آباد۔

\*\*\*\*\*

### بیٹے کو خلوند سے چھین لیا — شیر سے نہ بچا سکی

جنوبی افریقہ کے جنگل میں شیر تین منٹ میں اٹھارہ ماہ کے بچے کو کھا لیا۔ پوسٹن میں تجارت کرنے والی طاغوت سنہینہا ایمل دولی نیم پارک کے قریب جنگل میں اپنے اٹھارہ ماہ کے بیٹے اینڈل کے ہمراہ کار پر سفر کر رہی تھی کہ اس دور دراز کار سڑک کے کنارے گھڑی کر کے بیت الخلاء میں گئی وہ وہاں آئی تو شیر اس کے بچے کو کار سے نکل کر کھلے طور پر کھا چکا تھا زمین پر صرف بچے کے کپڑے اور ٹانگوں کے کچھ حصے پڑے ہوئے تھے۔ سنہینہا ایمل کا کہنا ہے کہ وہ بیت الخلاء سے صرف تین منٹ بعد وہاں آئی تھی شیر کو بعد ازاں دو گاؤں نے قازم کر کے ہلاک کر دیا۔ 31 سالہ سنہینہا کا کہنا ہے کہ اس نے دس سال تک خلوند کے ساتھ مقدمہ بازی کے بعد حال ہی میں طلاق حاصل کی تھی جس کے بعد اس نے افریقہ کی سیر کا پروگرام بنایا تھا اور مقصد تھا کہ طلاق کے حصول کے بعد جتنی جلدی ہو سکے بچے کو پوسٹن سے دور لے جاؤں۔

14 سال بعد، برطانوی جوڑنے

ہر حالے کی جنت جیت لی

برطانیہ کے ایک جوڑے نے چودہ سال مقدمہ بازی کے بعد ہسپتال ایک ملین پونڈ ہرجانہ کا مقدمہ جیت لیا۔ کیتھلین پرن نے چودہ سال قبل برطانیہ کے سنڈر

ایڈ ہسپتال میں ایک بچے کو جنم دیا۔ بچہ آپریشن کے ذریعے پیدا ہوا مگر دوران آپریشن ڈاکٹروں کی غفلت کی باعث بچے کے دماغ کو نقصان پہنچا جس پر اس کے باپ نے ہسپتال کے خلاف دعویٰ دائر کر دیا۔ ان کا کہنا تھا کہ اس دن ہسپتال کا زیادہ تر عملہ چھٹی پر تھا جس کے باعث یہ حادثہ رونما ہوا۔ نو سال تک مقدمہ بازی کے بعد ہسپتال کی انتظامیہ نے اس بات کا اعتراف کیا کہ غلطی ان کی تھی جبکہ بعد کے پانچ سال ہرجانہ کی رقم کا تین کرے میں لگے۔

### ”خاتون مرنے کے بعد زندہ ہو گئی“

اسلام پورہ میں ایک خاتون زینب ”وقت“ کے چند گھنٹے بعد زندہ ہو گئی۔ تصدیقات کے مطابق زمیندار عمر حیات کے بچے کو بیدار ہوئے تو انہوں نے اپنی والدہ زینب کو چارپائی پر ”بے سدھ“ پڑے دیکھ کر رونا شروع کر دیا جس پر مقامی ڈاکٹر کو بلوایا گیا جس نے چیک اپ کے بعد زینب کو مردہ قرار دے دیا۔ عمر حیات نے اپنی برادری اور رشتہ داروں کو وقت کی اطلاع کر دی چنانچہ مرد اور عورتیں روئے ہوئے ان کے گھر پہنچ گئیں تاہم جب عورتیں میت کو غسل دینے لگیں تو میت نے اچانک حرکت کی جس پر کئی عورتیں خوف سے جھنجھکی ہوئی بھاگ گئیں، تو وہی دیر بعد زینب اٹھ کر بیٹھ گئی اور گھر میں آئے رشتہ داروں کے آنے کی وجہ پوچھنے لگی۔ زینب نے بتایا کہ اس نے صبح سویرے خالی بیٹھ تھے کہ چند کش لگائے تھے جس کے بعد اچانک وہ بے ہوش ہو گئی۔

ڈنمارک کے فوٹو گرافر نے ورلڈ پریس

فونو 2000ء کا ایوارڈ جیت لیا

ڈنمارک کے ایک فوٹو گرافر کو سووا کے البانوی نژاد مسلمان پناہ گزینوں کی تصویر پر اس سال کے بہترین فوٹو گرافر کا اعزاز دیا گیا۔ لارسن ورلڈ پریس فونو 2000ء کا ایوارڈ ایسٹریڈیم میں دیا گیا اسے ایوارڈ کے ساتھ 6800 ڈالر کا نقد انعام بھی دیا گیا اس تصویر پر جس پر اسے انعام دیا گیا ہے میں ایک زخمی البانوی مسلمان دکھایا گیا ہے جس کے زخمی چہرے پر پٹیوں کی کئی تھیں اس مقابلہ میں 122 ملکوں کے فوٹو گرافروں نے حصہ لیا۔





# خوف



تفریح گاہ تھا۔ ہر طرف سرسبز میدان اونچے اونچے درخت  
جہاں پر موسم میں ہر طرح کے پھل آتے جو کہ صرف  
گاؤں والوں کے ہی استعمال میں ہوتے۔ پورا گاؤں  
چاروں اطراف سے پہاڑوں میں گہرا ہوا تھا گاؤں کے  
قریب ہی شفاف پانی کی ایک نہر بہتی تھی غریب علی پور  
گاؤں جنت کا کوئی کٹا ہوا ٹکڑا معلوم ہوتا تھا۔ گاؤں میں  
چند ایک معززین بھی موجود تھے۔ ایک چھوٹا سا مڈل سکول  
گاؤں سے کچھ فاصلے پر مگر گاؤں کے قریب تھا۔ اندر ہی تھا  
جہاں گاؤں کے ننھے ننھے بچوں کو ابتدائی تعلیم سکھائی  
جاتی۔ زیادہ تر تو جلد ہی ماں باپ کا ہاتھ بنانے کے لئے  
تعلیم ترک کر دیتے یا کرایہ دینے جاتے چند ایک سکول کے  
مڈل ہونے کا فائدہ اٹھاتے اور بمشکل مڈل پاس کرتے اس  
کے بعد وہ بھی دوسروں کی طرح کھیتی باڑی پر لگا دیتے  
جاتے۔ گاؤں کے اندر ہی حکیم عبداللہ صاحب نے اپنے  
گھر میں ہی چھوٹا سا مطب بنا رکھا تھا جہاں انہیں اکثر وہ  
بیشتر زہموں کا ہی علاج کرنا پڑتا۔ کسی کی چنگ بازی میں  
چھت سے گر کر بازو ٹوٹ گئی یا پھر ننگے پاؤں چلنے پھرنے کی  
وجہ سے کالج وغیرہ سے زخم ہوتا تو وہ حکیم صاحب کے  
پاس جانے کو ترجیح دیتے۔ بیماریوں کا تو انہیں معلوم ہی نہ  
تھا کہ بیمار کیسے ہوا جاتا ہے۔ نہ شہر جیسا دھواں نہ  
گرد غبار نہ ہی ناقص غذا اور نہ ہی جگہ جگہ گند کی  
ذہیر جن سے بیماریاں پھیلی ہیں۔ اسی وجہ سے علی پور کے  
لوگ صحت مند و توانا اور خوش تھے۔ ان کا آپس میں  
اتفاق بھی بہت تھا۔ کبھی ان کا آپس میں جھگڑا نہ ہوا تھا  
اوروں سے تو دور کی بات ہے۔ سب ایک دوسرے کو  
جانتے تھے ایک دوسرے کے خوشی و غم کو اپنا سمجھتے تھے۔  
گھریلو عورتیں بھی بہت سیدھی سلامتی اور نیک تھیں۔  
پانچ، چھ سو گھروں پر مشتمل اس گاؤں کے لوگ بہت ہی  
خوشی زندگی گزار رہے تھے پھر اچانک ان کی خوشیوں کو  
کسی کی نظر لگ گئی۔ نچانے کو ان کا دشمن بن گیا تھا وہ  
گاؤں کے شیر دل اور نوجوان بہادروں کا سامنا کرنے سے

پورے گاؤں میں کھرا ہوا تھا۔ ہر آنکھ اٹھکھار  
تھی۔ ہر ایک کے دل میں غم اور آنکھوں سے خوف  
نملیاں تھا۔ اس سے پہلے بھی ایسا ہی ایک واقعہ ہوا تھا۔  
جس نے پورے گاؤں میں خوف و ہراس پھیلا دیا تھا۔ تین  
چار ہفتے قبل ایسے ہی کسی بچے کا اغوا ہو گیا۔ سارے  
گاؤں والے پریشان تھے۔ نہ تو بھی آج تک ان کا کسی  
کے ساتھ کوئی جھگڑا فساد ہوا تھا اور نہ ہی کبھی ان کے  
گاؤں میں کوئی اور ایسی ویسی واردات ہوئی تھی۔ پھر  
اچانک ایک دن اس انہونی نے سب کو دہلا کر رکھ دیا۔ دو  
دن کی مسلسل تلاش کے بعد آخر کار بد نصیب والدین کو  
اپنے معصوم نخت جگر کی کچھ ہڈیاں اور خون سے لست پت  
کپڑے ندی کے اس پار ملے۔ تب سے گاؤں والے بہت  
زیادہ ڈر گئے تھے۔ سورج ڈوبنے کے بعد تو جیسے پورے کا  
پورا گاؤں قبرستان بن جاتا۔ ہر طرف خاموشی اور تاریکی  
کاران رہنے لگا۔ کسی میں اتنی بہت نہ تھی کہ وہ اس راز  
کا پتا چلا سکے اس معصوم بچے کا قتل کس نے کیا تھا اور  
کیوں؟ ابھی اس سانے کو کچھ ہی دن گزرے تھے کہ ایک  
اور معصوم بالکل اسی طرح غائب ہو گیا۔ سب کو اس کے  
انجام کی خبر تھی۔ ہر کوئی یہ جان کر افسردہ ہو جاتا کہ پہلے  
کی طرح اس کے بھی کچھ دنوں کے بعد خون سے لہڑے  
کپڑے اور ڈھانچہ نہیں نہ کہیں سے مل جائے گا۔  
خوشاب پور کے مغرب میں شہر سے چند کلومیٹر کے فاصلے  
پر خوبصورت سرسبز شلاب وادی اور اونچے پہاڑوں  
میں گہرا یہ ایک چھوٹا سا مگر نہایت خوبصورت قصبہ تھا۔  
یہاں کے لوگ اس علاقے کی طرح بہت نیک سیدھے  
سادھے اور شریف تھے صبح ہوتے ہی اپنے اپنے کاموں  
میں لگ جاتے اور پھر رات گئے کہیں انہیں کام سے  
فرصت ملتی اور سیدھے گھر آکر سو رہتے۔ اگر ذرا فرصت  
میسر ہوتی تو شام کو گاؤں کے پرانے درخت کے نیچے بیٹھ  
کر کچھ ادھر ادھر کی باتیں کر کے خوش ہو جاتے۔ یہی ان  
کی سب سے بڑی تفریح ہوتی۔ ان کا گاؤں خود ایک

تو شاید ڈرتا تھا مگر معصوم بچوں کا نچانے کیوں دشمن بنا ہوا  
تھا۔ ہمیں صرف تین تک گنوں کا اپنے آپ کو ہمارے  
حوالے کر دو۔ تمہارے پاس بیٹھنے کا کوئی راستہ نہیں  
ہے۔ لاؤڈ سپیکر پر ایس ایس پی حکیم مثالی کی گرج دار  
آواز گونجی جو اپنے میں کمانڈو اور پچاس کے لگ بھگ  
سو مجرّم کے ساتھ بینک کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے  
تھے۔ چند لمحے کو بالکل خاموشی چھا گئی اور پھر جلد ہی ایک

مرتبہ پھر وہی بھاری بھر کم آواز گونجی۔ ”ایک“ کچھ لمحے  
پھر سکوت چھا گیا اور پھر ”دو“ کی آواز ٹپکتی ہی بینک کے  
میں، دروازے کا شیشہ توڑتی ہوئی کسی معصوم کی لاش ایس  
ایس پی کے قدموں میں آگئی جس کا مطلب تھا کہ وہ  
جوابی کارروائی کرنے کے لئے بالکل تیار بیٹھے ہیں۔ ایس  
ایس پی کا خون کھول اٹھا۔ مسلسل پندرہ منٹ سے وہ شہر



کے سب سے بڑے بیک کو محاصرے میں لئے ہوئے تھے جس کے اندر سات مسلح لیڈر گھس آئے تھے مگر جلد ہی انٹرنیٹ کے ذریعے ان کی اطلاع قریبی قتلخوں میں دے دی گئی تھی۔ مگر مین کو توڑنے والے آتے ہی بھون ڈالا قتل پورے کام سے وہ لوگ اٹھ کر دس منٹ کے اندر اندر فارغ ہو گئے تھے۔ گمان یہ ہوتا تھا کہ اس قدر عیاری اور تیزی کے باوجود ایس پی پی عظیم کے جیالوں نے انہیں نکلنے سے پہلے آیا ورنہ اب تک تو وہ شاید اگلی دھول تک بھی نہ پاسکتے۔ ایس ایس پی کو آئے ہوئے پندرہ منٹ سے اوپر وقت ہو چکا تھا اس کی مسلسل خبرداری اور دھکیور کے باوجود ان پر کوئی اثر نہ ہوا تھا وہ انہوں نے بیک میں موجود سب بے گناہوں کو قابو کیا ہوا تھا اور یہ غلطی کے طور پر استعمال کرنا چاہتے تھے۔ مگر وہ ایس ایس پی عظیم ملی کے پشتر ارادے اور قوم کی خدمت سے سرشار ہوں و جذبے سے بے خبر تھے۔ وہ شاید جانتے نہیں تھے کہ ایس ایس پی عظیم کی ہردھکی کبھی بھی بچ ہو سکتی۔ وہ جو کتنا تھا اس پر کرکڑی سے بالکل درجن نہ کرنا تھا۔ مجرموں سے تو جیسے اس کی پچھلے جنم سے شنی تھی۔ اب بھی وہ مسلسل انہیں برداشت کے جارہے تھا کیونکہ اس کا خیال تھا کہ مجرم اوپر سے یا سامنے سے حملہ آور ہونے کی کوشش کریں گے اور پھر معمول کے مطابق چند ایک مارے جائیں گے اور باقیوں کو وہ آسانی سے پکڑیں گے۔ مگر اب تو شاید اس کے ممبر کا پیانا لبریز ہو چکا تھا ایک اور بے نگاہ کی موت نے اسے غصے میں اندھا کر دیا۔ ”ایک“ کی گونج دار آواز کے ساتھ ہی جیسے گولیوں کی بوچھاڑ ہونے لگی۔ ایک دو ٹیشر گیس بم پھیلنے لگے اور پھر چند منٹوں کے لئے وہاں صرف دھماکوں اور چیخ و پکار کے علاوہ کچھ نہیں سنا جاسکتا تھا۔ آخر کار پانچ چھ منٹ کی محاصرے کی جنگ کے بعد آرمی کمانڈر اور دیگر جوانوں نے سات میں سے تین کو گرفتار کر لیا ایک کی حالت خاصی نازک تھی باقی دو کم ہی زخمی ہوئے تھے۔ چار پانچ دفتری اہلکار بھی زخمی ہوئے تھے مگر چار شیطان موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ ایس ایس پی عظیم کو ایک دفعہ پھر عزت و شہرت نصیب ہوئی اخباروں میں پھر ایک مرتبہ اس کی جرات اور شجاعت کے قصے نقش ہو گئے۔ ایس ایس پی عظیم ایک قوی ریکل مضبوط اعضا اور تند توانا دل و دماغ کا مالک تھا اس کے کارنامے اس کی دلیری اور عقلمندی کے واضح ثبوت تھے جنہیں تعریف کی ضرورت نہ تھی۔ اس نے بہت کم عمر

میں بہت بڑے بڑے کارنامے انجام دیئے تھے بے شمار اشتہاری مجرموں اور قاتلوں کو اس نے نہایت دیدہ دلیری اور عقلمندی سے پکڑا اور عبرت ناک سزائیں دلوائیں۔ آج بھی اس نے پیش کی طرح بھلوری اور شجاعت کا ثبوت دیا اور کلیمانی ایک بار پھر اس کا مقدر بن گئی۔ گاؤں والے جس وجہ سے اتنے خوفزدہ ہو گئے تھے وہ ماضی قریب میں ہونے والے دو ایسے ہیماک واقعات تھے کہ انہیں سوچتے ہوئے بھی خوف آتا۔ گاؤں کے بچے بچے پر دہشت طاری تھی۔ ان کی ہنسی ان کے قہقہے ان کی آزادی سب کچھ ختم ہو کر رہ گیا تھا ہر وقت ایک انجانا سا خوف انکے ساتھ ساتھ رہتا بچے تو بچے گاؤں کے نوجوان بھی تنہائی میں جانے سے ڈرتے گئے تھے کہ اس بلا کا لگہ لگہ کہیں وہ یہ نہ بن جائے۔ تین چار ہفتے قبل گاؤں میں اچانک ایک پانچ سالہ بچہ غائب ہوا تھا۔ وہ تو بچانے دن کے کوئے پر کم ہوا مگر والدین کو شام سورج غروب ہونے سے کچھ وقت پہلے پتہ چلا جب تک یہ بات دوسروں کو معلوم ہوئی تب تک چاروں طرف اندر اچھا چکا تھا۔ گاؤں میں اس قدر جدید انقلابات تو نہ تھے کہ فوراً ہی کارروائی شروع کی جاسکتی لہذا اگلی صبح تک کا انتظار انہیں نہ چاہتے ہوئے بھی کرنا پڑا۔ بچے کے والدین پر تو وہ رات بچانے کیسے جتنی مگر گاؤں کا ہر فرد ان کے لئے پریشان تھا۔ ہر کوئی اپنے اپنے مشورے اور رائے سے نواز تا مگر فی الفور کچھ بھی کرنا ناممکن تھا۔ تاہم گاؤں کے قریب ہی گھروں سے پوچھ لیا گیا تھا مگر کسی کو نئے فدا کا پتہ نہ تھا۔ اگلے دن صبح ہوتے ہی سب گاؤں والے اپنے اپنے کام چھوڑ کر بچے کو ڈھونڈنے میں لگ گئے۔ دوپہر تک سب تھک ہار کر واپس آئے مگر کسی کو کچھ سراغ نہ ملا۔ کچھ لوگ اسے اغوا کا تاہم دے رہے تھے اور کچھ دقتانویسی باسیوں کا خیال تھا کہ گاؤں میں کوئی جن بھوت آن ہوا ہے اور یہ کام اسی کا ہو سکتا ہے کیونکہ وہ انسان خون کے پیاسے ہوتے ہیں اور ایسی ہی جگہوں پر بھیرا کرتے ہیں مگر گاؤں کے نوجوان اس بات کو تسلیم کرنے پر تیار نہ تھے۔ ان کا خیال یہ تھا کہ بچہ کھیلنے کھیلنے یا تو کھینچا جا چکا ہے یا پھر نہر میں گھس گیا ہے چند ایک کی رائے کے مطابق اس کا اغوا کسی ڈاکو یا لایروں نے کر لیا ہو گا غرضیکہ جتنے منہ اتنی باتیں مگر حقیقت کیا تھی اس کا ابھی تک کسی کو پتہ نہ چل سکا تھا۔ تاہم علی پور کے گاؤں میں زندگی کا پہلا واقعہ تھا جس نے انہیں اس قدر پریشان کر رکھا تھا مگر کسی کے بس میں کچھ نہ تھا۔ غریب والدین رو پیٹ کر بیٹھ گئے

اس کے علاوہ کر بھی کیا سکتے تھے۔ دو ایک دن بعد بچے کھیلنے ہوئے نہر کے کنارے جا چکے۔ وہاں خون کے نشانات اور دھبے دیکھ کر ڈر گئے اگلے پاؤں گاؤں میں واپس بھاگ آئے۔ انہوں نے آکر سب کو بتا دیا کہ نہر کے کنارے کسی کا خون گرا ہوا ہے۔ دراصل یہ نہر کچھ اتنی چھوٹی بھی نہیں تھی مگر زیادہ بڑی بھی نہ تھی۔ گاؤں سے کچھ فاصلے پر بہتی تھی گاؤں والے بچے کو بس گاؤں میں ڈھونڈ ڈھونڈ کر خاموش ہو گئے کسی کا دھیان نہر کے پار جانے پر نہیں گیا کہ وہاں جا کر دیکھا جائے ویسے بھی نہر کے اس طرف جنگل تھا اور گاؤں میں سے کسی کو بھی اس جنگل میں جانے کا سبھی اتفاق نہیں ہوا تھا۔ گاؤں والوں نے جب یہ سنا تو سب بھاگ بھاگ وہاں پہنچے۔ خون کے چند قطرے گرے ہوئے تھے مگر اس قدر چھوٹے اور کم تھے کہ مشکل سے نظر آتے تھے سارے نشانات نہر کے بالکل کنارے پر تھے اور اس انداز میں تھے جیسے کوئی شکار شیر کے منہ سے نکلنے کے لئے ہاتھ پاؤں مارے اور وہ اسے اور بھی سختی سے اپنے منہ میں پیچنے لے۔ کچھ اسی طرح کا باجر اوہاں لگتا تھا۔ لگتا جیسے بچے نے بھاگ نکلنے کی یا بچ پکار کی کوشش کی مگر پھر کسی نے نہایت بے دردی سے اسے دبوچ لیا۔ اب یہ تو بات بالکل معلوم تھی کہ بچے کو نہر کے اس پار لے جایا گیا ہے۔ اب سوال یہ تھا کہ یہ کام کسی انسان کا ہے یا کسی درندے کا مگر کوئی انسان اتنی بے دردی سے پیش نہیں آسکتا تھا باقی دو صورتیں تھیں کہ یا تو یہ کام کسی جنگلی جانور کا ہے اور یا پھر کسی آسیب کا لیکن اگر کسی جنگلی جانور مثلاً شیر یا بھیڑیے وغیرہ کا کام ہوتا تو وہ کسی دوسرے کو بھی تو نظر آتا اس کی آواز بھی تو سنی جاتی اور پھر اگر جانور ہی ہوتا تو یقیناً اگلے دن پھر شکار کی غرض سے آنا اور پھر اثر آتا لیکن اس قدر چلا کی خاموشی اور بے دردی سے کوئی غیر مرئی چیز ہی کام کر سکتی تھی۔ اس بات پر آ کے سب کے رنگ قہقہے پر جاتے اور وہ خوف اور دہشت سے ایک دوسرے کے منہ کھینچے لگتے۔ ظاہر تھا اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہ تھی۔ مگر وہ یہ بات ماننے سے بھی ڈرتے تھے۔ ایک تو اس وجہ سے کہ گاؤں میں کبھی ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوا تھا اور دوسری بات اس چیز کی دہشت تھی۔ بچانے وہ کیا تھا یہ ایک راز تھا جسے ماحول تو وہ لوگ واقف نہ تھے۔ مگر اب مسئلہ تھا کہ بچے کو اس پار ڈھونڈنے کیسے جایا جائے۔ اس مقصد کے لئے گاؤں کے دس چست اور تند رست و توانا نوجوانوں کا انتخاب کیا

گیل۔ انہیں اپنی طرف سے قتل مسلح کیا گیا دو کے پاس پستول تین کے پاس بڑے بڑے تیز دھار خنجر دو کے پاس قدیم زمانے کی زنگ آلود گلواریں تھیں اور باقی تینوں کو روشنی کا سامان مثلاً لائٹیں، بیٹریاں، کچھ کھانے پینے کا سامان اور جنگلی جھاڑیاں بنانے کے لئے بڑی بڑی ڈانٹیں دی گئیں۔ اگلے دن صبح ان کو روانہ ہونا تھا۔ اگلے دن کی صبح وہ لوگ حسرت سے مشرق سے اُبھرتے آفتاب کا نظارہ کرنے لگے کہ شاید اگلی صبح ان کو دیکھنا نصیب ہو یا نہ ہو۔ خیر انہوں نے فجر کی نماز ادا کی اور سورج نکلنے کے چند لمحے بعد اپنی مہم پر روانہ ہو گئے۔ ماؤں نے کیچے تمام کر اپنے نوجوانوں کو اللہ کے سپرد کیا اور اگلی خیر وعافیت کی دعائیں مانگیں۔ گاؤں سے چند کلومیٹر شمال کی جانب انہیں جنگل کی طرف جانا تھا۔ اس نہر کے دو راستے تھے جو کہ اس کی چوڑائی کافی پور میں زیادہ تھی مگر آٹے چل کر اس کی تقسیم سے کم ہوتی تھی اس لئے انہوں نے مناسب سمجھا کہ یہ نہر اس طرف سے عبور کی جائے۔ خیر پہلے وہ لوگ شمال کی طرف گئے۔ چند گھنٹے مسافت کے بعد انہوں نے ندی پار کی اور پھر اس خونی جنگل میں داخل ہو گئے۔ اب سوال یہ تھا کہ وہ اتنے بڑے جنگل میں کہاں جائیں اور کیا ڈھونڈیں۔ بچہ یا پھر وہ بلا کافی دیر جنگل میں بھٹکتے رہے مگر کہیں سے بھی کچھ نہ ظاہر ہوا اور نہ ہی ان کو بچے کا کچھ سراغ ہی ملا۔ بالآخر جب وہ بالکل تھکن اور بھوک سے مرنے کے قریب ہوئے تو انہوں نے ایک بڑے پتیل کے درخت کے نیچے بیٹھ کر کھانا کھایا اور سوچنے لگے کہ اب کیا کیا جائے۔ ان کے پاس صرف چند گھنٹے باقی تھے کیونکہ انہیں سختی سے ہدایت تھی کہ سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے وہ لوگ واپسی کا راستہ ٹاپ لیں گے۔ کیونکہ گاؤں والے اب مزید کوئی جانی نقصان نہیں کروانا چاہتے تھے۔ ویسے بھی نوجوان بھی دل ہی دل میں ڈرے ہوئے تھے۔ مگر پھر بھی وہ بہت کر کے وہاں تک آ پہنچے تھے جہاں پر آج تک کسی کی جرات نہ ہوئی تھی۔ آخر کار تسلیم (گاؤں کے نوجوانوں) کے ذہن میں ایک خیال آیا۔ اس نے باقی ساتھیوں سے مشورہ کیا کہ کیوں نہ گاؤں کی طرف چل کر دیکھا جائے۔ کیوں کہ وہ بلا گاؤں کے جس کنارے سے تیر کر چلی ہوگی اس کے بالکل سامنے جا چکی ہوگی۔ اور وہ تو گاؤں سے کافی فاصلے پر تھے۔ سب کو یہ بات بھائی۔ انہوں نے فوراً ہتھیار اٹھائے اور نہر کے اس پار گاؤں کی طرف تیز تیز چلنا شروع کر دیا۔ آخر کار ان کی آواز



وہاں تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔ انہوں نے پہنچنے ہی اور  
 اور کسی جھاڑیاں ملنا شروع کیں۔ تقریباً "آجواپون گھنٹہ  
 ڈھونڈتے ڈھونڈتے وہ لوگ بڑھلے ہوئے مگر کہیں سے  
 کچھ نہ ملا۔ وہ کافی دور سے چل کر پہنچے تھے لہذا تھک کر  
 وہیں کچھ دیر بیٹھ گئے۔ اب عصر کا وقت تھا اور وہ لوگ  
 "فورا" واپسی کا راستہ اختیار کرنے والے تھے۔ ابھی وہ اٹھ  
 کرواپس چلنے کا ارادہ کر رہے تھے کہ اپنے سے کچھ  
 فاصلے پر انہوں نے نہر کے کنارے ایک لومڑ کو دیکھا اس  
 کی ٹانگوں کے ساتھ خون سے تھڑا ایک کڑا چٹا ہوا تھلہ  
 تھے وہ بار بار امارنے کی کوشش کر رہا تھا پھر چند قدم  
 چل کر رک جاتا اور اسے امارنے کی کوشش کرنے لگتا۔  
 نہر کے کنارے پر کچھ نمی کے باعث لومڑ کے چاروں پاؤں  
 کے نشان واضح تھے۔ انہوں نے "فورا" اس طرف بھاگنا  
 شروع کر دیا جس طرف سے لومڑ بھاگتا ہوا آ رہا تھا۔  
 نشانات کا پیچھا کرتے وہ اپنے گاؤں سے بھی کافی دور نکل  
 آئے۔ کچھ فاصلے پر اگر لومڑ کے قدموں کے نشان اب  
 خشکی کی طرف جا کر ختم ہو گئے۔ مگر ان کے لئے۔ یہی کافی  
 تھا۔ سلیم نے سب کو ہدایت کی کہ "یقیناً" بچے کی لاش  
 یہیں کس ہوگی دو دو سواسی مل کر ڈھونڈنا شروع کرو مگر  
 خیال رہے کہ زیادہ دور نہ نکل جائے۔ ظاہر ہے اب وہ  
 لوگ بچے کو زندہ تو واپس لے جائیں سکتے تھے۔ اگر لاش  
 ہی مل جاتی تو یہی بہت تھلہ پندرہ میں مٹ کی کوشش  
 کے بعد دو لڑکوں کو بچنے کی کچھ بڑیاں اور خون کے نمایاں  
 دھبے نظر آتے۔ وہ سب وہاں اکٹھے ہو گئے۔ بچے کے  
 قتل سے صاف پتہ چلتا تھا کہ نہ تو یہ کام کسی انسان کا ہے  
 اور نہ ہی کسی جنگلی جانور کا۔ اس کے گوشت کے ٹھنڈے  
 اور اور کھڑے ہوئے تھے۔ جسم کا ایک ایک عضو علیحدہ  
 علیحدہ کر دیا گیا تھا۔ اس قدر بے دردی سے مارا گیا کہ  
 نوجوان سوچنے لگے کہ اس کے جسم کے حصے اکٹھے کر کے  
 گاؤں لے جائیں یا بیس دفن کر دیں۔ پھر انہوں نے  
 فیصلہ کیا کہ اس کو دیہیں سپرد خاک کر دیا جائے کیونکہ اسے  
 اس حالت میں دیکھ کر اس کے ہل باپ پر تجلے کیا بیٹے  
 گی۔ لہذا جلدی جلدی خجوروں سے زمین کھودی گئی اور  
 پھر اس کے مختلف اعضا کو ایک صاف کپڑے میں باندھ کر  
 اسے دفن کر دیا گیا۔ فاتحہ پڑھنے کے ساتھ ہی انہوں نے  
 سریت واپس (تقریباً) بھاگنا شروع کر دیا۔ ابھی وہ جنگل  
 سے تقریباً "آدھے سے زیادہ پار کر چکے تھے کہ مغرب کا  
 وقت ہو گیا۔ اور پھر ابھی جنگل کا کچھ حصہ باقی تھا جب  
 اندھیرا چھانے لگا۔ نہریار کے گاؤں کی طرف رخ کر کے

انہیں کچھ سکون اور اطمینان نصیب ہوا۔ سارے سفر میں  
 کسی نے دوسرے سے کوئی بات نہ کی۔ کچھ نوجوان  
 معصوم بچے کا حال دیکھ کر نہایت خوفزدہ ہو رہے تھے۔ چند  
 جیاہوں میں نفرت اور انتقام کی آگ بجڑنے لگی۔ خیرجوں  
 توں کر کے وہ لوگ تقریباً "عشا تک گاؤں پہنچے۔ گاؤں کے  
 سبھی لوگ ان کی خیر و عافیت کے لئے سجدہ ریز ہو رہے  
 تھے انہیں زندہ سلامت دیکھ کر سب کو سکون کا سماں ملا۔  
 ان کے اترے اور سسے ہوئے چہرے دیکھ کر گاؤں والوں  
 کو اندازہ ہو گیا تھا کہ "یقیناً" کچھ بہت غیر معمولی ہوا ہے۔  
 اور پھر انہوں نے سب کو بتایا جو جان کے ساتھ ہوا تھا۔  
 اس رات گاؤں والے غصے پریشان رہے۔ دس کے  
 دس نوجوان اس رات سو نہ سکے۔ ان کے ذہن میں بچے  
 کی اس بھیاںک موت کا سارا منظر گھوم جاتا اور وہ لرز کر  
 رہ جاتے۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے صرف بچے کا خون ہی  
 استعمال میں لیا گیا تھا۔ باقی اعضاء تو شاید دوسرے جنگلی  
 جانوروں کا لقمہ بنے تھے۔ جو کچھ انہوں نے گاؤں والوں  
 کو بتایا تھا اس کی تو ان سب کو پہلے ہی سے توقع تھی البتہ  
 بچے کے والدین کی حالت خاصی غیر ہو گئی تھی کیوں کہ  
 پہلے تو انہیں کچھ امید تھی کہ شاید وہ ان کے بچے کی صحیح  
 سلامت ہونے کا کوئی سراغ نکل لیں مگر اب تو کوئی امید  
 باقی نہ بچی تھی۔ اس گھر میں ایک بار پھر مصائب کا  
 ٹوکہ انہیں بچے کی حالت سے ملو اوقت رکھا گیا تھا یہ راز  
 صرف گاؤں والے جانتے تھے یا وہ نوجوان جو خود اپنی  
 آنکھوں سے سب دیکھ کر آ رہے تھے۔ گاؤں کا ہر آدمی  
 صرف یہ ہی جانتا چاہتا تھا کہ آخر وہ زندہ ہے کون؟ جس  
 نے اس قدر دہشت ناک اور وحشیانہ طریقے سے ایک  
 معصوم اور بے گناہ کی جان لی تھی۔ ابھی تک اس بات کا  
 کسی کو طمع نہ تھا۔ نوجوانوں کے ساتھ بھی کوئی ایسا غیر  
 معمولی واقعہ نہ ہوا تھا جس کی ایسی توقع تھی۔ وہ ہر قسم  
 کے حالات سے نمٹنے کے لئے سب کچھ باندھ کر نظر تھے  
 مگر اس بزدل کو ان کا سامنا کرنے کی شاید بہت نہ ہوئی  
 تھی۔ اس سانحے کو تقریباً "چار بجتے ہوئے تھے مگر لوگوں  
 کے دلوں میں ویسا ہی خوف اور دہشت پھیلی ہوئی تھی۔  
 رات تو رات دن کو بھی بچوں کو فکرسے اوچھل نہ ہونے  
 دیا جاتا۔ عصر کی نماز کے ساتھ ہی بائیں اپنے اپنے بچوں کو  
 سینوں سے لگائے گھروں میں جا سکتی۔ نوجوان اور  
 بوڑھے بھی مغرب تک ہر حال میں واپس آ پہنچتے اور  
 مغرب کے بعد تو جیسے پورا گاؤں قبرستان کا نقشہ پیش  
 کرتا۔ باہر پتہ بھی جتا تو سب چوکے ہو جاتے۔ سب کے

دلوں کو ایک ہی دھڑکا لگا تھا کہ کہیں اگلا شکار وہ نہ ہوں۔  
 مگر وقت کے ساتھ ساتھ آہستہ آہستہ پھر وہی روشیں  
 بحال ہو گئی تاہم گاؤں والے اس واقعے کو بھول نہ پائے  
 تھے۔ اب تقریباً "اس بات کو مینہ ہو گیا تھا اس کے بعد  
 کوئی واقعہ نہ ہوا تھا۔ گاؤں کے سالانہ میلے کا دن قریب آ  
 رہا تھا اس سال بھی گاؤں والوں نے پہلے کی طرح غاصے  
 انتظامات کئے مگر اس سال کے اہتمام میں کچھ فرق تھا۔ یہ  
 بھی اسی ڈر اور خوف کی وجہ سے تھا۔ خیر میلے کا دن آن  
 پہنچا۔ گاؤں کے گھروں کو آبیادی سے کچھ دور خالی  
 میدانوں میں یہ انتظام ہوئے۔ ہنگاموں سے لگائے جاتے۔  
 لڑکیوں کے لئے جھولے جگہ جگہ مختلف چیزوں کے اشال  
 لگائے جاتے جن میں سے اکثر چیزیں شر سے خاص طور پر  
 منکوحاتیں جاتیں۔ بچے سارا دن خوب کھیلتے۔ خوش  
 ہوتے۔ پاس ہی کچھ بوڑھے لوگ بھی چارپائیاں ڈالے  
 بیٹھے انہیں دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے رہتے۔ بھی کوئی مل  
 کر چرس کھا رہے ہوتے یا پتنگھوڑوں پر بیٹھے ہوتے  
 اور کہیں کوئی آپس میں جھگڑ رہے ہوتے ان کی ان منہمی  
 مٹی اور شریر شرارتوں سے وہ خوب محفوظ ہوتے۔ یہ  
 میلہ مسلسل تین دن تک لگتا اس کے بعد کسی اور گاؤں  
 میں منتقل ہو جاتا اور وہاں روشتیں لگاتا۔ اس بار علی پور کا  
 میلہ گاؤں کے نوجوانوں کی کڑی نگرانی میں ہو رہا تھا۔  
 شور و غل سے کہیں وہ درندہ پھر نہ اڑے گا۔ اس ڈر سے  
 اس مرتبہ یہ میلہ علی پور میں صرف ایک دن ہو رہا تھا وہ  
 بھی گاؤں کے چند لوگوں کے بہت زیادہ اصرار کرنے پر۔  
 درندہ وہ تو اس قدر ڈرے ہوئے تھے کہ ایک دن بھی  
 بچوں کو کھلا چھوڑنے سے انہیں فکر ہو رہی تھی اسی لئے  
 گاؤں کے نوجوانوں کو خاص طور پر ہدایت کی گئی تھی کہ  
 کوئی بچہ اور اور نہ جانے پائے۔ سب کو اپنی نظر کے  
 سامنے رکھیں۔ انہیں مختلف جگہوں پر بٹھار دیا گیا جہاں سے  
 وہ اور اور نظر رکھ سکیں اور دو دو نوجوانوں کو بٹھایا گیا۔  
 صبح کے وقت میلہ شروع ہوا۔ گاؤں کے سب بوڑھوں  
 بچوں اور عورتوں نے شرکت کی۔ شروع میں سب ہی ڈر  
 رہے تھے مگر پھر پہلے میں بچہ کر وہاں کی گھما گھمی میں دیا  
 وائیا سے بے خبر ہو گئے تاہم نوجوان حد سے زیادہ چوکے  
 اور باخبر تھے۔ کوئی پتہ بھی جتا تو ان کے کان کھڑے ہو  
 جاتے۔ وہ نہایت چاک و چوبند نظر آ رہے تھے۔ میلہ  
 نہایت خوش اسلوبی سے انجام پایا۔ کچھ لوگوں نے ضد کی  
 غلطی طور پر گاؤں کے بچوں اور عورتوں نے خاصا زور دیا  
 کہ کم از کم میلہ ایک دن تو اور ہونا چاہئے کیوں کہ ان کی



تک ہوا تو کچھ بھی نہ تھا۔ چند لمحے کچھ نہ ہوا پھر اپنے سے کافی دور انہیں ایک ہیولا ساد کھائی دیا۔ وہ مکمل طور پر تونہ دیکھ سکے کیونکہ انکے ارد گرد روشنی تھی اور وہاں اندھیرا تھا جہاں کچھ دکھائی دیا تھا۔ انہوں نے آؤ دیکھا نہ ناؤ اندھا حد شورش مچاتے ہوئے اس طرف بھاگ نکلے۔ پہلے کے شور شرابہ میں سوائے ان کے قریبی نوجوانوں کے کسی نے ان کی آواز نہ سنی۔ اب وہ لوگ کل ملا کر پانچ ہو چکے تھے۔ وہاں جا کر انہوں نے اوھر اوھر مل کر بہت تلاش کیا مگر وہاں کچھ دکھائی نہ دیا۔ پھر لائین اور بیٹریاں وغیرہ منگو کر روشنی کرا کے دیکھا مگر بے سود۔ وہ اوھر اوھر درختوں کے پیچھے جھانپوں کے ارد گرد اسے تلاش کرتے کرتے آگے نکل آئے مگر کچھ حاصل نہ ہو سکا۔ ذرا سی آہٹ بھی ہوتی تو خجروں والے خنجر اور پستول والے نوجوان گھبراہٹ اور کچھ بھلوئی کی ٹلی جلی آمیزش سے پستول تان کر کھڑے ہو جاتے۔ ابھی یہ سلسلہ جاری ہی تھا کہ پہلے والے نوجوان جنہوں نے اس یوں لے کر دیکھا تھا ان کی جگہ پر زور زور سے چیخنے چلانے کی آوازیں آنے لگیں۔ انہوں نے مڑ کر دیکھا مگر اب بہت دیر ہو چکی تھی کوئی بھاری بھر کم چیز کے ندی میں تقریباً "کرے کی آواز آئی تھی۔ وہ ایک بار پھر وہاں سے سرپٹ بھاگے وہاں تک پہنچے مگر اب تک تو جو ہونا تھا وہ ہو چکا تھا۔ وہاں پہنچ کر پتہ چلا کہ سات سالہ راحیل اپنے دوستوں سے آٹھ چوٹی ٹھیکتا ہوا کہیں چھا اور پھر اسکی چھین وہاں سے سنائی دیں۔ اس کی بیٹیوں سے بچے بھی سسم گئے اور زور زور سے چیخنے لگے تھے۔ تھوڑی ہی دیر میں سارے گاؤں والے وہاں جمع ہو چکے تھے۔ جہاں سے اس کی چھین سنائی دیں تھیں اس سے کچھ فاصلے پر سر بھی اور سر کے کنارے کافی پانی کچڑ کی شکل میں جمع تھا جس کا مطلب تھا کہ کوئی خاصی وزنی چیز نہیں گری ہے جس کے چھلانگ لگنے سے سر کا پانی باہر کنارے تک نکل آیا تھا اور چھیننے وغیرہ خاصی مقدار میں موجود تھے۔ اس مرتبہ گاؤں والوں کی حالت کا اندازہ لگایا جاسکتا تھا۔ جن والدین کے معصوم لخت جگر لقمہ اجل بنے تھے انہوں نے تو کسی کو کچھ بھی نہ بگاڑا تھا پھر ناحق میں ان پر یہ قیامت کیوں ٹوٹ پڑی۔ کسی کے پاس اس کا جواب نہیں تھا۔ بچے کی والدہ تو یہ سنتے ہی بے ہوش ہو گئیں۔ والد صاحب بالکل خاموش کھڑے تھے۔ وہ بالکل چپ چاپ سر جھکا کھڑے تھے۔ کسی نے کوئی بات نہیں کر رہے تھے۔ بچے کی والدہ کو دو تین مرتبہ ہوش آیا ہوش میں آتے ہی وہ چیخنے چلانے لگیں۔

اور پھر اپنے بیٹے کو پکارتے پکارے انہیں غش پڑ جاتی۔ ابھی گاؤں والے حد سے زیادہ پریشان تھے۔ نوجوانوں کا مارے ندامت کے برا حال ہو رہا تھا۔ دکھ تو انہیں بھی تھا مگر انہیں افسوس اس بات کا ہو رہا تھا کہ ان کے اس قدر کڑی نظر رکھنے اور چاک و چوبند ہونے کے باوجود اس منحوس نے اپنا کام کر دکھایا۔ اگلے دن گاؤں والوں کا رد عمل شدید ثابت ہوا۔ کچھ لوگوں کو شرمینج دیا گیا تاکہ جا کر پولیس کو اطلاع کی جائے کہ وہ ان کی مدد کریں اور چند لوگ دوسرے گاؤں سے بڑے بڑے پیر صاحب اور عالموں وغیرہ کو لینے کے لئے بھیج دیئے گئے مگر بیروں اور عالموں وغیرہ سے کچھ نہ ہو سکا۔ اوھر یہ خیر ایس ایس پی عظیم کے گاؤں میں آڑی کہ قلاں علاقے میں دو پر اسرار قتل ہوئے ہیں مگر قاتل نجانے کون ہے۔ ایس ایس پی نے براہ راست گاؤں سے ساری تفصیلات لیں اور انہیں اگلے دن کا وقتہ دے دیا کہ وہ کل خود ان کے گاؤں آئیں گے اور پتہ لگائیں گے کہ یہ سب کیا ماجرا ہے۔ اگلے دن ایس ایس پی دو افسروں کے ساتھ چل نکلے۔ گاؤں میں پہنچتے ہی حیرانگی سے ان کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے۔ اس قدر خوبصورت علاقہ ان کے قریب تھا اور انہوں نے بھی اس طرف کا رخ ہی نہ کیا تھا۔ یہاں کی خوبصورتی سے وہ بہت خوش ہوئے مگر جو بھی گاؤں کے حالات سے انہیں آگاہی ہوئی تو سب بہت افسردہ ہو گئے۔ خیر ایس ایس پی نے وعدہ کیا کہ وہ جلد ہی قاتل کو اس کے انجام تک پہنچا دے گا۔ گاؤں کے سب لوگ ان سے کچھ خوش تھے انہیں امید تھی کہ وہ یقیناً اب اس موذی بلا سے بھٹکارا پائیں گے۔ جو نئی ساری تفتیش اور جائے وقوع کا جائزہ لینے کے بعد وہ لوگ جانے کے لئے چپ میں بیٹھے بچے کے والدین روئے پینے ان کی گاڑی کے آگے آن کھڑے ہوئے۔ انہوں نے خوب دوا دیا دیکھا کہ وہ انہیں وہاں سے نہیں جانے دیں گے جب تک وہ اس قاتل کا پتہ چلا کر اس کو سزا نہ دلا دیں۔ انہوں نے بہت سمجھایا بھلیا مگر وہ مسلسل روتے چلے جا رہے تھے ایس ایس پی کے ماتحت اب بیزار ہونے لگے وہ ذرا سختی سے پیش آئے اور اوھر ایس ایس پی کا ان پر غصہ آ گیا۔ وہ فوراً "جپ سے نیچے اتر آئے اور ان سے کہہ دیا کہ وہ وہیں رہیں گے جب تک اس خونی کا پتہ نہ چلا لیں اور ان کو کچھ ضروری ہدایات کر دیں۔ ساتھ ہی ساتھ شہر سے کچھ ضروری چیزیں بھی منگوانے بھیج دیا۔ وہ لوگ خاموشی سے چلے گئے۔ شام کو ساری چیزیں لے کر آئے۔

وہ بھی ایس ایس پی کے ساتھ رہنا چاہتے تھے۔ مگر اس کا خیال تھا کہ چوہے کو مارنے کے لئے فوج کی ضرورت نہیں ہوتی لہذا اس نے ان سب کو زبردستی واپس بھیج دیا۔ گاؤں میں اس نے ایک مخصوص جگہ کا انتخاب کیا اور وہیں پڑاؤ کر لیا۔ اس کے ساتھ گاؤں کے چند جیالے بھی آئے۔ انہیں اب اس بلا پر غصہ آنے لگا تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ ایک بار وہ انکے سامنے تو آئے تاکہ وہ مکمل کر اس سے لڑ سکیں۔ ایس ایس پی کو ان کے جوش و جذبہ دیکھ کر خوشی ہوئی۔ اس نے ان کو سمجھایا کہ ایسے زور زبردستی کرنے سے وہ سامنے نہ آئے گا بلکہ اس کے لئے عقل کی بھی ضرورت تھی۔ پہلے تو ایس ایس پی نے اس مقصد کے لئے شہر سے اپنی فورس منگوانے کا پروگرام بنایا مگر پھر اس نے سوچا کہ پہلے معاملے کی اصل تہ تک پہنچا جائے اور پھر اگر ضرورت محسوس ہوئی تو انہیں بلوالیا جائے گا تاہم گاؤں کے نوجوانوں نے اس کا چھپانہ چھوڑا۔ وہ انتہائی جذباتی ہو رہے تھے کیونکہ وہ ان کے ہاتھوں سے اپنا شکار لے اڑا تھا اور وہ اس کے سامنے بے بس ہو کر رہ گئے تھے۔ انہیں اپنی جوانی بھارت ہوتی نظر آ رہی تھیں۔ وہ چاہتے تھے کہ اس مقصد میں وہ بھی ایس ایس پی کا ساتھ دیں۔ پہلے تو اس نے انکار کر دیا کیونکہ ایس ایس پی کا خیال تھا کہ یہ قتل کوئی ڈاکو یا کوئی خاص گروہ کر رہا ہے تاکہ گاؤں والوں کو خوفزدہ کیا جاسکے اس میں انہیں دو فائدے ہو سکتے تھے۔ ایک تو وہ انہیں لوٹ سکتے تھے اور دوسرا وہ انہیں ڈرا کر وہاں سے بھگا کر خود اس خوبصورت علاقے پر قبضہ کر سکتے تھے۔ مگر گاؤں کے حالات و واقعات کچھ اور ہی منظر پیش کر رہے تھے۔ واقعات سے تو یہ اندازہ لگانا مشکل تھا کہ قاتل کا اصل مقصد کیا تھا۔ تاہم بلا مرحلے یہ تھا کہ قاتل کو دیکھا جائے کہ وہ کون ہے۔ کوئی ذی روح ہے یا کوئی غیر مرئی چیز۔ تاکہ پھر اس کے مطابق اس کا بندوبست کیا جاسکے۔ ایس ایس پی کی گاؤں میں پہلی رات تھی۔ اب تو عصر کی نماز کے ساتھ ہی سب کے چہرے خوف و ہمت سے زور پڑ جاتے۔ ایس ایس پی ان کے چہرے بخوبی پڑھ سکتا تھا جن پر خوف و ہراس نمایاں تھا۔ اسے از حد افسوس ہو رہا تھا اور ساتھ ہی ساتھ اس غیبت پر غصہ بھی آ رہا تھا جس نے ان معصوموں کی خوشیاں لوٹ لیں تھیں۔ ان کے چہروں کی برقعیں اور قمقمے تسم کر دیئے تھے۔ اس ایک چیز نے سب کی خوشیاں غارت کر رکھی تھیں۔ رات ڈیڑھ دو بجے تک وہ صرف یہی سوچ رہا تھا کہ وہ اس قاتل کو کیسے

دیکھ سکتا تھا۔ ظاہر ہے اس کے پاس کوئی آلہ دین کا چرسا تو نہیں تھا کہ فوراً "پڑ لگو الیٹا۔ یہ کلام نہایت عقل و مہارت سے کرنا تھا۔ ابراہیم نے یقین تھا اپنے آپ یہ اور اپنی ہمت یہ کہ وہ جلد ہی اسے اس کی انجام تک پہنچا کر گاؤں والوں کی خوشیاں ایک بار پھر سے زندہ کر دے گا۔ گاؤں کے نوجوانوں کے مسلسل خند کرنے پر اور ان کے بلند حوصلے اور جوش و جذبہ کو دیکھتے ہوئے اس نے تین جوانوں کو اپنے ساتھ بلالیا۔ انہیں ترکیب بتائی کہ قاتل کو عیاں کرنے کے لئے انہیں کیا کیا تھا۔ چونکہ اس کے پہلے اور دوسرے شکار کے درمیان کافی دنوں کا خلا تھا جس کا مطلب تھا کہ تیسرے بے میں یا تو پھر اتنے ہی دن تھے یا پھر موقع۔ یعنی جب اسے موقع ملا وہ اپنا کام کر دکھائے گا۔ مگر اس کے عمل کو دیکھنے کا ان میں مہربنہ تھا۔ وہ جلد از جلد اسے بے نقاب کر کے اسے اس کے انجام تک پہنچانا چاہتے تھے۔ لہذا یہ طے ہوا کہ ایک بار پھر پہلے کا انتظام کیا جائے۔ پھر ویسی ہی گھما گھی کی جائے تاکہ وہ اس طرف ایک بار پھر متوجہ ہو اور شکار کے لئے آئے۔ اور پھر ایس ایس پی کی پلاننگ کے مطابق اسے موقع پر ہی مار دیا جائے خواہ کوئی انسان ہو یا کوئی اور چیز۔ یہ ساری بات اور منصوبہ سارے گاؤں والوں کو سمجھایا گیا۔ پہلے تو وہ نہ مانے بلکہ بالکل بھی ماننے کو تیار نہ ہوئے مگر ایس ایس پی کے غصے کے سامنے سب ڈھیلے پڑ گئے وہ ڈر گئے کہ اگر ایس ایس پی نے بھی ان کا ساتھ چھوڑ دیا تو وہ کبھی بھی اس دردندے تک نہیں پہنچ پائیں گے۔ لہذا نہ چاہتے ہوئے بھی انہوں نے یہ تجویز منظور کر لی تاہم دل سے کوئی بھی راضی نہ تھا۔ سارے انتظامات مکمل کر لئے گئے اور تین دن کے اندر اندر پھر ایک دن وہاں پہلے جیسا میلہ لگ چکا تھا۔ ایس ایس پی نے دن کے وقت ساری اطراف جائزہ لیا اور پھر مختلف نوجوانوں کو مخصوص جگہوں پر چھپا دیا۔ پہلے کو چاروں طرف سے نوجوانوں نے گھیرے میں لے رکھا تھا۔ کچھ سپاہی بھی شامل تھے جنہیں ایس ایس پی نے اپنے شاف سے طلب کیا تھا۔ سب کے سب ہتھیاروں سے لیس وہاں اسی کے خنجر بیٹھے تھے۔ شام کو عصر کی نماز کے بعد سارا پروگرام ترتیب پایا۔ سب نوجوان اپنی اپنی جگہ پر بالکل فٹ نظر آ رہے تھے۔ تمام نوجوانوں کو چپک کرنے کے بعد ایس ایس پی نے میلہ شروع کرنے کا حکم دے دیا۔ میلہ پورے زور و شور سے شروع کر دیا مگر لوگوں کا دھیان اسی طرف لگا تھا کہ کبھی بھی وہ کہیں سے بھی نمودار ہو گا اور پھر اپنا شکار لے



اڑے لگ ماؤں نے اپنے بچوں کو ایک منٹ کے لئے بھی  
 اوپر اوجھ نہیں ہونے دیا۔ سب جوان چوکنے کھڑے  
 تھے۔ خود ایس ایس پی کو بہت بے چینی ہو رہی تھی۔ عصر  
 سے مغرب اور پھر مغرب سے عشا کا وقت ہو گیا نہ تو کوئی  
 قاتل ڈاکو ہی وہاں پہنچا اور نہ ہی کوئی بھوت یا چڑیل۔  
 سب عشا کے وقت اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔ شر  
 کے سپاہی واپس شہر کو لوٹا دیئے گئے تاہم ان کے ہتھیار  
 ایس ایس پی نے اپنے پاس رکھوائے۔ یلہ اگلے دن صبح  
 پھر کروانے کا فیصلہ انجام پایا۔ گاؤں کے بزرگ اس بات  
 کے حق میں نہ تھے مگر پھر انہیں ایس ایس پی کے غصے و  
 غضب کے سامنے خاموش ہونا پڑا۔ کیونکہ اگر وہ یہ کیس  
 چھوڑ دیتا تو ان کی رہی سہی بہت بھی جواب دے دیتی  
 دیتے بھی نوجوان ایس ایس پی کی مکمل حمایت کر رہے  
 تھے۔ بحال اگلے روز دن کے وقت پھر میلے کے  
 انتظامات کا اعلان ہو گیا۔ اگلے روز پھر لوگوں کو شرکت کرنا  
 پڑی۔ ایک دن وہ بھی تھا جب وہ خوشی خوشی آ رہے تھے  
 اور ضد کر رہے تھے کہ اس کا قیام طویل کر دیا جائے اور  
 آج وہ اسی میلے سے اکتانے ہوئے اور ڈرے ڈرے لگ  
 رہے تھے۔ سارا دن گزر گیا ایس ایس پی کے نوجوانوں کو  
 پھر سے شکست ہوئی۔ اب دھیرے دھیرے رات ہو رہی  
 تھی۔ ایس ایس پی کے پاس اسے پکڑنے کا اس سے اچھا  
 اور کوئی راستہ نہ تھا اگر وہ سپاہیوں کے ساتھ دوسری  
 طرف جاتا تو ہو سکتا تھا کہ ان کا نقصان ہو جاتا یا پھر وہ  
 درندہ یا قاتلوں کا گروہ گاؤں میں گھس آتا وہیں سے  
 پرے بھاگ جاتا۔ اس لئے مناسب یہی تھا کہ وہیں اسے  
 بولایا جاتا اور اسے اس کے انجام تک پہنچایا جائے۔ سارے  
 جوان ندی کی طرف متوجہ تھے۔ کیوں کہ اس کے ندی  
 میں سے ہی انہیں امید کی جاسکتی تھی۔ گو کہ دن سے  
 رات ڈھلنے لگی تھی مگر سب کے سب ویسے ہی تروتازہ  
 کھڑے تھے۔ وہ پھر کوئی کوتاہی کر کے ایک بار پھر اس  
 درندے کو کھوتا نہیں چاہتے تھے۔ سب کے سب جان  
 ہتھیلی پر رکھے صرف انتقام کے جذبے سے اسکا انتظار بڑی  
 بے مبری سے کر رہے تھے۔ کسی کو اپنی جان کی پرواہ  
 نہیں تھی۔ ہر کوئی اپنی جان پر کھیلنے کے لئے تیار تھا مگر  
 اس نامراد کو کسی صورت بھی چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔  
 اس وقت وہاں گاؤں کے نوجوان ایس ایس پی کی ہدایات  
 کے مطابق مخصوص جگہوں پر مقرر تھے۔ اپنے سپاہیوں کو  
 ایس ایس پی واپس بھیج چکا تھا۔ وہ غافل نہیں تھا کہ وہ  
 گاؤں کے نوجوانوں کے جذبے کو بھانپ گیا تھا تاہم ہتھیار

اس نے رکھ لئے تھے۔ اب یہی نوجوان ہندو توں اور  
 بہتوں سے مسلح تھے۔ اچانک وہی ہوا جسکا سب بڑی بے  
 تابی سے انتظار کر رہے تھے۔ نہ میں دور کسی چیز کے  
 گرنے کی آواز سنائی دی۔ ایس ایس پی کی پر غضب آواز  
 ”ہوشیار“ سے یہی مزید چوکنے ہو گئے اور اپنی اپنی  
 رائفلیں شہر کے کنارے کی طرف کر دیں جہاں سے اس  
 کے ٹکڑے کے آثار ہو رہے تھے۔ کنارے کے کچھ فاصلے پر  
 خاصی روشنی کی گئی تھی تاکہ جو کوئی بھی وہاں سے ٹکڑے  
 فوراً روشنی کی زد میں آجائے اور اس کا وجود واضح ہو  
 جائے۔ کچھ دیر تک خاموشی رہی سب کے دل دھک  
 دھک کر رہے تھے۔ آج فیصلہ ہونا تھا۔ آج اس کا ٹاپا  
 وجود اور مکروہ چہرہ بے نقاب ہونا تھا جس نے نئی دونوں سے  
 گاؤں والوں کی نیندیں اڑا رکھیں تھیں۔ انکی خوشیاں  
 غارت کر رکھی تھیں۔ بننے کھیلنے کھرہ بڑا کر دیئے تھے۔ ہر  
 کسی کا دل انتقام کے جذبے سے بھرا ہوا تھا۔ ہر کوئی اسے  
 پاش پاش کر دینا چاہتا تھا۔  
 کچھ دیر بعد شہر سے ایک ہولنا نمودار ہوا اور پھر  
 جوئی روشنی کے دائرے میں آیا تو یہی کی آنکھیں  
 مارے حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ سب پر جیسے جادو  
 سا چل گیا۔ ایک انتہائی خوبصورت اور نوجوان لڑکی شہر  
 سے نکل کر اگلے بالکل درمیان میں آن کھڑی ہوئی تھی۔  
 اس کا رنگ دودھ کے جیسا سفید اور لمبے لمبے ناخن جیسے  
 بل بل سب کو مجذوب کئے جا رہے تھے اس نے ہلکے ملل کے  
 کپڑے تقریباً نہ ہونے کے برابر پہن رکھے تھے۔ نہر  
 سے ٹکڑے کی وجہ سے وہ سر سے پاؤں تک ہینگلی ہوئی تھی  
 اور باریک کپڑوں سے اس کے سارے جسم کے اعضا  
 عیاں تھے۔ اس کی بڑی بڑی نوکیلی بالکیں عجیب نقشہ پیش  
 کر رہی تھیں۔ اس کے گلے کمرے سے بھی لمبے کالے بال  
 اور بڑی بڑی سیاہ آنکھیں سب پر جیسے جلیاں گرا رہی  
 تھیں۔ وہ چند قدم چل کر اور آگے بڑھی اور سب کے  
 بالکل وسط میں آگئی اس کے جسم کے تمام نشیب و فراز  
 اور بھی نمایاں ہو گئے۔ سب اس کے حرمیں کھو کر رہ گئے  
 تھے۔ جو کوئی بھی اس کی آنکھوں میں جھانکا وہ فوراً ہی  
 نظریں جھکا کر اس کی جیسے غلائی کا بھوت پیش کر دے کسی کو  
 اس کی آنکھوں میں جھانکنے کی جرات نہ تھی۔ سب پر جیسے  
 قانع گرا ہوا تھا۔ اس سارے عمل کے دوران کسی کی ہلکی  
 سی بھی آواز نہ نکلی تھی۔ ہر طرف عجیب سا سحرانہ منظر  
 ہونے لگا تھا۔ وہ اب ان سب کے بیچ میں کھڑی زور زور  
 سے قہقہے لگنے لگی۔ مکرراتے ہوئے وہ اور بھی

خوبصورت لگنے لگی۔ وہ اتنا اچھا نہیں رہی تھی کہ گاؤں  
 کے یہی بوڑھے سچے عورتوں سمیت اس کی طرف دیکھ  
 کر رشک کے بغیر نہ رہ سکتے تھے وہ اور بھی زور زور سے  
 قہقہے لگنے لگی۔ ایس ایس پی عظیم مثالی پر ان سب سے  
 بڑھ کر جادو چلا تھا۔ اسی نے تو سب نوجوانوں کو ایک کا  
 حکم دیا تھا اور اب وہ خود ہی اس کے حکم کا ظالم لگ رہا  
 تھا۔ پھر وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اور آگے بڑھی ایک  
 پانچ سال کی چھوٹی سی بچی کو بازو سے پکڑا اور واپس چل  
 دی۔ اس کے بل باپ اسے بت بنے کھڑے دیکھتے  
 رہے۔ یہی نوجوان تو بالکل سر تسلیم خم کھڑے تھے۔  
 انکے سر جھکے ہوئے تھے اور وہ بہت یاد دل طریقے سے  
 کھڑے تھے۔ چلتے چلتے وہ تقریباً پھر شہر کے کنارے کے  
 قریب پہنچ چکی تھی۔ وہ مرکز کھڑی ہو گئی۔ اور زور زور  
 سے بننے لگی شاید سب کی بے بسی پر۔ اور پھر اچانک ہنسنے  
 بننے وہ زور زور سے رونے لگی اور پھر ایسی ہی کچھ  
 آوازیں مل ملا کر زور سے زور دار ہوتی گئیں اور ساتھ  
 ہی ساتھ اس کا سارا جسم بھی بدلتے لگے۔ اس کے آنکھیں جیسے شعلے  
 نوکیلے اور لمبے ہونے لگے۔ اس کی آنکھیں جیسے شعلے  
 برسانے لگیں۔ بال بچوں کی شکل میں لمبے ہوتے چلے  
 گئے۔ اس کا قد بھی کچھ گھٹ گیا اور پھر ناخن لمبے ہو کر  
 مڑنے لگے۔ پورے نرم و نازک جسم پر لمبے لمبے سیاہ گھٹے  
 پل اٹنے لگے اور پھر چند ہی لمحوں میں وہ ایک دلغریب  
 جینے سے ایک نمایت بھیاک اور مکروہ ڈائن کا روپ  
 اختیار کر چکی تھی اس کی زبان لمبی ہو کر دہانے سے تقریباً  
 نکلنے لگی اور پھر اس نے بچی کو اٹھایا اور واپس شہر کی طرف  
 مڑی۔ اچانک ایس ایس پی نے جو کہ برف کی مانند جھاکڑا  
 تھا اپنے حواس قائم کئے اور زور سے ”اللہ اکبر“ کا نعرہ  
 بلند کیا اور پھر جیسے یہی ایک خواب سے بیدار ہو گئے  
 ہوں۔ یہی اوپر اوپر جھانکنے لگے جیسے کچھ معلوم نہیں  
 کہ کیا ہو چکا ہے۔ اوپر سے دوبارہ ایس ایس پی کی آواز  
 آئی ”ایک“ اور پھر پلا فائر بھی اس نے خود ہی اس کے  
 سر کا نشانہ لے کر کر دیا۔ کیونکہ ہائی سب جوانوں کی  
 رائفلیں نیچے پڑی تھیں پھر انہوں نے ہوش میں آنے  
 کے بعد اپنی اپنی ہندو قبائل اٹھائیں لوڈ کیں۔ ایک سنسائی  
 ہوئی گولی اس مکروہ چڑیل کی کھوپڑی کے مقام پر پڑی  
 ہوئی اور پھر پھر در پے گولیوں کی آواز سے گاؤں اور  
 جنگل دونوں گونج اٹھے مگر اس کو بیشکل تین یا چار ناز لگے  
 تھے جن میں سے دو ایس ایس پی کے اور ایک کی جوان  
 کلہ ان سب کو یہ دیکھ کر حیران رہی ہوئی کہ اتنے ناز لگنے کے



بہج دی وہ جانتا تھا کہ اس کا کوئی فائدہ نہ ہوگا تاہم گاؤں والوں کو وقتی طور پر تسلی تو دی جاسکتی تھی اس نے مزید ہدایت کی کہ گاؤں میں سے کوئی بھی شخص ادھر ادھر نہ جانے پائے۔ شہر میں اس نے اپنے دوست پروفیسر صائم کو ساری بات بتائی۔ پروفیسر صائم نے اسے بتایا کہ اس معاملے میں اسکا علم اتنا وسیع تو نہیں مگر وہ اتنا ضرور جانتا ہے کہ اگر اسے جلادیا جائے تو اس کا خاتمہ ممکن ہے اور کسی بھی طریقے سے اس کو ختم کرنا نہایت مشکل ہے۔ مزید حقیقت جاننے کیلئے انہوں نے ایک بہت بڑے پیچھے ہوئے مشہور پیر صاحب سے رجوع کیا انہوں نے بھی یہ بتایا کہ صرف اس کے شر کو جلادینے سے ہی اس کا کام تمام ہو سکتا تھا اور کوئی چیز اس پر اثر انداز نہیں ہو سکتی۔ چند مزید اہم معلومات لینے کے بعد اسی دن کی شام کے وقت وہ گاؤں میں پھر موجود تھا۔ اب گاؤں کے کبھی لوگ ایک جگہ جمع تھے وہ اسکے سامنے ہاتھ جوڑ رہے تھے کہ وہ انہیں جانے دے۔ وہ اس کی مثالیں سناتیں کر رہے تھے کہ وہ اب کسی بھی قیمت پر وہاں نہیں رہیں گے اس لئے وہ انہیں ہجرت کی اجازت دے دے مگر وہ ایس ایس پی عظیم ہی کیا جو ان کی بات مان لیتا۔ اس نے کہا کہ ٹھیک ہے مگر چاند کی آنکھ تاریخ تک تم لوگوں کو رکنا ہوگا۔ کیوں؟ یہ میں اسی دن بتاؤں گا۔ پھر اس کے بعد اس نے سبھی نوجوانوں کو ایک بار پھر اکٹھا کیا۔ وہ جھپٹے باجرے پر ٹام تھے مگر ایس ایس پی جانتا تھا کہ اس میں انکا کوئی قصور نہ تھا خود وہ بھی تو اس کے جلو کا شکار ہو گیا تھا۔ خیر اس نے ان سب کو ساری تفصیلات سے آگاہی دی اور پھر ساری پلاننگ ترتیب پائی۔ اب وہ سب بڑی بے مبری سے ایک بار پھر ہتھیار کمر اس دفعہ چاند کی 7 تاریخ کے لئے۔

پروگرام کے مطابق شہر سے پٹرول اور تیل کے بڑے بڑے ٹینک اسٹنٹے کروا کر منگوائے جا چکے تھے۔ جو بھی چاند رات کی سات تاریخ کو عصر کی نماز ہوئی وہ لوگ نماز ادا کر کے جنگل کی طرف روانہ ہو گئے۔ گاؤں والے ان کے ارادوں سے بالکل بے خبر تھے۔ نوجوان بھی ایس ایس پی کے ساتھ ملے ہوئے تھے اور انہیں ہدایت تھی کہ گاؤں والوں سے فی الفور کچھ نہ کہا جائے۔ ایس ایس پی کے ساتھ ہیں کے لگ بھگ نوجوان ہاتھوں میں بڑے بڑے پٹرول اور مٹی کے تیل کے ٹینک اٹھائے رواں دواں تھے۔ ایک بار پھر ان کے دل ویسے ہی دلولہ انگیز جوش و جذبے سے لبریز تھے ہر حال میں اس آدم خور جتنی کا

قلعہ فتح کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ پیچھے گاؤں والوں کو سختی سے ہدایت تھی کہ وہ انکی واپسی تک اپنے اپنے گھروں سے بالکل نہ نکلیں۔ مغرب کے وقت وہ لوگ بڑی سہر عبور کر کے اس ڈائن کے جنگل میں گھس چکے تھے۔ ابھی دن کی ہلکی ہلکی روشنی موجود تھی۔ وہ پھونک پھونک کر قدم رکھ رہے تھے۔ آج وہ پہلے سے کہیں زیادہ جست و چلاک اور پھرتیلے نظر آ رہے تھے۔ انہیں چلتے چلتے کافی ٹھکن محسوس ہو رہی تھی۔ مگر جذبہ ہی اس خوفناک چڑیل کو ریزہ ریزہ کرنے کا جذبہ اس ٹھکن پر غالب پالیتا اور وہ پھر نئے جوش و جذبہ سے آگے بڑھنے لگے۔ اندھیرا تقریباً اب پھیل چکا تھا ان لوگوں نے لائٹیں اور جیتیاں روشن کر لیں مگر صرف اتنی کہ ان کا راستہ نظر آ سکے۔ ابھی وہ جیتیاں جلا کر کچھ ہی دور بڑھے تھے کہ اپنے سے کافی دور انہیں کوئی چیز پانی میں کودتی نظر آئی۔ ان سب کے دل مٹھی میں آ گئے۔ ایس ایس پی ہونٹ بھیج کر رہ گیا کیونکہ وہ چند لمحوں تاخیر کر چکے تھے مگر وہ ڈائن پھر اپنے معمول پر روانہ ہو چکی تھی۔ سب نوجوانوں کو اگلے انہام کی خبر تھی کہ کچھ ہی دیر بعد وہ پھر کسی منصوم کو منہ میں دوپچے واپس آئے گی اور ایک اور منصوم کی جان جائے گی۔ سب یہ سوچ کر غصیل و غضب سے بھر گئے۔ وہ اس سے تنگ آ چکے تھے۔ اگر یہی وہ ان کے سامنے آجائے تو وہ اس ڈائن کے کلوے کلوے کر دیتے۔ مگر ہر دفعہ وہ ان سب کو بے بس کر کے بہت خوش اسلوبی اور نہایت اطمینان سے اپنا کام کر دکھاتی۔ اور وہ سب ہاتھ ملتے رہ جاتے۔ اب بھی وہ ان کی آنکھوں کے سامنے ان کے اپنوں میں سے کسی بے گناہ کی جان لینے جا رہی تھی اور وہ کتنے بے بس تھے کہ اس کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکتے تھے۔ اگر سامنے بھی ہوں تو بھی وہ لاچار ہو کر رہ گئے تھے۔ اب وہ مرنے مارنے پر تیل گئے۔ انتہائی جذباتی ہو کر انہوں نے غصے سے اندھادھند واپس بھاگنا چاہا تاکہ دوبارہ نہریار کر کے اپنے گاؤں میں پہنچیں اور پھر اس نامراد کے سامنے آکر اسے مزہ چکھائیں۔ اسی مقصد سے وہ اڑ کر وہاں پہنچ جانا چاہتے تھے کہ ایس ایس پی کی گرج وار آواز آئی۔ ”کہاں جانا چاہ رہے ہو؟“ سب نے بیک زین ہو کر کہا کہ ”گاؤں“۔ انہوں نے انہیں سمجھایا کہ ”یہ تو فو! جب تک تم لوگ مقابلے کی خاطر وہاں گاؤں تک جنگل اور نہر کراس کرنے کا بیڑہ کر رہے ہو تب تک وہ اپنا کام کر چکی ہوگی۔“ ہمیں ایک اور موت برداشت کرنا پڑے گی مگر آخری۔“ وہ کیسے؟“ سلیم نے پوچھا۔ ”چلو میرے ساتھ“۔ انہوں

نے کہا اور سب نوجوان ایک بار پھر اتفاق کا ثبوت دیتے ہوئے ان کے پیچھے پیچھے چلتے گئے۔ کچھ دور پہنچ کر انہوں نے اسی جگہ کی طرف اشارہ کیا جہاں سے وہ ڈائن کو دی تھی اور انہیں بتایا کہ وہ یہاں سے روانہ ہوئی ہے اور یہاں ہی آکر نمودار ہوگی۔ جو بھی وہ واپس یہاں سے نکلے گی ہم لوگ کہیں اس پر خالی کر دیں گے۔ اور اسے جلا کر راکھ میں ملا دیں گے۔“ سب کو یہ ترکیب پسند آئی۔ ان کے جانے کے بعد گاؤں میں گہرا سکوت چھا گیا۔ لوگ اپنے اپنے گھروں میں دیک کر بیٹھے تھے۔ وہ آپس میں بھی بات کرتے ہوئے ڈرتے تھے۔ ہر گھر میں خاموشی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ کہیں کوئی جانور ہلکا سا بھی بولتا تو اسکی آواز سے سبھی لرز کر رہ جاتے۔ وہ لوگ نہیں جانتے تھے کہ ایس ایس پی گاؤں کے جوانوں کو اتنی کثیر تعداد میں لے کر کہاں گیا ہے اور کس لئے۔ اتنا انہیں ضرور شک تھا کہ وہ لوگ یقیناً اسی چڑیل کے خاتمے کے لئے روانہ ہوئے ہوں گے۔ کچھ ہی دیر دل میں خوش بھی تھے مگر کچھ سے سے بھی۔ مغرب کے بعد ہلکا اندھیرا چھانے لگا۔ اور پھر کچھ ہی دیر بعد مکمل اندھیرا چھا گیا۔ سبھی سونے کی تیاریوں میں مصروف ہونے لگے۔ ظاہر ہے جب تک اس لئے وہ لوگ شامو شام سونے کی تیاریوں میں مصروف نظر آتے تھے۔ بیچو صاحب کے گھر کا فیروز شاید کچھ لوز ہوئے لگے۔ کبھی ان کی لائٹ آن ہو جاتی اور کبھی آف۔ کافی دیر ہوا کہ چلتے سے جب بھی تاریں ملتیں یہ تماشا ہونے لگتا۔ مگر اب کافی دیر سے روشنی مسلسل آ رہی تھی یعنی تاریں ساکن ہو گئی تھیں۔ نسی سجدہ اپنی ماں کے نزدیک ہی چولہے کے پاس بیٹھی آگ کے ٹھیکل رہی تھی۔ امی کے منع کرنے پر بھی نہ رکی تو انہوں نے جھڑک دیا۔ وہ روتے روتے دور ہٹ کر بیٹھ گئی عین اسی لمحے انکی لائٹ ایک دفعہ پھر آف ہو گئی۔ اسی کشمکش میں ادھر ادھر سے چڑیاں سیٹھ سیٹھنے لگیں ان کا دوپٹہ چولہے کے نیچے اس کے ایک پتھر کے کندھے میں پھنس گیا جس کا انہیں نہ پتا چلا۔ باہر سے کسی کے اندر داخل ہونے کی آواز سنائی دی۔ انہوں نے سمجھا کہ نسی سجدہ کے ابو ہیں جو ابھی ابھی باہر لائٹ ٹھیک کرنے نکلے تھے۔ وہ دھیمے دھیمے پوچھنے لگیں۔ کیا بات ہے لائٹ کیوں نہیں ٹھیک ہوئی۔ اب اندھیرے میں ہی کھائیے۔ اور یہ کتے ہوئے جو نسی کھانا آگے کی طرف دھکیلا اسی وقت لائٹ پھر آن ہوئی اور ساتھ ہی انکی دلچسپ چھی نکل گئی۔ روشنی

میں انہوں نے دیکھا کہ وہی ڈائن نسی سجدہ کو گود میں اٹھا رہی تھی۔ انہوں نے ڈر کر دروازہ کھولا تو چولہے میں پھنسے دوپٹے کے ساتھ ہی کھینچاؤ سے چولہے گر گیا جس سے تیل پھیل گیا اور ساتھ ہی آگ بھی لگ گئی۔ چڑیل نے زور سے چیخ ماری اور دونوں ہاتھ ادھر ادھر بے اختیار مارنے لگی۔ لگتا تھا اسے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ یونی ڈرتے ڈرتے اور پیچھے پیچھے وہ بھی کو پھینک کر اندھا دھند بھاگ کھڑی ہوئی۔ انہوں نے فوراً ”سجدہ کو ایک لیا اور اندر بھاگ گئیں۔ آس پاس کے لوگ اکٹھے ہو کر آئے اور فوراً ”آگ پر قابو پالو۔ آگ سے اتنا نقصان تو نہ ہوا تھا مگر اس بات کا پتہ چل گیا تھا کہ وہ ڈائن آگ سے ڈرتی تھی۔ لوگ کافی خوش ہوئے ایک تو اس کی ناکامی پر اور دوسرا ان کے ہاتھ اسکی ایک کمزوری بھی تو لگ گئی تھی۔ اب وہ یہ خیر جلد از جلد ایس ایس پی اور دیگر نوجوان کو سنا چاہتے تھے۔ کچھ جوانوں کو نہر کے قریب درختوں پر بٹھا دیا گیا۔ ساتھ ہی ساتھ وہ دوسری جانب نظر بھی رکھے ہوئے تھے۔ انہیں حکم تھا کہ جو بھی وہ آئے درختوں کے نیچے سے گزرے فوراً تیل اس پر پھینک دو اور چند لڑکوں کی ڈیوٹی فوراً ہی اسے آگ لگا دینا تھی۔ وہ جانتے تھے کہ اس میں ان کی اپنی جانیں بھی خطرے میں تھیں مگر وہاں کسی کو اپنی جان کی پروا نہ تھی۔ ہر کوئی اپنی جان پر کھیل کر بھی اس کا کام تمام کرنا چاہتا تھا جسکی وجہ سے انہیں اتنے غم ملے تھے سبھی چھپ کر اس کا انتظار کر رہے تھے۔ صرف اس کے نہر میں سے نکلنے کی تاخیر پانی رہ گئی تھی۔ وہ سب ہوشیار بیٹھے تھے۔ ذرا سی آہٹ پر بھی چونک اٹھتے۔ وہیں بیٹھے بیٹھے انہیں تقریباً ”آدمی سے زیادہ رات گزر گئی مگر وہاں اسکا سایہ تک نہ لہرایا۔ حتیٰ کہ صبح ہونے کو بھی مگر اس کا کہیں کوئی ظم و نشان نہ تھا۔ ایس ایس پی سمجھ گئے کہ وہ جاتی اس طرف سے ہے مگر اسکی واپسی کا راستہ کوئی اور ہو گا کیوں کہ واپسی پر اس کے پاس شکار ہوئے اور اس کام کے لئے اس نے کوئی اور جگہ مخصوص کر رکھی ہوگی۔ خیر صبح سورج کی پہلی کرن کے ساتھ ہی اس کی آماجگاہ کی تلاش شروع ہو گئی۔ صبح سے تقریباً ”دوپہر ہو گئی بھوک پیاس اور تھکاوٹ سے وہ تقریباً ”گرنے کے قریب تھے آدھے سے زیادہ جنگل چھان مارا تھا مگر کہیں سے کوئی قتل اعتراض شے حاصل نہ ہو سکی اور نہ ہی اس ڈائن کے تھکانے کا پتہ چل سکا۔ اب ان لوگوں نے واپس چلنا مناسب سمجھا کیوں کہ وہ کھانے پینے کا تو سوچ کر ہی نہیں آئے تھے۔ وہ تو اس جذبے کے



تحت آئے تھے کہ آتے ہی اسے دھو کر جلادیں گے یا پھر وہ خود ہی سامنے آجائے گی مگر ایسا کچھ بھی نہ ہوا بلکہ غیر متوقع آفت سے دو چار ہونا پڑا۔ لہذا اب وہ ایک بار پھر بغیر کچھ حاصل کئے واپس جا رہے تھے۔ ایس ایس پی کے تن بدن میں الگ جل رہی تھی۔ وہ غم و غصے سے بالکل ہوا جا رہا تھا۔ زندگی میں پہلی بار اسے اس قدر شکست کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ سارے راستے انہوں نے ایک دوسرے سے کوئی بات نہ کی۔ مغرب سے تھوڑی دیر بعد وہ لوگ گاؤں میں موجود تھے۔ ان کا خیال تھا کہ ڈاکٹر جس کمر کا چراغ بجھا کر گئی ہوگی وہ جاتے ہی ان کے گرد پھیل گئے۔ انہیں کو سب کے دوسریں پیش گئے جیسا کہ اب سے پہلے ہوا تھا۔ مگر وہاں تو سب کچھ اس کے برعکس تھا ان سب کے پیرو عافیت پہنچنے پر سب کو بڑی خوشی ہوئی پھر انہیں سارے واقعے کے متعلق بتایا گیا یہ بات تو وہ پہلے سے ہی جانتے تھے کہ اسے صرف جلا کر ہی ختم کیا جاسکتا ہے۔ ایس ایس پی نے اندازہ لگایا کہ چونکہ آج اسے ناکامی ہوئی ہے اس لئے وہ کل ضرور آئے گی اور کسی بھی قیمت پر اپنا شکار حاصل کرنے کی بھرپور کوشش کرے گی۔ ایس ایس پی نے سوچا تھا کہ چاند کی سات تاریخ کو وہ اسے جلادیں گے اور آٹھ کو گاؤں میں بتادیں گے کیوں کہ اسے بتایا گیا تھا کہ چاند کی سات آٹھ، تیرہ، اکیس، تین تاریخ کو اس موذی بلا کو اگر جلادیا جائے تو اس کا وجود ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مٹ جاتا ہے۔ اسی وجہ سے اس نے سات تاریخ کو اپنی صم کا آغاز کیا مگر اسی روز ڈاکٹر اپنے شکار کے لئے روانہ ہو چکی تھی اور ان کے پہنچنے سے پہلے ہی صبح نکلی۔ ان کے پاس وقت بہت کم تھا۔ اگلے دن صبح ہی ایس ایس پی نے سارے نوجوانوں کو اکٹھا کیا اور ان سے نمر کے بالکل قریب ایک بہت بڑا گڑھا کھودنے کو کہا سب کو ایس ایس پی کی پلاننگ سمجھا دی گئی۔ گاؤں کے بھی نوجوانوں کو اس کام پر لگا دیا گیا۔ گڑھا گہرا اور لمبائی میں بہت زیادہ رکھا گیا تاکہ وہ بلا نمر کے کسی بھی کونے سے نکل کر گاؤں میں پڑھنے کے لئے جو خفیہ قدم بڑھائے گی اوندھے منہ اس گڑھے میں جا کرے گی اور پھر وہ اپنا کام آسانی سے کر سکیں گے۔ عصر سے پہلے پہلے تمام انتظامات مکمل تھے۔ نمر سے کچھ فاصلہ چھوڑ کر مناسب گہرائی کا نمر کی لمبائی کے ساتھ ساتھ کافی لمبا گڑھا کھود دیا گیا تھا۔ اس گڑھے اور نمر کے درمیان صرف ایک چوڑی سی پٹی کی شکل میں پل جیسا زمین کا ٹکڑا بچا تھا جس کے ایک جانب نمر تھی اور دوسری جانب

گڑھا بمثل ایک ڈیڑھ قدم کا فاصلہ تھا نمر اور گڑھے کے درمیان جس پر کھڑا ہونا بھی مشکل لگتا تھا یہ ساری کارروائی ایس ایس پی کے منصوبے کے تحت کی گئی تھی۔ گڑھا بہت محنت اور تیزی سے کھودا گیا تھا۔ قریب ہی پٹرول اور تیل کے ٹینک گڑھے کے قریبی درختوں کے پاس رکھ دیئے گئے تھے۔ سارے گاؤں والے سسے ہوئے تھے۔ آج وہ ہر حال میں اس خونی چڑیل کا انجام دیکھنا چاہتے تھے۔ ہر کوئی چاہتا تھا کہ اسے کڑی سے کڑی اور عبرتناک موت مارا جائے جس بے رحمی سے اس نے ان کے معصوم بچوں کو لٹکا تھا مغرب کے وقت کے بعد سب ہی ہوشیار ہو گئے۔ گاؤں والوں کو خاموشی اختیار کرنے کو کہا گیا سب کو ان کے گھروں میں واپس بھیج دیا گیا۔ باہر صرف ایس ایس پی اور اسکے وہی نوجوان تھے جو اس دفعہ کسی بھی قیمت پر حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اچانک دس بجے کے قریب نمر کی دوسری جانب سے چوڑوں کی آواز سنائی دی۔ وہ سب مستعد ہو گئے۔ اب کسی بھی لمحے وہ نمودار ہو سکتی تھی تاہم یہ چھپن پہلی بار سنائی دی جا رہی ہیں تھیں۔ آہستہ آہستہ چھپن قریب سے قریب تر ہوتی گئیں اور پھر گاؤں کی گہری خاموشی میں دور سے کسی چیز کے نمر میں گرنے کی صاف آواز سنائی دی۔ وہ سب بالکل تیار بیٹھے تھے۔ صرف اسی کا انتظار ہو رہا تھا۔ گڑھے کے اندر پہنچے اور جھاڑیاں وغیرہ پھینک دی گئیں تھیں تاکہ چلنے میں مدد ملے۔ مزید یہ ہوا کہ جو تھوڑا سا فاصلہ چھوڑ کر گڑھے کے درمیان میں تھا وہاں کی مٹی نمر کے پانی کی وجہ سے کچھ بڑھ چکی تھی۔ مٹی اس قدر پتلی تھی کہ وہاں پھسلن ہو گئی۔ چند لمحوں بعد ایک مگر وہ صورت اور نہایت ہمایاک ڈاکٹر نمر کے اس طرف نمودار ہوئی۔ سب چھپ کر بیٹھے تھے وہ اسے خیر خواہ نہیں کرنا چاہتے تھے۔ ان کی سانسوں گلوں میں ایک رسی تھیں۔ دل تیزی سے دھڑک رہے تھے پیسے تو بک کے چھوٹ رہے تھے۔ کچھ اس کی ہمایاک شکل دیکھ کر سم گئے تھے اور کچھ انہیں پہلے کی طرح اپنی ناکامی سے بہت ڈر لگ رہا تھا کہ اگر ان کی یہ تدبیر بھی ضائع ہو گئی تو وہ کچھ نہ کر سکیں گے۔ ایس ایس پی نے فوراً رسی کو درخت سے کھول کر مضبوطی سے اپنے ہاتھوں میں لیا جس کے دوسرے سرے کے ساتھ پتیل کے بہت بھاری اور موٹے درخت کا بہت بڑا تہ مضبوطی سے پانڈھا گیا تھا اور گڑھے کے عین اوپر اس انداز میں لٹکایا گیا تھا کہ جو خفیہ وہ اس میں گرے اوپر سے وہ تاس پر گر دیا جائے جب تک وہ ان حالت سے نٹ

کر فارغ ہوگی یا اس کے حواس بھال ہوں گے تب تک ایس ایس پی اور اس کے ساتھی اس پر چل ڈال چکے ہوں گے یہ ساری تدبیریں ایس ایس پی نے سوچیں تھیں اور گاؤں والے ویسا ہی کرتے تھے جیسے وہ انہیں حکم دیتا تھا۔ جو خفیہ اس خوفناک چڑیل نے نمر سے باہر نکل کر زمین پر قدم رکھا اگلے ہی لمحے وہ بے اختیار لڑکھائی ہوئی اور دلخراش چیخیں مارتی ہوئی گڑھے میں پھسل کر جا گری اسکے مگرے ہی بھی لڑکوں نے جھکی کی سی تیزی سے اس پر تیل وغیرہ ڈالنے لگے اتنے میں ایس ایس پی اس پر بھاری بھر کم بوج کر اچکا تھا جس کے کرتے ہی اس نے ایک اور جھپٹک پیچ ماری تھی یہ ساری کارروائی ایک منٹ سے پہلے انجام پائی۔ سب کچھ بہت تیزی سے ہو گیا تھا۔ اب تقریباً "بھی ٹینک خالی ہو چکے تھے تقریباً" ابھی وہ گڑھے میں گر کر سنبھلی بھی نہ ہوئی کہ اوپر سے ایس ایس پی نے "اللہ اکبر" کا نعرہ بلند کیا اور جلتی ہوئی مشعل گڑھے میں پھینک دی۔ اس کے بعد وہاں تقریباً "دس منٹ تک دل سوز چیخ و پکار ہوتی رہی۔ آگ کے شعلے گڑھے میں سے نکل کر آسمان سے باتیں کرتے نظر آ رہے تھے۔ وہ دور سے کھڑے ہو کر سیاہ اندھے میں اس کے انجام کا نظارہ کرتے لگے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے آٹھ دس عورتیں اور بچے مل کر کین کر رہے ہوں۔ کلنی دیر تک اس کی چیخیں سنائی دیتی رہیں اور پھر یکدم گہری خاموشی چھا گئی۔ مگر ابھی تک جل رہی تھی۔ ایس ایس پی نے مڑ کر دیکھا سب گاؤں والے اپنے اپنے گھروں سے نکل کر اس کا انجام دیکھ رہے تھے۔ ایس ایس پی کے مڑتے ہی سب نے زور سے نعرہ بکیر لگایا اور پھر ایس ایس پی کو نوجوانوں نے کندھوں پر اٹھالیا۔ جس نے انہیں اس خوف سے پیچھے کے لئے نجات دلا دی تھی۔

(دوسرے صفحہ احوال کو ٹیبلہ تو لے خان روزنامہ)

### آخرت

جو لوگ دنیا کی زندگی اور اس کی زیب و زینت کے طالب ہوں ہم ان کے اعمال کا بدلہ انہیں دینیاتی میں دے دیتے ہیں اور اس میں اس کی حق تلفی نہیں کی جاتی۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں آتش جہنم کے سوا اور کچھ نہیں اور جو عمل انہوں نے دنیا میں کئے سب برباد اور جو کچھ وہ کرتے رہے ضائع ہوا۔ (سورہ ہود آیت 15-16۔ ریاض احمد ٹیلیوال، جہلم)

جس شخص نے کسی کی پشت بھر زمین "ہلا" لی ہوگی قیامت کے روز اتنی زمین کے ساتوں طبق اس کے گلے میں ڈالے جائیں گی بخاری مسلم یعنی سخت عذاب دیا جائے گا بندوں کے حقوق دینائی میں ادا کر دینے چاہئے۔

جو استخارہ کرتا ہے وہ ناکام نہیں ہوتا جو مشورہ کرتا ہے وہ تادم نہیں ہوتا اور جو مصارف میں متوسط چال چلتا ہے وہ محتاج و فقیر نہیں ہوتا۔ خبرانی۔

جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ اسی میں سے ہے، ابو داؤد یعنی اسی قوم کے ساتھ کا حشر ہوگا۔ مشابہت غیر اقوام کی خواہ بول چال میں ہو، کھانے پینے کے طریقے میں ہو یا رکھنے میں ہو لباس میں ہو معاشرت میں سب حرام ہے اور قوم کا فرق سے مشابہت ہو یا ستم سے اس طرح فتن کی بھی ممانعت ہوئی ایک اور ارشاد ہے وضع قطع میں یهود و نصاریٰ غیر مسلمین کی مخالفت کرو بخاری مسلم (واجب علی شاہ منہ کران)

بخاری مسلم میں بی بی عائشہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "سب سے زیادہ عذاب قیامت کے دن ان لوگوں کو ہوگا جو اللہ کے بنائے ہیں اس کی مشابہت کرتے ہیں۔"

بخاری و مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے "وہ کہتے ہیں میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا "ہر ایک تصویر بنائے والا جہنم میں جائے گا" اس کے واسطے ہر تصویر کے عوض ایک ایک جان لی جائے گی" جس کے ذریعے جہنم میں اسے عذاب دیا جائے گا۔"

بخاری و مسلم میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص کوئی صورت دنیا میں بنائے گا" اسے روز قیامت یہ حکم دیا جائے گا کہ اس میں روح چھوٹے مگر وہ چوک نہ سکے گا۔"

### حاضر جوابی

پانی کی قلت سے ایک روز عبد المجید سالک پریشان ہو گئے پطرس بخاری کو جب ان کی پریشانی کا علم ہوا تو وہ پانی کی کئی پالیاں اپنی کار میں رکھ کر مولانا کی کوٹھی میں لے گئے اور سالک سے کہنے لگے دیکھئے حضور آپ کو پانی پانی کرنے کے لئے آیا ہوں سالک صاحب نے فوراً "جواب دیا پطرس صاحب آپ تو کیا یہاں بڑے بڑے پانی بھرتے نظر آتے ہیں (وقار احمد نوشہرہ)



# چیل

حریر: مرزا امین بیک، قندھار



گاہوں کی طرف چل پڑا مگر اگر والد صاحب سے بات کی کہ گھوڑا تو مجھے بہت پسند آیا ہے مگر اس کا مالک مجھے نہیں ملا اب میں کل جاؤں گا اگلی صبح حیدر بیک رقم لیکر گھر سے نکلے تو راستے میں ایک خوبصورت عورت ملی اس عورت کے پاس ایک گھنٹری تھی بولی اے مسافر مجھے

یہ گھنٹری اتھا دو حیدر گھوڑے سے اتر کر اس عورت کی مدد کرنے لگا جب گھنٹری کو ہاتھ لگا تو گھنٹری بالکل وزنی نہ تھی حیدر بولا مائی اتنی سی گھنٹری تمہارے سے نہیں اٹھائی جاتی عورت بولی بیٹا مجھے اس گاہوں میں جانا ہے مجھے بھی ساتھ لے چلو۔ حیدر نے اس مائی کو اپنے ساتھ گھوڑے پر بیٹھایا ایک جگہ چھوٹی سی نہر آئی تو مائی بولی بس مجھے یہاں اتار دیں حیدر نے اسکو وہیں اتار دیں مائی بولی جا مسافر مجھے کبھی کوئی تکلیف نہ آئے گاؤں میں پہنچ کر حیدر نے گھوڑے کے مالک سے گھوڑے کی بات کی بات پکی ہو گئی حیدر گھوڑا خرید کر واپس آ رہے تھے کہ راستے میں وہی عورت ملی مائی تم ابھی تک ادھر ہی ہو بولی میں نے تمہارے سے کوئی بات کرنی تھی اس لئے تیرا انتظار کرتی رہی کو کیا کتنا چاہتی ہو میں کتنا چاہتی ہوں تم بہت خوبصورت ہو بس اتنی بات کہہ کر وہ مائی وہاں سے چل پڑی حیدر سوچ میں ڈوب گیا کہ یہ کیا بات ہوئی خوبصورت تو میں ہوں اس میں کوئی شک نہیں۔ مگر اس نے اتنی سی بات کیلئے سارا دن میرا انتظار کیا خیر حیدر بیک گھوڑا لیکر گھر آئے اسکے والد نے بھی گھوڑا بہت پسند کیا گھوڑے کو ڈیرے پر دو سرے گھوڑوں کے ساتھ باندھ کر حیدر بیک گھر چلا گیا اگلی صبح وہ ڈیرے پر گئے تو گھوڑا غائب تھا پورے گاؤں میں گھوڑے کے بارے پتہ کیا تو کچھ خبر نہ لی کہ کہاں چلا گیا معلوم گھوڑا چوری ہو گیا تھا یا ڈر کر کہیں بھاگ گیا تھا حیدر نے اپنے قریبی ایک دو دوستوں کو گھوڑے کی تلاش میں دوسرے ڈیروں پر روانہ کیا خود بھی گھوڑے کی تلاش میں نکل پڑا سارا دن لوگوں سے پوچھتے پوچھتے شام ہونے سے پہلے پہلے گاؤں

آج جو کمائی میں آپ سب قارئین کی نظر کرنے لگا ہوں یہ واقعہ میری مائی اماں نے مجھے سنایا تھا ابھی اگلی زبانی سنیں۔ یہ واقعہ ہے تو بہت ہی پرانا مگر جب میری مائی اماں نے مجھے سنایا اس وقت ایسا کوئی ماہنامہ پاکستان میں جاری نہیں ہوا جس میں کمائی کی شکل میں تحریر کرتا اب ماہنامہ خوفناک ہمیں ملا تو میں نے بھی اس واقعہ کو کمائی کی شکل میں تبدیل کر کے آپ سب کی خدمت میں حاضر کر دیا ہے آپ اس کمائی کو کہاں تک انجوائے کرتے ہیں یہ آپ پر چھوڑتا ہوں یہ واقعہ حکومت برطانیہ کے دور حکومت کے وقتوں کا ہے۔ اب آتے ہیں اصل کمائی کی طرف آئیں۔ بیٹا آپ کے پردادا اپنے وقت کے مانے ہوئے پہلوان اور گھوڑا سوار تھے آپ انکو نڈرے خوف اور من مرضی کرنے والا بھی کہہ سکتے ہیں۔ آپ کے پردادا جن کا پورا نام مرزا حیدر بیک تھا انکو نے گھوڑے پالنے اور خریدنے کا جنون کی حد تک شوق تھا جہاں کہیں انکو اچھے گھوڑے کی خبر ملتی فوراً اسکو خریدنے کیلئے تیار ہو جاتے حیدر بیک کے والد لال بیک کو بھی گھوڑوں کا بہت شوق تھا یہی شوق حیدر کو وارثت میں ملا تھا میرٹک پاس کرنے کے بعد حیدر کی شادی خالدہ زادہ سے کر دی گئی ایک سال کے بعد خدا نے حیدر کو عبداللہ کی شکل میں خوبصورت بیٹا عطا کیا ابھی بیٹے کی خوشیاں منانے والی تھیں کہ حیدر کو خبر ملی کہ فلاں گاؤں میں فلاں آدمی کے پاس ایک گھوڑا آیا ہے۔ گھوڑا دیکھنے کے قابل ہے۔ بس یہ خبر ملتی تھی کہ حیدر بیک گھوڑے پر سوار اسی گاؤں میں چلا گیا وہاں اسے گھوڑے کا مالک نہیں ملا تو دوسرے دن کا کہہ کر واپس آگیا۔ راستے میں چھوٹا سا جنگل پڑتا تھا جب حیدر بیک جنگل میں داخل ہوا تو پیچھے سے کسی عورت نے آواز دی حیدر حیدر حیدر آواز سن کر رگڑ گیا کون ہے ایک دوبار آواز دی مگر پھر کوئی آواز نہ آئی تو اٹھا وہاں سمجھ کر چل پڑا تو وہی دور گئے تو پچاؤ پچاؤ کا شور بلند ہوا حیدر نے اپنے گھوڑے کا رخ آواز کی سمت موڑ لیا ادھر ادھر چاروں طرف بڑے غور سے دیکھنے لگے جب کچھ نظر نہ آیا تو

منعی کرتا رہا مگر حیدر کب رکنے والا تھا ڈیرے پر جا کر گھوڑے پر کاشمی ڈالی اور خدا کو یاد کر کے نکل پڑا رات کا اندھیرا کالی پھیل چکا تھا مگر چاندنی رات میں سفر کرنے میں کوئی مشکل نہیں تھا دور دور تک آدمی کو آدمی دکھائی دیتا تھا ابھی حیدر کو توڑی دیر ہی ہوئی تھی سفر نہ نکلے ہوئے کہ راستے میں ایک جگہ پانی سے بھرا ٹالہ آیا حیدر

واپس آچکے تھے۔ گھوڑے کا کچھ پتہ چلا آتے ہی حیدر کی بیوی نے حیدر سے پوچھا ابھی تک تو کچھ پتہ نہیں چلا۔ اتنے میں حیدر کا والد لال بیک آیا بیٹا جن سے گھوڑا خرید کر لائے ہو ان کے پاس جا کر دیکھنا تھا ہو سکتا ہے گھوڑا ڈر کر ادھر ہی بھاگ گیا ہو آپ درست فرماتے ہیں اباجان میں ابھی جا کر معلوم کر آتا ہوں ابھی آرام کو صبح صبح چلے جانا اباجان یہ تو وہ گاؤں ہے میں ابھی گیا ابھی آیا لال بیک



گھوڑے سے اتر کر اسکو عبور کرنے لگا کہ اچانک پیچھے سے آواز آئی۔ رک جاؤ حیدر مجھے بھی ساتھ نالہ عبور کرو اتنا حیدر آواز سن کر رک گیا پیچھے مڑ کر دیکھا تو کچھ بھی نہیں تھا۔ اچانک چاروں طرف خاموشی چھا گئی پانی کے شور کی آواز آ رہی تھی مینڈک وغیرہ گڑبن گڑبن کر رہے تھے ہر طرف ایک ہو کا عالم تھا حیدر نے تھوڑی دیر اور حیدر نظر دوڑائی جب کچھ نظر نہ آیا تو گھوڑے کی بھاگ پکڑ کر پلٹے لگا پھر یکدم آواز آئی سنا نہیں تم نے مجھے بھی ساتھ لیکر جانا کون ہو تم سانسے آؤ حیدر نے فوراً گھوڑے کے ساتھ باندھی ہر بھی شکل لی اور کسی بھی آفت کیلئے مقابلے کیلئے تیار تھا حیدر نے بہت کر کے پھر آواز دی سانسے آؤ جو کوئی بھی ہے اتنی دیر میں حیدر کے چاروں طرف پھر گرنے شروع ہو گئے۔ حیدر ایک مسافر قسم کا پھرے والا آدمی تھا فوراً جان گیا کہ یہ کوئی شیطان چکر ہے کلن دیر تک اسکے آس پاس چھوٹے موٹے پتھر گرتے رہے مگر اسکو کوئی پتھر لگا نہیں تھا حیدر نے گھوڑے کی بھاگ پکڑی نالہ پار کر کے دوسری جانب چلا گیا کیا دیکھتا ہے کہ ایک چھوٹا سا پتھر ہاتھ میں ٹپکی پکڑے حیدر کے سانسے آکر بجائے جا رہا تھا حیدر نے دوسری جانب سے ہو کر گزرنے کی کوشش کی تو اسکے سانسے آگیا کلن دیر تک اس بچے نے حیدر کا راستہ روکے رکھا جب کچھ پیش نہ گئی تو حیدر نے ہر بھی کا بھروسہ اور اس پر کر دیا دار کرنے کی دیر تھی کہ حیدر کو کسی بڑی طاقت نے پکڑ کر نیچے گرادیا اور رات شروع کر دیا پھر یکدم ایک ایسی ہوا آئی کہ حیدر کو اٹھا کر گھوڑے پر بیٹھا اور گھوڑا سرٹ دوڑنے لگا گھوڑے پر بیٹھے ہی بیٹھانے والی طاقت نے کہا حیدر خدا اتنا مددگار ہے میرے ہوتے تیرا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا پیچھے مڑ کر مت دیکھنا۔ حیدر بیک کو جب تھوڑی سوچ بوجھ آئی تو سڑک پر تھا پھر اس گاؤں میں داخل ہو گیا جہاں پر اس نے گھوڑے کی تلاش کرنی تھی گھوڑے کے مالک سے ملا تو معلوم ہوا کہ گھوڑا تو صبح سے یہاں آگیا ہے۔ آپ نے باندھ کر رکھنا تھا بلکہ 40 دن اسکی حفاظت کرنی پڑے گی۔ خیر آؤ ڈیرے پر چلتے ہیں حیدر کو لیکر ڈیرے پر چلے گئے وہاں جا کر کھانا وغیرہ کھایا تو حیدر نے چلنے کے لئے اجازت چاہی تو تیزیاں نے جانے کی اجازت نہیں دی بولا حیدر یا رات چلے جانا ابھی کونسا وقت ہے جانے کا راستہ میں کوئی مسئلہ ہی نہ بن جائے اس لئے یہاں آرام کرو صبح آدھے گھوڑا لیکر چلے جانا حیدر نے انکی بات مان لی اور رات کے لئے وہاں پر ہی سو گیا صبح سو بولی کی آوازوں کے

ساتھ ہی گھوڑا لیکر چل پڑا جس راستے پر رات کو آیا تھا اس راستے سے دوسرا راستہ اختیار کر کے جب حیدر تالے کے پل پر پہنچا تو وہاں پر کیا دیکھتا ہے کہ تین پل کے درمیان کوئی آدمی چادر اوڑھے سو رہا ہے۔ حیدر بیک گھوڑے سے نیچے اتر آیا قریب جا کر آواز دی کیا میرے کا ارادہ ہے اگر میرے کا شوق ہے تو دیریاں میں کود کر اور یہاں کسی کے سر کل ڈالے گا جب ایک دو بات کے بعد جواب نہ آیا تو حیدر نے غصے سے آواز دی اؤے اٹھ حیدر نے چادر ہینچی تھی کہ حیران پریشان رہ گیا کیا دیکھتا ہے کہ 1897 سال کی خوبصورت نوجوان لڑکی تم یہاں کیا کر رہی ہو اور تو کون ہے کہاں سے بھاگ کر آئی ہے اور پھر یہاں سڑک کے درمیان میں کیا کرنے کا ارادہ ہے۔ اچانک کوئی گاڑی آ جاتی تو تیرا پھر نکل دیتی۔ حیدر نے بازو سے پکڑ کر اسکو سیدھا کیا تو وہ روئے لگ گئی روتی کیوں ہو تمہارا گھر کہاں ہے پل میں تجھے تیرے گھر چھوڑ آؤں میرا کوئی گھر نہیں مجھے مرجانے دو میں مرنا چاہتی ہوں میرا کوئی نہیں اس دنیا میں ابلی رہ گئی ہوں پھر پھوٹ پھوٹ کر پانی لیکر رونا شروع کر دیا اسکو روتا دیکھ کر حیدر کو اس پر ترس آگیا وہ موت تجھے بتا تیرے ساتھ کیا ہوا ہے اور میں تیرے کس کام آسکا ہوں میرے ماں باپ کو میرے رشتہ داروں نے قتل کر دیا ہے مرے وقت میرے والد نے مجھے کہا کہ بیٹی تو یہاں سے بھاگ یہ تجھے بھی قتل کر دیں گے میں اپنے والدین کی ایک ہی اولاد ہوں میں ڈر کر یہاں تک بھاگ کر آئی ہوں مجھے نہیں معلوم یہ کونسا علاقہ ہے مجھے بھاگے ہوئے 2 دن ہو گئے ہیں۔ 2 دن سے بھوک پیاسی ہوں مجھے پتاؤں میں کہاں جاؤں میرا خدا کے سوا اس دنیا میں اور کوئی نہیں ہے۔ ایسی حالت میں مردوں میں تو کیا کون وہ لڑکی اصل میں چہرل تھی جو حیدر بیک پر بہت پہلے عاشق ہو چکی تھی اور حیدر بیک کو اپنے جال میں پھنسا رہی تھی سو حیدر بیک اسکے جال میں پھنس چکا تھا اسے لڑکی گھبراؤ نہیں جس کا کوئی نہیں ہوتا اسکا خدا ہوتا ہے۔ تم میرے ساتھ میرے گھر چلو میرے گھر میں میرا والد میری بیوی میرا چھوٹا سا بچہ ہے جہاں سے وہ کھاتے ہیں تم بھی اپنا مقدر کھانا لے کر کوئی اور مدد لینا چاہتی ہو تو میں تمہاری ہر مدد کرنے کے لئے تیار ہوں تم تم تم تم مجھے قتل تو نہیں کرو گے قتل میں تجھے قتل کیوں کروں گا تم نے میرا کیا بگاڑا ہے نہیں تم پہلے وعدہ کرو کہ تم مجھے قتل تو نہیں کرو گے میں وعدہ کر رہا ہوں۔ میں تمہیں قتل نہیں کروں گا چلو آؤ میرے ساتھ حیدر

نے اسکو اپنے پیچھے گھوڑے پر بیٹھایا اور گھر لے آیا پہلے سیدھا ڈیرے پر گیا وہاں گھوڑے باندھے اور ملازم کو آواز دی۔ کریم کریم جی چودھری جی کریم یا اس گھوڑے کا خاص طور پر دھیان رکھنا چودھری جی کہاں سے ملا گھوڑا جن سے خرید کر لائے تھے انکے پاس چلا گیا تھا اب اسکا خاص خیال رکھنا بھاگ نہ جائے۔ چودھری جی چودھری جی کریم بھائی ہوا آیا کیا بات ہے۔ کریمو چودھری جی لڑکی مجھے معلوم ہے میرے ساتھ ہی آئی ہے تم اسکی فکر چھوڑو گھوڑے کو بھوسا ڈالو جی چودھری جی کہہ کر کریمو واپس بڑھ گیا لڑکی مسکراتی ہوئی حیدر کے پاس آتے ہی بولی تمہارا ملازم بڑا وفادار ہے اسکو 10 سال ہو گئے ہیں ہمارے ساتھ رہتے ہوئے وفادار ہے تو ابھی تک ہمارے پاس ہے ہاں سو تمہارا نام تو میں نے پوچھا ہی نہیں میرا نام میرا نام میرا نام چاندنی ہے۔ اچھا نام ہے چلو آؤ گھر چلیں حیدر اسکو لیکر سیدھا گھر آگیا آؤ آؤ چاندنی آ جاؤ یہ میرا بچہ عبداللہ ہے بہت پیارا بچہ ہے۔ چاندنی نے بچے کو اٹھا کر پیار کرنے لگی یہ میری بیوی رابعہ ہے اور یہ میرے والد صاحب ہیں السلام علیکم۔ انکل حیدر اوھر آو یہ کون ہے ابا جان یہ ایک مجبور اور بے بس بے سہارا لڑکی مجھے راستے میں ملی ہے یہ خودکشی کرنا چاہتی تھی اسکے ماں باپ کو اسکے رشتہ داروں نے قتل کر دیا ہے یہ وہاں سے بھاگ کر خودکشی کرنا چاہتی تھی میں نے اسے سمجھایا اس نے میری بات پر عمل کر لیا تھا اب اسکا کوئی گھر باہر نہیں ہے یہ مجبور ہے نوجوان ہے کہاں جائے بیچاری حیدر مت بھولو کہ تمہارے گھر میں ایک نوجوان بیوی ہے اور تمہارا خوبصورت سا بچہ ہے اسکو فوراً یہاں سے چلے جانے کا حکم دے دو یہ یہاں نہیں رہ سکتی یہ میرا حکم ہے۔ پر ابا جان میری بات تو سنیں سناؤ یہ مجبور بے بس لڑکی کہاں جائے گی جہاں مرضی جائے ابا جان میں نے اسے تحفظ دینے کا وعدہ کیا ہے۔ اب اگر اسکو گھر سے نکال دیں گے تو یہ باہر جا کر کسی گاڑی کے نیچے آکر خودکشی کرے گی تو اسے دیکھا ہے یہ کس گاؤں کی ہے اس کا آگے پیچھے کوئی تو ہوگا۔ وہاں چلی جائے بیٹائی میں سب جانتا ہوں تم اسکو فوراً یہاں سے نکال دو پھر رابعہ بیٹی کیا سوچے گی بچے کا ہی کچھ خیال کرو۔ دوسرا تم نے بتایا نہیں کہ گھوڑا مل گیا ہے کہ نہیں جی ابا جان گھوڑا میں لے آیا ہوں اور ڈیرے پر کریمو کے حوالے کر آیا ہوں دیکھا میں ناں نہ کستا تھا کہ گھوڑا وہاں چلا گیا ہوگا۔ اب تم کھانا کھاؤ اور لڑکی کو بھی

کھانا کھا کر یہاں سے چلا کرو۔ انکی ساری باتیں اس لڑکی نے سنائی تھیں اب وہ لڑکی اپنا اثر حیدر پر ڈالنا چاہتی تھی۔ سو وہ اثر کچھ بھی تھی اس لڑکی نے حیدر کی اور اسکی بیوی رابعہ کی زبان ایسی بند کر دی تھی کہ ان دونوں میں کوئی کسی سے شکوہ نہیں کر سکتا تھا چاندنی نے حیدر کو بالکل اپنا بنالیا تھا اوھر حیدر کو بھی وہ لڑکی پسند آگئی تھی حیدر خود بھی اسکو کسی صورت چھوڑنا نہیں چاہتا تھا چاندنی کو لیکر ڈیرے پر آگیا آتے ہی چاندنی نے پوچھا حیدر کیا بات ہے خاموش کیوں ہو چاندنی میرے والد صاحب سخت طبیعت کے مالک ہیں۔ مجھے انکے آگے بولنے کی جرات نہیں ہے میں تمہیں لے آتا ہوں اب واپس جانے کا کس زبان سے کہوں اور اگر رکھوں تو کہاں رکھوں اگر تم برا محسوس نہ کرو تو اگر تم جانا چاہتی ہو تو تمہیں اجازت ہے اگر تمہیں میں یہاں الگ سے رکھوں تو کیسے اور کہاں رکھوں تم مجھے اپنی پناہ میں جگہ دے دو جہاں رکھو گے میں خوشی سے رہ لوں گی اس کے لئے قربانی دینی پڑے گی۔ بیوی بچہ اور گھر یا چھوڑنا پڑے گا۔ ایسی بھی کوئی بات نہیں ہم دونوں شادی کر لیتے ہیں پھر آگے والد صاحب مان جائیں گے آخر کب تک تم سے ناراض رہیں گے ایک نہ ایک دن وہ تم کو خود ہی آواز دیں گے پھر جب ہماری شادی ہو جائے گی وہ مجھے قبول کر لیں گے رہی مکان کی بات تو میرے پاس میری والدہ کے زیور ہیں۔ آپ انکو فروخت کر کے رقم اکٹھی کر لیں ہم بس مکان بنا لیتے ہیں اور تم اپنی بیوی رابعہ اور بچے سے بھی ملتے رہنا میری طرف سے کوئی اعتراض نہیں ہوگا آپ مجھے جیسا حکم کریں گے میں مانوں گی آپکی خدمت کروں گی آپکی عزت کروں گی آپ بس مجھے سہارا دے دیں میں کہاں جاؤں میرا کون ہے اس دنیا میں اوپر خدا ایچے آپ ہیں اب آپ ہی جو فیصلہ کریں گے مجھے قبول ہے۔ حیدر بیک مکمل طور پر اس چیل کے چکر میں آگیا تھا حیدر نے اس سے شادی کرنے کا فیصلہ کر لیا اور دونوں کی شادی ہو گئی یہ شادی دوسرے گاؤں میں جا کر ہوئی تھی پھر چاندنی نے حیدر کو اتنا زیور دیا کہ بڑے آرام سے حیدر نے ایک مکان بنالیا ایسے وہ دونوں اس گھر میں رہنے لگے۔ اوھر حیدر بیک کے والد لال بیک کو جب حیدر کی شادی کی خبر ملی تو فوراً حیدر کے پاس پہنچے دروازے پر کھڑے ہو کر حیدر حیدر حیدر کی رت لگا دی حیدر جب دروازے پر آیا تو اپنے والد کو دیکھ کر سر جھکا دیا حیدر تم نے جو کچھ کیا ہے وہ دھت نہیں کیا میں تجھے واپس لینے



میں آیا بلکہ یہ کہنے آیا ہوں کہ بھی بھول کر بھی اس گھر کی طرف رخ نہ کرنا تم میرے لئے مرچے ہو اور میں تمہارے لئے مرچکا ہوں اپنی زندگی کا فیصلہ تم نے خود کیا ہے اگر تم نے واپس آتا ہوا تو اسکو طلاق دے کر آتا مجھے معلوم نہیں تھا کہ تو اتنا ذلیل نکلے گا۔ سب باتیں حیدر نے خاموشی سے سن لیں کسی بات کا ہاں ناں میں جواب نہیں دیا لال بیک غصے سے بھرے واپس آگئے گھر آتے ہی رابعہ نے پوچھا اب جان حیدر کیوں نہیں آیا نافرمان ہو گیا ہے۔ ذلیل ہو گا خوار ہو گا ایک دن خود ہی رو نہ دھوتا تیرے پاس آئے گا میری بیٹی تو مہر کر مگر اندر سے لال بیک بہت پریشان ہو گئے تھے کہ اگر حیدر واپس نہ آیا تو رابعہ کب تک صبر کرے گی اگر رابعہ کو معلوم ہو گیا کہ حیدر نے اس لڑکی سے شادی کر لی ہے تو اس کے دل پر تو قیامت گزر جائے گی نہیں میں رابعہ کو بالکل نہیں بتاؤں گا کہ حیدر نے شادی کر لی ہے میں کسی دن حیدر کو منانے جاؤں گا کہ کم از کم بیوی کا نہیں تو بچے کا ہی کچھ خیال کرے شاید اس کے دل میں باپ کی تڑپ زندہ ہو جائے۔ ادھر حیدر بیک پہلے تو باپ کی دولت پر سزے کر تا تھا اب وہ دولت خود کمانے کے چاروں میں بڑا ہوا تھا۔ حیدر کلام کی تلاش میں شہر چلا گیا وہاں اسے انگریز سرکار کی طرف سے ملازمت مل گئی برطانیہ حکومت کا زور تھا برطانیہ حکومت کی طرف سے اسے گھوڑوں کی دیکھ بھال کیلئے ملازم رکھ لیا گیا اور ساتھ ہی اسے سرکاری کوارٹر بھی مل گیا حیدر بیک چاندنی کو بھی ساتھ ہی شہر لے گیا پہلی بیوی اور بچے کو تقریباً حیدر بھول چکا تھا ملازمت کرتے ہوئے حیدر بیک کو ایک سال سے عرصہ اوپر ہو چکا تھا ایک دن اسے بچے کی یاد نے بہت تنگ کیا دل میں ارادہ کیا کہ جا کر بچے کو مل آؤں والد کے الفاظ جب کانوں سے گزرے تو ارادہ ملتوی کر دیا اسی طرح ایک دن حیدر اپنی ڈیوٹی پر گیا ہوا تھا ساتھ ہسائے کی عورت حیدر کی بیوی چاندنی کو ملنے چاندنی کے گھر گئی جب باہر کے دروازے سے اندر داخل ہوئی تو یہ دیکھ کر حیران ہوئی کہ حیدر کے گھر میں کوئی بد شکل عورت اپنے بال کھولے دھوپ میں کھڑی ہے۔ اتنے بڑے بڑے بال اس نے پہلے کسی عورت کے نہیں دیکھے تھے ڈر کے مارے وہاں سے واپس بھاگ آئی۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ چاندنی اپنے مکان کی چھت پر اس عورت کو نظر آئی وہ عورت جلدی جلدی چاندنی کے پاس اس کے مکان کی چھت پر گئی کہ جا کر معلوم کروں اتنے بڑے بڑے بالوں والی عورت تمہارے گھر میں کون تھی جب وہ اس کے قریب گئی

توڑ کے مارے اسکا برا حال ہو گیا چاندنی کا چہرہ تو عورتوں جیسا تھا مگر ہاتھ پاؤں بد شکل اور اٹلے تھے جلدی جلدی واپس بیڑھیاں اترنے لگی تو پاؤں پھسل گیا بچاری منہ کے بل گرتی ہوئی صحن میں آگری اسے کافی چوٹیں لگی مگر پھر بھی وہاں سے فوراً بھاگنے والی بات تھی۔ گھر آتے ہی اس نے شور کر دیا کہ چڑیل چڑیل مکھ کی کافی عورتیں اسکی آواز سن کر اٹھتی ہو گئیں بن تم نے کہاں دیکھی ہے چڑیل حیدر کی بیوی چڑیل ہے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے خود اسکو دیکھا ہے۔ چاندنی بھی یہ سب منظر چھپ کر دیکھ رہی تھی نہ جانے چاندنی نے کیا جادو کیا کہ اس عورت کی آواز بند کر دی جب رات ہوئی سب لوگ سو گئے تو چاندنی خاموشی سے اس عورت کے پاس آئی کہنے لگی اگر تم نے میرا اصل روپ دیکھ لیا ہے تو اپنی زبان کو بند رکھنا ورنہ بہت بچھتاؤں گی کیوں اگر حیدر کو معلوم ہو گیا کہ میں چڑیل ہوں وہ مجھے قتل کر دے گا اور میں حیدر سے بہت محبت کرتی ہوں۔ میں نہیں چاہتی کہ حیدر سے ایک بل جدا رہوں اس لئے تمہاری اچھائی اسی میں ہے کہ اپنی زبان کو بند رکھنا۔ وہ عورت بولی ٹھیک ہے میں کسی سے ذکر نہیں کروں گی مگر تم یہاں سے چلی جاؤ مجھے تم سے ڈر لگتا ہے۔ چاندنی فوراً اپنے گھر واپس آکر سو گئی پھر وہ عورت چاندنی سے ایسے ڈرنے لگی جیسے انسان موت سے ڈرتا ہے۔ مگر وہ عورت چھپ چھپ کر چاندنی کو دیکھتی رہی اسی طرح یہ عورت چھپ کر چاندنی کو دیکھ رہی تھی کہ چاندنی دوپہر کی روٹیاں پکا رہی ہے۔ مگر اوپلے پتھر یوں کی جگہ چاندنی نے اپنی ناخنیں چولے میں ڈال دی تھیں اور روٹیاں پکا رہی تھی اسکی یہ حرکت بھی دیکھ کر وہ عورت بہت خوف زدہ ہوئی اس نے جا کر دوسری ایک دو عورتوں کو بتایا کہ حیدر کی بیوی چولے میں اپنی ناخنیں ڈالے کھانا بنا رہی ہے۔ وہ عورتیں نہ ملنی اس نے کا ابھی چل کر دیکھ لو۔ دو عورتیں اس عورت کے ساتھ چاندنی کی یہ حرکت دیکھنے کے لیے آئیں تو واقع چاندنی نے اپنی ناخنوں کو آگ لگا رکھی تھی اور چٹائی بنا کر توڑے کے اوپر ڈال دی تھی یہ تینوں وہاں دیوار کے پیچھے کھڑی ہو کر یہ تماشا دیکھ رہیں تھیں اور اندر سے بہت ڈر بھی رہیں تھیں جب چاندنی نے روٹیاں پکائیں تو اپنی ناخنیں باہر نکال کر کھڑی ہو گئی اور چلتی ہوئی اندر کمرے میں داخل ہو گئی ان عورتوں نے دیکھا کہ چولے میں نہ آگ ہے اور نہ راکھ ہے۔ اتنے میں چاندنی اندر سے باہر نکلتی تو ان عورتوں کی نظر چاندنی پر پڑی تو فوراً چلا انھیں ہائے

اتنے بڑے بڑے دانت کلا سیاہ رنگ چہرے پر ایک موتی سی گول آنکھ اتنا دیکھنا تھا کہ پورے مکھ میں چاندنی کی اصلی شکل لوگوں کو بتاتی لگیں کہ حیدر بیک کی بیوی تو کوئی چڑیل ہے دوسری بولی نہیں وہ ڈانٹ ہے ادھر بہت سارے لوگ جمع ہو گئے جو بھی آتا پہلے ہی پوچھتا کیا ہوا ہے حیدر کے گھر میں چڑیل ہے۔ بڑے بڑے دانتوں والی مگر کسی میں اتنی بہت نہیں تھی کہ جا کر حیدر کے گھر دیکھ آئے کہ اصل وجہ کیا ہے۔ پورے علاقہ میں یہ خبر آگ کی طرح پھیل گئی شام کو حیدر اپنی ڈیوٹی سے واپس آیا تو اسے راستے میں ہی لوگوں نے پوچھنا شروع کر دیا کہ حیدر تمہارے گھر میں آج کوئی چڑیل آئی ہے۔ کوئی کتا تمہارے گھر میں چڑیل ہے کوئی کتا تمہاری بیوی چڑیل ہے کوئی کتا تمہاری بیوی کو چڑیل لے گئی ہے جتنے منہ انتہی باتیں جب حیدر گھر کے قریب آیا تو ان عورتوں نے حیدر کو آواز دی بھائی حیدر بات سن کر جانا کیا بات ہے۔ بھائی بات یہ ہے تمہارے گھر میں کون رہتی ہے بولا میری بیوی عورتیں بولیں وہ تمہاری بیوی نہیں چڑیل ہے۔ جو کچھ ان عورتوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا حیدر کو پوری تفصیل سے بتا دیا مگر حیدر نہ مانا حیدر بولا مجھے دو سال ہو گئے ہیں اسکے ساتھ رہتے ہوئے میں نے ابھی تک ایسی کوئی حرکت نہیں دیکھی۔ ایک بزرگ آدمی بولا حیدر ہم مانتے ہیں کوئی مرد اپنی بیوی کے خلاف کوئی بات نہیں سن سکتا تم ایسا کہو پھر بھی اسکی حرکتوں پر نظر رکھو حیدر بولا وہ خوبصورت ہے اس لئے تو سب لوگ حسد کرتے ہو اور وہ کسی کے گھر آتی جاتی نہیں اس لئے تم اس سے نفرت کرتے ہو میں نہیں مانتا کہ میری بیوی میں ایسی کوئی بات ہے۔ خیر حیدر بیک سنی ان سنی کر کے گھر آگیا۔ جب حیدر گھر میں داخل ہوا تو معمول کے مطابق چاندنی حیدر سے ملی آج حیدر نے کچھ غور سے چاندنی کی طرف دیکھا تو چاندنی بولی سر نہن کیا بات ہے بڑے غور سے دیکھ رہے ہیں۔ نہیں کوئی بات نہیں جاؤ کھانا لیکر آؤ جی اچھا کہہ کر چاندنی کھانا لیکر آگئی دونوں نے اکٹھے بیٹھ کر کھانا شروع کر دیا کھانے کے دوران حیدر نے چاندنی سے پوچھا چاندنی ہماری شادی کو دو سال ہو گئے ہیں ابھی تک کوئی روئے والا کھلونا اتنی بات کرتی تھی کہ چاندنی سوچ میں ڈوب گئی حیدر یہ خدا کی دین ہے کسی کے بس کی بات نہیں اگر خدا کو منظور ہوا تو سب ٹھیک ہو جائے گا اگر نہ منظور ہوا تو ہم اور تم کچھ بھی نہیں کر سکتے تائی اماں بتانے لگیں بیٹا

خلوق ہوتی ہے یہ 24 گھنٹے میں اپنا اصلی روپ لازمی دھارتی ہیں۔ مگر چھپ چھپ کر جیسے یہ حیدر کے گھر میں رہتے ہوئے اسے دو سال ہو گئے ہیں اس نے 24 گھنٹے کے بعد اپنی اصلی حالت لازمی بناتی رہی ہے مگر حیدر اس چیز سے بے خبر رہا تھا پھر حیدر کو معلوم بھی نہیں تھا کہ یہ چڑیل ہے یا عورت یہ تو اسے عورت ہی سمجھتا رہا تھا یہ ہونی بڑی وفادار ہیں۔ اگر انکو کسی سے عشق یا محبت ہو جائے تو یہ انکو بہت فائدہ دیتی ہیں اور جن کے پیچھے پڑ جائیں انکو ساری زندگی سکون نہیں لینے دیتی یہ تو حیدر پر عاشق ہو چکی تھی اور حیدر بھی اسکی محبت میں اندھا ہو چکا تھا اگر اندھا نہ ہوتا تو اپنی پہلی بیوی اور بچے سے اور بوڑھے باپ سے لازمی ملتا اس نے پلٹ کر انکی خبر نہیں لی یا یوں سمجھ لو کہ چاندنی نے خبر نہیں لینے دی اسکی ہوش ہی ماردی تھی مگر حیدر کو اس نے کوئی پریشانی دکھ تکلیف نہیں دی بلکہ ہر جگہ اسکی حفاظت کرتی رہی تھی ورنہ ایسی چیزیں تو بہت خطرناک ہوتی ہیں۔ ایسے ہی ایک دن حیدر ڈیوٹی پر گیا ہوا تھا کہ حیدر سے ملنے والی مہمان کہیں دور سے حیدر کے گھر آئے باہر کا دروازہ کھٹکھٹا اندر سے کوئی آواز نہ آئی انکو باہر ایک چھوٹا بچہ نظر آیا ان مہمانوں نے اس بچے کو حیدر کے کمرے کے اندر بھجوا دیا کہ اندر جا کر بتاؤ فلاں آدمی آچکے ملے آیا ہے۔ بچہ بولا چچا جان مجھے ڈر لگتا ہے آپ خود ہی اندر چلے جاؤ وہ دونوں عورت اور مرد گھر کے اندر داخل ہو گئے اندر جا کر ادھر ادھر دیکھا جب کچھ نظر نہ آیا تو صحن میں پڑی چارپائی پر بیٹھ گئے کہ حیدر اور اسکی بیوی کہیں گئے ہوں گے ابھی آ جاتے ہیں۔ یہ انکا انتظار کرنے لگ گئے ابھی آدھا گھنٹہ ہی گزرا ہوا کہ اندر کسی کے بولنے کی آواز آئی مرد کے ساتھ جو عورت تھی وہ اندر جا کر دیکھنے لگی کہ اندر کون ہے۔ اندر کیا دیکھتی ہے کہ کالی سیاہ عورت کھڑی ہے جس کے بال پورے کمرے میں بکھرے ہوئے ہیں اور وہ اوندر سے منہ کر کے کے اندر پڑی ہوئی ہے اسکی سمجھ میں کچھ نہیں آیا کہ یہ کون ہے باہر آکر اپنے خلوند سے بولی اندر کوئی عورت ہے۔ یہ بڑے بڑے سر کے بال کالی سیاہ پتہ نہیں کون ہے۔ اسکا خلوند جب اندر دیکھنے گیا تو بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑا اسکی بیوی تو چارپائی پر لیٹ گئی تھی اسکو معلوم نہ ہوا کہ میرا خلوند اندر بیہوش پڑا ہے یہ باہر صحن میں بیٹی رہی جب دیر تک اسکا خلوند باہر نہ آیا تو خود بھی اندر چلی گئی جب دیکھا کہ میرا خلوند بیہوش پڑا ہے تو اسے اٹھانے



لگی اچانک کلاسیہ رنگ کی عورت بڑے بڑے بھاری بھر کم پاؤں اور بڑے بڑے ہاتھوں والی عورت اسکے سامنے نمودار ہوئی جب اس نے اپنے ہونٹ کھولے تو کالے رنگ میں بڑے بڑے خوناک دانت چمکنے لگے۔ بولی تم لوگوں نے میرا اصلی روپ دیکھ لیا اب میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی وہ عورت وہاں سے بھاگ نکلی باہر گلی تک آگئی اور کسی ہمسائے کے گھر میں داخل ہوگئی اندر داخل ہوتے ہی بیہوش ہو کر گر پڑی اتنے میں چاندنی نے اپنا عورتوں والا روپ دھار لیا تھا اور شام بھی ہونے والی تھی اب حیدر کے آنے میں تھوڑی دیر رہ گئی تھی حیدر کے آنے سے پہلے اس نے اس آدمی کو ہوش میں لایا اور ہمسایوں کے گھر سے اسکی بیوی کو جا کر لے آئی وہ عورت چاندنی کو ڈری ڈری نظروں سے دیکھ رہی تھی اور اسکا خاوند بھی چاندنی کو سہمی سہمی نظروں سے دیکھ رہا تھا اتنے میں حیدر بھی گھر آگیا سلام دعا کے بعد خیر خیریت معلوم کی اتنے میں چاندنی کھانا پکانے میں مصروف ہوگئی مہمان عورت خوف کی وجہ سے چاندنی سے دور دور رہتی تھی چاندنی نے بہت کہا بہن اور میرے پاس آ جاؤ مگر یہ ڈر رہی تھی جیسے مجھے مار دے گی ان دونوں میاں بیوی نے حیدر سے کہا جب ہم یہاں آئے تو عجیب غریب منظر دیکھنے کو ملا ہے۔ پھر ان میاں بیوی نے پوری تفصیل سے ساری کہانی سنائی جو جو کچھ اس کے ساتھ ہوا اب حیدر کو بھی مان جانا چاہئے تھا مگر سب کچھ سن کر خاموش رہا مہمان بولا حیدر یاد رہے تمہارا بھی نقصان کر سکتی ہے اس سے جان چھڑاؤ مجھے ایک بات بتاؤ تمہیں کتنے سال ہو گئے ہیں اسکے ساتھ 3 سال خود اندازہ کرو یہ 3 سالوں میں اس نے تم سے کبھی کوئی فرمائش کی ہے یا کبھی واپس جانے کا نام لیا ہے کیا بھی اس نے تمہارے ساتھ کسی جگہ جانے کی ضد کی ہے اور 3 سال ہو گئے ابھی تک کوئی اولاد نہیں ہوئی تم اندھے کب سے ہو گئے ہو کچھ ہوش کو تم نے اپنی بیوی بچے والد چھوڑ کر اس چڑیل سے زندگی گزار رہے ہو تمہاری آنکھوں پر اس نے پتی باندھی ہوئی ہے تمہیں کچھ نظر نہیں آتے دیتی یہ تمہارے چلے جانے کے بعد اپنی اصلی اصلیت میں آتی ہے اور جب تم واپس آ جاتے ہو تو یہ تمہیں خوبصورت عورت کے روپ میں ملتی ہے۔ عورت بن کر تمہاری خدمت کرتی ہے ایسی چیزیں وفادار ہوں تو بہت وفادار ہوتی ہیں اگر دشمن بن جائیں تو ساری زندگی کا آرام سکون برباد کر دیتی ہیں تم عقل مند اور سمجھدار آدمی ہو تمہیں سمجھانے کی ضرورت نہیں ابھی

بھی وقت ہے کسی طرح اس سے ہمار محبت سے چھٹا چھڑاؤ تم خود اسکا پیچھا کرو ایک دو دن تم گھر پر رہ کر اسکی ہر ہر حرکت نوٹ کرو رات کو سو مت جانا جاگتے رہنا پھر تمہیں اسکا اصلی روپ اور چہرہ نظر آ جائے گا کہ یہ کون ہے۔ عورت ہے یا کہ ذات ہے۔ تم ایسا کرو میں تمہیں ایک مشورہ دیتا ہوں تم کل ڈیوٹی پر مت جانا گھر سے ڈیوٹی پر چلے جانا مگر تھوڑی دیر کے بعد راستے سے واپس مڑ آنا آتے ہی کہنا کہ طبیعت ٹھیک تھی اس لئے واپس آگیا ہوں رات کو بھی بیمار بنے رہنا اور جاگتے رہنا اگر رات کو تم سے جدا ہو تو اسکا پیچھا کرنا اگر دن کو جدا ہو تو اسکا پیچھا کرنا 24 گھنٹے کے اندر اندر تمہیں سب معلوم ہو جائے گا اتنے میں چاندنی کھانا لیکر آگئی سب نے کھانا کھلایا اور آرام کرنے لگے مہمان عورت بولی مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ حیدر بولا ڈر کس بات کا ہے۔ آرام سے سو جاؤ خیر اس بے چاری عورت نے پوری رات آنکھوں میں جاگ کر نکال دی صبح ناشتہ کے بغیر ہی وہ مہمان چلے گئے حیدر مہمانوں کے جانے کے بعد گہری سوچ میں ڈوب گیا کہ کیا ایسی خوبصورت عورت ذات یا چڑیل ہو سکتی ہے۔ دراصل حیدر کا دل نہیں مان رہا تھا اسے چھوڑنے کو پھر رات والی سب باتیں اسکے دماغ میں قلم کی طرح چلنے لگیں ان باتوں نے حیدر کے دل میں وسوسا ڈال دیا۔ حیدر نے ارادہ کر لیا کہ چاندنی سے بات کرنے کی بجائے اسکا پورا پورا پیچھا کیا جائے۔ پھر کچھ مل نکل آئے گا اگر جھوٹ ہو تو چاندنی اور بھی بیماری لگے گی اگر سچ ہو تو اسکو چھوڑوں گا نہیں اسی وقت تیار ہو کر حیدر ڈیوٹی پر چلا گیا مگر 24 گھنٹے کے بعد ہی واپس آگیا آپ آج جلدی آگئے ہاں میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے اس لئے میں جلدی واپس آگیا ہوں جب رات کا اندھیرا جمیل چکا تو حیدر نے جلدی سونے کا ارادہ کر لیا کہ میری طبیعت زیادہ خراب ہے۔ اس لئے مجھے بہتر وغیرہ لگا دو جب اس نے کھانا وغیرہ کھایا تو چارپائی پر لیٹنے ہی بولا چاندنی اوھر آؤ میرا سر بادو چاندنی حکم سننے ہی سر ہانے لگ گئی حیدر بولا چاندنی مجھے پانی پلا دو اچھا کہہ کر چاندنی نے اوھر بیٹھے بیٹھے ہی پانی والے بیٹکے سے پانی کا گلاس بھرا اور حیدر کو دے دیا حیدر اتنی سی بات پر ہی پریشان اور حیران رہ گیا کہ چاندنی تو چارپائی سے اٹھی تک نہیں پھر اس نے اتنی دور پڑے ہوئے پانی والے بیٹکے سے پانی مجھے کیسے بھر کر دے دیا ہے تھوڑی دیر کے بعد حیدر نے پھر پانی مانگا اب کی بار حیدر نے چور نگاہوں سے اسکی حرکت پر نظر رکھی۔ چاندنی نے

پھر ایسے ہی کیا حیدر نے دیکھا کہ چاندنی نے چارپائی پر بیٹھے بیٹھے بازو لے جا کر کے بیٹکے سے پانی بھر لیا چاندنی نے سمجھا کہ حیدر کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ آنکھیں بند کئے سو رہا ہے۔ حیدر سوچ میں پڑ گیا کہ واقع سب لوگ درست کہتے تھے آج حیدر سارا دن گھر پر رہا تھا اس لئے اسے اپنی اصلی حالت میں آنے کا موقع نہیں ملا تھا چاندنی تم بھی سو جاؤ اور مجھے بھی سونے دو چاندنی اپنی چارپائی پر جا کر سو گئی حیدر بند آنکھوں سے چوری چوری چاندنی کو دیکھ رہا تھا جب گھنٹہ بھر گزارا اور چاندنی کو بھین ہو گیا کہ حیدر نیند میں چلا گیا ہے تو چاندنی چپکے سے اٹھی حیدر کے ساتھ آکر سو گئی حیدر سے ایک دو باتیں کیں جب حیدر نے کوئی جواب نہ دیا تو چاندنی سمجھ گئی اور اسے پکا یقین ہو گیا تھا کہ حیدر اچھی طرح سو گیا ہے۔ چپکے سے اٹھی کمرے کے اندر چلی گئی۔ حیدر نے فوراً اپنے تیکے کے نیچے سے خنجر نکالا اور اندر کی طرف قدم بڑھا دیئے دروازے کے پیچھے کھڑے ہو کر چاندنی کی حرکت دیکھنے لگا۔ میں نے آپکو شروع میں بتا دیا تھا کہ حیدر بیگ بندر آدمی تھا اسکی چڑی میں ڈر خوف بالکل نہیں تھا ہاتھ میں خنجر پکڑے حیدر کمرے کے اندر داخل ہو چکا تھا کمرے میں اندھیرے کی وجہ سے کچھ دکھائی نہ دیا کئی دیر تک اوھر اوھر ہاتھ پاؤں مارتا رہا جب چاندنی کا کچھ معلوم نہ ہوا تو کمرے سے باہر نکل آیا ابھی دروازے کے اندر باہر ہی تھا کہ مہمان میں ایک سایہ سامنودار ہوا حیدر سائے کے پیچھے بھاگ کھڑا ہوا سایہ مکان کی چھت پر چلا گیا حیدر چھپ کر مکان کی چھت پر چلا گیا وہاں چاندنی تو نہیں تھی کوئی اور ہی تھا حیدر نے خنجر سے اس پر حملہ کر دیا جب حیدر نے اسے گرا لیا تو تب پتہ چلا کہ یہی چاندنی ہے بتاؤ کون ہے نہیں تو میں تیرا سر جدا کر دوں گا۔ حیدر اگر توں نے میری اصلیت دیکھ لی ہے تو تو مجھے معاف کر دے میں یہاں سے بہت دور چلی جاؤں گی۔ وہ چڑیل فوراً عورت کے روپ میں بدل گئی کہ شاید حیدر کو مجھ پر رحم آجائے مگر حیدر نے اپنی گرفت ڈھیلی نہیں کی بتا کمینسی تو نے مجھے اپنے جال میں پھنسا کر میرے بیوی بچوں سے جدا کر دیا تھے مجھ سے کیا چاہئے تھا اور تو مجھ سے کیا چاہتی ہے بول نہیں تو میرا ایک ہی وار تیرا کام تمام کر دے گا۔ تو حیدر سن مجھے تجھ سے کوئی لالچ نہیں تھا تو صرف مجھے اچھا لگتا تھا وہ گھمنڈی والی عورت بھی میں بھی پھر اس نے بتایا کہ جب تو تھوڑے کی تلاش کے لئے نالہ پار کر رہا تھا اور تجھ پر پھر گر رہے تھے وہ بھی میں تھی اور تجھے منزل پر لیکر

جانے والی بھی میں تھی نہ میرا ماں باپ قتل ہوا ہے یہ صرف میں نے اس لئے کیا تھا تو مجھ پر رحم کھا کر مجھے پناہ دے دے اور تو میرے پاس رہے سو میں کامیاب ہوگئی اس سے پہلے جو کچھ تیرے محلے کے لوگوں نے دیکھا سنا اور تجھے سنایا وہ سب سچ تھا میرا مطلب تجھے کوئی نقصان دینا نہیں ہے۔ میں نے عورت کا روپ دھار کر تجھ سے محبت کی ہے مجھے صرف تجھ سے عشق ہے۔ میں واقعی عورت نہیں ہوں میں چڑیل ہوں اگر میں چاہوں تو میں تجھے دو منٹ میں ختم کر سکتی ہوں مگر میں ایسا نہیں کروں گی۔ تو مجھے معاف کر دے میں نے تجھے تیرے بچے اور بیوی سے جدا کیا ہے جس کی میں تجھ سے معافی چاہتی ہوں اور میں وعدہ کرتی ہوں کہ میں تیری جد سے بہت دور چلی جاؤں گی اور جب تک تیری نسل اس دھرتی پر موجود رہے گی انکو کوئی ایسی مخلوق تک نہیں کرے گی اور نہ تیری نسل میں دخل اندازی کرے گی اور تجھے کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا تو میری جان بخشی کر دے حیدر بولا مجھے کیا پتہ چلے گا کہ تو یہاں سے چلی گئی ہے اور مجھے کوئی نقصان نہیں دے گی پھر اس نے حیدر کو مکمل یقین دلایا کہ تیرے اس گھر کے اندر فلاں گلاس میں پانی ہے وہ دودھ ہو جائے گا تو سمجھ لینا کہ میں جا چکی ہوں حیدر نے اسکو معاف کر دیا اور اسے چھوڑ دیا جب حیدر نے گلاس دیکھا تو واقع پانی کا دودھ بنا ہوا تھا چاندنی جا چکی تھی اب حیدر کو اڑ پر آگیا ہی رہ گیا تھا اب وہ سیدھا اپنی بیوی کے پاس پہنچا فرحت جذبات میں آکر بچے سے لپٹ کر خوب جی بھر کر رویا اپنے بیٹے عبداللہ سے اور والدہ سے اور بیوی سے معافی مانگ لی حیدر کا والد بولا رابعہ دیکھا میں نہ کتا تھا کہ ایک نہ ایک دن ضرور آئے گا۔ بیٹا امین اس طرح تمہارے پردادا کے گھر چڑیل 3 سال آبلہ رہ کر گئی ہے پھر حیدر نے انگریز سرکار کی نوکری بھی چھوڑ دی پھر سے اپنے کھوڑوں سے محبت کرنے لگا۔ میری مائی اماں تو وفات پا چکی ہیں میں نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ مائی اماں جان میں اس کہانی کو ضرور بھر ضرور کسی رسالے میں شائع کراؤں گا سو میری امید بندھ گئی ہے۔ خدا حافظ۔

مرزا امین بیک اربانی بمقام خاص قہروالی تحصیل کامو کی ضلع گوجرانوالہ

\*\*\*\*\*



# بدروح کا انتقام

خبر = خرم شاہ لاہور

معزز قارئین دولت سب سے بڑی اور سب سے اچھی چیز ہے اگر اسے اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے تو اس سے جنت بھی خریدی جاسکتی ہے لیکن اگر اسے انسان شیطان کے یعنی برے راستے پر خرچ کرنا شروع کر دے تو انسان بھی شیطان صفت بن جاتا ہے غرور و تکبر و ناشکری اور ایسے بہت سے گناہ اسی دولت سے پیدا ہوتے ہیں دولت مند انسان ہر کسی پر ظلم کرتا ہے اور آپٹھیں اس کی تب کھلتی ہیں جب مظلوم اپنے انتقام پر اتر آتا ہے۔ کچھ ایسا ظلم و انتقام اس کہانی میں بھی ہوا ہے جو آپ کے سامنے ہے۔ اس وقت پورا قبرستان تاریکی میں ڈوبا تھا اور گھرے سنائے میں قبرستان ڈوبا ہوا تھا کہ اچانک کار کی ہیڈ لائٹس نے پورے قبرستان کی تاریکی کو توڑا یہ سفید رنگ کی سنے ماڈل کی کار بھی کار کا رخ اس پر اسرار کنویں کی طرف تھا جس نے اب تک پورے 10 انسانوں کو موت کی نیند سلایا تھا کار میں اس وقت محبوب حسین انڈین گاؤں سے لطف اندوز ہو رہا تھا کہ یکایک کار کے سامنے ایک تین چار سالہ لڑکا نظر آیا محبوب ایک دم چونک پڑا اور اس نے گاڑی روک دی یہ لڑکا کہاں سے آگیا، محبوب جیسے اپنے آپ سے بڑبڑا رہا ہو، کنویں کے بالکل قریب کھڑا لڑکا جس کے جسم پر کپڑا نہ تھا عجیب سا لگ رہا تھا اس کی آنکھوں سے پراسرار سی روشنی نکل رہی تھی دھننا، محبوب نے کار کا دروازہ کھولا اور نیپ بند کر دی اور دروازہ بند کر کے آگے بڑھا ماکہ بچے سے پوچھتے کہ وہ رات کے اس اندھیرے اور ویرانے میں کہاں سے آیا۔ باہر کا موسم عجیب خوفناک منظر پیش کر رہے تھے ہلکی ہلکی ہوا کے ساتھ ہلکا ہلکا دھواں بھی قبرستان کی بیسیک فضا میں پھیل رہا تھا یہی محبوب نے مشکل سے چند قدم ہی اٹھائے تھے کہ یکایک بچے کی شکل تبدیل ہو گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے بچے نے بی کی شکل اختیار کر لی۔ اب محبوب کو احساس ہوا کہ واقعی اس جگہ بھوتوں کا بسرا ہے۔ اسے اپنی خنجر بدست سخت غصہ آ رہا تھا کیونکہ محبوب کو عزیز نے روکا بھی تھا کہ لوگ تو دن کو بھی وہاں سے نہیں

گزرے اور تم رات کو کیسے گزرو گے مکروہ نہ مانا اب نتیجہ اس کے سامنے تھا وہ انہیں سوچوں میں تھا کہ بی آہستہ آہستہ بڑی ہوتی گئی اور محبوب کی طرف بڑھنے لگی اس انجانی مصیبت سے وہ گھبرایا اور کار کی طرف لپکا اور دروازہ کھولنا چاہا مگر دروازہ بہت زور لگانے کے بعد بھی نہ کھل سکا عین اسی وقت کار میں لگی نیپ سے عورتوں کی چیخنے کی آوازیں آئیں اب تو محبوب کا ڈر سے برا حال تھا اور سردی کے باوجود بھی اس کے پسینے چھوٹ گئے محبوب نے آؤ دیکھا نہ ناؤ کار چھوڑی اور قبرستان کی طرف دوڑ لگا دی اس خیال سے کہ شاید قبرستان کا گورکن قبرستان میں موجود ہو مگر یہ اس کی غلط فہمی تھی رات کے ایک بجے ویران قبرستان میں بھلا کوئی ہو سکتا ہے۔ دھننا، محبوب قبرستان کے گیٹ سے اندر داخل ہوا جیسے ہی محبوب نے اندر پاؤں رکھا قبرستان کی خاموش فضا تبدیل ہو گئی فضا میں وہی عورتوں کی رونے کی آوازیں آئیں جو نیپ میں آ رہی تھی محبوب کا خوف سے برا حال تھا اب اس کو اپنی موت صاف دکھائی دے رہی تھی محبوب آگے جاتا ہی چاہتا تھا کہ یکایک سامنے والی قبر چینی ہلتے ہوئے قبر کے دو حصے ہو گئے اندر جو منظر محبوب نے دیکھا تو اس کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا پورا جسم کانپ رہا تھا کیونکہ قبر کے اندر تابوت کے بجائے ایک کتا ہوا انسانی ہاتھ پڑا ہلنے لگا جس کے ناخن خنجر کی طرح تھے اور اس سے خون رس کر قبر کو خون آلود کر رہا تھا وہ پورا ہاتھ بالوں سے بھرا تھا کہ اچانک ہاتھ اوپر کو اٹھا اور ایک خوفناک قہقہے کے ساتھ محبوب کی طرف بڑھنے لگا جو شاید موت کے خوف سے پلا رہا گیا تھا ہاتھ کو اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر محبوب حواس ٹھو بیٹھا بھانکا چاہا لیکن اسے ایسا لگا جیسے اس کے پاؤں اپنی جگہ جم گئے ہوں شاید اللہ نے محبوب کی موت اسی ہاتھ سے لکھی تھی جو کہ بالکل محبوب کے قریب پہنچ گیا فضا میں عورتوں کی چیخنے کی آوازیں بدستور آ رہی تھی یکایک ہاتھ مکروہ

قہقہے کے ساتھ محبوب کے گلے کو ناخن کے ساتھ چیرتا ہوا گزر گیا ایک دردناک اور دلخراش چیخ کے ساتھ محبوب کا سرد ہونے کے دور جاگرا اور محبوب کا سر کتا جسم زمین پر گر کر ایسے ترپنے لگا جیسے پھل پانی سے نکل جانے کے بعد ترپتی ہے حیرت کی بات یہ ہے کہ اس کے جسم سے خون کا ایک قطرہ تک نہ بہا توڑی دیر کے بعد ترپتا جسم خود بخود ٹھنڈا پڑ گیا اور جیسے ہی جسم ٹھنڈا ہوا فضا میں موجود عورتوں کے



بین کرنے اور مختلف قسم کی آوازیں آتی بند ہو گئی جبکہ ہاتھ واپس اپنی قبر میں آگیا قبر میں آتے ہی قبر خود بخود جڑنے لگی اور تھوڑی دیر کے بعد ایسے ہو گئی جیسے کبھی کبھی ہی نہ ہو جبکہ بی واپس مڑی اور پراسرار کنویں کے پاس جا کر غائب ہو گئی۔

صبح کی روشنی ہر طرف پھیل چکی تھی چڑیاں محبوب







کلیا بندوق تو چل ہی نہیں رہی دونوں کی سمجھ میں کچھ نہ آیا انہوں نے بندوقیں بھینکیں اور خنجر نکالے مگر اب ملی بڑی ہوتی گئی اور ساتھ ساتھ ان کی طرف بھی بڑھنے لگی سلیم اور حکیم کا خوف سے برا حال تھا دونوں کا جسم سینے سے بھر چکا تھا کپڑے گیلے ہوئے اور ہاتھوں سے خنجر کر گئے۔ انہوں نے اللہ کا نام لیا اور بھاگنا شروع کر دیا مگر ان کے پاؤں نہ چاہتے ہوئے بھی قبرستان کی طرف بڑھ رہے تھے بالکل ایسے جیسے ان کے پاؤں اپنے نہ ہوں اور اسے کوئی غیر انسانی مخلوق اپنی طاقت کے ذریعے کھینچ رہی ہو۔

دونوں نے آنکھیں قبرستان میں پاؤں رکھا لیکن جیسے ہی وہ قبرستان کے گیت کے اندر داخل ہوئے فضا میں وہی عورتوں کی چیخیں کی آوازیں آئی جو محبوب کو سنائی دیں تھی دونوں گھبرا گئے کہ اچانک گڑگڑاہٹ ہوئی دونوں وہیں پر رک گئے اور ادھر ادھر دیکھنے لگے ابھی وہ اپنا سانس بحال ہی کر رہے تھے کہ ان کی سامنے والی قبر پھٹی پھٹتی تھیں دو حصوں میں تبدیل ہو گئی یہ دیکھ کر دونوں کی کئی چیخیں نکل گئی کہ قبر سے ایک زندہ لاش باہر نکلی اتنا بھیاںک منظر شاید ہی انہوں نے دیکھا ہو لاش کیا تھی بد صورت چڑیل تھی چڑیل کیس یا بد روح کیس آپ کی مرضی مگر ان دونوں کا دونوں صورتوں میں ایک ہی سانس رکنا۔ دونوں نے آنکھیں بند کر دیں مگر آنکھیں بند ہونے کے باوجود بھی وہ بد روح ان کو نظر آ رہی تھی بد روح کے جسم پر کلنی پل تھے اور سر کے بال تو ابھی تک قبر میں ہی تھے جبکہ ہاتھ بالوں سے بھرا تھا اور ناخن بھی دس دس انچ بڑے تھے چروگلے سڑے گوشت کی طرح تھا اس کے دو دانت باہر کو نکلے ہوئے تھے دونوں دانتوں کی لمبائی کوئی دو تین انچ ہی ہوگی جبکہ زبان بھی کلنی بڑی تھی اور وہ بھی باہر نکلی ہوئی تھی جن سے خون بہہ رہا تھا دونوں یہ منظر دیکھ کر خوف سے ایک دوسرے کے ساتھ چست گئے بھاگنا چاہا مگر ایسے لگے جیسے کسی نے ان کے پاؤں باندھ دیئے ہوں بد روح قہقہے لگا کر ان کی طرف بڑھی دونوں نے کوئی قرآنی آیت پڑھنی چاہی مگر ان کی زبان بھی ان کا ساتھ نہیں دے رہی تھی بد روح نے قریب آکر دونوں کو اپنے ناخن سے ایسے مارا کہ ان کے سرورور جاگرے اور خون فوارے کی طرح بہنے لگا دونوں کے جسم بری طرح تر پڑے لگے بد روح دایس قہقہے لگا کر اپنی قبر میں آگئی۔ سلیم اور حکیم دونوں کے جسم ٹھنڈے ہو گئے اور اس کے ساتھ ہی عورتوں کی آوازیں آتی بند ہو گئی اور ملی اپنی جگہ پر آکر غائب ہو گئی جبکہ چاند بدل سے اڑھا

کلیا بندوق تو چل ہی نہیں رہی دونوں کی سمجھ میں کچھ نہ آیا انہوں نے بندوقیں بھینکیں اور خنجر نکالے مگر اب ملی بڑی ہوتی گئی اور ساتھ ساتھ ان کی طرف بھی بڑھنے لگی سلیم اور حکیم کا خوف سے برا حال تھا دونوں کا جسم سینے سے بھر چکا تھا کپڑے گیلے ہوئے اور ہاتھوں سے خنجر کر گئے۔ انہوں نے اللہ کا نام لیا اور بھاگنا شروع کر دیا مگر ان کے پاؤں نہ چاہتے ہوئے بھی قبرستان کی طرف بڑھ رہے تھے بالکل ایسے جیسے ان کے پاؤں اپنے نہ ہوں اور اسے کوئی غیر انسانی مخلوق اپنی طاقت کے ذریعے کھینچ رہی ہو۔

دونوں نے آنکھیں قبرستان میں پاؤں رکھا لیکن جیسے ہی وہ قبرستان کے گیت کے اندر داخل ہوئے فضا میں وہی عورتوں کی چیخیں کی آوازیں آئی جو محبوب کو سنائی دیں تھی دونوں گھبرا گئے کہ اچانک گڑگڑاہٹ ہوئی دونوں وہیں پر رک گئے اور ادھر ادھر دیکھنے لگے ابھی وہ اپنا سانس بحال ہی کر رہے تھے کہ ان کی سامنے والی قبر پھٹی پھٹتی تھیں دو حصوں میں تبدیل ہو گئی یہ دیکھ کر دونوں کی کئی چیخیں نکل گئی کہ قبر سے ایک زندہ لاش باہر نکلی اتنا بھیاںک منظر شاید ہی انہوں نے دیکھا ہو لاش کیا تھی بد صورت چڑیل تھی چڑیل کیس یا بد روح کیس آپ کی مرضی مگر ان دونوں کا دونوں صورتوں میں ایک ہی سانس رکنا۔ دونوں نے آنکھیں بند کر دیں مگر آنکھیں بند ہونے کے باوجود بھی وہ بد روح ان کو نظر آ رہی تھی بد روح کے جسم پر کلنی پل تھے اور سر کے بال تو ابھی تک قبر میں ہی تھے جبکہ ہاتھ بالوں سے بھرا تھا اور ناخن بھی دس دس انچ بڑے تھے چروگلے سڑے گوشت کی طرح تھا اس کے دو دانت باہر کو نکلے ہوئے تھے دونوں دانتوں کی لمبائی کوئی دو تین انچ ہی ہوگی جبکہ زبان بھی کلنی بڑی تھی اور وہ بھی باہر نکلی ہوئی تھی جن سے خون بہہ رہا تھا دونوں یہ منظر دیکھ کر خوف سے ایک دوسرے کے ساتھ چست گئے بھاگنا چاہا مگر ایسے لگے جیسے کسی نے ان کے پاؤں باندھ دیئے ہوں بد روح قہقہے لگا کر ان کی طرف بڑھی دونوں نے کوئی قرآنی آیت پڑھنی چاہی مگر ان کی زبان بھی ان کا ساتھ نہیں دے رہی تھی بد روح نے قریب آکر دونوں کو اپنے ناخن سے ایسے مارا کہ ان کے سرورور جاگرے اور خون فوارے کی طرح بہنے لگا دونوں کے جسم بری طرح تر پڑے لگے بد روح دایس قہقہے لگا کر اپنی قبر میں آگئی۔ سلیم اور حکیم دونوں کے جسم ٹھنڈے ہو گئے اور اس کے ساتھ ہی عورتوں کی آوازیں آتی بند ہو گئی اور ملی اپنی جگہ پر آکر غائب ہو گئی جبکہ چاند بدل سے اڑھا

راتوں رات امیر بن جائے کسی دولت مند نے اسے ایک ایسا زبردست آئیڈیا بتایا کہ وہ داؤد بے بغیر رہ سکا اور یہ بھی بتاتا چلوں کہ رہو بلو اس حوالی میں بہت پہلے کام کرتے تھے آئیڈیا یہ تھا کہ گاؤں سے دور شہر میں انسانوں کی ایک منڈی "میرا منڈی" ہے اگر تم ایک بھی لڑکی کو وہاں جا کر فروخت کر دو تو اچھی خاصی رقم مل سکتی ہے یہ طاہر کے لئے بہترین ترکیب تھی گاؤں کا چڑھری تو تھا ہی تھا اس پر کون شک کرتا اس لئے دوسرے دن ہی اس نے ایک لڑکی کو اپنے چنگل میں پھنسا لیا دراصل ایک لڑکی بچہ اسی بوڑھی ماں اور لڑکی کا چھوٹا بھائی فرید سفر سے تھکے ہوئے تھے رات سر پر تھی اس لئے لوگوں کے پوچھنے پر وہ طاہر جلال کے گھر پہنچ گئی۔ اور ایک رات گزارنے کے لئے درخواست کی۔ طاہر جلال کو تو جیسے نشہ آ گیا ہو اتنی خوبصورت لڑکی کو دیکھ کر تو واقعی نشہ آ گیا ہو طاہر بھوکے بھیرنے کی طرح بچہ کو دیکھ رہا تھا بچہ ڈر تو گئی مگر کچھ کہہ نہ سکی کھانا کھانے کے بعد ان کو کمرہ دیا گیا۔ رات کا بچہ نہ وہ کون سا بچہ تھا جب رہو کی آنکھ کھلتی کے بھونکنے کی آواز پر کھلی پلایا سمجھ گیا کہ دال میں کچھ کالا ہے پھر اوپر سے کھڑاک کی آواز آئی رہو جلدی سے اٹھا اور اوپر گیا کیا دیکھتا ہے کہ تین آدمیوں نے بچہ کو اٹھایا ہوا تھا اور پلانی ماں اور بھائی کو کسی تیز دھار چیز سے قتل کر دیا تھا۔ رہو بلو کو اتنی ہمت بھی نہ ہو سکی کہ شور مچا کر لوگوں کو بلائے وہ تینوں اب نیچے جانے کے لئے مڑے رہو جو کہ ایک ستون کے پاس کھڑا تھا اس لئے ستون کے پیچھے چھپ گیا تینوں بیڑھیاں اتر کر نیچے چلے گئے۔ نیچے جا کر وہ لوگ کھڑے ہو گئے اور پھر ایک آدمی آیا اور ان کے درمیان کچھ باتیں ہوئیں رہو یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا پھر چاند کی مدھم سی روشنی میں رہو نے جو کچھ دیکھا تو صدمہ کیا پورا جسم لرز گیا اور طرح طرح کے خیالات اس کے خیال میں گھومتے گئے وہ طاہر جلال تھا جو کہ کچھ باتیں کرنے کے بعد اپنے کمرے کی طرف مڑا اور وہ تینوں اپنی جیب میں اسلحہ سمیت بیٹھ گئے۔ رہو پہلے تو کلنی گھبرا ہوا تھا مگر جلد ہی ہی سنبھل کر نیچے اتر آیا اور سو گیا مگر نیند نہیں آ رہی تھی طرح طرح کے خیال اس کی کھوپڑی میں چل رہے تھے پھر اچانک اس پر خوابوں کی پریاں مریں ہوئیں۔ صبح جب آنکھ کھلی تو پورے گاؤں میں دونوں کے قتل اور اغوا کی خبر پھیل گئی تھی پھر شناخت کے معلوم نہ ہونے پر ان کو لاوارث قرار دیا گیا اور دفن دیا گیا۔ پھر کچھ دن کے بعد اس کے ساتھ کچھ مٹھوک سے

لوگ نظر آنے لگے اور پھر اسی دن گاؤں کی کوئی نہ کوئی لڑکی غائب ہوئی رہو بلو کو سب کچھ معلوم تھا لیکن وہ کسی کو کچھ نہیں بتاتا تھا ایک دفعہ رہو نے طاہر سے پوچھا کہ اس دن تم نیچے کس سے باتیں کر رہے تھے جس دن بچہ اغوا ہوئی تھی یہ سب سن کر طاہر جو کچھ پڑا اور منہ بند رکھنے کو کہل دن مہینوں اور مہینے سالوں میں بولتے گئے لیکن طاہر جلال کے رویے میں کوئی تبدیلی نہ آئی اور گاؤں والوں کی نظریں بدستور شریف بنا رہا اور اس دوران بہت سی لڑکیاں غائب ہو گئیں تھیں۔ اب اس کی عمر 27 سال تھی جبکہ ان کے دونوں بیٹے مل کے بعد ہائی سکول میں داخلے کے لئے لاہور چلے گئے جبکہ اس کا بڑا بیٹا محبوب میٹرک پاس کر کے کراچی چلا گیا جبکہ اس کی بہن کے ہاں اس سال ایک لڑکی پیدا ہوئی اس پر اس نے بھرپور جشن منایا پھر ایک دن وہ اپنی گاڑی میں بیٹھا تھیں کہ کی سیر کر رہا تھا کہ اس کی نظر عدیلہ پر پڑی جو کہ کھڑکیوں پر محصور انداز میں چل رہی تھی طاہر تو اسے دیکھتا ہی رہ گیا اتنی خوبصورت لڑکی تو اس نے آج پہلی بار ہی دیکھی تھی خور جیسی آنکھیں چاند جیسی صورت خوبصورت پل اور گلابی ہونٹ غرضیکہ ہر طرح سے عدیلہ خوبصورت تھی اس کی نظر جب طاہر پر پڑی تو گھبرا کر دوپٹہ منہ پر کیا اور گھبراتی ہوئی تیزی سے گھر چلی گئی۔ یہ لڑکی ایک ہفتہ پہلے ہی یہاں آئی تھی ایف اے کیا ہے اس نے گھر کی لاٹھی سے لاٹھی۔ یہ الفاظ طاہر کے ساتھ بیٹھے چمچے نے کہے جو کہ لڑکی کو اغوا کرتے وقت طاہر کا ساتھ دیتا تھا دوسرے الفاظ میں طاہر کی جگہ وہ لڑکی کو اغوا کرنے میں دوسروں کی مدد کرتا ہے۔ طاہر جلال کی آنکھوں میں شیطانی چمک اٹھ پڑی اور اس نے جیب آگے بڑھادی اس دن بھی کچھ لوگ طاہر کے ساتھ نظر آئے مگر پھر کسی کو اغوا کی خبر نہ ملی یعنی وہ رات خیریت سے گزر گئی دوسرے دن اس نے عدیلہ کے بارے میں کچھ معلومات اٹھیں کیں اس کو معلوم ہوا کہ یہ لڑکی نور الدین کی بیٹی ہے جو کہ ریلوے میں کسی اچھے عہدے پر ہے کچھ دن پہلے ہی یہاں آئے ہیں اور ان کے گھر میں کل 8 افراد ہیں جو خود عدیلہ اس کے ماں باپ اور تین بھائی اور دو بہنیں عدیلہ نے ایف اے کیا ہے جبکہ تینوں بہنیں باہر تیار تھیں ناگزیر یہ سلسلہ 6:54 کلاس میں پڑتے ہیں جبکہ دونوں بھائی ساتویں میں تھے طاہر کو ان باتوں سے کوئی غرض نہ تھی وہ تو صرف عدیلہ کو چاہتا تھا دولت نے اب تک اس کو کہیں قتل کہیں اغوا اور کہیں لوگوں کا حق مارنے پر تیار کیا تھا مگر



اب تک اس نے کوئی ایسا نبوت نہیں چھوڑا جس سے ظاہر نہ ہو گیا ہو۔

پھر ایک دن عدیلہ اسی دن کی طرح کھیتوں کی سرے لئے اپنی سیلیوں کے ساتھ نکلے ظاہر کو دیکھ کر گھبرائی لیکن ظاہر نے اسے ایک نظر دیکھا اور چلا گیا۔ ظاہر جلال نہیں چاہتا تھا کہ مجھ پر لڑکیاں شک کریں۔ پھر ایک دن اس کی قسمت جاگ اچھی خوش قسمتی سے وہ اپنی سیلی کے گھر گئی ہوئی تھی جبکہ اس کے ساتھ کوئی نہ تھا اور ظاہر کے تو وارے نیارے ہو گئے۔ جب روکی اور پیچہ اتر کر عدیلہ کو دیکھا عدیلہ اسے دیکھ کر گھبرائی اور آگے جانے ہی والی تھی کہ ظاہر نے عدیلہ کا ہاتھ پکڑ لیا۔ سبحان اللہ کیا ہاتھ ہیں۔ ظاہر نے عیاں لہجے میں کہا اور جھٹکے سے ہاتھ چھڑوایا ظاہر عدیلہ کے سامنے آگیا اور کہا اے لڑکی ہم اتنے برس نہیں ہیں ہم اس گاؤں کے چودھری ظاہر جلال ہیں ہم کو تم سے محبت ہو گئی۔ یہ سنتے ہی وہ آگ بولہ ہو گئی اور ایک زور دار پتھر ظاہر کے منہ پر رسید کیا اور کہا کہ تم جیسے کیسے بہت دیکھے ہیں اگر آئندہ میرے ساتھ ایسی حرکت کی تو مجھ سے برا کوئی نہ ہو گا۔ یہ کہتے ہوئے عدیلہ پاؤں بچتی ہوئی گھر کی طرف چلی گئی۔ ظاہر جلال غصے سے آگ بولہ ہو گیا اور کچھ دیر تو انگارہ آنکھوں سے کھڑا رہا اور پھر گاؤں کو ملتا ہوا گاڑی میں بیٹھ کر تیزی سے چوٹی آگیا اور کچھ مشکوک لوگوں کو بلو کر کچھ پروگرام بنایا۔ رجمو یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا پھر وہ لوگ چلے گئے اور ظاہر جلال شیطانی مسکراہٹ کے ساتھ چھت کو گھور کر کچھ سوچ رہا تھا اس کی آنکھوں میں انتقام کی آنکھ بھڑک رہی تھی۔

رات کے گیارہ بجے تھے سب لوگ مزے سے سو رہے تھے پوری خولی میں گھبراہٹ اندھیرا تھا کیونکہ اس دن موسم ابر آلود تھا اس لئے بجلی گئی تھی۔ پوری خولی گہرے سانے میں ڈوبی تھی مگر ایک کمرے سے مدھم سی روشنی نکل رہی تھی اس کمرے میں ظاہر جلال اور یمن غنڈے موجود تھے جو غالباً عدیلہ کو اغوا کرنے کی ترکیب بنا رہے تھے توڑی دیر کے بعد وہ تینوں اٹھے اور ان کے ساتھ ظاہر جلال بھی اٹھا اب وہ دروازے کی طرف بڑھے اور خولی سے باہر نکلے یہ سب کچھ ظاہر جلال کا بھائی ظاہر جمال دیکھ رہا تھا اسے کچھ شبہ ہوا کہ یہ جو کچھ ہو رہا ہے کہ اس کا سرغنہ میرا بھائی ہے اس سوچ میں ڈوبا اپنے کمرے میں گیا اور سو گیا۔ اور ظاہر جلال اپنے ساتھیوں کے ساتھ عدیلہ کے گھر میں چوروں کی طرح گھس گیا ایک ساتھی کو

باہر کھڑا کیا اور باقی دو ساتھیوں کو اندر لے گیا اندر گھر میں موجود سارے لوگ سو رہے تھے چونکہ ان کا گھر آبائی سے تھوڑا دور تھا اس لئے ظاہر جلال نے تین ساتھیوں کے ساتھ دروازہ کھولتے وقت دونوں کو ہوشیار رہنا پڑا تھا۔ پہلے کمرے میں داخل ہوئے وقت ظاہر نے دونوں کو ہوشیار رہنے کا کہا اور خود اندر چلا گیا۔ اندر کمرے میں غالباً عدیلہ کی ماں باپ تھے۔ ظاہر جلال نے دونوں کو اندر آنے کو کہا اور پھر ایک چارپائی کے قریب کھڑے ہو کر انہوں نے لحاف اٹھایا عدیلہ کا والد بے خبر تھا لیکن ظاہر جلال کو خطرہ تھا کہ کہیں کوئی گڑبڑ نہ ہو جائے ویسے بھی اس نے آج تک 15 قتل کئے تھے اس لئے قتل کوئی مشکل کام نہ تھا اس لئے اس نے عدیلہ کے ابو کے منہ پر رومال رکھا اور پے در پے خنجر کے کئی وار کر کے عدیلہ کے والد کو قتل کیا گرم گرم نازہ خون نے بستر کو خون آلود کر دیا۔ توڑی دیر خرپنے کے بعد عدیلہ کا باپ ٹھنڈا پڑ گیا اب ظاہر جلال آگے بڑھا اور اس کی بیوی کا بھی یہی حال کیا ظاہر جلال کو اتنی خاموشی سے قتل کرتے ہوئے برا مزہ آ رہا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس نے دوسرے کمرے میں سوئے ہوئے عدیلہ کی دو بیٹوں اور دو بھائیوں کا بھی خنجر سے سردھڑ سے جدا کر دیا پھر۔ سب آخری کمرے میں گئے جہاں پر عدیلہ اور اس کی بہن حنا سوئی ہوئی تھی۔ ظاہر نے دونوں بچوں کو عدیلہ کے پاس کھڑا کیا اور خود حنا کی طرف بڑھنے لگا کہ اچانک ظاہر کا پاؤں کسی چیز سے ٹکرایا اور کوئی لوہے کی چیز زمین پر لڑکھائی اسی کے ساتھ ہی شور سے عدیلہ کی آنکھ کھلی چند ثانیوں تو عدیلہ آنکھیں ملتی رہی اور پھر صورت حال سمجھنے ہی والی تھی کہ ایک پیچھے نے عدیلہ کے منہ پر رومال رکھا اور ظاہر جلال عدیلہ کی طرف شیطانی مسکراہٹ سے دیکھا اور آگے بڑھ کر حنا کے منہ سے کھل بٹھایا اور اسی لمحے ظاہر نے اپنا خنجر نکالا خنجر دیکھ کر عدیلہ نے بہت زور لگایا مگر وہ شور مچا کر گھر والوں کو جگانے لگا مگر اسے کیا معلوم تھا کہ اس کے سارے گھر والے تو مرنے کے ہیں پھر چند ہی لمحوں بعد ظاہر جلال نے خنجر حنا کے گلے پر چلایا اور حنا پھاری زنجیر رہی اور اس نے منہ سے دردناک آوازیں نکلنے لگیں اور عدیلہ نے آنکھیں بند کر دیں توڑی دیر کے بعد حنا کا گلا مکمل طور پر کٹ چکا تھا اور خون ”شرشر“ کی آواز کے ساتھ گلے سے نکلنے لگا عدیلہ کی آنکھوں میں درد تھا آنسو تھے

کرب تھا انتقام تھا غصہ تھا اور ظاہر کے لئے نفرت تھی مگر وہ بس تھی اس کی آنکھوں میں آنسو انگارے بن کر زمین پر گر رہا تھا اور عدیلہ کو بے ہوشی کی سپرے سے بے ہوش کیا گیا۔

رات کا ایک بج چکا تھا اور چاروں خولی میں داخل ہوئے اس وقت پورا ماحول سانے میں ڈوبا تھا بادل ٹھم گئے تھے آج ایک ہی گھر کے سات قتل ہوئے تھے فقط عدیلہ کے چچے یہ دولت ہی کا شہ تھا جس کے بل بوتے پر ظاہر جلال نے اتنے قتل کئے تھے مگر سوائے رجمو کے کسی کو ظاہر کے گرو توں کا پتہ نہ تھا اب تو ظاہر کے بھائی کو بھی شک ہو گیا ہے مگر مختصر یہ کہ سوائے رجمو کے کسی کو ظاہر جلال کے دھندے کا علم نہ تھا۔

کی اور لاش کنویں میں ہی پھینک دی کیونکہ ٹائم کم تھا اور قبر کھودتے کھودتے صبح ہو جاتی اور کوئی دیکھ لیتا پھر چاروں دبے پاؤں اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ ظاہر جلال اپنے کمرے میں داخل ہوا وہ کچھ پریشان پریشان سا تھا اب اسے احساس ہوا کہ اس نے بہت بڑی غلطی کی ہے لیکن اس قسم کی غلطیاں تو وہ ان گنت کر چکا تھا آخر کسی کس کو یاد کرنا آخر کار توڑی دیر کے بعد ظاہر جلال کی آنکھ لگ گئی ابھی اسے توڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ اسے خواب میں عدیلہ دکھائی دی اس کی شکل انتہائی عیسا کی تھی وہ کنویں میں سے نکلی تھی اور کہہ رہی تھی کہ ظاہر جلال تو نے بہت برا کیا ہے میرے سارے خاندان کو قتل کیا ہے اب تو اپنا خاندان دیکھ اسی کے ساتھ ہی ظاہر جلال کی آنکھ کھلی وہ بری طرح کانپ رہا تھا اس کا سارا جسم پیسے میں ڈوبا تھا پھر توڑی دیر کے بعد فجر کی آذان ہوئی اور رجمو بلیا سب سے پہلے اٹھے اور نماز پڑھی پھر آہستہ آہستہ سارے گھر والے اٹھے جبکہ ظاہر اپنی چارپائی پر ہی بیٹھا تھا وہ سرے سے ہی بے نمازی تھا۔ صبح ہوتے ہی ظاہر جلال کا بھائی ظاہر جلال کے کمرے میں آیا اور پوچھا کہ رات کو تمہارے ساتھ کون تھے۔ یہ سنتے ہی ظاہر جلال چونک بڑا اور اسے ٹال دیا بھائی نے زیادہ اصرار نہ کیا اور بڑے بھائی کا لحاظ دیکھتے ہوئے کچھ زیادہ اصرار نہ کیا۔ صبح عدیلہ کے گھر والوں کی موت پر پورے گاؤں میں جھیل مٹی پورے گاؤں میں خوف کی لہر دوڑ گئی اور پولیس قاتل کو تلاش کرنے لگی۔ اس کے دوسرے ہی دن ظاہر جلال کو اس کے ایک چچے کی موت کی خبر ملی اس کے گھر والوں کا کہنا تھا آدمی رات کو اس کے گھر میں ایک دردناک جھج نکلی۔ یہ سنتے ہی سب گھر والے اس کے کمرے کی طرف گئے مگر دروازہ نہ کھل سکا پھر چچیں آتی بند ہو گئیں پھر اندر کا منظر دیکھا گیا تو سب کے رونے لگے ہوئے سارا فرش خون سے بھرا ہوا تھا اور اس کا سرتن سے جدا تھا جبکہ پیٹ بھی خالی تھا یعنی اندر کا گوشت اور اوپر کا چمڑا نہ تھا۔ پھر ظاہر جلال کے بیکے بعد دیگرے دونوں چچے موت کے منہ میں چلے گئے ان کے ساتھ بھی وہی ہوا جو پہلے والے کے ساتھ ہوا تھا اب ظاہر جلال سمجھ گیا کہ یہ عدیلہ ہی کی روح ہے جو اپنا انتقام لے رہی ہے اسے شہ ہوا کہ ہو سکتا ہے کہ عدیلہ کو قتل کیا نہ گیا ہو اس لئے اس کی روح بھگ رہی ہو اس لئے اس نے دوسری رات ہی اسے کنویں سے نکلوانے کا پروگرام بنایا اس کے لئے اس نے اپنے دو پر اعتماد ساتھیوں کی مدد لی اور اسے کنویں سے نکلوا



اندھیری رات میں طاہر جلال کے بھائی کی چیخ و پکار پورے گھر میں سنائی دی۔ طاہر جلال انصاف اور بھلائی کے لئے بھائی کے کمرے میں گیا وہاں پر جو منظر طاہر نے دیکھا تو اس کا اوپر کا سانس اوپر اور پیچھے کا پیچھے رہ گیا اس کا بھائی خون آلود تھا اور سارے کپڑے خون سے سرخ تھے گلا کٹا ہوا تھا اسی انشاء میں گھر کے دوسرے افراد بھی آگئے۔ انہوں نے بھی یہ منظر دیکھا تو لرز گئے صبح کو ہر کسی کی آنکھ تر تھی آدھ بکا پورے گاؤں میں گونج رہی تھیں پھر صبح ہی صبح طاہر جلال کے بھائی کو دلتا گیا۔ پھر تین مہینے آرام سے گزرے مگر چار مہینے بعد پھر ایسا واقعہ پیش آیا کہ طاہر جلال کو لرز دینے کے لئے کافی تھا اس کی بیوی کی بھی وہی حالت تھی جو اسکے بھائی کی تھی پھر اسے بھی دلتا دیا گیا آہستہ آہستہ دن گزرتے گئے اور دو سال مزید گزر گئے اس عرصے کے دوران طاہر جلال کی بہن اور اس کے شوہر کا قتل ہوا۔ جبکہ ان کے بیٹے ابھی زیر تعلیم تھے اور کسی کو بھی معلوم نہ تھا کہ یہ کلام بدروح کا ہے سوائے طاہر جلال اور بابا رحمو کے پھر دن گزرتے گئے اور طاہر جلال کی بہن کی بیٹی بھی مر گئی قصہ مختصر یہ کہ سوائے رحمو و طاہر محبوب، سلیم اور حکیم اور طاہر کی بہن آسیہ رہ گئیں کچھ دنوں کے بعد آسیہ کی شادی کر دی گئی اور وہ کراچی اپنے شوہر کے ہمراہ چلی گئی۔ جبکہ سلیم اور حکیم دونوں لاہور کلج میں پڑتے تھے اور محبوب اب یونیورسٹی میں تھا ایک سال بعد طاہر جلال کو خواب میں پھر عدیلہ نظر آئی وہ کہہ رہی تھی کہ طاہر جلال بڑے آرام سے سو رہے ہو مگر یہ آرام زیادہ دیر تک نہیں ہو گا۔۔۔۔۔ ہا ایک مہینہ ایک تھپتے کے ساتھ ہی عدیلہ غائب ہو گئی اور طاہر جلال کی آنکھ کھل گئی طاہر جلال کا پورا جسم کلاپ رہا تھا پھر اسی وقت طاہر جلال انصاف اور اللہ کے حضور سجدہ ریز ہوا کہ اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگی۔

تھیں رجمو کی آواز سن کر طاہر جلال نے اپنی آنکھیں صاف کیں اور پوچھا کیا ہوا رجمو رجمو کو کل کھربا ہوا تھا رزنی آواز میں ہلکا کہ ہو گیا چودھری صاحب آپ کے دونوں بیٹوں کو پرانے قبرستان میں .... یہ الفاظ سنتے ہی دونوں کی آنکھیں غم ہو گئیں۔ طاہر جلال باقاعدہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا طاہر جلال سمجھ گیا تھا کہ ان کو بھی اسی بدروح نے قتل کیا ہے جس کا نام عدیلہ ہے۔ وہ دن طاہر جلال پر قیامت سے گم نہیں گزرا تھا پورے گاؤں میں خوف و ہراس اور غم ہوا کی طرح پھیل گیا اس دن پورے گاؤں میں آدو بکار تھی ہر ایک کی آنکھوں سے آنسو گر رہے تھے پھر شام کو سلیم اور کلیم دونوں کو دنیا گیا۔ سلیم اور کلیم کی موت کی خبر آسہ کو بھی دی گئی مگر وہ دیر سے پہنچی اس لئے وہ اپنے شوہر کے ساتھ دوسرے روز واپس جانے کی ٹھان لی وہ نہیں چاہتی تھی کہ وہ بھی اسی بدروح کا قلعہ بنے جس نے تقریباً "ہمارے پورے خاندان کو قتل کر دیا ہے طاہر جلال کے منع کرنے کے باوجود بھی وہ دوسری صبح کھرچے آب آتے تو طاہر جلال بالکل تنہا صرف رجمو پایا ہی بچا تھا جو اس کی خدمت کرتا تھا مگر دون کے بعد وہ بھی چل بسا یہ مرحلہ بھی طاہر سے رہا نہ گیا اور اس کی طبیعت گرتی گئی کسی لوگوں نے اسے حویلی چھوڑنے کو کہا مگر وہ نہ مانا عینوں نے اسے بڑی مشکل سے محنت پاب کیا لیکن اب طاہر کیلے والا طاہر نہ رہا تھا بالکل موتی موتی آنکھوں والے طاہر کے رو رو کر آنکھیں چھوٹی ہو گئی تھیں اور جسم بھی پتلا سا ہو گیا تنہائی کے زیر اثر طاہر جلال نے دوسرے نوکر کو نوکر رکھا جس کا نام الٹی بخش تھا۔ الٹی بخش بھی اویدر عمر آدمی تھا اس نے طاہر جلال کی بہت خدمت کی یہی وجہ تھی کہ طاہر جلال کسی قدر سکون محسوس کر رہا تھا پھر ایک دن طاہر جلال کو خبر ملی کہ اسکی بہن آسیہ کے شوہر کا انتقال ہو گیا ہے یہ خبر بھی طاہر جلال کے لئے اچھی نہ تھی طاہر جلال نے آسیہ کو اپنے گھر بلایا لیکن اتفاق سے جس دن آسیہ اپنے ابو کے پاس جا رہی تھی اس دن موسم بہت خراب تھا اس لئے وہ شہیل کے گھر رک گئی اور صبح کا انتظار کرنے لگی۔ رات کا گھبراہٹا اور گھب اندھیرا ہو رہا پچھلا ہوا تھا بادل نے آسمان کو ڈھانپ رکھا تھا دور بہت دور کتوں کی آواز بہت بھیاک تھی جھنجھکروں کو رات کے وقت آرام نہیں آتا اس لئے ان کی آواز بھی بہت خوفناک تھی اس وقت آسیہ بے خبر سو رہی تھی کہ اچانک دروازہ کھلا اور

ایک سایہ دروازے سے اندر آتا دکھائی دیا سایہ آسیہ کی طرف بڑھ رہا تھا سایہ آسیہ کے بیڈ کے قریب کھڑا ہو گیا اور آسیہ کو جھنجھوڑنے لگا جھنجھوڑنے سے آسیہ کی آنکھ کھل گئی گھپ اندھیرے میں آسیہ نے ادھر ادھر دیکھا مگر کچھ نظر نہ آیا مگر اس کے دل میں خوف تھا اس لئے اسے خند نہ آئی آسیہ اپنے بستر سے اٹھنے ہی والی تھی کہ کسی کے کمرے سانس لینے کی آواز آئی آسیہ یک دم وہی رک گئی اور تھر تھر کانٹنے لگی کہ چاہک قدموں کی چاپ کے ساتھ کوئی شخص کھڑکی کے پاس کھڑا ہو گیا۔ چاروں طرف اندھیرا تھا جبکہ کھڑکی کے پاس تھوڑی تھوڑی روشنی تھی آسیہ کو بہت ڈر لگ رہا تھا اس سے پہلے کہ آسیہ بیچ باری یکایک بجلی چمکی اور کھڑکی سے روشنی اندر کی طرف آئی یہ دیکھ کر آسیہ کے رونگٹے کھڑے ہو گئے کہ وہ انسان نہیں بلکہ بے حد ڈراؤنی چیز ہے آسیہ کا خوف سے براصل تھا پورا جسم پیسے سے شرابور تھا آسیہ نے بیچ باری اور بھاگنا چاہا مگر نہ تو وہ بیچ بھگ سکی اور نہ ہی بھاگ سکی اب چیزیں یعنی بدروح آسیہ کی طرف بوختنے لگی آخر کار کانی کو کوشش کے بعد آسیہ کے منہ سے صرف یہ الفاظ ہی نکلے : تم جو کوئی بھی ہو خدا را مجھے معاف کر دو میں پھر بھی سچی یہاں نہیں آؤں گی! آسیہ یہ کہہ کر خدا سے بدمانی لگی مگر شاید خدا نے آسیہ کی زندگی آگے نہ لکھی تھی اب بدروح بالکل آسیہ کے پاس آگئی اور ایک ہاتھ اس کی طرف بڑھایا اس سے پہلے کہ آسیہ خوف سے مرجاتی بدروح نے اس کا قصہ تمام کر دیا اور آسیہ ایک بیچ دگرخاں اور دردناک چیخ کے ساتھ زمین پر تر پڑنے لگی اب بدروح غائب ہو گئی۔ پھر آسیہ کی سہیلی نجمہ نے آسیہ کی بیچ جن کر آسیہ کے کمرے کی طرف دوڑ لگائی کمرے میں گھپ اندھیرا تھا نجمہ نے جا کر لائٹ آن کی تو اس کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا نجمہ کے سامنے آسیہ کا ادھورا جسم تھا اور سارا فرش خون سے بھرا ہوا تھا سر تن سے جدا تھا یہ منظر دیکھتے ہی نجمہ بے ہوش ہو گئی۔

صبح کے وقت نجمہ کی آنکھیں کھلیں تو سامنے اس کا شوہر ڈاکٹر طاہر جلال اور دیگر رشتہ دار کھڑے تھے طاہر جلال کی آنکھیں رو رو کر سرخ ہو گئیں تھیں ہوش میں آتے ہی طاہر جلال نے نجمہ سے آسیہ کی موت کا ذکر کیا تو نجمہ نے سب کچھ تفصیل سے بتا دیا۔ پھر طاہر جلال پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا پھر آسیہ کو گاڑوں لے جا کر دفنایا گیا کچھ دیر تک گاڑوں میں بہت اداس تھا مگر کوئی اور رہا تھا لیکن

پھر کچھ عرصہ کے بعد بحر حالات معمول پر آگئے۔ اب طاہر جلال کا سب کچھ لٹ چکا تھا اس کی یہ دولت اسے دوسروں کو تار و الاتی مگر یہی دولت اسے بچا نہ سکی۔ اس کے ماں باپ، بہن بھائی بیٹا اور بیوی سب مہر گئے تھے فقط چند لکھوں کے مزے کے لئے اس کی ساری زندگی بد مزہ ہو گئی اب اسے صرف اور صرف موت چاہئے تھی دولت اسے زہر لگ رہی تھی اس لئے اس نے سب کچھ گاڑوں کے لوگوں کے ہتھ میں لگایا۔

وہ بھی ایک سردرات تھی جب طاہر جلال موت سے بے خبر سویا تھا کہ اچانک کھڑی ٹوٹنے کی آواز آئی۔ طاہر جلال اٹھ لائٹ جلائی مگر کمرے میں کوئی نہ تھا پھر باہر جا کر طاہر جلال نے جائزہ لیا باہر گھب اندھیرا تھا سنانا اپنے عروج پر تھا ہر طرف گرمی خوفناکی پھیلی تھی طاہر جلال واپس کمرے میں آیا لیکن دروازہ کھولتے ہی جیسے اس پر خوف اور حیرت کے ہماڑ ٹوٹ پڑے ہوں۔ طاہر جلال کا سارا کرہ طاہر جلال کے خاندان سے بھرا تھا لیکن سب کے سرتن سے جدا تھے آنکھیں اور بازو نہ تھے ہر طرف یہی حال تھا سر ہی سرخون ہی خون دھڑی دھڑی مظفر طاہر جلال کے لئے اتنا بے صبا ک تھا کہ وہ بیہوش ہوتے ہوتے بجا اور پیچھے بھاگنے لگا اس کے قدم بے اختیار قبرستان کی طرف اٹھ رہے تھے چاہتے ہوئے بھی اس نے قبرستان کی طرف دوڑ لگائی کٹنی دیر کے بعد طاہر جلال قبرستان پہنچا قبرستان میں پہنچتے ہی قبرستان میں عجب قسم کی آوازیں آنے لگیں قبرستان میں گھب اندھیرا اور سناٹا تھا ہوا میں چلنے لگیں ہادل گرنے لگے بجلی چمکنے لگی اور عدیلہ کی قبر میں زلزلہ سا آگیا دھواں نکلنے لگا طاہر جلال کسی ڈر سے ہوئے بچنے کی طرح سے ہوئے یہ مظفر دیکھ رہا تھا بھاگنے کی سکت نہ رہی تھی آہستہ آہستہ قبر چینی اور دو حصوں میں تقسیم ہو گئی اور یہ دیکھ کر تو طاہر جلال چیخنے لگا کہ اس میں سے ایک انتہائی بے صبا ک شکل کی بدروح نکلی اس نے کپڑے نہیں پہنے تھے بلکہ سارا جسم بالوں سے بھرا تھا ناخن بھی کٹنی بڑھے تھے اسی طرح دانت بھی کٹنی بڑھے تھے زبان تقریباً ایک گز لمبی تھی اس سے خون بہہ رہا تھا یہ مظفر بہت خوفناک تھا آوازیں بدستور آ رہی تھیں کہ اچانک بدروح نے قہقہہ لگایا اور کہا کہ میرے عاشق میرے محبوب کیوں اتنے ڈر رہے ہو آؤ مجھے اپنے گلے لگاؤ مجھے ہمارا کرو مہم ... مجھے معاف کر دو عدیلہ مجھ سے غلطی ہو گئی تھی دولت نے مجھے اندھا کر دیا تھا میں گمراہ تھا مجھے معاف کر دو عدیلہ مجھے معاف کر دو۔ طاہر جلال نے التجاز



مجھے میں کہا اور رونے لگا۔ معاف کر دوں گے معاف کر دوں میں نے بھی تو اس دن تم سے معافی مانگی تھیں منت سلامت کی تھی مگر کڑائی تھی مگر تم نے مجھ پر رحم نہ کیا اب میں تجھے کیسے چھوڑ دوں بعدیلہ کی روح نے غصے لہجے میں کہا اور طاہر کی طرف بڑھنے لگی اور قریب آکر طاہر جلال کو گلے سے پکڑا اور اپنے ناخن طاہر جلال کے گلے میں گاڑ دئے گرم گرم خون فوراً نے کی طرح زمین پر گر کر لگا اور طاہر جلال تڑپتا ہوا زمین پر پھنڈا پڑ گیا اب آوازیں آتی بند ہو گئیں اور بدروح ہمیشہ کے لئے اپنی ابدی نیند ہو گئی۔

صبح کو جب کافی دیر کے بعد بھی طاہر جلال نظر نہ آئے تو لوگوں نے طے کیا کہ آخری شخص بچا تھا وہ بھی گیارہ سب گاؤں والے گاؤں سے قبرستان کی طرف گئے اور طاہر جلال کو وہاں سے اٹھا کر گھر لائے اور تھوڑی دیر کے بعد اسے دفن کر دیا گیا۔ اب طاہر جلال کی حویلی کو منحوس کہا جانے لگا اور اس میں رہنے کے لئے کسی کو اجازت نہ دی گئی۔

اب اس گاؤں کا نیا چودھری الہی بخش ہے کیونکہ طاہر جلال نے وصیت میں اسے ہی چودھری بنایا تھا وہ ایک اچھا انسان ہے لیکن ایک بات بتانا چلوں کہ مرنے سے دو دن پہلے طاہر نے الہی بخش کو ایک ڈائری دی جس میں طاہر کے سارے گناہ پوشیدہ تھے اور اسے تاکید کی کہ میرے مرنے کے بعد اسے بڑھے۔ اب پورے دس سال گزر گئے مگر کوئی ظلم اور کوئی گناہ نہ ہوا کسی لوگ شک کر رہے تھے کہ ہو سکتا ہے کہ طاہر جلال نے ہی دس سال پہلے یہ کام کرنا تھا یعنی قتل وغیرہ وغیرہ مگر محسوس ثبوت صرف الہی بخش ہی کے پاس ہے۔

یہ میری زندگی میں پہلی کوشش ہے کہ کسی ڈائجسٹ کو کہانی بھیج رہا ہوں میں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی ہے کہ آپ کے لئے اچھی کہانی لکھوں مگر پسند ناپسند آپ کے حق میں ہیں۔

\*\*\*\*\*

### یہ خوشی

میرے چہرے پہ خوشی دل میں ہے غم لاکھ کوششوں سے میری محبت نہ ہوئی کم کی بہت کوشش اسے بھولنے کی میں نے اس نے مجھے بنا لیا ہے میرے دل میں مگر خود تو چلا گیا وہ بے وفا مجھ کو چھوڑ کر

### اچھا لگتا ہے

دیواروں سے باتیں کرنا اچھا لگتا ہے ہم بھی پاگل ہو جائیں گے ایسا لگتا ہے اس ہستی میں کون ہمارے آئو پوچھے گا جس کو دیکھو اس کا دامن بیچ لگتا ہے دنیا بھر کی یادیں ہم سے ملنے آتی ہیں شام ڈھلے اس سونے گھر میں میلہ لگتا ہے کس کو پتھر ماروں ناصر کون پرایا ہے شیش محل میں اک اک چہرہ اپنا لگتا ہے اقیاز حسین اعوان۔ ڈبلی ٹامدار

### اداس پنچھی ہوں

میں ایک ایسا پنچھی ہوں جس کی زندگی منزل ہے نہ کوئی ٹھکانہ جس کا نہ کوئی چاہنے والا ہے نہ اپنانے والا میں اک ایسا پنچھی ہوں جس کی میٹھی بولیوں سے ہر کوئی مسحور ہوتا ہے جس کے حسن کا ہر کوئی پرستار ہوتا ہے جسے پاس رکھنے کو ہر کوئی بیقرار ہوتا ہے جسے ملنے کو ہر کوئی بیتاب ہوتا ہے

میں ایک ایسا پنچھی ہوں جو جب کسی سے ملتا ہے اسی سے فریب کھاتا ہے جو جب کسی کو چاہتا ہے وہی اس کو ٹھکراتا ہے

### دل غریباں

حیدر آباد

صائمہ علی





## ”میں غریب“

غریب = صائمہ علی حیدر آباد  
تم نے کبھی سنا دیکھا ہے۔ کشف مسکراتی ہوئی  
اس سے مخاطب تھی وہ کیا ہوتا ہے اسے بات سمجھ نہ  
آنے کے بلوجود کشف کا مسکراہٹ میں ساتھ دینا پڑا۔  
ارے مہ لقا جی ہم تمہارے ساتھ رہے ہاں تو بڑی بڑی  
باتوں سے مستفید ہو جاؤ گے وہ مزے سے۔ بھنویں اپکا رہی  
تھی۔ اچھا اسے معلوم تھا کشف کو لمبی لمبی چھوڑنے کی  
عادت ہے۔ اے مہ عاڈرا ادھر آ۔ چچی کی چچنی آواز پر  
اسے سہیلی سے اجاٹ لینی پڑی۔ جی چچی دیوار کو کندہ  
ہی چچنی کی کھینچ نظر میں اسے سورج کی تمازت سے  
بھی تیز لگ رہی تھی ان کی ایسی نظروں سے اس کا وجود  
جلنے لگتا کسبخت تجھے گھر کا کوئی کام نہیں ہوتا جو اس  
کسبخت منحوس کے سجا کے بیٹھی رہتی ہے بلو خود تو  
خراب ہے ہی تیرا ہی منہ کالا کروائے گی۔ چل دفعہ ہو  
یہاں سے منہ کیا وہ رہی ہے میرا۔ روٹیاں ڈال تو لے  
پہ۔ چاچا آئے والے تیرا۔ وہ آنکھوں میں آنسو چھپائے  
چپ چاپ کچن میں آئی۔ اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے  
روٹیاں پکانے کے لئے عمر ہی کیا تھی اسکی گیارہ سال۔ کیا  
زندگی تھی اس معصوم مہ لقا کی۔ نہ ماں باپ کا دست  
شفقت نہ اپنوں کی محبت۔ وہ تین بن بھائی تھے مہ لقا  
دونوں سے بڑی تھی جب وہ چھ سال کی تھی باپ کو دے  
کی بیماری موت کی داو دلوں میں لے گئی۔ داؤد تین برس کا  
تھا اور بن یامین چار ماہ کا۔ کسی بد بخت عورت نے اپنا بچہ  
بچانے کے لیے بن یامین پر تعویذ ڈال دیا اسے سوکھا ہو گیا  
وہ بھی باپ کے پیچھے ہی چل رہا۔ مہ لقا کی والدہ اب  
سرال ہے۔ بوجھ تھی بلکہ بڑی بی بی تو یہاں تک کہہ دیا تھا  
اسے کھائیں گے مگر اپنے سینوں پہ ہونک دھرتا پڑے گا  
اور وہ کسی کافیب کھانے کا دروازہ نہیں تھیں اس لئے  
عدت پوری ہوتی ہی وہ بچوں سمیت سیکے آئیں مگر ماں  
باپ بھی جوان اولاد کا بوجھ کب تک چو کھٹ پہ سجا کے  
رکھتے ایک ادھر عمر کا رشتہ آیا ان کے لاکھ ”ہاں ہاں“ کے  
بلو جو انہیں دوسری شادی کرنی پڑی اور یوں مہ لقا اور  
داؤد دنیا کی گرم و سرد کے حوالے ہو گئے کیونکہ سوتیلا باپ  
پرانی اولاد گھر پہ رکھنے کا قائل نہ تھا اور وہ یوں دونوں  
رہتے رلاتے دوھیال بیچ گئے۔ دوھیال انہیں رکھنے کے  
لئے کبھی تیار نہ ہوا اگر ان کی نانی کوڑا کران لوگوں کے  
پاؤں نہ پکڑتیں۔ ”میری اور کوئی اولاد نہیں ورنہ میں  
اپنی دکھ لیتی میرا کیا ہے آج ہوں کل نہیں اگر آپ

لوگ انہیں رکھ لیں تو خدا آجکا۔ دے گا۔“ ان کی آہ  
زاری پر بچوں کی دادی کا دل بیچ گیا جب دادی فوت  
ہوئیں تو یہ لوگ ان دونوں کو اکٹھا رکھنے پر راضی نہ  
ہوئے اور یوں دونوں بہن بھائیوں کی تقسیم ہو گئی ایک  
ماں کے بچہ کو گھسے دو ٹوٹوں میں بٹ گئے۔ داؤد کو نایا نے  
رکھ لیا اور وہ چھوٹی چچی کی نوکرائی بن گئی۔ داؤد ایک سال  
سے زائد ان لوگوں کے پاس نہ نک سکا اور شوریدہ سری  
کرتے کرتے وہ چاند جانے کس گلی میں ڈوب گیا۔ مہ لقا  
بھائی کے کھو جانے پر پچھلے پچھلے روئی رہی میرے پیارے  
بھائی تم جہاں کہیں بھی ہو خدا تمہاری حفاظت کرے۔  
ساتھ والے گھر میں کشف دو چھوٹے بھائیوں اور  
ماں باپ کے ساتھ رہتی تھی کافی جاسوس ٹائپ لڑکی تھی  
اکثر اپنے منصوبوں میں اسے بھی ساتھ کرتی اور مجال تھی  
جو وہ اس کے انکار کر دیتی کشف ذہین فطین۔ بہادر اور کافی  
ماں باپ منڈا ”ٹائپ تھی اس لئے چچی اسے پسند نہیں کرتی  
تھیں۔ دوسری ٹائپ کرنے کی وجہ یہ بھی تھی کہ وہ چچی کو  
غلط بات پر ٹوک دیتی اسی بات پر انکو پتے لگ جاتے۔ کل  
تم کسی مسان کا ذکر کر رہی تھی۔ وہ میتھ سے بری طرح  
ابھی ہوئی تھی مگر جہاں کشف بی بی بیٹھی ہوں وہاں مقابل  
کے زبان پر خود بہ خود کھلی شروع ہو جاتی۔ وہاں وہ۔ اتنا  
کہہ کر وہ کچھ سوچ میں میں ڈوب گئی۔ کشف تم سے یہ  
پر اہم سولو ہو رہی ہے تو جلدی کر دو چچی ماں بیچ جاسیں گی  
ورنہ۔ وہ اس کے ہاتھ میں کافد قلم تھکا کر دوسری کتابیں  
سمیٹنے لگی۔ اچھا تیرا تو کسی یہ مسان کا کیا ذکر ہے وہ بدستور  
کتابوں سے ابھی ہوئی تھی۔ شمشان گھاٹ یا مرگٹ کو  
کہتے ہیں وہ لا پرواہی سے بولی۔ جہاں مردے جلائے جاتے  
ہیں۔ مہ لقا حیران ہو گئی تھی اس نے جویا ”سرہانے پر ہی  
انکشاف کیا۔ یہ تو بمبئی آکھیں حل۔ وہ کافد قلم اس کے ہاتھ  
میں دے کر اپنا جسم پگھلانے لگی۔ ہاں اب بتاؤ شیطان کی  
خالہ کیا پر اسراریت پھیلائی ہوئی ہے۔ ساری کتابیں  
سمیٹ کر ایک طرف رکھنے کے بعد وہ اس کی جانب متوجہ  
ہو گئی۔ یہاں پچھلے مکانوں کی طرف شمشان گھاٹ ہے چلو  
گی وزٹ کر کے آئیں۔ وہ چارپائی پر اب سیدھی ہو کر  
لیٹ گئی۔ شمشان گھاٹ اور وزٹ گئے لئے دماغ ٹھکانے  
ہے کہ نہیں تمہارا وہ اسکی بات کو بھی میں اڑاتی ہوئی اٹھ  
کوڑی ہوئی۔ تو تم نہیں چلو گی۔ وہ باپوسی سے دوبارہ اٹھ  
بیٹھی۔ نایا مجھے تو کبھی کبھار تمہاری اس جاسوسی فطرت  
سے ڈر لگنے لگتا ہے چچی ای ویسے ہی تم سے خائف رہتی  
ہیں۔

کتنے دو مجھے کون فرق پڑتا ہے تم رہتی ہو تو وہ اپنی  
چچی سے میں کیوں ڈروں۔ کشف نے تر سے جواب دیا۔  
بائی آجکائی بلا رہی ہیں۔ گندہ کی آمد پر وہ جلنے کو تیار  
ہو گئی۔ لوجی اگیا فرشتہ اجل۔ وہ تو صرف بڑبڑائی تھی مہ  
لقا نے البتہ اسکی بڑبڑاہٹ سن لی تھی اور اس کے  
تاثرات سے محفوظ ہوئی اپنے گھر کی جانب کود گئی گڈو  
نے بھی اس کی پیروی کی۔

بدنختے! تو سارا دن اس موتی کے گھر جو کبھی رہتی  
ہے یہاں ہانڈی روٹی کون کرے کا خیرا پو قبر سے اٹھ کر  
تینیں آئے گا اور نہ تیری ماں دوسرا قصہ چھوڑ کے آئی  
تھی۔ چچی کی اس گھٹیا طرز تفکر پر وہ من من میں ہلپلا  
کے رہ گئی۔ کیا کرنے جاتی ہے تو وہاں بول۔ چچی نے روٹی  
خیا کو چارپائی پر بیٹھنے دیتے ہوئے کہا۔ چچی ہم دونوں  
دسویں کے امتحانوں کی تیاری مل کر کرتی ہیں میں وہاں  
صرف پڑھنے جاتی ہوں وہ ہمت جمع کرتے ہوئے بولی۔ جا  
بی بی جالا اب بکواس نہ کر اور سن یہ تیرے ڈوبنے سے کیا  
بندھا ہے۔ چچی نے پلو سے بندھے سو روپے نازلے  
تھے۔ وہ جی میں نہ کشف سے ادھار لئے ہیں پر کیٹیکل  
منگوانے کے لئے۔ اس نے گھبراہٹ میں پلو دونوں  
ہاتھوں میں چھپانے کے انداز میں بیچنے لیا۔ لا ادھر دے  
مجھے نیا کی دوئی لانی ہے تیرے چاچے کی دکان آج کل  
مندى چل رہی ہے۔ فوراً حکم صادر ہوا۔ مگر چچی میں  
نے پیسے تو ابھی وہ بات بھی پوری نہ کر پائی تھی کہ چیل  
تراخ سے اس کے گلنے پر گئی ابھی وہ کھٹا سسلانے کی  
غرض سے جھکی ہی تھی کہ نابو توڑ سسلے بڑی شدت سے  
شروع ہو گئے وہ سیدھی بھی نہ وہ پائی کہ چچی کا ادھر ہاتھ  
چلا ادھر پیر۔ ارے ارے یہ کیا کر رہی ہو زیب۔ کشف کی  
ای دوڑتی ہوئی آئیں۔ بڑی بی جاؤ تم۔ تمہاری بی بی اسے  
خراب کرنے کے لئے کم ہے جو تم بھی آگئی ہو اب ان کی  
توپوں کا رخ اس کی طرف تھا وہ بے چاری سیدھی ساوھی  
خاتون ان کی بات پر بولھا لگیں اور فوراً ”اپنے گھر کو پلین  
کیا بہت درد ہو رہا ہے۔ اس کے کراپنے سے کشف خود  
بھی زپ گئی مگر وہ خاموشی سے چلتی رہی۔ آج تم چھٹی  
کرتی۔ خالصانہ مشورے سے پھر نوازا۔ ہم جیسوں کے  
لئے سکول بہترین پناہ گاہ ہوتی ہے جنم جیسے گھر سے کچھ دیر  
کے لئے ہی سہی چھٹکارا تو مل جاتا ہے۔ مہ لقا کے لیے میں  
غلوں کے خزانے تھے جو کبھی کبھی تو اسے بھی آبدیدہ کر  
دیتے حالانکہ اس کے پاس کیا نہیں تھا ماں باپ اور بھائیوں کا  
پیار دولت کی ریل چل مگر پھر بھی اسے مہ لقا کا غم اپنے

پینے سے نکال محسوس ہوتا تھا۔

چھٹی کے وقت تک وہاں خاموش رہیں۔ ارے  
یہ کون سے راستے کی طرف لے جا رہی ہو تم مجھے۔ رستہ  
بانے پر وہ بری طرح بدکی۔ اچھا تو تم میرے بارے میں  
اچھی رائے نہیں رکھتی۔ سٹرل چچی کی طرح۔ وہ  
دونوں ہاتھ کر کے جھانک رہی تھیں۔ اچھا چلو  
کدھر جانا ہے ہر وقت یہ فاسی پڑ نہ بنائے رکھا کرو۔ وہ  
زبردستی اس کے دونوں ہاتھ پالیوں سے الگ کرتی بولی۔ کیا  
ہے۔ کشف ہر طرف سے اس مرگٹ کا جائزہ لے رہی  
تھی۔ مجھے وحشت ہو رہی ہے پلین چلو یہاں سے وہ بری  
طرح پریشان تھی۔ جلے ہوئے جسموں کی سڑاؤ اسے بے  
چین کر رہی تھی۔ اچھا چلتے ہیں پہلے اس سے متعلق ایک  
کمانی تو سن لو وہ اسکی حالت سے محفوظ ہوتی ہوئی بولی۔  
جلدی بگو۔

پاکستان بننے سے قبل یہ جگہ۔ شمشان گھاٹ کلمات  
تھی یہاں بسنے والا ایک شخص رام چند بہت غریب ٹائپ  
تھا اسے اونچے علوں میں رہنے والی ایک مہارانی بیلا پسند  
آئی اور جب یہ بات لڑکی کے خاندان میں پھیلی تو انہوں  
نے رام چند کو قتل کر دیا اسے جلانے کے انتظامات اسی  
جگہ کئے گئے جہاں ہم کھڑے ہیں۔ جب یہ بات بیلا کو  
معلوم ہوئی کہ رام چند قتل ہو چکا ہے جلانے سے پہلے کی  
آخری رسومات ادا کی جا رہی ہیں تو وہ اپنی حویلی سے  
بھاگتی ہوئی یہاں آئی لوگوں کے جم غفیر کو پرے ہٹایا اور  
رام چند کی جلتی چلا کے ساتھ خود بھی زندہ جل گئی اور  
اسی کے ساتھ ختم ہو گئی مگر اس کے بعد آج تک یہاں  
کئی دوبارہ لاشیں جلانے نہیں آسکا لوگوں کا کہنا ہے کہ وہ  
دونوں اب اس شمشان گھاٹ میں رہتے ہیں مگر کسی کو  
نظر نہیں آتے۔ رام چند اور بیلا کی یہ جی داستان سن کر  
مہ لقا نے ایک مل کے لئے جھرجھری سی لی۔ اگر بالفرض  
تمہارے ساتھ بھی ایسا ہو جائے تو کیا تم بیلا چھٹی قربانی دینا  
پسند کرو گی۔ کشف نے عجیب ہی سوال جھاڑا میں اتنی  
عظیم کہاں۔ وہ حاضر جوابی سے بولی۔ تو کشف مسکراتی  
ہوئی باہر نکلے وہ بھی پیچھے ہوئی۔

تیری ماں تو خود بیلا دھکا کے بیٹھ گئی اور ہم پر عذاب  
لا دیا ہے چچی اس کے ہاتھوں میں لان کا ایک ٹکڑا قسم کا  
سوٹ تھماتے ہوئے بولیں۔ چچی آپ رکھ لیں میرے  
پاس سوٹ پہننے کو ہے۔ نانی ماں نے جو بھیجے تھے۔ وہ سسے  
لبے میں بولی۔ مجھے پتہ ہے بہت خیال رہتا ہے تیرے  
نخیال کا تیرا۔ ایک اور تیرا۔ اور سن غسل خانے کی



صفائی کروے گندا ہو رہا ہے وہ جب تک سامنے ہوتی چچی کے دماغ میں کوئی نہ کوئی کام ساجاتا اور وہ اسی میں گوشہ عافیت جانتے ہوئے کام میں جت جاتی کم از کم ان کی چکیلی آنکھوں سے کچھ مل کے لئے ہی سہی گلو خلاصی ہو جاتی۔ واقعی ہاتھ روم پر اندھا ہوا رہا تھا وہ فوراً صفائی میں جت گئی۔ اوئی۔ اسکے منہ سے بے اختیار نکلا تھا لوٹے میں پانی کی جگہ تیزاب بھرا تھا جسے چچی بڑی فراخ دلی سے رکھ گئیں تھیں اس کی تیزاب میں ڈوٹی انگلیاں جھلس گئیں وہ تڑپتی ہوئی باہر نکل آئی اتنے میں چاچا بھی دکان سے آگیا ارے یہ کیا ہوا ابی۔ پچھا تیزاب۔ وہ بار بار جلی انگلیاں جھٹک رہی تھی۔ تیزاب کہاں سے آگیا۔ پچھا پریشان ہو گئے پتہ نہیں۔ جانتے ہوئے بھی وہ حقائق چھپائی۔ اچھا تم بیٹھو میں برتل لے کر آتا ہوں۔ چچی جانے کہاں چھپ کر گئیں تھیں۔ پانچ چھ منٹ میں چچا برتل لے آیا۔ برتل لگتے ہی اسے کچھ سکون ہوا۔ ارے یہ گدو کیوں رو رہا ہے۔ دونوں اسکی چیخ پکار پر گھبرائے ہوئے اوھر لپکے ہر سر سے گدو کے چلانے کی آواز آرہی تھی۔ پچا رانگی میں اسے پاؤں دھوئے آیا تھا اور دونوں پیر جلا بیٹھا گدو کی چیخ پر اٹھ کر سنا تھا اس کے ساتھ زیبا چچی کی چیخ و پکار بھی کونج رہی تھی۔ ان کا تو وہ حساب ہوا "آپ اپنے دام میں آگیا صاب"

چلو چلو جلدی کرو۔ کشف اسے الماری کے اندر دھکا دیتی ہوئی یہ جھلت ہوئی۔ مگر تم مجھے لے کے کہاں جا رہی ہو۔ وہ حیرت سے چلی۔ یہ تو راز ہے مگر تم چلو نیچے چل کر سب پتہ چل جائے گا اور اسے اس صم جو اور مردوں جیسی بہادر لڑکی کے ساتھ الماری میں اترا پڑا۔ یہ الماری "مردوں کے مسکن" کے نام سے پورے سکول میں مشہور تھی۔ اوھر جو لڑکی بھی کھیلتی نظر آتی دوبارہ۔ بے ہوشی کی حالت میں بڑی مٹی۔ مگر وہ کشف ہی کیا جو کس بات کا اثر لے۔ اس کی نظروں میں یہ الماری کافی دن سے چڑھی ہوئی تھی مگر تب موقع نہ ملا تھا آج جیسے ہی ہاف ٹائم ہوا ساری لڑکیاں گروڈ کو لپکیں اور وہ اسے اسٹاف روم کے کچھلی طرف والے دریاں سے کمرے میں لے گئی جہاں بوسیدہ سی الماری اپنے کندھ پر ہونے کا ثبوت دے رہی تھی۔ چھوٹی چھوٹی اندھیری میز صوفوں کو وہ بیروں سے ٹوٹی وہ بھٹک رہے تھے اسے اس دن والا شمشان گھاٹ کا قصہ یاد آگیا جس نے اسکے رگ و پے میں خوف کی لہر دوڑا دیں اس نے مضبوطی سے کشف کا ہاتھ تھام

لیا گھبرا تو خیر کشف بھی مٹی ہی وہ تو بھی مٹی یہاں سونے چاندی کے ڈھیر جھلک جھلک کر رہے ہوں گے مگر یہاں تو کچھ بھی نہ تھا خوف و ہراس کے علاوہ چیخ چیخ چلو واپس چلیں۔ مہ لقا کا چہرہ دھواں ہو رہا تھا ہاں "آپ چلو وہ بھی فوراً" چلنے کو تیار ہو گئی۔ ابھی انہوں نے پہلی میز مٹی پر قدم رکھا ہی تھا کہ اوپر کی جانب سے دھواڑھرا پتھروں کی بارش شروع ہو گئی۔ وہ دونوں بوکھلائی ہوئیں دوبارہ اسی جگہ جا کھڑی ہوئیں۔ ایک دم پتھر برسے بند ہو گئے۔ وہ پتھر اوپر کی جانب دوڑیں مگر وہ سلسلہ پتھر شروع ہو گیا مجھے تو یہ کوئی بھوت بگڑا لگا ہے مہ لقا کی کھٹی کھٹی آواز خارج ہوئی۔ بہادری کے جوہر دکھانے والی کشف کے بھی طوطے اڑے ہوئے تھے۔ یہاں کیا کرنے آئی ہو۔ بھاری گونجی آواز یہ مہ لقا تڑپ کے کشف سے لپٹ گئی۔ ہم تو یہ دیکھتے آگے تھیں کہ اوھر سے کیا جو سب ڈر جاتی ہیں۔ کشف تھوڑے نکلے ہوئے بولی ٹھیک ہے جاو مگر آئندہ یہاں قدم رکھنے سے پہلے کسی بار سوچنا۔ انجی کی چکنی آنکھیں انہیں بری طرح پریشان کر رہی تھیں اس کی اجازت پر دونوں کے تھے ہوئے اعصاب معمول پر آئے وہ فوراً سے پتھر پھر اوپر کو لپکیں۔ ٹھوڑے دوں دونوں اسی طرح مڑیں اور چکنی آنکھوں والے کے وجود کو تلاش کرنے لگیں مگر اندھیرے میں کچھ بھائی نہ دے رہا تھا۔ یہ لوہ انہیں اپنی گردنوں پر کچھ بھجنا ہوا محسوس ہوا۔ دونوں اس وقت حیران رہ گئیں۔ چلتے سونے کے ہار ان کی آنکھیں چتر چتر رہے تھے۔ دونوں کی نظر میں آپس میں انہیں پھر کشف نے ان دیکھے وجود کی تلاش میں نظر سر دوڑائیں۔ آپ ہیں کون؟

میں جو بھی ہوں تم لوگوں کو اس سے مطلب نہیں ہونا چاہیے ویسے میں اس جگہ کی حفاظت کرتا ہوں اب تم دونوں جاؤ۔ وہ ہمیں مزید پوچھ توئی کرنے کے بجائے اوپر آگئیں۔ چھٹی کی پھل بج چکی تھی۔ اس لئے بہت سے سوالوں سے وہ بچ گئیں۔ خالہ کیا واقعی ہمارے اچھی سے کشف کی امی کو کھٹے گئی۔ تو اور کیا بیٹا وہ ضرور سنا ہو گا اور اس جگہ سونے جو اہرات کی حفاظت کرتا ہو گا۔ امی اگر وہ سنا تھا تو اس نے ہمیں مارا کیوں نہیں۔ وہ دونوں ہاتھوں کے پیالے میں چرو چھاتی ہوئی۔ پہلے تو مجھے یہ چاہیے تھی پاسوں والی علوت جانے لگی کس۔ وہ غصے میں آگئیں تو کشف کی کترا گئی خالہ میرا یہ سوچا اپنے پاس رکھ لیں مجھے ضرورت پڑی تو میں آپ سے لے لوں گی۔ وہ بار خالہ کو تھماتی ہوئی

جانب وہ شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتی بولیں۔ شکریہ خالہ جان یہ آپ لوگوں کی مہربانیاں ہیں جو مجھے زندہ رہنے پر آکرائی ہیں ورنہ تو میں کب کی مر چکی ہوتی وہ خود بھی رنجیدہ ہوئی خالہ کو بھی آبدیدہ کر دیا۔ اسی شام فائزہ پچھو کی فیملی آگئی۔ ساتھ میں انکی ہم عمر نشاط میں تھی نشاط سے دو سال بڑا مشہود اور بلی سود اور مقصود نشاط سے چھوٹے تھے اور وہ لوگ گھنٹوں چچی سے باتیں کرتے رہے۔ ارے ممانی یہ کون ہیں۔ نشاط اس موہنی سی مہ لقا کو دیکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ تمہارے بیٹھے ماموں کی بیٹی ہے۔ چچی اس کے ذکر پر منہ بگاڑ کے رہ گئیں۔ پچھی فائزہ بھائی کی اولاد کو دیکھ کر تڑپ گئیں فوراً آگے بڑھ کے اسے گلے لگایا تھی دیر روٹی رہیں۔ آپ آئیں نہ یہاں بیٹھیں۔ نشاط اس کا بازو پکڑے سونے کے قریب لے آئی۔ آپ لوگ وہ بدستور ابھی ہوئی تھی۔ میں تمہاری پچھو ہوں سب بھائیوں سے بڑی ہم لوگ امریکہ میں رہائش پذیر تھے کچھ ہی دن پہلے پاکستان آئے ہیں۔ تمہارے والد کی فونٹی پر بھی ہم آئے تھے مگر اس وقت تم بہت چھوٹی تھی۔ مہ لقا تم ان کے پاس بیٹھو میں کھانے پینے کا بندوبست کر آؤں۔ زیبا یہ کتنی اٹھ کھڑی ہوئیں اور وہ حیرانگی سے ان کی نقل و عمل پر غور کر رہی تھی وہ تو اس پر حکم چلانے کی قائل تھیں پھر یہ مہربانیاں۔ پھر کچھ سوچ کر اسکے لیوں میں بلی کی مسکراہٹ پھیل گئی جسے صرف مشہود ہی دیکھ سکا۔ چچی ان لوگوں سے ڈرتی ہوں گی کیونکہ یہ کلنی امیر لوگ ہیں بھی۔ آپ ہمارے ساتھ چلنا یہاں آگئی ہونے کی وجہ سے میں کافی پور ہو جاتی ہوں۔ نشاط نے ایک بار پھر گفتگو میں حصہ لیا۔ مگر چچی نہیں مانتیں گی۔ بے اختیار اس کے منہ سے نکل تو گیا مگر اب وہ پچھتا رہی تھی۔ اس کا مطلب ہے۔ نشاط نے ایک بل کے لئے فائزہ بیگم کی جانب نکلا اور ان کی آنکھوں میں ہیرا تاف دیکھ کر وہ سمجھ گئی کہ اس معصوم پر اس گھر میں ظلم ہوتا ہے زیبا ہم مہ لقا کو کچھ دن کے لئے اپنے گھر لے جانا چاہتے ہیں۔ انہوں نے چچی کے آتے ہی اپنا فیصلہ منا دیا مگر وہ جواز گھڑ نہ سکیں۔ مہ لقا اپنے پکڑے وغیرہ رکھ لو۔ پچھو شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتی ہوئیں بولیں۔ چچی۔ وہ مدد طلب نظروں سے انہیں کھٹے لگی۔ میں تو کچھ نہیں کتنی اپنے چاچے سے پوچھ لے۔ چچا نے ہنسی میں پیش کے اسے اجازت دے دی البتہ زیبا اندر ہی اندر چیخ و تاب کھا کر کے رہ گئیں انہوں نے گدو والے

نشاط کے لئے وہ اچھی پارٹنر ثابت ہوئی عمروں کا فرق کے بغیر وہ ایک دوسرے کو ہم کتنی تھیں۔ نشاط میٹرک پاس بھی دوہا بعد داخلہ کھلتے تھے اسی لئے وہ فی الحال پڑھائی سے آزاد تھی۔ ان لوگوں کا اپنا مکان زیر تعمیر تھا اس لئے کرائے کے گھر میں گزارے کے لئے رکے تھے۔ اسے جانے کیوں اس گھر سے بھی کھسار و ہشت سی ہونے لگتی۔ اسی روز بھی رات کے پہرا اسکی آنکھ کھل گئی پیاس سے حلق میں کانٹے پڑ رہے تھے اندر فرخ تک جانے کی ہمت اس میں بالکل نہیں تھی اندر کی ساری لائٹس آف تھیں اس لئے وہ بغیر ہمت والے غسل خانے کی جانب قدم بڑھانے لگی جہاں لگی ہوئی تھی اچانک اسے ٹھٹھک کے رک جانا پڑا۔ کوئی لڑکی بیٹھ موڑے چوکی پر بیٹھی تھی وہ کبھی نشاط ہے۔ تم یہاں کیا کر رہی ہو نشاط! ایکدم ہی اس نے چہرہ موڑا اس کی موٹی موٹی آنکھوں میں عجیب سی اداسی کھلی تھی چہرے کے خوبصورت نقوش کھمکانے ہوئے تھے۔ بہت تھک گئی تھی اس لئے سستانے کی غرض سے بیٹھ گئی۔ اس کے ساتھ ہی وہ اپنی مترنم سی آواز سمیت ہوا میں تحلیل ہو گئی۔ سنو! ابھی وہ اس عورت کے حشر سے آزاد بھی نہ ہو پائی تھی کہ خروانہ آواز یہ اسے پیچھے مڑنا پڑا۔ جو چیز اس کے سامنے کھڑی تھی وہ اس کے حواس تتر کرنے کے لئے بہت تھا۔ اس کا کوئی جسم نہیں تھا ہاں مگر ایک انسانی سر اور اوھر ڈول رہا تھا جسے کوئی ڈوری سے بندھی چیز ہلائی جاتی ہے۔ پسنے کے قطرے اس کی فراخ پیشانی پہ ٹپکے۔ تم انسان بھی عجیب چیز ہو ہمیں سنا کر کیا ملتا ہے تمہیں۔ انسانی سر کے لیوں سے آواز برآمد ہوئی۔ پھر وہ کھوپڑی بھی ہوا میں تحلیل ہو گئی جبکہ وہ دھڑام سے زمین پر آ رہی۔ شور کی آواز یہ سب لوگ اٹھ بیٹھے بڑی مشکلوں سے اسے ہوش دلایا گیا۔ ہوش میں آنے کے بعد بھی وہ چپ چاپ سی رہی۔ کیا دیکھا تھا آپ نے۔ مشہود اس کے دیران چہرے پر کچھ تلاش کر تا ہوا پولا خوف کے زیر اثر ہونے کے باوجود وہ ہولے ہولے رات والا منظر دہرانے لگی۔ یہاں کوئی سایہ وایہ تو نہیں۔ شفیق چھو پھانکی پریشانی دیکھنے کے لائق تھی۔ نشاط سب سے زیادہ سہمی ہوئی تھی۔ ہو سکتا ہے اس کا ہم ہو۔ وہ مختصر "کہتا ہوا وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا پچھا شفیق اور مشہود آفس چلے گئے۔ سود اور مقصود اپنے سکول کے لئے روانہ ہو گئے گھر میں صرف تین خواتین رہ گئیں۔



کے نزدیک صوفیہ پر ہمتی ہوئی مسکرائیں۔ پچھو وہ سب کچھ واقعی خوفزدہ کر دینے والا تھا ورنہ مالی منڈے کے ساتھ رہ کر میں کچھ بہادر تو ہوئی ہوں وہ اس وقت کافی حد تک سنبھل چکی تھی۔ مایہ منڈا یہ کون ہے۔ پچھو کی آنکھیں حیرت سے پھیلیں۔ وہ ہمارے ساتھ والے گھر میں رہتی ہے بچپن سے ہی وہ بڑی ذہن اور بہادر ہے بچپن میں وہی تو تھی جس نے مجھے زندگی سے ہارنے سے بچایا اس نے قدم قدم پر میری حوصلہ افزائی کی۔ صرف میری خاطر چچی کی جلی گئی سنی مگر کبھی حرف شکایت زبان پہ نہیں لائی۔ میں اسے ہتار نہیں آتی وہ ناراض ہوئی چچی سے تو بھی نہ پوچھے گی اسکے ذکر پر وہ کتنی دیر مسکراتی رہی۔ بھی کس کی باتیں ہو رہی ہیں مشہود ابھی آفس سے لوٹا تھا کچھ نہیں بچی کا بی بہادر رہی تھی۔ پچھو اسے ساتھ لگاتی ہوئی بولیں۔ اسی آپ فائل کھیل رہی ہیں میرے ساتھ۔ اسے فائزہ کے ساتھ لگا دیکھ کر نشاط نے منہ پھلایا۔ ایک تو تم ہر اس بندے سے جلنے لگتی ہو جنہیں اپنی پرکارتی ہیں۔ میرے خیال سے تو تمہارا نام ”جل کلوی“ ہونا چاہئے۔ مشہود کی رنگ طرفت پر وہ آنکھیں پٹپٹا کر اسے دیکھنے لگی۔ اے، محترمہ نظر لگاتی ہے مجھے۔ اسکے ٹوکنے پر وہ نیچے نظریں کر گئی۔ بھائی پہلے مجھ سے نہیں آپ نے مجھے جل کلوی کیوں کہا۔ وہ غصے سے ہاتھ جمائے اس کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ ذرا ذرا سی بات پر لڑنے پر بیٹھ چلا کہ تو تم دونوں پچھو کے غصے کے ڈر سے نشاط پیر جھپٹی پکن کو لپکی اور وہ اسکی حرکت پہ مسکرا کے رہ گئی۔

میں واپس جانا چاہتی ہوں تین روز ہو گئے ہیں وہ جو کیسٹ پلیئر میں لگا رہی تھی مہ لقا کی بات یہ مڑ کے بیٹھ گئی۔ کوئی ضرورت نہیں وہاں جانے کی اگر تم گھنٹیں ٹال اپنی اس چچی کے پاس تو پھر دیکھ لینا تاغیں توڑ کے ہاتھوں میں تھما دوں گی۔ وہ غصے میں پھونک رہی تھی۔ مگر مجھے جانا تو ہے۔ وہ اس کا غصہ نظر انداز کر گئی۔ آہ اس جہنم میں جاؤ گی۔ وہ طنز کرنے سے باز نہیں آئی۔ ہاں۔ چلو ٹھیک ہے تم چلی جاؤ ایک دن ہم تمہیں خود ہی اڑالیں گے وہاں سے۔ وہ اس بار نرم لہجے میں بولی۔ مطلب! اسکے چہرے پر سوالیہ نشان بکھر گئے۔ مطلب یہ کہ مشہود بھائی نے تمہیں پروا کیا ہے ہم لوگ کچھ دنوں میں تمہارا رشتہ لینے آئیں گے۔ اس کے اس انکشاف پر وہ نظریں جھکا کر رہ گئی۔ کیا ہوا تمہیں اچھے نہیں لگتے بھائی۔ وہ پریشان ہوئی۔ ایسی

دے گی۔ وہ اپنی میسنری آنکھیں بچائی تھ کھڑی ہوئیں۔ ان کے جانے کے بعد فائزہ کتنی دیر سوچوں میں ڈوبی رہیں۔ آخری فیصلہ کرتے ہی وہ پر سکون ہو گئیں۔ مگر باقی ابھی نشاط بچی کو فوت ہوئے پندرہ دن ہی بمشکل ہوئے ہیں صغیر نے عذر تراشا اس سے کیا ہوتا ہے مرنے والے برجائے لوٹ کر تو نہیں آتے ٹال اس لئے میں جمعہ کے روز آکر اپنی امانت لے جانا چاہتا ہوں اور اسے میرا حکم سمجھو یا تھا کہ اپنی پوری دنیا کو اس بات کی ہوا بھی نہ لگے۔ ان کے سختی سے کہنے پر صغیر چپ ہو گئے۔ مگر دنیا چچی سب کچھ سن چکی تھیں۔ ایک لہجہ کو ہونٹ چلیا پھر مسکراتی ہوئیں اس کے کمرے میں آئیں۔ مبارک ہو مہ لقا تمہاری پچھی تمہیں جمعہ کے روز بیٹھنے آ رہی ہے اور اسکی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس خبر پر خوشی کا اظہار کرے یا پھوٹ پھوٹ کر رو دے۔ دشمنو! مبارک ہو شادی کی۔ کشف کو جانے کہاں سے بھٹک رہی تھی وہ اچھلتی کودتی اس کے پاس پہنچ گئی۔ پتہ چل گیا تھا تمہیں۔ ظاہر ہے مجھے یہ پتہ چلنا تھا ذرا حوکم بھی تو سب سے زیادہ میں نے بھائی ہے۔ وہ اتر آئی۔ اچھا تو جناب مرانی ہو گئے ہیں۔ وہ اسکی چٹکی لیتی ہوئی بولی۔ مرانن ہوئی تم۔ تمہاری چچی۔ وہ اغوشا دکھائی ہوئی بولی۔ کیواس نہیں کرو سن کیس کی وہ۔ اب کیسے پرواہ ہے وہ اس کے کپڑوں میں لوٹیاں کھاتی ہوئی بولی مجھے تو ہے۔ ارے یہ کیا۔ فائزہ جو کھٹ پر رکھی مونی سی روٹی کو آنکھوں سے لگاتی ہوئی بولیں کیا ہے ای۔ متصور بھاکا چلا آیا۔ دیکھو یہ روٹی کیسے بڑی تھی پتہ نہیں کس ناقد رے نے چٹکی ہے۔ مقصود نے ایک نوالہ توڑا اور حیرانگی سے مال کا منہ دیکھنے لگے چپائی کے اندر ان سب کا نام لکھا تھا۔ اسے پھینک دو مقصود اسے پھینکے۔ وہ دو دونوں ہاتھوں سے اپنا دل قحتمتی بولیں۔ مقصود نے فوراً روٹی باہر اچھال دی جیسے ہاتھوں نے تنگی تاروں کو پکڑ لیا ہو۔ وہ سمجھ تو گئیں تھیں کہ ساری کارستانی دنیا کی ہے کیونکہ وہ تو شروع ہی سے مہ لقا کے خلاف تھیں اور ان کے دل میں مہ لقا کی نفرت ڈالنا چاہتی تھیں مگر وہ جانے کیوں اس بھولی بھالی صورت سے نفرت ہرگز ہرگز کرنے کو تیار نہ تھیں۔ آج مشہود کی شادی تھی فائزہ بیگم یہ نسبت پہلے کے خوش نظر آنے کی کو شش کر رہی تھیں۔ آج سارے چہرے مسکراہٹوں کی آلودہ گاہ بنے تھے۔ رخصتی عمل میں آتے ہی یہ چھوٹا سا قافلہ خوشی خوشی گھر کی جانب رواں

کے ساتھ بیٹھ گیا تھ، پہلی کار میں مہ لقا سارے گھر اور دیوروں کے ساتھ بیٹھی تھی۔ دلسن کے بچنے سے پہلے وہ لوگ استقبال کے لئے پھول پتیاں لئے کھڑے تھے کہ اچانک وہاں آگ کے سلسڑوں کے پاس کسی دوست کا جلتا ہوا سگریٹ گر گیا اور بھٹکی کے آواز کے ساتھ سارا گھر آگ کی لپیٹ میں آ گیا۔ جب تک دوسری کار بچی ان لوگوں کی بچ و پکار بھی ٹھنڈی ہو چکی تھی۔ مہ لقا کی آنکھوں کے سامنے ایک دم اندیرا سا چھا گیا مگر دوسرے لمحے وہ بھی جیتی ہوئی آگ میں گھس گئی۔ آج کشف اسکی قبر پر فاتحہ پڑھتے ہوئے سوچ رہی ہے کاش چچی ظلم میں اس قدر اندھی نہ ہوئیں تو آج خود بھی خاندان برباد نہ ہوتیں چچی کا ذہنی توازن بگڑ کے رہ گیا لکڑ اور بنیاد وری ٹھوکریں کھانے کے لئے اکیلے رہ گئے صغیر چچانے دوسری شادی کر لی۔ کاش میں مذاق میں اس دن اسے یہ نہ کہتی کہ تم دقت آنے پر رام چند اور بیلا جیسی قربانی دے سکو گی۔ کون کتا ہے تم بزدل ہو۔ تم تو بہت بہادر ہو بہت۔ اس کے ساتھ ہی کشف کھنٹوں میں سر چھپائے روٹی رہی اسے شدت سے فاری کا وہ شہریاد آ گیا۔ پر مزار ماں غریباں نے چرانے نے گلے نے پر پرواز سوز، صدائے بلبلے (ہم غریبوں کے مزار پر نہ کوئی چراغ جلاتا ہے نہ کسی پروانے کے پر جلتے ہیں اور نہ بلبل کی صدا کو سنتی ہے) ▲▲▲▲▲

### غزل

ہر روز میرے گھر میں صدا شام سے پہلے جاتا ہے اداسی کا دیا شام سے پہلے میں اپنے خیالوں میں ترا عکس سجائے دیتا ہوں تجھے روز صدا شام سے پہلے اس واسطے میں کھول کے رکھتا ہوں درختے لگتی ہے جھلی مجھ کو ہوا شام سے پہلے پانی پہ تیرے تیرے عکس کو دیکھا منظر وہ لگا مجھ کو بھلا شام سے پہلے کسے گزرتے ہیں شب و روز مرے اب آدھ مرے گھر کو ذرا شام سے پہلے سلمان منیر اظہر سے سہ بہادر پور



ہماری یہ شکاری پارٹی کل آٹھ افراد پر مشتمل تھی۔ تین خواتین اور پانچ مرد راہٹ پارٹی کا چیف تھا جبکہ جگ دیش، آر تھر، جوزف اور میں مرد ممبران تھے تین لڑکیاں مارگریٹ، میری اور جولی پارٹی کی خواتین رکن تھیں ہم سب افریقہ کے وسیع و عریض جنگلات میں غیر قانونی طور پر ہاتھی دانت شیروں کی کھالیں اور ہڈیاں اور دیگر جانوروں کا شکار کرنے کی غرض سے آئے ہوئے تھے۔

میرے اور جگ دیش کے علاوہ باقی سب مقامی باشندے تھے جگ دیش کا تعلق بھارتی ریاست آسام سے تھا۔ وہ ایک خطرناک مفروہ ڈاکو تھا دو سال قبل ایک جیل سے درجن بھر سپاہیوں کا مار کڑہ بھارت سے فرار ہو کر افریقہ پہنچا تھا راہٹ جو کہ پارٹی کا سربراہ تھا چالیس یا پچاس سال کا ایک کرخت اور خبیثہ چہرے کا مالک شخص تھا کام کی باتوں کے علاوہ اور گفتگو پسند نہیں کرتا تھا جوزف بائیس تیس سال کا ایک گھرو جوان تھا خاصا یار باش قسم کا شخص تھا مسکراہٹ سدا اس کے ہونٹوں پر کھلی رہتی تھی البتہ آر تھر بے حد تند خو اور کسی حد تک وحشی قسم کا انسان تھا اس کی آنکھوں سے سدا سرد مہری جھلکتی تھی اس کی شخصیت شروع دن سے مجھے پسند نہیں بھی لڑکیاں تینوں توخیز تھیں اور خطرناک حد تک فری رہنا ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی ہماری پشت پناہی ایک غیر قانونی تنظیم ٹی ایل یعنی ٹائیگر زلا کر رہی تھی اور ہماری معاوضے کے عوض ہم نے اس خطرناک کام کے لئے آمادگی ظاہر کی تھی شام ڈھلے تنظیم کی جانب سے ایک ٹرک نے ہمیں وسیع جنگل کے کنارے اتار دیا تنظیم کا ہیڈ کوارٹر یہاں سے ساتھ ستر کلومیٹر کی دوری پر واقع تھا سامان اتارنے کے بعد چیف راہٹ نے خیمے نصب کرنے کا حکم صادر کیا خیمے کمبل اور کھانے پینے کی اشیاء کے علاوہ ہاس کے بڑے بڑے کٹڑے لکڑی کے تختے اور دیگر ضروری سامان بھی ہم نے بڑی تعداد میں ساتھ لائے تھے لکڑی کی موٹی موٹی میٹھیں ٹھوک کر ایک گھنے کے اندر اندر ہم نے خیمے نصب کر لئے۔ کھانے پینے کی چیزیں سنور کرنے کے لئے ایک علیحدہ خیمہ بنا کر اشیاء خورد و نوش اس میں رکھ

متعلق تبادلہ خیال کر رہے تھے۔ کھانا گو کہ تیار حالت میں موجود تھا لیکن بہر حال گرم تو کرنا تھا۔

کھانا جب تیار ہو چکا تو ایک لمبی دری بچھا کر ہم سب نے کھانا کھایا۔ ہمارے خیمے چونکہ جنگل کے انتہائی قریب تھے لہذا رات بے خبری میں دونوں کے حملے کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا تھا کھانا کھانے کے بعد چیف راہٹ نے رات گزارنے سے متعلق اپنی حکمت عملی وضع کرتے ہوئے کہا کہ مردوں میں سے چار کو رات کی ڈیوٹی سونی جاری ہے دو کو آدھی رات تک حفاظت کے فرائض انجام دیتے ہیں جبکہ باقی رات دو سرا جوڑا ڈیوٹی دے گا پچانچہ ابتدائی رات میری اور جگ دیش کی ڈیوٹی لگائی گئی اور آدھی رات کے بعد حفاظت کا فرض جوزف اور آر تھر کو ادا کرنا تھا تینوں لڑکیاں ایک خیمے میں جا کر سو گئیں آر تھر اور جوزف ایک دوسرے خیمے میں سوئے کے لئے چلے گئے اور چیف راہٹ ایک الگ خیمے میں جا کر سو گیا میرے اور جگ دیش کے کندھوں پر راتفل لٹک رہے تھے تاہم چیف کی جانب سے سختی سے ہدایت کی گئی تھی کہ ناگزیر حالات کے سوا کوئی بالکل نہیں چلانی ہے۔ رات کا ابتدائی حصہ شروع ہو چکا تھا ہم دونوں الگ الگ جگہوں پر پہرہ دے رہے تھے خیموں کے اگلے حصے کی دیکھ بھال میں کر رہا تھا جبکہ پیچھے کی جانب جگ دیش پیرا دے رہا تھا رات دیرے دیرے بھگ رہی تھی ساتھ ہی سردی بھی بڑھ رہی تھی میں خیموں کے سامنے کھڑا تھا۔ میری جو کس نظرس اطراف کا باریک بینی سے جائزہ لے رہی تھیں لگ بھگ رات گیارہ بجے کے قریب میری نظر اچانک جنگل کی جانب سے آتے ہوئے دو ہیولوں پر پڑی میں ایک دم الرٹ ہو گیا اندھیرے میں دونوں ہیولے بڑے بڑے سیاہ دھبے نظر آرہے تھے دونوں کا رخ اسی جانب تھا کوڈو ڈو کے انداز میں میں نے ہلکے سے کولہ کی آواز نکل کر جگ



دیش کو متوجہ کیا یہ بات ہم دونوں میں پہلے ہی سے طے ہو چکی تھی چند ہی لمحوں بعد جگ دیش دے پاؤں چلتے ہوئے میرے پاس پہنچ گیا ہیولے بدستور ہماری جانب بڑھ رہے تھے کیا ہے □ جگ دیش نے میرے کان میں سرگوشی کی وہ دیکھو سامنے میں نے جوا با سرگوشی کی اور ہاتھ کے اشارے سے جگ دیش کو جنگل سے برآمد ہونے والے سیاہ ہیولے دکھائے جنگلی جانور ہو سکتے ہیں ہیولے دیکھنے کے بعد اس نے پھر سرگوشی کی ہاں میں تو جنگلی جانور میں نے کہا مگر کیسے نمٹا جائے ان سے کوئی چلانے سے تو راہٹ نے منع کیا ہے اچھا ایسا کرتے ہیں جگ دیش نے سرگوشی



دیکر سامان میں سے کچھ کھانا لے کر وہاں پہنچے۔ اس دوران  
نہان رکھو دیکھتے ہیں ان سے اگر کام چل گیا تو ٹھیک ورنہ  
پھر مجبوراً گولی چلائی پڑے گی۔

جگ دیش کی تجویز نہایت معقول تھی میں نے فوراً  
اس سے اتفاق کر لیا جہاں ہم کھڑے تھے اس جگہ لکڑی کی  
بست سی فالتو تختیں پڑی ہوئی تھیں جگ دیش نے ٹٹول  
ٹٹول کر ان میں سے دو کو بطور ہتھیار منتخب کر لیا سیاہ  
ہیولے اب بالکل نزدیک آگئے تھے اندازہ نہیں ہو پا رہا تھا  
کہ جانوروں کی کس قبیل سے ان کا تعلق ہو سکتا ہے قدو  
کاٹھ کے اعتبار سے ان پر جنگلی کتے یا پھر بھیڑیے کا لکھن  
ہو تا تھا تاہم ان کی چال اس بات کی نفی کرتی تھی ہم سے  
دس بارہ گز کے فاصلے پر وہ دونوں رک گئے ہوشیار رہنا  
میں ان پر وار کرنے والا ہوں جگ دیش نے سرگوشی میں  
مجھے خبردار کیا پھر نشانہ تاک کر پوری قوت سے لکڑی کی  
مخ ان کی جانب اچھال ماری دوسرے ہی لمحے بے سادہ  
مجھے جگ دیش کی داد دینی پڑی نشانہ بالکل ہدف پر جاگا غالباً  
دونوں میں سے کسی ایک کے پنج لگی تھی جس کی ایک تیز  
آواز اس کے دہانے سے خارج ہوئی ساتھ ہی دونوں پلٹ  
کر اچھلتے کودتے جنگل کی طرف واپس بھاگ کھڑے ہوئے  
تب میری اور جگ دیش کی بے ساختہ دبی دبی ہنسی چھوٹ  
گئی جنہیں ہم انتہائی خطرناک جنگلی درندے سمجھ رہے  
تھے وہ دونوں بندر نکلے یہ افریقہ بنندروں کی ایک  
خاص قسم ہے جو قد میں کتے کے برابر ہوتے ہیں غالباً  
دونوں کھانے پینے کی بو پا کر ادھر آئے تھے اسی اثناء میں  
جیف راہٹ اپنے خیمے سے نکل کر ہماری طرف آنے لگا کیا  
بات ہے مسٹر علی قریب پہنچ کر اس نے مجھ سے پوچھا وہ  
دراصل دو بندر ادھر آئے تھے میرے بجائے جگ دیش  
نے کہا اچھا راہٹ نے کہا پھر کلائی سے بندھی گھڑی کی  
لائٹ جلا کر وقت دیکھتے ہوئے کہا تم لوگوں کی ڈیوٹی اب  
پوری ہو چکی ہے جاؤ جا کر جو جاؤ میں جوزف اور آر تھر کو  
جگنا ہوں صبح مارگریٹ نے مجھے اور جگ دیش کو جگایا باقی  
لوگ پہلے ہی جاگے ناٹھے پر ہمارے منتظر تھے ناشتہ کرنے  
کے بعد ہم سب جیف راہٹ کی قیادت میں جنگل کے اندر  
داخل ہو گئے آج دن کو ہمیں جنگل کے اندر موزوں  
مقامات منتخب کر کے چکانے بنانے تھے تاکہ رات کو شکار کا  
آغاز کیا جائے راہٹ غالباً پہلے بھی اس جنگل میں آچکا تھا  
لہذا پر پنج جنگلوں سے واقف تھا آخر کار چار مقامات ایسے  
منتخب کر لئے گئے جہاں سے جانوروں کی گزر گاؤں تھیں  
جنگلوں کے انتخاب کے بعد اب ہائس لکڑی کے تختے اور

مشکل تھا لیکن بہرہ سبب ہمیں ہی کرتا تھا۔ جیف راہٹ نے  
کہا تم میں دو افراد یہاں رہ کر کھڑائیوں کی مدد سے ان  
جنگلوں کی صفائی کرو جہاں ہائسوں کی مدد سے چکانے  
ہیں اور باقی لوگ خیموں سے ہائس تختے اور دیگر سامان اٹھا  
کر یہاں پہنچائیں۔

جگ دیش نے کہا میں اور علی یہاں رہ کر شکاریاں  
کائنات میں راہٹ نے تائید طلب نظروں سے دیکر لوگوں  
کی طرف دیکھا جوزف نے کہا ٹھیک ہے ہم لوگ کیمپ  
جا کر دوسرا سامان لے آتے ہیں لڑکیوں نے بھی اس کی  
تائید کی البتہ آر تھر نے کچھ نہیں بولا اور خون خوار نظروں  
سے ہمیں گھورتا رہا ٹھیک ہے راہٹ نے کہا تم دونوں  
شروع ہو جاؤ ہم لوگ جا کر سامان اٹھالائے ہیں ان کے  
چلے جانے کے بعد میں نے جگ دیش سے کہا اس خبیث  
گورے سے مجھے سخت نفرت محسوس ہو رہی ہے جیف کی  
بات کر رہے ہو جگ دیش ایک اونچی نشی پر اچھل کر  
کھڑائی چلائے ہوئے کہا۔ نہیں یار میں آر تھر کی بات  
کر رہا ہوں اچھا اچھا میری وضاحت سننے کے بعد جگ  
دیش نے کہا اس شخص کے بارے میں میرے خیالات بھی تم  
جیسے ہیں میں نے کہا تم نے اس وقت غور کیا جب راہٹ  
نے یہاں کام کرنے کی اجازت دے دی تو وہ کیسے خونی  
نظروں سے ہمیں گھورتا رہا تھا بلکہ اب میں نے بھی دیکھا تھا  
جگ دیش نے کہا ایسے اس۔ سالے کو کسی دن سبق سکھا  
دیں گے۔ جگ دیش نے ایک خالص ہندوستانی کالی سے  
آر تھر کو نوازا ہاں یار دعا کو کوئی موقع ہاتھ آئے میں نے  
کہا جگ دیش پڑی مہارت سے فالتو شکاریاں کا رہا تھا لگتا  
ہے یار تمہارا تعلق کسی کتہ ہمارے خاندان سے ہے میں  
نے بے تکلفی سے کہا ان چند دنوں میں اور جگ دیش  
ایک دوسرے کے استے قریب ہو گئے تھے گویا برسوں کی  
دوستی ہو۔ ارے دوست جگ دیش نے کہا اپنی تو زندگی  
گزاری ہے جنگلوں میں کیے بعد دیکرے جب چاروں  
جنگلوں کی ہم نے کائنات جھانٹ کر مل کی تب وہ لوگ باقی  
سامان بھی پہنچا دیئے لیجے تک وہ چکانے مکمل ہو کر تیار ہو گئے  
ہیں ہیں فٹ لپے ہائسوں کو تین تین فٹ زمین میں گاؤں کر  
اوپر لکڑی کے تختے رسیوں اور نٹ بولٹ کی مدد سے تھ  
کردیئے گئے اوپر چڑھنے کی خاطر دو ہائسوں کو لکڑی کے  
چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کی مدد سے پیڑ میں بنا دیئے گئے  
دونوں چکانوں کی اونچائی سترہ سترہ فٹ تھی پھر لیجے کے بعد  
دیکر وہ چکان بھی تیار ہو گئے تب واپس خیموں میں آکر ہم

سے پہلے پہلے ہمیں چکانوں پر بیٹھ جانا تھا ظاہر ہے رات کا  
کھانا بھی وہی کھایا جاتا تھا ہر چکان پر دو دو افراد نے بیٹھ کر  
شکار کھینا تھا میرا اور جگ دیش کا خیال کہ شاید ہم دونوں  
کو ایک چکان پر بھیجا جائے گا لیکن راہٹ ہم سے متفق  
نہیں تھا اس کے خیال میں ہم دونوں چونکہ بہترین نشانہ  
باز تھے لہذا الگ الگ چکانوں پر ہمارا بیٹھ جانا زیادہ سودمند  
جائز ہو سکتا تھا۔

روانگی سے آٹھ گھنٹہ قبل راہٹ نے چاروں  
جوڑیوں کے نام اٹھائیں کر دیئے میرا ساتھی مارگریٹ نامی  
لڑکی بنی جگ دیش اور جولی کی جوڑی قرار پائی جوزف اور  
میری ساتھی بنے جبکہ جیف راہٹ اور آر تھر کو جو تھا چکان  
سنجانا تھا رات کا کھانا چھوٹے چھوٹے جھونپے میں پیک  
کر لیا گیا چار تھرموس کانی کی بھری گئی چار جھونپے  
کو لڑائی کے بھی ساتھ ساتھ لے جانے تھے علاوہ ازیں  
ایک ایک کیبل بھی ساتھ ہونا ضروری تھا سردی بہر حال  
تھک کر کتنی بھی غروب آفتاب سے ایک گھنٹہ قبل ہم اپنی  
اپنی راغلیں کا دھو سے لٹکائے اور دیگر ضروری سامان  
سے لدے پھندے ایک قطار کی صورت جنگل میں وارد  
ہوئے جانے سے پہلے تمام خیمے اچھی طرح سے بند کر  
دیئے گئے راغلیوں کے ساتھ ساتھ ہر گروپ کے پاس کئی  
راؤنڈ کالٹوس بھی موجود تھے پہلے چکان پر جگ دیش اور  
جولی چڑھ کر بیٹھ گئے دوسرا چکان میرا اور مارگریٹ کا تھا ہم  
جب چکان پر چڑھ چکے تو باقی لوگ اپنے اپنے چکانوں کا رخ  
کیا پون گھنٹے بعد سورج کی آخری کرنیں بھی دم توڑ گئیں  
چکانوں کا فاصلہ دو یا اس سے زیادہ فرلانگ کے قریب  
قریب تھا اندھیرا جنگل میں مکمل میدان کی نسبت زیادہ  
تیزی سے پھیلنے لگا مارگریٹ بہت باتونی لڑکی تھی مسلسل  
سرگوشیاں کر کر کے میرے کان کھائے جا رہی تھی اس کا  
ساتھ مجھے کچھ عجیب سا محسوس ہو رہا تھا اس کے بدن کا بار  
بار میرے بدن سے مس ہونا عجیب سی گد گدی میرے  
اندر پیدا کر رہی تھی خاص طور پر وہ جب سرگوشی کی خاطر  
منہ میرے کان سے لگاتی تو اس کی ہونٹوں کی چھین  
عجیب سا کرنٹ میرے تن بدن میں دوڑا دیتی اس کرنٹ  
اور گد گدی سے بچنے کی خاطر غیر محسوس طریقے سے بارہا  
میں اس سے بے ہوشاں رہا لیکن مارگریٹ چند ہی لمحوں  
بعد پھر سے فاصلے منادیتی آخر تک انہیں نے اسے نرمی  
سے سمجھایا کہ وہ باتوں سے پرہیز کر کے آس پاس نگاہ  
رکھے بہر حال اس کے ساتھ وقت بہت اچھی طرح کٹ رہا

کھایا پھر ایک ایک کپ کافی کے پی لئے۔ اس دوران  
نجانے کیوں مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے چکان کے نیچے کوئی  
سرسراہٹ سی ہو رہی ہے اس کا تذکرہ مارگریٹ سے بھی  
سرگوشی میں میں نے کہا لیکن مارگریٹ کا کہنا تھا کہ اس  
نے کچھ نہیں سنی ہے میں نے چکان کے خشکے کو پکڑ کر سر  
نیچے لٹکا دیا اور دیکھنے کی کوشش کی مگر چکان کے نیچے کھپ  
اندھیرا تھا کوئی چیز بھی تو نظر آتا نامکن تھا مزید ایک  
گھنٹے بعد اچانک سامنے سے جہاں جانوروں کی رہ گزر  
تھی ایک جانور نمودار ہوا بے اختیار میں نے رائفل اٹھا  
لی۔

مارگریٹ بھی چونکا ہو گئی وہ اسی جانب آ رہا تھا۔ قد  
و قامت اور چلنے کے انداز سے یہی قیاس ہوتی تھی وہ  
کوئی ہرن یا اسی قبیل کا کوئی دوسرا جانور ہو سکتا ہے اب  
وہ ہمارے بالکل قریب پہنچ چکا تھا میں اور مارگریٹ دم  
سلاہے اسے خاموشی سے دیکھ رہے تھے پھر جوں ہی وہ  
چکان کے سامنے سے گزرنے لگا میں اور مارگریٹ بے  
ساختہ اچھلتے اچھلتے رہ گئے ہماری آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ  
گئیں جس لمحے وہ جانور چکان کے آگے سے گزر رہا تھا  
بالکل ٹھیک اسی گھڑی ایک خوفناک شیر ہمیں ہمارے چکان  
کے نیچے سے خوفناک دھاڑ کے ساتھ تیر کر ماند باہر نکلا  
اور آنے والے جانور کو لمحوں میں دبوچ لیا بہر حال حیرت  
کو پس پشت ڈال کر ہم دونوں نے راغلیں سیدھی کر لیں  
پھر بیک وقت فائر کئے شیر کو ایک زوردار جھٹکا لپٹ کر  
اس نے چکان کو دیکھا دوسرے ہی لمحے وہ دھاڑتے ہوئے  
ہماری جانب بڑھ رہا تھا مارگریٹ نے پھر سے رائفل تان  
لی تاہم میں نے اسے منع کیا مجھے پتہ تھا کہ شیر ہم تک پہنچنے  
سے پہلے ہی ڈھیر ہو جائے گا اور یہی ہوا چکان تک پہنچنے  
سے چند قدم پہلے وہ زمین بوس ہو گیا چند لمحوں تک  
خوفناک غرائشیں اس کے منہ سے خارج ہوتی رہیں پھر وہ  
خاموش ہو گیا اسی اثناء میں ہمارے دائیں جانب والے  
چکان سے بھی فائر کی آواز آئی اس طرف جگ دیش  
والوں کا چکان تھا پھر مزید ایک گھنٹے کے وقفے سے دیگر چکان  
والوں نے بھی غالباً کسی نہ کسی جانور کا شکار کیا تھا کیونکہ  
وہاں سے بھی وقفے وقفے سے فائر کی آواز آتی رہی آدھی  
رات ہوتے ہوتے سردی کچھ بڑھنے لگی کیمپ ایک ہی تھا  
جس پر شروع ہی سے مارگریٹ نے قبضہ جما رکھا تھا تاہم  
یہ جیش کش بھی بارہا پکچھی تھی کہ دونوں مل کر اسے  
اوڑھتے ہیں لیکن ہر بار اس کی آغوش میں نے نرمی سے ٹال







کے منتشر ذہن کو ہر طرح سے یکجا کرنے کی کوشش کی  
دشمنوں کے خلاف ایک آتش فشاں میرے سینے میں پھٹ  
پڑنے کو بے قرار تھا تاہم حالات کا تقاضا فی الحال ممبر کرنے  
کو کہہ رہا تھا مجھے اپنی حیثیت کا بخوبی علم تھا دشمنوں کے  
سامنے میری حیثیت ایک حقیر چوٹی کی سی تھی سو ہر قدم  
چھوٹک چھوٹک اٹھنا تھا شاوی کے سال بھر بعد میں نے  
ایک منصوبہ بنایا پاسپورٹ بنا کر چار سال کے لئے بیرون  
ملک چلا گیا یا ہر ملک پہنچنے ہی ہمیں بدل کر دوبارہ اپنے شہر  
پہنچا یہ میرے منصوبے کا ایک حصہ تھا میں اپنے خلاف  
کوئی ثبوت چھوڑنا نہیں چاہتا تھا سر پہنچنے ہی میں نے اپنے  
منصوبے کو آگے بڑھایا پھر قدرت نے آخر مجھے ایک  
موقع فراہم کر ہی دیا ڈی سی کا بیٹا اور اس کے سارے گھر  
کے ایک شراب پانی میں بی بی کی اخلاقیات کی تمام حدیں  
سرحدیں عبور کئے شیطانی حرکتوں میں مشغول تھے۔  
تب یکے بعد دیگرے تین دستی بم پھینک کر ان کے  
پہنچے اڑا دیے پھر منصوبے کے مطابق فرضی کانڈات  
کے سارے ایک بار بھریونی ملک روانہ ہوا اور اب  
اب پچھلے تین سال سے پہلے یہاں جبکہ مار رہا ہوں اوہ گڈ  
ویری گڈ جگ دیش نے ایک طویل سانس خارج کی پھر کہا  
بہت عظیم انسان ہو یا نہیں میرے دوست مجھ سے زیادہ  
عظیم وہ لڑی ہے جس نے اتنی بڑی قربانی دی ہاں واقعی  
جگ دیش نے کہا پھر میں نے اسے مزید بولنے سے منع  
کرتے ہوئے سونے کا مشورہ دیا ناشتہ چونکہ ہم نے اچھا  
خاص کیا تھا لہذا دوپہر کے کھانے کی ضرورت نہیں تھی سو  
پڑے سوئے رہے شام ساڑھے چار بجے میری نے نہیں  
چنگیا رات کی تیاریاں شروع ہو چکی تھیں آج میرا ساھی  
چھینچ تھا مجھے کوئی حیرت نہیں ہوئی ظاہر ہے مار گریٹ  
میرے ساتھ وہ کرے رہے رگ راتیں گزار نہیں سکتی تھی۔  
البتہ آرتھر کا نام اپنے ساتھی کے طور پر سن کر میرا منہ  
حلق تک کڑوا ہو گیا اس منٹوں سے مجھے دلی نفرت تھی  
بہر حال چیف کا فیصلہ تھا ویسے تو وہی سی خوشی بھی مجھے ہو  
رہی تھی کہ اگر اس نے کوئی اونچھی حرکت کی تو خوب  
خوب مزہ چکھا دوں گا جب جنگل میں داخل ہوئے تو جگ  
دیش نے آرتھر کو ایک خالص ہندوستانی گالی سے توازتے  
ہوئے مجھ سے اردو میں کہا۔ یا اگر موقع ملا تو سالے کے  
دو چار ہاتھ ضرور لگا دو تاہم فکر نہیں کرو میں نے کہا سوچ  
رکھا ہے پہلے سے میں نے کل کی طرح آج بھی غروب  
آفتاب سے گھنٹہ بھر پہلے ہم سب چٹانوں پر چڑھ کر بیٹھ  
چکے تھے پورے راستے اور اب چٹان پر بیٹھتے ہوئے آرتھر

مجھ سے کوئی بات نہیں کی تھی میں بھی خاموش تھا مزید  
ایک گھنٹے بعد ہم دونوں نے خاموشی سے کھانا کھانا  
کھانے کے بعد تب پہلی بار آرتھر نے ایک حرکت کی  
ایک لٹکتی ہوئی نشتی کو کھینچ کر توڑنے کے بجائے اس نے  
زور سے خود کو میرے اوپر گرا دیا مجھے پورا یقین تھا کہ اس  
نے یہ حرکت جان بوجھ کے کی ہے میں تو پہلے ہی اس کی  
ایک ایک حرکت کا نوٹس لے رہا تھا لہذا اس وقت بھی  
میں پوری طرح سے چونکا تھا جب اس نے خود کو مجھ پر  
گرایا تھا میں اس کی زد میں آنے سے قبل ہی تیزی سے  
ایک سائیڈ پر ہوا نیچے میں وہ پوری قوت کے ساتھ لکڑی  
کے ٹھوس پختوں سے ٹکرایا اس کے اس طرح گرنے سے  
ہانسون کے سارے کھڑا چٹان بے طرح سے دائیں بائیں  
جھولنے لگا آرتھر کا راتفل چٹان کے بالکل ایک کونے پر  
رکھا ہوا تھا چٹان کے جھولنے ہی اچھل کر وہ نیچے گر پڑا  
آرتھر کی حالت دیکھ کر دل ہی دل میں بے اختیار ہنسی  
آ رہی تھی اٹھ کر سب سے پہلے اس نے اپنا سر سلایا  
جہاں غالباً ٹھوس پختوں نے کچھ زیادہ کام دکھایا تھا پھر مڑ کر  
میری جانب زخمی ٹکابوں سے دیکھنے لگا۔  
چند لمحوں تک کھورتے رہنے کے بعد اچانک اس  
نے حاکمانہ اور انتہائی سرد لہجے میں کہا نیچے آ کر میرا  
راتفل اٹھاؤ اس کے انداز مخاطب نے ٹھوس کے لئے  
میری کپٹیاں بری طرح سلگائے رکھیں تاہم ضبط سے کام  
لیتے ہوئے میں نے قابل انداز اختیار کیا میری جان مجھے  
بہت عزیز ہے مگر آرتھر میں نے کہا راتفل تم نے خود ہی  
گرائی ہے سو خود ہی اٹھاؤ وہ پہلے ہی سے خار کھایا ہوا تھا  
میرے جواب نے گویا جلتی پر تیل کا کام کر دیا غرا کر اس  
نے کہا کالے کتے ڈونٹ ٹاک ٹان سینس تب میری  
کھوپڑی الٹ گئی راتفل کا بٹ گھما کر پوری قوت سے  
میں نے اس کے کانڈے پر دے مارا وہ بری طرح لڑکھڑا  
گیا پھر دوسرے ہی لمحے کالی سے بھرا تھرموس اٹھا کر اس  
نے میرے سر پر طاقت سے اچھا مارا تاہم اندھیرے میں  
تھرموس توپ کے کسی گولے کی مانند میری طرف آ رہا تھا  
بشکل جنگائی دے کر میں نے خود کو بچایا ابھی بس سنبھل  
ہی پایا تھا کہ کھانے کا بکس کسی میز اسٹل کی طرح میری  
کھوپڑی سے ٹکرایا لہجہ بھر کو بہت سارے رنگ برنگے  
تارے میری آنکھوں کے سامنے ناچ کر رہ گئے۔ تیزی  
سے سر ہٹک کر ایک اور بٹ آرتھر کو دے مارا بٹ کا  
وار سننے ہی اچھل کر وہ مجھ سے لپٹ گیا ایک ہاتھ راتفل  
پر جما کر دوسرے ہاتھ سے وہ میرا گھا دبانے لگا میرے

دونوں ہاتھ راتفل پر تھے ہوئے تھے چٹان بری طرح ڈول  
رہا تھا یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ابھی گرا بھی گرا ٹھوس  
کی گرفت بہت سخت تھی بہت زور لگانے کے باوجود اپنی  
گردن اس کے ہاتھ کے چنگھے سے آزاد نہ کر سکتا تب  
ٹھنٹوں کی مدد سے اسے اپنے اوپر سے اچھل کر دوسری  
جانب پھینک دیا زلزل میں میرا گلہ اس کے ہاتھ سے  
چھوٹ گیا لیکن راتفل پر ابھی اس کا ایک ہاتھ جما ہوا تھا  
اٹھ کر میں نے زور سے راتفل کو جھٹکا دیا اس کا ہاتھ تو  
راتفل سے چھوٹ گیا لیکن میرا اپنا توازن بگڑ گیا مجھے میں  
الٹ کر پیچھے پختوں سے ٹکرایا اور پکی سے آرتھر کو ایک  
شہری موتی مل گیا میرے دونوں پیر پڑ کر وہ زور زور سے  
کھینچنے لگا مجھے مجھنے میں دیر نہیں لگی کہ وہ مجھے چٹان سے  
نیچے گرائنا چاہتا ہے ستر فٹ نیچے گرنے کے خوفناک تصور  
نے میرے اندر بجلی سے بھر دی۔ سینکڑوں دسویں حصے  
میں راتفل سیدی می کر کے میں نے ٹانگیں دبا دیا فائز کرنے  
میں اگر مجھے زہر بھی اور تاخیر ہوتی تو اب تک چٹان کے  
نیچے کرے تڑپ رہا ہوتا۔ گولی غالباً اس کے سینے میں لگی  
تھی ایک طویل اور دردناک چیخ اس کے منہ سے خارج  
ہوئی۔ ساتھ ہی تیور کا یکبارگی وہ پیچھے کے الٹ گیا اور  
پیچھے چٹان نہیں خلا تھا۔ دھب کے زور دار آواز کے  
ساتھ ساتھ ہی وہ نیچے گر پڑا کوئی اور چیخ اس کے منہ سے  
مزید نہیں نکلی راتفل کا رشتہ یقیناً گرنے سے قبل ہی اس کا  
ساتھ چھوڑ چکی تھی۔  
چٹان کے کونے پر بیٹھ کر چند لمحوں تک اندھیرے  
میں گم ہوتے اس کے وجود کو میں دیکھنے کی کوشش کرتا رہا  
اندھیرے میں آرتھر کا مردہ وجود بڑے سیاہ دھبے کی مانند  
نظر آ رہا تھا اچانک مجھے مردہ وجود کے آس پاس ہلچلی سی  
نظر آنے لگی دوسرے ہی لمحے میں دل جان سے لرز اٹھا  
سات یا آٹھ خون خوار چیتے آرتھر کے مردہ جسم کو بڑی  
بے دردی سے چیر پھاڑ رہے تھے میں سوچ رہا تھا کہ اگر  
آرتھر مجھے نیچے گرائے میں کامیاب ہوتا تو میری نظریں  
بدستور خون خوار چیتوں پر جمی ہوتی تھیں حیرت انگیز طور  
پر ان کی تعداد میں اضافہ ہی ہو جا رہا تھا شروع میں اگر وہ  
سات آٹھ تھے تو اب چندرہ سالہ لگ رہے تھے ٹھوس بعد  
ہی آرتھر کا گوشت پوست والا جسم سفید چمک دار پٹیوں  
میں تبدیل ہو گیا میں نے راتفل سیدی می کی اور فائز کھول  
دیا لیکن میرا فائز کرنا گویا غصہ کر گیا پانچ یا چھ خوفناک چیتے  
غرا کر اس تیزی اور قوت سے اچھل کر چٹان کے بانسوں  
سے ٹکرائے کہ میں جو کھینچنے لگا فائز رہا تھا اگر فوراً

چٹان کا جھنگنا نہ پڑتا تو سو فیصد اب تک گر چکا ہوتا راتفل  
پہلے ہی چھوٹ کر نیچے گر پڑا سچو نیشن اس طرح کا  
رخ اختیار کر سکتی ہے چند لمحات قبل میرے خواب و خیال  
میں بھی نہیں تھا اب میں پوری طرح سے بے دست و پا ہوا  
ہو چکا تھا سی انشاء میں میں نے دیکھا کہ آٹھ نو چیتے ایک  
ساتھ اچھل پڑے میرا دل سینے سے اچھل کر حلق میں  
دھڑکنے لگا اب کی بار چٹان کو اس قدر زور دار جھٹکا لگا کہ  
میرے ہاتھ جھٹکے سے چھوٹے چھوٹے رہ گئے بے اختیار  
پیٹ کے بل لکڑی کے پختوں پر لیٹ کر میں نے مضبوطی  
سے ہاتھ پاؤں چٹان کے گرد بٹنے جھٹکے میں انکا دیئے خون  
خوار چیتے مسلسل اچھل اچھل کر مجھ تک پہنچنے کی کوشش  
کر رہے تھے ان کی خوفناک غراہیں میرے روٹنے بری  
طرح کھڑا کر رہے تھے اچانک نیچے سے کھرج کھرج کی  
آوازیں آنے لگیں پیٹ کے بل ریگ کر میں نے نیچے  
دیکھا تب رہے سے اوسان بھی خطا ہونے لگے تین چار  
چیتے بڑی ہی سرعت سے زمین میں گرے چٹان کے پاس  
کھول رہے تھے مجھ سے جس قدر وہ سکا تیزی سے جھٹکے کو  
پکڑے پکڑے پیٹ کے بل بے اختیار اس جانب رینگنے  
لگا جہاں چٹان کا ایک کونا درخت سے باندا ہوا تھا جس  
تیزی سے خون خوار چیتے پاس کھود رہے تھے میں ممکن تھا  
کہ چند ہی لمحوں بعد چٹان ڈھیر ہو جائے گا اور چٹان گرنے  
سے قبل میں درخت تک پہنچ جانا چاہتا تھا۔ مگر میں اس  
وقت جبکہ درخت کا فاصلہ میرے ہاتھوں سے بمشکل چند  
انچ رہ گیا تھا اچانک چٹان ایک کونے سے تیزی کے ساتھ  
نیچے جانے لگا میری بے ساختہ چیخ نکل گئی ساتھ ہی میرے  
ہاتھ جھٹکے سے چھوٹے چھوٹے رہ گئے خوفناک چیتے ایک  
پاس ٹکائے میں کامیاب ہو گئے۔  
اب باقی دو بانسوں پر ان کی طبع آزمائی جاری تھی  
میں درخت تک پہنچنے کی سر توڑ جدوجہد کر رہا تھا اچانک  
دوسرا بانس بھی ڈھیر ہو گیا دوسرے بانس کے گرنے ہی  
چٹان ایک طرف سے بالکل ٹک گیا چٹان کے ٹکڑے سطح پر  
میں بھی ٹک رہا تھا اب ایک بانس باقی تھا اگر وہ بھی نکل  
جاتا تو سو فیصد قوی امکان تھا کہ چٹان زمین پر ڈھیر ہو جاتا  
مجھے خوب معلوم تھا کہ وہ کمزور رسیاں اکیلے چٹان کا بھاری  
بھرم کو وجود بالکل بھی سنبھال نہیں پاتے جو درخت سے  
اسے جوڑے ہوئے تھے اس سے قبل کے آخری بانس  
بھی نکل جاتا اپنی تمام طاقتیں جمع کر کے لٹکتے لٹکتے درخت  
تک پہنچنے کی کوشش کرنے لگا اس وقت جبکہ میرے ہاتھ  
بمبشکل درخت کو چھوئے گئے چٹان کا آخری بانس بھی خون



میرے دوستوں سے اٹھا پھینک دیا بس یہی آخری موقع تھا کسی نہ کسی طرح میرا ایک ہاتھ درخت کے تنے سے لپٹنے میں کامیاب ہو گیا۔ آخری پاس اگر ایک لمحہ بھی پہلے نکل جاتا تو اب میں نیچے پڑا آدم خور چیتوں کی خوراک بن رہا ہوتا اس آخری پاس کے نکلنے ہی چنانچہ کا وہ کونا جو کہ درخت سے باندھا ہوا تھا اس کی ساری رسیاں چڑچڑاہٹ کے ساتھ ہی ٹکٹ ٹکٹ گئیں اور چنانچہ کالمبہ لٹھوں میں دھڑام کے ساتھ نیچے زمین پوس ہو گیا میرے ہاتھ پاؤں سختی سے درخت کے موٹے گنے کے گرد لپٹے ہوئے تھے اور میں دھیرے دھیرے اوپر چڑھ رہا تھا چند ہی لمحوں بعد مزید اوپر چڑھ کر میں درخت پر بیٹھے میں کامیاب ہو چکا تھا۔ تب بے اختیار اوپر والے کا شکر ادا کرنے لگا جس نے موت کے منہ میں جاتے جاتے مجھے بچالیا تھا نیچے خون خوار چیتے اب بھی بڑی تعداد میں موجود تھے چند گھڑی پہلے کے لمحات کا تصور کر کے میرے روٹنے لگے ہوتے جا رہے تھے قطعی یقین نہیں تھا کہ اس طرح بچ پاؤں گا بہر حال مولانا نے بچالیا تھا اس لئے شکر کے کلمات بار بار میرے ہونٹوں سے ادا ہو رہے تھے مجھے پورا یقین تھا کہ اس خوفناک گزریا کا احساس دیگر چیلوں پر بیٹھے لوگوں کو ضرور ہوا ہو گا یہ بات طے تھی کہ سرمد وہ کچھ کرنے کے پوزیشن میں ہرگز نہیں رات کے اس پہر خطرناک درندوں سے بھرے جنگل میں چنانچہ سے اتر کر چلنا اپنی موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ بہر حال آج کی رات میرا ٹھکانہ یہی درخت تھا سو رات دھیرے دھیرے گزرتی رہی خوفناک چیتے جانے کب چلے گئے تھے صبح کی روشنی پھوٹنے ہی میں نے نیچے غور سے دیکھا ہماری رائفلیں کبل اور دیگر اشیاء ادھر ادھر بکھرے پڑے تھے آرتھر کا وجود ٹکڑوں میں بٹا ڈھالنے کے آس پاس چند مردہ چیتے بھی آڑھے آڑھے ترچھے پڑے ہوئے تھے۔

یقیناً یہ وہی چیتے تھے جنہیں ابتدا میں گولی چلا کر میں نے زخمی کر دیا تھا اس وقت تک دیگر ساتھی اپنے اپنے چیلوں پر سے اتر کر ہمارے ٹوٹے پھوٹے چیلان کے نزدیک پہنچ چکے تھے جوں ہی چیلان کے لمبے اور آس پاس ان کی نگاہ پڑی بے ساختہ سب کے سب اچھل پڑے اوہ یہ کیا ہوا ہے یہ جملہ ایک ساتھ سب کے منہ سے نکلا دوسرے ہی لمحے وہ سب لمبے کے آس پاس دائرے کی صورت جمع ہو کر ایک ایک چیز کو دیکھ رہے تھے وہ درخت خاصا ٹھنڈا تھا جس پر میں موجود تھا انہیں مجھے دیکھنا ممکن نہ تھا دھیرے دھیرے میں نیچے اترنے لگا تب اچانک جگ دیش کی نظر

مجھ پر پڑی خوشی کے مارے وہ جھج اٹھا ارے علی تم زندہ ہو بھگوان کالا لکھ لکھ شکر ہے۔ نیچے اتر کر بے اختیار میں جگ دیش کے گلے سے لگ گیا باقی لوگ بہت بے تاب سے رات کی کمانی میری زبانی سننے کے منتظر تھے میں نے رات روٹنا ہونے والے خوشچال واقع سے سب کو مطلع کیا تاہم آرتھر کا اپنے ہاتھوں مارا جاننا بالکل گول کر دیا البتہ جگ دیش کو بعد میں میں نے بتا دیا تھا پوری سٹوری سننے کے بعد چیف رابٹ کا ایک بے حد فکر مند نظر آنے لگا میں نے دھج دریافت کی تو بتایا جن چیتوں کا ذکر تم کر رہے ہو ان کے متعلق نہایت خوفناک اور روٹنے لگے کر دینے والی کمانی مشہور ہیں ان چیتوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کا ایک بہت بڑا گروپ ہے کسی زمانے میں ان میں سے چند ایک نے انسانی خون اور گوشت کا مزہ چکھا تھا اور تب سے یہ آدم خور بنتے چلے آ رہے ہیں اور آج کل ان کی تعداد بڑھ کر سینکڑوں کو چھو رہی ہے اب تک بہت سے لوگ ان کا شکار بن چکے ہیں لیکن حیرت کی بات تو یہ ہے کہ وہ آدم خور چیتے جنگل کے اس حصے میں کیے آئے۔ حالانکہ میری معلومات کے مطابق آدم خور چیتے جہاں رہتے اور واردات کرتے ہیں وہ علاقہ یہاں سے لمحوں پر ہے اب اگر واقعی یہ وہی چیتے ہیں تب پھر ہم سب سنگین خطرے میں گھر چکے ہیں رابٹ کی اس بات نے ہم سب کو خوف زدہ کر دیا خاص طور پر لڑکیوں کے رنگ ایک دم ہی فق ہو گئے رابٹ نے پھر کما مجھے پورا یقین ہے کہ وہ خون خوار چیتے اب کہیں آس پاس ہی چپے ہوں گے اور ہم پر کسی وقت بھی ایک کر سکتے ہیں۔ لہذا تم سب پوری طرح سے الارٹ ہو جاؤ سب نے اپنی اپنی رائفلیں پھر سے چیک کیں نیچے پڑا ہوا کبل اور دیگر اشیاء اٹھا کر ہم سب محتاط اور چوکس انداز میں دھیرے دھیرے جنگل سے خیموں کی طرف چلے گئے۔

نجانے کیوں میری چھٹی حس بار بار کسی خطرے کی نوید دے رہی تھی جیسے کچھ ہونے والا ہے یا شاید یہ میرے اندر کا خوف تھا بہر حال دیکھا جائے گا میں نے سوچا سفر آہستہ آہستہ محتاط انداز سے جاری تھا دس بار منٹ ہی گزرے تھے ہمیں چلنے ہوئے کہ اچانک میری نظر سامنے کوئی آٹھ نو میٹر فاصلے پر واقع درختوں کے ایک گٹھے جھنڈ پر پڑی دل کی دھڑکنیں ایک دم سے بے ترتیب ہونے لگیں گو کہ اس جھنڈ کے نیچے کا حوالہ نیم تاریک تھا لیکن مجھے اس تاریکی میں بہت ساری بلور نما چمکی چیزیں نظر آنے لگیں یہ مجھے میں قطعی دشواری نہیں ہوئی کہ وہ

سب کیا ہے چلا کر میں نے اپنے ساتھیوں کو خبردار کیا بے ساختہ سب کی رائفلیں درختوں کی کھنکی جھنڈ کی جانب سیدھی ہونے لگیں دوسرے ہی لمحے کم و بیش آٹھ دس کے قریب خون خوار چیتے کا ایک جھنڈ کے نیچے سے نمودار ہو کر خوفناک غراہٹوں کے ساتھ ہماری جانب آنے لگے۔ اسی لمحے ہماری رائفلوں نے بھی شعلے اٹکنے شروع کر دیے تڑا تڑا گولیاں بڑھتے چیتوں پر برس رہی تھیں مگر ان کی پیش قدمی بدستور جاری تھی میں حیرت سے پاگل ہوئے جا رہا تھا کہ آخر ان چیتوں کی ہنات س شے سے ہوئی ہے کہ گولیوں کا کوئی اثر ہی نہیں پڑ رہا ان پر یہ تو ممکن ہی نہیں تھا کہ گولیاں انہیں نہ لگتی ہوں ہماری ایک ایک گولی حرف پر جاگتی اور ثبوت اس کا یہ تھا کہ خوفناک چیتے بری طرح سے لولہاں ہو رہے تھے۔ مگر باوجود اس کے وہ ہنوز آگے ہی آگے ہماری جانب بڑھ رہے تھے ہم بھی اب تک اپنی اپنی جگہوں پر کھڑے گولیاں نہیں برسا رہے تھے بلکہ ریڈ کرتے مسلسل چیخے ہی چیخے بنے جا رہے تھے کئی راؤنڈز چلنے کے بعد تب میں نے پہلی بار دیکھا کہ چیتوں کی پیش قدمی رفتہ رفتہ سست پڑتی جا رہی ہیں اور چند ایک چیتے ڈنگا ڈنگا کر گر رہے تھے پھر مزید چند لمحوں بعد ہی ایک ایک کر کے سب کے سب ہمارے آگے ڈھیر ہوتے چلے گئے یہ ایک اعصاب شکن مقابلہ تھا ہماری سانسیں بری طرح پھول رہی تھیں پھر جب جا کر ہم نے چیتوں کو دیکھا تو مارے حیرت کے انھت بدندان رہ گئے درندوں میں ہم نے آج تک اس طرح کے سخت جان درندے نہیں دیکھے ہر چیتے کو کم و بیش دس پندرہ گولیاں ضرور لگیں تھیں اور بعضوں کو تو اس سے بھی اوپر لیکن ان کی ہمدردی اور سخت جانی حیرت کے ساتھ سمندر میں دھکیل رہی تھی۔ درختوں کے اس جھنڈ سے لے کر وہاں تک جہاں چیتے پڑے ہوئے تھے زمین سرخ خون سے پوری طرح رنگین تھی۔

چیتوں کے ساتھ ہونے والے اس خون ریز معرکے میں ہم کامیاب تو ہوئے تھے مگر خیرہ اچھی تک ہونے کا امکان نظر انداز نہیں کیا جاسکتا تھا عین ممکن تھا کہ چیتوں کا اسی طرح کا کوئی اور گروپ بھی ہماری ناک میں ہو ایک بار پھر سے ہمارا سفر خیموں کی جانب محتاط انداز سے جاری تھا بہر حال باقی سفر خیریت کے ساتھ گزرا پھر اگلے ہی دن اس خوفناک کام پر لعنت بھیج کر میں نے تنظیم سے اپنے واجبات وصول کئے۔ اس کے ایک دن بعد میں وطن عزیز کے لئے رخت سرنما بندہ رہا تھا جگ دیش بہت لمبے دھکیلی

دے رہا تھا رواں گی کے وقت مجھ سے بغل گیر ہو کر اس نے جذباتی لمبے میں کمالی مجھے اپنا پتہ دو میں سمجھ نہ سکی تم سے ملنے تمہارے وطن ضرور آؤں گا میں نے اپنا پتہ ایک کٹھن پر لکھ کے اسے تھما دیا۔ گھر پہنچا تو والدین کی دید کی مدت سے تری نگاہیں بے اختیار میری بلا میں لینے لگیں بنوں کے نیچے چرے کل کر متاب کا عکس پیش کرنے لگے اور اور عاشق کی بڑی بڑی یادانی آنکھوں میں پریت کے ہزاروں دیپ جل اٹھے والد صاحب کے کاروبار کو نئے سرے سے سنبھال کر میں نے ایک نئی زندگی کا آغاز کیا۔ عاشق محبت کا ایک بے کراں سمندر تھا جس میں ڈوب کر ماضی کا ہر تلخ و شیریں نقش میرے ذہن سے مٹ چلا گیا لیکن تین سال بعد ایک دن بے اختیار مجھے ماضی کے جھروکوں سے جھانکنا پڑا اس دن آفس سے واپسی پر میرے گھر کے ڈرائنگ روم میں ایک بارش صاحب بیٹھا ہوا نظر آیا گو کہ اس کے چہرے پر اب کافی تبدیلی آچکی تھی لیکن اسے پہچاننے میں مجھے دیر نہیں لگی وہ جگ دیش تھا والداند انداز میں بڑھ کر میں نے اسے گلے سے لگایا جگ دیش میرے دوست تم تو وعدے کے بڑے کپے نکلے اسے بغل میں نیچتے ہوئے میں نے مسرت سے کہا ہاں علی میں نے اپنے دونوں وعدے پورے کئے ہیں دونوں وعدے ہاں نہیں شاید معلوم نہ ہو اس دن میں نے ایک وعدہ تم سے کیا تھا اور ایک خود سے مجھے افسوس ہے کہ تم سے کیا ہوا وعدہ آج تین سال بعد پورا کر رہا ہوں جبکہ خود سے کیا ہوا وعدہ میں نے بہت پہلے پورا کیا تھا اچھا ذرا بتاؤ مجھ کی خود سے تم سے کیا وعدہ کیا تھا اسے صوفی پر بیٹھاتے ہوئے میں نے کہا۔ اس نے مسکرا کر اپنی خوبصورت داڑھی پر ہاتھ پھیرا پھر کمالی میرے دوست اب مجھے جگ دیش عین کتنا یہ نام عرفانہ عرفان علی میں نے اسلام قبول کیا ہے یہ وعدہ میں نے خود سے کیا تھا تب ایک بار پھر اٹھ کر میں نے اسے ہاتھوں کے شانے میں کسلا۔ خوشی کے جذبات مجھ پر اس قدر شدت سے طاری ہوئے کہ بے ساختہ آنسو نکل پڑے۔ (عطا محمد بروہی چک نمبر 71 نذیر میڈیکل سٹور جنٹل روڈ ساگلمر)

”ممکنہ کلیاں“

قرآن پاک ایک درپچ ہے جس سے ہم اگلی دنیا کو دیکھ سکتے ہیں قول امام احمد بن حنبل  
چاند کے بغیر رات بیکار اور غم کے بغیر ذہن۔ قول سرسید احمد خان



## ”موت کا بدلہ“

تحریر = عمران رشید، راولپنڈی

ذہیز قارئین! کہاں سنانے سے پہلے میں آپ کو یہ بتانا چاہوں گا کہ جب کسی انسان کے ساتھ کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آجائے تو سے فراموش کر جاتا ہے لیکن جب کوئی خوفناک اور سببی جنت وغیرہ انسان کے ساتھ مل جائیں اور کوئی غیر مرئی مخلوق تنگ کرے تو اسے کبھی نہیں بھول سکتے کیونکہ کبھی کسی کے ساتھ کوئی ایسا واقعہ پیش آتا ہے کہ وہ خدا کو یاد کرے تو ان چیزوں سے بچا جاسکتا ہے کیونکہ خدا کے کلام میں طاقت ہے اسی حقیقت پر مبنی ہے کہانی بالکل سچی دہشت پر مبنی ہے یہ پانچ دوستوں کی کہانی ہے جن کے ساتھ ایک ایسی معمولی غلطی ہوگی اور وہ انہیں بھول گئے بعد میں پتا چلا کہ یہ معمولی غلطی کتنا بڑا نقصان پہنچاتی ہے چار دوستوں کا انجام بہت بھیاں تک ہوا اور ایک دوست جو کہ بچ گیا اس کے ساتھ کیا ہوا آہ آگے کہانی سنئے میرا نام عمران ہے میرے چار دوست جن کے نام یاسر طاہر اسلم اور محمود اسد ہیں یہ میرے سب سے گہرے دوست تھے جو کہ میرے گاؤں کے قریب ہی رہتے ہیں میرے گاؤں کا نام ہری پور ہے جو کہ ہماوٹنگر سے 35 کلو میٹر دور مشرق میں واقع ہے ہم پانچ دوستوں میں یاسر طاہر اور میں یعنی عمران عمر میں بڑے تھے جبکہ اسلم اور محمد اسد ہم سے چھوٹے تھے ان کی عمریں تقریباً گیارہ سال کے قریب تھیں جبکہ میری اور دو دوستوں کی عمرائیں اور میں سال بھی ہم اکٹھے کالج جاتے تھے اور واپس آتے تھے ہم پانچوں دوستوں کو شکار کرنے کا بہت شوق تھا اس سے پہلے بھی ہم کئی دفعہ شکار کر چکے تھے اور کامیاب ہو کر واپس آتے تھے میرے دوست مجھ کو کئی بار کہتے تھے کہ کہیں جنگل میں شکار کیا جائے کیونکہ اس سے پہلے ہم کسی پہاڑی علاقے یا دوسرے باغات وغیرہ میں چھپ کر شکار کرتے تھے اس مرتبہ میرے دوستوں نے پروگرام جنگل میں شکار کرنے کا بنایا تھا اور شام کے ٹائم کا انتخاب کیا اگلے دن چونکہ ہفتہ تھا اور ہاف ڈے تھا لہذا میں حسب معمول خالی پیڑ میں کالج کے گراؤنڈ میں بیٹھا ہوا تھا کہ چاروں دوست میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ کس کا انتظار کر رہے ہو چلو آؤ

یہ سنیں پر چلتے ہیں چنانچہ ہم پانچوں دوست کینٹین چلے گئے اور چائے کے مزے لینے لگے باتوں باتوں میں یاسر اور طاہر نے شکار والی بات چھیڑ دی تو اسلم اور اسد نے کہا کہ ہم بھی شکار کریں گے تو میں نے یعنی عمران نے کہا کہ تم ابھی چھوٹے ہو پہلے بھی ایک دفعہ شکار کرنے گئے تھے تو بندوق کی ایک گولی چلنے سے ہی تمہارے چہرے پر خوف طاری ہوا نظر آ رہا تھا تم تو ویسے ہی ڈر پوک ہو تو یاسر نے کہا کہ یار عمران چلو اس بار آزما لیتے ہیں تو میں نے حامی بھری۔

میں نے یاسر سے کہا کہ کل اتوار ہے کیوں نہ کل کا پروگرام بنالیں تو سب نے ہاں میں جواب دیا اور ہمارا صبح دس بجے جانے کا پروگرام بن گیا میں نے اسلم اور اسد کو کہا کہ تم میرے گھر ساڑھے نو بجے پہنچ جانا اور یاسر تم ایسا کرنا کہ گھر پر ہی رہنا میں تمہیں گھر سے پیک کر لوں گا تو یاسر مان گیا چنانچہ ہم نے پروگرام کو عملی جامہ پہنایا اتنی دیر میں کالج سے پھٹی ہوئی اور ہم اپنے گھروں کی طرف چل دیے گھر پہنچ کر کھانا کھایا اور سو گیا شام کو چار بجے ابو دفتر سے آئے تو میں نے کل کے پروگرام کے بارے میں بتایا تو انہوں نے باخوشی اجازت دے دی اتنی دیر میں امی کمرے میں آئیں اور کہنے لگیں کہ کہاں کا پروگرام بنایا جا رہا ہے تو ابو نے کہا کہ یہ بروخوردار شکار پر جانے کا پروگرام بنا رہا ہے ہیں امی نے مجھے سختی سے کہا کہ شام ہونے سے پہلے ہی گھر واپس آ جانا اور ہاں ایک بات کا خیال رکھنا کہ جنگل سے آگے کہیں نیکر کے درخت کے پاس نہ جانا میں یہ سن کر بہت حیران ہوا امی سے مزید پوچھنا چاہا تو انہوں نے کہا کہ جو کہا ہے اس پر عمل کرو اور اپنا اور اپنے دوستوں کا خاص خیال رکھنا چنانچہ میں نے رات کو ہی گاڑی میں بیٹھ کر وغیرہ اور شکار کرنے کا سارا سامان چیک کر لیا۔ اب میں سونے کی تیاری میں مصروف ہو گیا ابھی تقریباً دس بجے ہوں گے امی میرے کمرے میں آئیں اور کہنے لگیں کہ مجھے دس سا محسوس ہو رہا ہے کہ کہیں تم کوئی غلطی وغیرہ نہ کرنا اور جلدی جلدی واپس آنے کی کوشش



کرنا امی نے مجھے سونے سے پہلے تمام ہدایات دے دیں ساڑھے دس بجے میں خوابوں کی دنیا میں پہنچ گیا امی ابھی اپنے کمرے میں سونے کی تیاری کر رہی تھیں کہ مولوی صاحب جو کہ میرے ابو کے گہرے دوست تھے کسی کام کے سلسلے میں آئے تھے امی نے کہا کہ وہ تو ابھی گاؤں سے باہر ضروری کام کے سلسلے میں گئے ہیں جانے سے پہلے

مولوی صاحب نے امی سے کہا کہ کل ختم ہے اپنے بیٹے کو ضرور بھیج دینا تو امی نے انکار کر دیا کہ کل وہ نہیں آسکتا کیونکہ وہ جنگل میں اپنے دوستوں کے ساتھ شکار کرنے جا رہا ہے یہ سننے ہی مولوی صاحب نے کہا کہ اسے ہانے مت دینا کہیں وہ کسی درخت وغیرہ یا کہیں کوئی اور پر ان



جگہ پر نہ نکل جائے یہ کہتے ہی مولوی صاحب کے ذہن میں کیکر کے درخت والی بات یاد آگئی جہاں پر مولوی صاحب نے ایک خونی چڑیل کو قید کر رکھا تھا اور اس کیکر کے درخت کے پاس ایک گول دائرہ حصار کی طرح قائم ہے اگر کوئی داخل ہو گیا تو گاؤں پر قیامت نازل ہو جائے گی فی الحال میں واپس جا رہا ہوں اور ہاں یہ تعویذ اپنے پاس رکھ لو جانے سے پہلے اپنے بیٹے عمران کے گلے میں ضرور پٹنا دینا کیونکہ جنگل میں آئینی مخلوق کا ہر وقت خطرہ رہتا ہے۔

اب میں اجازت چاہتا ہوں خدا حافظ یہ کہتے ہی امی نے دروازہ بند کر لیا اور سونے کے لئے کمرے میں چلی گئیں صبح سات بجے میری آنکھ کھڑی کے الارم بجنے سے کھل گئی تو مجھے یاد آیا کہ رات کو میں نے الارم لگایا تھا اور آج ہمارا شکار پر جانے کا پروگرام بھی ہے یہ سوچتے ہی میں نے بستر چھوڑا اور منہ ہاتھ دھو لیا اور غسل وغیرہ کپڑے بدل لینے کے بعد میں ناشتہ کیا اتنی دیر میں ساڑھے آٹھ بج گئے میں اب تیار ہو کر چکا تھا اس اسلام اور اسد کے آنے کا انتظار تھا اسی اثناء میں ٹائم کا پتہ ہی نہ چلا اور گھڑی نے نو بجتے کا اعلان کیا تو بے اختیار میری نظر دروازے پر پڑ گئی کہ ابھی تک وہ دونوں کیوں نہیں آئے ابھی میں انہی خیالوں میں غم تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی اور میرے خیالوں کا سلسلہ منقطع ہو گیا میں نے دروازہ کھولا تو اسلام اور اسد کھڑے تھے تو میں نے کہا کہ میں سلمان لے کر آتا ہوں تم بیٹیں روکنا چنچہ میں نے سارا شکار کرنے کا اور کھانے پینے کا سارا سامان بیک کیا اور جاتے ہوئے ایک گائے سنے والا نیپا دیکھا وہ بھی رکھ لیا کہ ہر دو جانیں تو گیت ہی سن لیں گے۔ کیونکہ گاڑی میں موجود ڈیک خراب پڑا تھا اسی لئے ہم نے نیپا دیکھا اور مختلف کام کی چیزیں گاڑی میں رکھیں اور اسی سے اجازت لینے لگا تو جانے سے پہلے امی نے میرے گلے میں تعویذ ڈال دیامیں نے امی سے کہا کہ یہ سب کیا ہے تو امی نے کہا کہ جاؤ خدا تمہیں اپنی امان میں رکھے خدا حافظ خیر میں نے گاڑی وغیرہ سارٹ کی اور سارا سامان اچھی طرح چیک کر لینے کے بعد میں نے طاہر کو اس کے گھر سے لیا اور بعد میں یاسر کو بھی اپنے ساتھ لے لیا ہم انچوں دوست گاڑی میں بیٹھے خوشوار موڈ میں لطف اندوز ہو رہے تھے جنگل گاؤں سے تقریباً تیس کلومیٹر دور واقع ہے اسی لئے ہم نے گائے سنے کے لئے نیپا دیکھا اور آن لیا اور گائے کا مزہ لینے لگے گائے کے بول اس طرح تھے کہ عشق اور پیار کا مزہ لیجئے

تھوڑا انتظار کا مزہ لیجئے دن ہے اتوار کا مزہ لیجئے چنانچہ ہمارا ٹائم اسی طرح گیت سننے اور گپ بازی میں گزر گیا اور ہم پورے ایک گھنٹے میں جنگل سے کچھ دوری پر پہنچ گئے حالانکہ پچیس تیس منٹ کا راستہ بننا تھا۔ لیکن کیا راستہ اور کئی سڑک نہ ہونے کی بناء پر ہم تھوڑا لٹ پیچنے میں نے یا سر سے کہا کہ تم اس خالی جگہ پر خیر لگا دو اور سامان وغیرہ ترتیب سے لگاؤ میں طاہر اور اسد جنگل کی طرف شکار کے لئے روانہ ہوئے ہیں یہ سنتے ہی یا سر بحث سے بولا واہ بھئی واہ جو شکار کے ماہر ہیں انہیں یہاں نیچے کی ڈیوٹی پر لگا رہے ہو آفرین ہو تم پر پھر میں نے تقریباً سوچتے ہوئے کہا کہ اسلام اور اسد تم دونوں یہاں پر ہمارا انتظار کرو گے تو اسلام خوف محسوس کرنے لگا کیونکہ وہ تھوڑا سا ڈر پوک تھا۔ میں نے اسلام کو حوصلہ دیتے ہوئے کہا کہ یار تم گھرمات کرو۔

ہم شام ہونے سے پہلے ہی واپس آجائیں گے طاہر کو جانتے ہوئے نصیحت کی کہ اسلام کا خاص خیال رکھنا اسد اسلام سے عمر میں بڑا تھا اس لئے انہیں زیادہ پریشانی محسوس نہ ہوئی یا سر نے مجھ سے کہا کہ یار عمران اب چلو بھئی دیکھو ساڑھے گیارہ بجتے والے ہیں ابھی دوپہر کا ٹائم ہونے والا ہے اور شام سے پہلے ہم نے یہاں کھانا بھی کھانا ہے چنانچہ میں یا سر اور اسد جنگل کی طرف روانہ ہو گئے ایک مخصوص جگہ کا انتخاب کرنے کے بعد میں نے سوچا کہ آج لگتا ہے کہ میں کوئی نہ کوئی شکار ضرور ملے گا ہم تینوں اکٹھے بیٹھ گئے اور ہندوق وغیرہ تیار کر لی اور شکار کے آنے کا انتظار کرنے لگے جنگل سے تھوڑی دور آخری کنارے پر ایک کیکر کا درخت موجود تھا جس پر ایک بھی پتہ موجود نہ تھا البتہ شاخیں تھوڑی بہت تھیں میری نظر اس کیکر کے درخت پر پڑی تو مجھے ان کی بات یاد آگئی خیر میں نے اس کو نظر انداز کر دیا تقریباً تھوڑی دیر بعد ہمیں ایک ہرن نظر آیا اس کو دیکھتے ہی یا سر جو کہ پہلے سے تیار تھا یکدم شانہ لیا اور جنگل کی خاموشی کو چیرتی ہوئی شکاری آواز سے تمام پرندے جو کہ درختوں کے پتوں وغیرہ پر بیٹھے ہوئے تھے فوراً آوازیں نکالتے ہوئے دوسری جانب پرواز کر گئے خیر ہرن کو مکمل طور پر چاک کر کے گوشت وغیرہ ایک چھوٹی سی باٹی میں جو کہ دھپے کا کام بھی دیتی تھی اس میں ڈال دیا اور باقی فالتو چیزیں سائیڈ پر کر لیں دوپہر کے ڈھائی بج چکے تھے ہمیں مزید اور کوئی شکار نہ ملا تقریباً چار بجے تک ہم نے دو اور ہرن شکار کئے ہمیں بہت خوشی ہوئی ہم نے سوچا کہ پہلے سے زیادہ اس

دفعہ ہمیں زیادہ مزہ آیا ہے لیکن انہیں یہ نہیں پتہ تھا کہ آگے ان کے ساتھ کیا ہونے والا ہے ساڑھے چار بجے ہم واپسی کی تیاری کرنے لگے میں نے کیکر کے درخت والی بات کسی بھی دوست کو نہیں بتائی تھی۔ یہ میری پہلی غلطی تھی ہم نے خوب انجوائے کیا اور جانے ہی لگے تھے کہ یا سر کو پیشاب کی حاجت محسوس ہوئی تو میں نے کہا کہ کہیں بھی کر لو چنانچہ یا سر تو نیچے کی طرف چلا گیا جہاں پر خطرہ بھی کوئی نہیں تھا اور ایک جگہ ٹالے کے قریب ہی رفع حاجت کے لئے بیٹھ گیا میں نے طاہر کو کہا کہ اب چلتے ہیں جاکر کھانا بھی کھانا ہے اور اوپر سے ٹائم بھی کافی ہو چکا ہے اتنی دیر میں یا سر بھی آگیا تقریباً شام کے ساڑھے پانچ بج چکے تھے اور ہم اپنے خیمے میں موجود دھڑے دار کھانے کا لطف اٹھا رہے تھے میں نے خوب بیٹ بھر کر کھانا کھلایا طاہر اور یا سر سے پوچھا کہ ہاں بھی نیکی فیل ہو چکی ہے تو اس نے بھی مذاق کے انداز سے کہا کہ ہاں بھی ہوا فیل ہو گئی ہے یہ کہتے ہی ہم سب خوب ہنسے اور تھوڑی دیر بعد کھیلنے رہے اتنی دیر میں شام کے چھ بج گئے۔ چونکہ تجربہ کا مہینہ تھا اسی لئے ساڑھے چھ بجے تک مغرب ہو جاتی ہے اور ہم نے مغرب سے پہلے گھر آنے کا سوچا تھا۔

میں نے اسلام اور اس کو کہا کہ جنگل کا تھوڑا سا نظارہ کر کے میں منٹ میں واپس آؤ گھر جا کر یہ کہنا کہ سیر نہیں کرانی میں نے مذاق میں پھر کہا تو اسد نے کہا کہ ٹھیک ہے ہم پندرہ منٹ میں آجائیں گے۔ یہ کہتے ہی ہم نے یعنی میں عمران، طاہر اور یا سر سارا سامان گاڑی میں رکھنے کے بعد تھوڑی دیر گپ مارتے رہے اور گاڑی میں بیٹھ کر اسلام اور اسد کے آنے کا انتظار کرنے لگے عمران یار ہمیں دیر نہ ہو جائے طاہر نے کہا تو یا سر بولا کہ ہمیں پورا یقین ہے وہ جلد ہی واپس آجائیں گے بعد میں مجھے پتہ ہی نہ چلا کہ اسلام اور اسد کو کچھ بھی معلوم نہ ہونے کی وجہ سے کوئی غلطی نہ کر بیٹھیں حالانکہ میں نے دوسری غلطی کی جو کہ میرے لئے شاید آج نہ تو کل ضرور کوئی مصیبت کا باعث بن جاتا خیر گاڑی میں ہم گپ مارتے رہے اور کبھی مذاق کرتے رہے اسی طرح ہمارا ٹائم پاس ہوتا رہا۔ دوسری طرف اسلام اور اسد جنگل کا نظارہ کرنے لگے اسد کی نظر کیکر کے درخت پر بیٹھے ہوئے کوئل پر پڑی تو چونکہ پڑا اور اسلام کو کہا کہ دیکھو کتنا پیارا پرندہ ہے کیوں نہ ہم اسے پکڑ لیں تو اسلام نے جواب دیا چلو قریب جا کر دیکھتے ہیں دونوں کیکر کے درخت کے پاس پہنچ گئے اتنی دیر میں کوئل تو آگئی مگر وہ دونوں اب اپنی زندگی اور موت

کے درمیان کھڑے تھے اس نے کہا یہ لوہہ تو آگنی اب کیا کریں تو اسلام نے کہا کہ واپس چلتے ہیں تو جانتے ہوئے اسد نے درخت کے قریب گول دائرے کو دیکھا جو کہ چوٹے کے ساتھ بنایا تھا اس نے اسلام کو کہا کہ یہ گول دائرہ کس لئے ہے تو اسلام نے کہا کہ یار کوئی خزانہ وغیرہ تو نہیں تو اسد نے کہا کہ مذاق چھوڑو کام کی بات کرو چلو اس چوٹے کو یہاں سے مٹا کر دیکھتے ہیں اور اس درخت میں کیا چیز ہے سامنے تو آجائے گی یا اس کے اوپر چڑھ کر دیکھتے ہیں یہ سنتے ہی اسد اور اسلام نے گول دائرے کو عبور کیا اور درخت کے قریب سارا چونا جو کہ حصار کی طرح قائم تھا یک دم ٹوٹ گیا ایک ہوا سی چلی جو کہ اسد اور اسلام نے محسوس کی لیکن انہیں یہ نہیں پتہ تھا کہ یہ بلی کی سی ہوا ان کی موت کا پیغام لے کر آ رہی تھی اور پیغام دے کر چلی بھی گئی اسد اور اسلام نے اس بلی کی سی ہوا کو نظر انداز کیا اور درخت کو کالٹنے کی تیاری میں مصروف ہو گئے اتنی دیر میں طاہر ہمارے پاس آیا اور کہنے لگا کہ کیا کر رہے ہو تو میں نے کہا کہ یہاں ضرور کچھ ہے اس درخت کے پاس کوئی گول دائرہ نظر آیا اور ہم نے کوئی بھی کچھ کی چیز کی پرواہ کئے بغیر ہی کالٹنے کا پروگرام بنالیا۔ طاہر نے قریب ہی پڑی ایک لوہے کی آری جو کہ کچھ دن یا کچھ ہفتے پہلے کوئی یہاں چھوڑ کر بھول گیا تھا اسے ہاتھ میں پکڑ لی اور شروع ہو گئے تینوں دوست اس درخت کو کالٹنے کے لئے ایک طرف اسلام اور دوسری طرف اس درخت کی ہر چیز کو غور سے دیکھنے میں مگن رہے۔

شام کے ساڑھے چھ بج چکے تھے اور پورے سات کا ٹائم ہونے والا تھا یعنی مغرب ہو چکی تھی تو یا سر بھی ادھر آگیا اور کہنے لگا کہ واہ بھئی واہ کیا کھانا ماہرین پاکستان کے اس چھوٹے سے جنگل میں آفرین ہے بھئی ادھر عمران صاحب غصے کے مارے آپ کا انتظار کر رہے ہیں اور ادھر آپ ہیں کہ واپسی کا ٹائم ہی نہیں لے رہے چنانچہ ہم دونوں کو کہہ کر طاہر اور یا سر تو چلے گئے مگر ہم اپنا ادھورا کام بھی نہیں چھوڑنا چاہتے تھے اسد کی نظر ایک لال رنگ کے ڈبے پر پڑی جس کے اوپر سفید رنگ کا پتھر اسد ہاتھ ہوا تھا اس نے اسلام کو کہا کہ یہ دیکھ کیا ہے درخت کو مکمل توڑنے اور کالٹنے کے بعد صرف یہ ڈبہ ہاتھ لگایا کیوں نہ اسے ساتھ لے جائیں تو میں نے کہا ٹھیک ہے چلو ساتھ لے چلتے ہیں اسد اور اسلام واپس گاڑی کی طرف جارہے تھے اسلام کے ہاتھ میں ڈبہ تھا دونوں تیزی سے آگے بڑھتے رہے کہ یکدم اسلام کے پیروں کے درمیان کوئی



چھوٹا سا اینٹ نما پتھر آیا اور وہ منہ کے بل گر گیا اسد نے فوراً اسلم کو اٹھایا اور گاڑی تک پہنچ گئے میں نے اسلم اور اسد کو اپنی طرف آتا دیکھ کر شکر کیا کہ یہ لاڑے صاحب یہاں پہنچ گئے میں نے مستحسانہ انداز میں کہا اب یا سر تمہارا کیا خیال ہے کہ چلیں یا کہیں اور بھی کھونا پھرنا ہے تو یا سر اور طاہر نے کھر جانے پر ہی انکشاف کیا ہم رات تقریباً سو آٹھ بجے گھر پہنچ گئے سب سے پہلے طاہر اور یا سر کو چھوڑا اس کے بعد اسلم اور اس کو گھر خیر و عافیت پہنچا دیا اسلم نے اسد سے وداع ہوتے ہوئے کہا کہ صبح کالج میں ملاقات ہوگی تم یہ لال ڈبہ مجھے دے دو میں کھول کر خود ہی تمہیں بتا دوں گا لیکن اسد بھی اسلم سے کم نہیں تھا وہ دونوں ہی ضد کرنے پر آمادہ ہو گئے آخر کار اسد نے اسلم کی بات مان لی اسلم نے ڈبہ کو سب سے پہلے غور سے دیکھا اس کے بعد ڈبہ کے اوپر موجود سفید رنگ کے باریک سے کپڑے کو کھولنے لگا جس بناء پر کپڑا مکمل طور پر کھل گیا تو بعد میں پتہ چلا کہ یہ ایک بکس تھا جو کہ بڑا خوف زدہ اور دہشت ناک نظر آ رہا تھا اسلم نے بکس کو کھولا تو ایک دھواں سا نکلا اور اس دھوئیں نے ایک خوفناک چیز کی شکل دھاری اسلم یہ دیکھ کر خوف زدہ ہو گیا کہ یہ بلا کہاں سے آگئی تو چیزیں نے کہا کہ تم دونوں نے اچھا کیا کہ مجھے آزاد کر دیا میں نے اپنے ایک دشمن کا بدلہ چکانا ہے لیکن اس سے پہلے میں تم دونوں کا خون پی جاؤں گی کیونکہ تم نے مجھے زین پر زور سے پھینکا تھا۔

یہ کہتے ہی چیزیں غائب ہو گئی اتنی دیر میں اسد ذرا ہوش میں آیا تو دیکھا کہ اسلم تو پہلے ہی سے بے ہوش ہے کیونکہ وہ تھوڑا ڈرو پوک اور کمزور دل کا مالک تھا اگلی صبح پانچوں دوست گراؤنڈ میں اکٹھے بیٹھے ہوئے تھے اور یا سر نے اسلم اور اسد سے پوچھا کہ کیا بات ہے تم دونوں کے پرے پر بارہ کیوں بن رہے ہیں تو اسد نے کہا کہ باری مذاق مت کرو اصل میں کل رات ہم نے ابھی اسد نے اتنا ہی کہا تھا کہ کالج کی کھٹی بن گئی اور ہمارے پیڑ پھٹ شروع ہو گئے کالج سے چھٹی کے بعد اسلم اور اسد طاہر اور یا سر کو اپنے ساتھ رات والا واقعہ بتانا بھول گئے رات ہو چکی تھی اسلم اپنے کمرے میں بیٹھا کالج کا کام کر رہا تھا کہ کھڑی نے رات کے گیارہ بجے کا اعلان کر دیا اسلم نے مطالعہ چھوڑ دیا اور بستر پر لیٹ گیا تھوڑی دیر بعد نیند کی دیوی اس پر مہربان ہو گئی اسلم نے رات کو خواب میں دیکھا کہ وہی چیزیں اسے نظر آئی اور کہنے لگی کہ کل رات تمہاری آخری رات ہوگی کل شہر کی سڑک تاریخ ہے اس کے بعد

افشاہ تاریخ کا سورج نہیں دیکھ سکے اور بعد میں چار دن کے بعد تمہارے دوست اسد کی باری ہے آہا ہا ہا ہا ہا لگتے ہوئے چیزیں غائب ہو گئی اور اسلم ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھ گیا دو گلاس ٹھنڈے پانی کے پئے اور دماغ پر زور ڈالنے لگا کہ یہ خواب اس کا جانا بچنا سا لگتا ہے کہیں یہ وہی چیزیں تو نہیں ہے یہ سوچتے ہی اس نے دل میں تہیہ کر لیا کہ جو خدا کو منظور ہے وہی ہو گا یہ سب خواب ویسے ہی انسان کا خیال ہوتا ہے لیکن اسلم یہ نہیں جانتا تھا کہ جس کو وہ خیال سمجھ رہا ہے اگلی رات حقیقت میں بدل جائے گا چنانچہ اگلی صبح میں یا سر طاہر کالج میں باف ٹائم کے بعد کینٹین میں اکٹھے بیٹھے ہوئے تھے کہ اسلم ان کے پاس آکر بیٹھ گیا اور رات والا سارا واقعہ اور خواب ان تینوں کو سنایا تو میں یعنی عمران پریشان ہو گیا میں نے اسلم کو دلاس دیا کہ صبر کرو اور خدا پر بھروسہ رکھو تمہیں کچھ بھی نہیں ہو گا لیکن اسلم کی پریشانی ختم نہ ہوئی اور مزید بڑھ گئی اس دوران اسد بھی آیا اور کہنے لگا کہ کیا بات ہے آج سب وہ بھی کینٹین میں کوئی کھانے پینے کا پروگرام تو نہیں ہے تو میں نے کہا کہ یا ربی بات نہیں جس چائے پینے کی غرض سے کینٹین میں آئے تھے خیر کالج سے چھٹی ہو گئی میں یا سر اور طاہر بھلا لنگر کالج کی کچھ خاص کتابوں کا پتہ کرنے چلے گئے میں نے جانے سے پہلے اسلم کو ایک نظر دیکھا کہ یا رب پریشان مت ہو اگر وہ خوش خوشی انجوائے کیا کرو۔

یہ لائف کا سب سے بہترین حصہ ہے چنانچہ اسلم بھی تھوڑی دیر کے لئے مسکرایا میں نے اسلم کو کہا کہ کل صبح ملاقات ہوگی چنانچہ میں نے اسلم کو خدا حافظ کہا اور بھلا لنگر روانہ ہو گئے تھے یہ نہیں پتہ تھا کہ اسلم سے آج کی میری ملاقات آخری ملاقات ہوگی۔ رات ہونے میں کچھ دیر باقی تھی اسد اسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ یا رب تم مجھے کل گھر سے لے جانا میں تمہاری طرف نہیں آؤں گا تو اسلم نے کہا کہ ٹھیک ہے یا رب میں ابھی کالج کا کام کر رہا ہوں۔ امتحانات بھی قریب آ رہے ہیں تمہیں تو پتہ ہے کہ داخلہ کتنی مشکل سے ملتا ہے اور محنت کی بھی اشد ضرورت ہے خیر اسد چلا گیا اسلم کو نیند آرہی تھی وہ خواب جو کہ اس نے گزشتہ رات دیکھا تھا وہ کالج کے کام کی وجہ سے بھول گیا تھا رات کے تقریباً ساڑھے گیارہ بج رہے تھے اسلم نیند کی غرض سے بستر لیٹ رہا تھا کہ اسے محسوس ہوا کہ جیسے کمرے میں کوئی داخل ہوا ہے۔ حالانکہ اس نے سونے سے پہلے کمرے کا دروازہ لچھی

طرح چیک کیا تھا لیکن اس نے اس کو وہم سمجھ کر ٹال دیا اسلم کو سوتے ہوئے تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ اچانک کسی نے دور سے تھپہ مار کر جگایا اسلم آنکھیں ملتا ہوا اٹھا اور ادھر ادھر کا جائزہ لینے لگا کہ آخر کون ہے جس نے میرے ساتھ یہ سلوک کیا ابھی اس نے یہ کہا تھا کہ کمرے کے ایک جانب سے دھواں اٹھنا شروع ہو گیا اور اس دھوئیں نے خوفناک چیزیں کی شکل اختیار کر لی اسلم یہ دیکھ کر وہیں ساکت ہو گیا اور ایسے محسوس ہوا جیسے اس کے جسم میں سے کسی نے جان نکل دی ہو چیزیں کی آنکھیں زیر و زوات کے بلب کی طرح روشن تھیں ہاتھوں میں انگلیوں کی جگہ لوہے کی نوک دار سوئی نما انگلیاں تھیں جو کہ خنجر سے بھی زیادہ تیز تھیں چیزیں نے اسلم کے قریب ہوتے ہوئے کہا کہ اب تیار ہو جاؤ آج سڑک تاریخ ہے اور بارہ بجنے میں ادھاکھنڈہ پانی ہے اٹھا رہ تاریخ کا سورج تمہاری موت کا اعلان کرے گا ہا ہا ہا قہقہہ لگاتے ہی چیزیں نے اپنے خنجر نما انگلیوں کو اس کی گردن میں گاڑ دیا اور وہ چیزیں اب اسلم کا خون پی رہی تھی دوسری طرف عمران طاہر اور یا سر کسی ہوٹل میں بیٹھے گپ مارتے رہے جبکہ ادھر اسلم کا خون ہو چکا تھا لاش جگہ جگہ سے ادھری ہوئی تھی خون کا نام و نشان تک غائب تھا صبح اسلم کی امی نے کمرے کا دروازہ کھٹکا چاہا تو دروازہ نہ کھلنے پر پریشان ہو گئیں۔ آخر کار اسلم کے ابو نے دروازہ کو توڑ ڈالا اور اندر داخل ہوئے ہی جو منظر اسلم کے ابو اور امی نے دیکھا وہ ناقابل یقین تھا اسلم کی لاش دیکھتے ہی اسلم کی امی بے ہوش ہو گئی اور اس کے ابو خون کے آنسو روتے رہے۔

گھر کا ایک چراغ گل ہو چکا تھا ایک پھول مرجھا چکا تھا چنانچہ شام کو اسد کو اطلاع ملی کہ اسلم کو کسی نے بری طرح قتل کیا اور خون کا آخری قطرہ تک نہ ملایا ہے منتے ہی اسد رونے لگا اور اسنے دوست کی جدائی کا افسوس کرنے لگا مغرب سے پہلے اسلم کو دفنانا چاہا تھا اگلے دن صبح کالج میں اسد داخل ہوا تو پتہ چلا کہ عمران یا سر اور طاہر ابھی تک بھلا لنگر سے واپس نہیں آئے وہ افسوس کرتا ہوا کلاس میں چلا گیا تمام دن اسد نے تقریباً روتے ہوئے گزارا کہ اتنا اچھا دوست ہم سے جدا ہو گیا رات ہونے سے پہلے اسد نے فون کرنا چاہا تو پتہ چلا کہ وہ تینوں دنوں سے روانہ ہو چکے ہیں کیونکہ صرف اسد کو ہوٹل کا فون نمبر کا علم تھا اگلے دن چاروں دوست گراؤنڈ میں چھٹی کے بعد ملے تو پتہ چلا کہ اسلم اب اس دنیا میں نہیں رہا یہ منتے

ہی میں طاہر اور یا سر خوب ل کر روئے اور ایک دوسرے کو دلاس دیتے رہے اسد نے کہا کہ پتہ نہیں میرا دل یہ کیوں کہہ رہا ہے کہ ہم نے کوئی غلطی کی ہے تو طاہر نے کہا کہ یا رب جو خدا کو منظور ہے۔ اسے کوئی نہیں مل سکتا اس کے بعد چاروں دوست اپنے گھر روانہ ہو گئے شام کو ہم چاروں نے کرکٹ کھیلنے کا پروگرام بنایا تو کرکٹ کھیلنے ہوئے اسد زور سے زین پر گر پڑا ہم تینوں نے اسد کو اٹھایا اور کہا کہ کیا ہو گیا ہے یا رب خود ایسے ہی کیوں گر گئے تو اسد نے کہا مجھے کسی نے دھکا دیا ہے لیکن جہاں میں کھڑا تھا وہاں سے کافی فاصلے پر کوئی بھی نہیں تھا ہمارے لئے یہ چھوٹی سی بات بہت خوف زدہ ثابت ہوئی خیر ہم نے اسے نظر انداز کر دیا اتنی دیر میں رات ہو گئی اور ہم سب چاروں اپنے گھروں کی طرف چل دیئے اسد نے کام کی غرض سے کمرے کا دروازہ کھولا اور کالج کے نوٹس یاد کرنے لگا تقریباً دس بجے اسد کو نیند آنے لگی اور وہ تھوڑی ہی دیر میں خواب خرگوش کے مزے لینے لگا اسد نے خواب میں اسی چیزیں کو دیکھا جو کہہ رہی تھی کہ اسد کل تمہاری باری ہے تم کہیں بھی پھگ کر نہیں جاسکتے تمہارا گرم گرم خون مجھے اور میرے دل کو تسکین پہنچائے گا جہاں کہیں بھی چلے جاؤ گے تو موت تمہیں ہر طرف نظر آنے لگی کل یا رب تاریخ ہے اور تمہیں تاریخ کا دن تمہارے تینوں دوستوں عمران یا سر اور طاہر کے لئے بہت محسوس ہو گا آہستہ آہستہ انہیں بھی موت کی نیند میں پہنچا دوں گی اگلے دن صبح اسد کو محسوس ہوا کہ جیسے اسے سر میں درد ہے کیونکہ رات والے خواب کا اثر اس کے دماغ تک پہنچ گیا تھا اسد نے نماذھو کر ناشتہ کیا اور کالج چلا گیا آج چونکہ جمعہ تھا۔

اس لئے ان چاروں نے شام کو چار بجے کالج کے نزدیک باغ میں گھومنے کا پروگرام بنایا پورا دن اسد تو بہت پریشان تھا لیکن وہ سوچ بھی رہا تھا کہ اگر وہ رات والا خواب اپنے تینوں دوستوں کو سنائی دے تو وہ مذاق کر کے ٹال دیں گے خیر چاروں دوست شام کو باغ میں بیٹھے ہوئے تھے اور اسد نے رات والا سارا خواب تینوں کو بتایا تو طاہر اور یا سر نے کہا کہ یا رب اسد تم اصل میں ڈراؤنی فلمیں بھی تو زیادہ دیکھتے ہو تو اسد نے کہا یہ مذاق کا وقت نہیں ہے پلیز کچھ کرو میں نے یا سر سے پوچھا کہ عجیب بات ہے خواب میں ایسا کیا تھا جس کی وجہ سے اسد اتنا پریشان ہوا تو یا سر نے کہا کہ تم تفصیل سے بتاؤ رات خواب میں کیا دیکھا تھا اسد نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ ایک خوفناک



چڑیل میرے پاس آئی اور کہا کہ میں تمہیں قسم کروں گی اور جاتے ہوئے اس نے تیس تارخ والی بات بتائی اسد اپنی بات مکمل کرنے کے بعد خاموش ہو گیا اتنے میں طاہر نے مجھ سے کہا کہ یار یہ تو بت ہی برا ہو گا ذرا تم آج کی تاریخ تو بتاؤ تو میں نے کہا کہ آج بائیس تاریخ ہے یہ سن کر اسد بے ہوش ہوتے ہوئے بچا میں نے اسے اب لمبی دی اور کہا کہ تم رات ہونے سے پہلے طاہر کے پاس چلے جانا میں بھی وہاں پہنچ جاؤں گا پانچ رات ہو گئی گیارہ بجے کا ٹائم تھا اسد طاہر کے گھر جانے کی تیاری کرنے لگا تو اس کے ماموں جو کہ ہمالنگر سے آئے ہوئے تھے آتے ہی طاہر کو کہا کہ کہاں جا رہے ہو تقریباً نو بجے وہ پینٹ شرٹ پہنے ہوئے طاہر کے گھر جانے کی تیاری کرنے لگا گھر سے ماموں سے اجازت لے کر ابھی وہ دوسری گلی میں پہنچا تھا کہ اسے آسمان کی طرف سے ایک دھواں اپنی جانب آتا ہوا نظر آیا وہ یکدم رک گیا اور اس انجان دھوئیں کو غور سے دیکھنے لگا تھوڑی دیر میں ہی دھوئیں نے خوفناک چڑیل کی شکل اختیار کر لی۔ اسد کے رونکنے کھڑے ہو گئے کیونکہ چڑیل کا قد لمبا ہو کر دس فٹ ہو گیا اور اس کی جسامت بڑھنے لگ اس نے اسد کے قریب ہوتے ہوئے کہا کہ جس لال بکس میں میں قید تھی تم اور اسلم کی وجہ سے بس بچ کر اور مجھے بے حد تکلیف پہنچی جس کی سزا اب تمہیں ایسی دوں گی کہ تمہاری لاش کو دیکھنے والے کی روح تک کباب اٹھے گی یہ کہتے ہی وہ اسد کو پکڑنے کی کوشش کرنے لگی اسد نے فوراً دوڑ لگا دی وہ جلدی سے طاہر کے گھر کے دروازہ پر پہنچا اور دروازہ زور زور سے بجائے لگا اندر سے طاہر نے آواز دی کون ہے تو اسد نے لرزے ہوئے کہا کہ میں میں ہیں اسد ہوں در در دروازہ کھولو یہ سنتے ہی طاہر نے دروازہ کھولنا چاہا لیکن بد قسمتی سے چڑیل نے اپنا جاوٹی اثر دکھایا اور دروازہ نہ کھل سکا اتنی دیر میں چڑیل اسد تک پہنچ گئی اس کو نہایت بے دردی سے اپنے گھجھر نما ہاتھوں سے اٹھایا اور تھوڑی دور جا کر اسد کو طاہر کے گھر کے دروازے پر پھینک دیا۔

اسد کا سر ایک دھماکے سے پھٹ گیا اور ایک دفعہ اس کا جسم تڑپا اور پیشہ کے لئے اپنے دوستوں کو چھوڑ کر دوسری دنیا میں چلا گیا چڑیل دور کھڑی ہنس رہی تھی قہقہہ لگا رہی تھی کہ اب گاؤں کے سارے نوجوان کا گرم گرم خون پی کر اپنی پیاس بجھاؤں گی یہ کہتے ہی وہ اسد کے مردہ جسم پر پگی اور تھوڑا بہت خون جو کہ اسد کے جسم سے برہا تھا سارا ایک ہی منٹ میں پی گئی اور فوراً غائب ہو

گئی غائب ہوتے ہی دروازہ خود بخود کھل گیا لیکن باہر کا منظر جو طاہر نے دیکھا وہ اس کے ہوش اڑا دینے کے لئے ہی کافی تھا اپنے پیارے دوست اسد کی لاش نہیں دیکھ سکا اور بے ہوش ہو گیا اتنی دیر میں عمران اپنی گاڑی میں یا سر کے ساتھ طاہر کے گھر پہنچا تو دیکھ کر دونوں ایک دوسرے کو حوصلہ دینا ہی چھوڑ گئے ایک طرف طاہر بے ہوش پڑا تھا اور دوسری طرف ان کے تحت جگر دوست اس کی لاش پڑی تھی یا سر نے مجھے بڑی مشکل سے سنبھالا اور روتے ہوئے دونوں کو گاڑی میں ڈال کر شرکی طرف روانہ ہو گئے ہمالنگر کے سب سے اچھے ہسپتال میں طاہر کو ایڈمٹ کر دیا اور اسد کی لاش کو اس کے گھر پہنچانے کی تیاری کرنے لگے۔ میں نے یا سر کو کہا کہ تم یہاں طاہر کے پاس ہو میں اسد کی لاش اس کے گھر والوں کو دے آتا ہوں پہلے تو یا سر نہ مانا لیکن بعد میں عمران کی ضد کے سامنے چپ ہو گیا ایک طرف طاہر بے ہوش پڑا تھا جبکہ دوسری طرف اسد کا نماز جنازہ پڑھایا جا رہا تھا کھر والے اسد کی موت پر اس نے غم زدہ ہونے کے عمران ایک دفعہ پھر حوصلہ ہارتے ہوئے اپنے دوست کی موت کے غم میں خوب رویا اسد کو دفن کر دیا کیا عمران نے اس کی قبر پر دعا مانگی اور ہسپتال روانہ ہو گیا۔ اگلے دن صبح طاہر ہوش میں آچکا تھا عمران اور یا سر اس کو ہوش آتے ہی خوش ہو گئے لیکن یہ ایک لمحے کی خوشی وہ طاہر پر ظاہر کرنا چاہتے تھے طاہر نے ہم سے پوچھا کہ تم سب کے چہرے پر مسکراہٹ کیوں ختم ہو گئی تھلے ہوئے پھول کیوں مرجھائے گئے کیا بات ہے اسد تو ٹھیک ہے میں نے اسے آخری دفعہ چھتے چلائے اور زخمی ہوتے ہوئے دیکھا اس کے بعد مجھے کچھ یاد نہیں تو بعد میں یا سر نے کہا کہ میرے دوست اسد اب ہماری دنیا میں نہیں ہے وہ تو ہم سب کو ہمارے حال پر چھوڑ کر چلا گیا ہے یہ کہتے ہی طاہر اور یا سر ایک دفعہ پھر اپنے دوست کی موت پر خوب آنسو بہانے لگے ان کو وہ دن بہت یاد آ رہے تھے جب وہ اکٹھے شکار پر جاتے اکٹھے کرکٹ کھیلتے کیونکہ اسلم اور اسد ہی ان کو خوش باش رکھتے تھے ان سے محبت کرتے تھے ان کا خیال رکھتے تھے شام کو طاہر اپنے گھر آیا عمران اور یا سر بھی اس کے گھر میں موجود تھے طاہر نے کہا کہ یار عمران پہلے اسلم کی موت اور اس کے بعد اسد کی موت ہمیں کسی غلطی کی طرف اشارہ کرتی ہے تو عمران نے کہا کہ وہ کیسے تو طاہر نے بتایا کہ یار تم نے اس وقت غور نہیں کیا کہ اسلم اپنے خواب کے متعلق کیا بتا رہا تھا تو یکدم عمران کو خیال آیا کہ

جنگل میں ضرور ہم سے کچھ نہ کچھ غلط کام ہو گیا ہے ہمیں چل کر دیکھنا چاہئے اگلے دن تینوں دوست عمران، طاہر اور یا سر جنگل میں گئے اور ہر ایک چیز کو غور سے دیکھ رہے تھے کہ کہیں کوئی نشان ہی مل جائے آخر کار عمران کی نظر کیکر کے درخت پر پڑی جو کہ اب مکمل طور پر کاٹا جا چکا تھا یہ دیکھتے ہی اس نے طاہر اور یا سر کو آواز دی جو کہ درخت سے تھوڑے دور کھڑے تھے فوراً عمران کے پاس آئے اور کہنے لگے کیا ہو تو میں نے کہا کہ ہمیں فوراً مولوی صاحب کے پاس جانا چاہئے کیونکہ وہ اب آزاد ہو گئی ہے طاہر نے کہا کہ کون آزاد ہو گئی ہے تو میں نے کہا کہ بعد میں بتاؤں گا جلدی کر دو یہ گھرنا اپنے آپ کو موت کے حوالے کرنا ہے جب تینوں گاؤں پہنچے تو پتہ چلا کہ ایک ہی دن میں چار نوجوان کاٹل ہو گیا ہے جن کے والدین بوڑھے تھے ان چاروں کی لاشوں کو دیکھ کر طاہر نے کہا کہ یہ ضرور کسی غیر مرئی مخلوق کا کام ہے عمران تم صحیح کہتے ہو ہمیں مولوی صاحب سے ضرور ملنا چاہئے۔ اگلے دن صبح نو بجے تینوں دوستوں نے کالج سے چھٹی کی اور مولوی صاحب کے پاس پہنچ گئے جو کہ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اور مسجد کا ضروری کام کر رہے تھے ہم تینوں کو دیکھ کر کہنے لگے کہ اندر آ جاؤ پانچاچہ ہم تینوں اندر چلے گئے اور مولوی صاحب کو الف سے بے تک ساری کہانی سنائی اس کے بعد جو بات مولوی صاحب نے ہمیں بتائی وہ ہمارے دل کو ہلا دینے والی تھی انہوں نے کہا کہ طاہر اور یا سر تم دونوں چڑیل کے نشانے کا باعث بن سکتے ہو ہم نے مزید تفصیل پوچھی چاہی تو انہوں نے ہمیں ساری بات وضاحت سے بتائی کہ عمران تم نے پہلی غلطی یہ کی ہے کہ اسلم اور اسد کو جنگل میں شکار کے لئے ساتھ لے گئے جنہیں ہمیں معلوم تھا کہ وہاں ان کی موت لکھی ہے اور دوسری غلطی یہ کہ تم نے ان کو اس جگہ پر پہنچ دیا ہے جہاں پر وہ کیکر کا درخت موجود تھا اور اصل اسلم اور اسد نے حصار کو توڑ دیا تھا جو کہ چوہے سے لگایا گیا تھا اور سرخ بکس جس میں چڑیل قید تھی اس کو لے کر گاڑی کی طرف آ رہے تھے تو اسلم کے ہاتھوں سے وہ بکس نیچے گر پڑا اور دوسری بات وہ یہ کہ اسد نے وہ بکس سب سے پہلے پکڑا اس کی جیب میں پہلے سے ہی آیت الکرسی کی چھوٹی سی کتب موجود تھی جس کی وجہ سے چڑیل غصہ میں آگئی اور دونوں کی غلطی کی وجہ سے بکس نیچے گر کر اور اس نے اپنا انتقام لے لیا اب وہ چار نوجوانوں کا خون پی چکی ہے مولوی صاحب نے ہمیں یہ بھی بتایا کہ اب وہ گاؤں کے

چودھری حسن علی کے بیٹے شہد کو قتل کرے گی کیونکہ جب تمہارے دوستوں نے وہ بکس کھولا تھا اسی وقت اس نے کہا تھا کہ پہلے تم دونوں کا قتل ہو گا اس کے بعد اپنے دشمن سے بدلہ لوں گی اور واپس چلی جاؤں گی میں نے مولوی صاحب سے کہا کہ واپس کس لئے تو مولوی صاحب نے کہا کہ وہ اپنا انتقام پورا کرے گی مگر میں چاہتا ہوں کہ تم اپنے دوستوں کی موت کا بدلہ اس چڑیل سے لو جس نے تمہارے دونوں دوست اسلم اور اسد کا قتل کیا ہے۔

یا سر نے کہا کہ مولوی صاحب کوئی حل بتائیں کہ ہم اس چڑیل کو ختم کر سکیں تو مولوی صاحب نے کہا کہ آج منگل ہے اور تم تینوں جمعرات والے دن میرے پاس آنا انشاء اللہ تمہیں سب کچھ تفصیل سے بتاؤں گا اگلے دن بدھ تھا تینوں دوست کالج سے واپس گھر آ رہے تھے کہ چودھری کا بیٹا شہد مل گیا یا سر نے پوچھا کہ کیا بات ہے تم اتنے پریشان کیوں ہو تو شہد نے تینوں دوستوں کو رات کے خواب والی بات بتائی یہ سکر ہم تینوں خوف زدہ ہو گئے کیونکہ اسلم اور اسد کے ساتھ بھی یہی کچھ ہوا تھا میں نے شہد سے پوچھا کہ اب تم کہاں جا رہے ہو تو وہ کہنے لگا کہ مولوی صاحب کے پاس اس کا کل ضرور ہو گا وہ مجھے بچا لیں گے ہم نے اس سے چڑیل والی ساری کہانی سنی جو اس نے مختصر بیان کی کہ میں ایک دفعہ جنگل میں سے گزر رہا تھا کہ ایک نہایت ہی خوبصورت لڑکی میرے پاس آئی اور کہا کہ میں نے تم کو اپنا دل دے دیا ہے میں تم سے شادی کرنا چاہتی ہوں تو میں نے انکار کر دیا کہ میرے گھر والوں نے میری شادی کسی اور سے طے کر دی ہے لیکن وہ لڑکی تاملانی اور اپنا روپ بدل لیا جب میں نے اس کا چہرہ دیکھا تو خوف زدہ ہو گیا کیونکہ اس کی آنکھوں کی جگہ زبرد واث کا بلب کی طرح روشن دھبے موجود تھے پاؤں اٹلے تھے اور خون خوار دانت جو کہ نہایت ہی کمرہ لگ رہے تھے باہر کو نکل گئے تو یہ کہتے ہی چڑیل نے مجھ پر حملہ کرنا چاہا لیکن میں نے فوراً آیت الکرسی پڑھنی شروع کر دی اور مولوی صاحب کے گھر کی طرف دوڑ لگا دی میری خوش قسمتی تھی کہ میں آیت الکرسی کی برکت سے بچ گیا ورنہ وہ مجھے بھی اسی وقت مار دیتی مولوی صاحب اگلے دن میرے ساتھ جنگل میں گئے اور وہاں آیت الکرسی پڑھنی شروع کر دی وہ چڑیل چونکہ ایک بدروح تھی اور جنگل میں بھٹکی پھر رہی تھی لہذا آیت الکرسی کے اثر سے مولوی صاحب کے قدموں کی طرف چل پڑی مولوی صاحب نے کہا کہ تم شہد کو چھوڑ دو مگر وہ غیبت چل مانتے سے انکار



کرتی رہی اور مولوی صاحب نے میرے سامنے اسے سرخ رنگ کے ایک چھوٹے سے بکس میں قید کر دیا اور جنگل کے نزدیک ایک کنارے پر بیکر کا چور دخت موجود تھا اس کے اندر سوراخ کر کے بکس کو چھپا دیا تاکہ کوئی اس کو کھول نہ سکے بس اس کے بعد مجھے مولوی صاحب نے تسلی دی کہ وہ چڑیل اب تمہارا کچھ نہیں بلاؤ سکتی کیونکہ اب وہ قید ہو چکی ہے لیکن پچھلے کی دنوں سے وہ مجھے خواب میں آکر تنگ کرنے لگتی ہے بس اسی وجہ سے مولوی صاحب کے پاس جانے لگا تھا کہ تم تینوں مل گئے ہم نے اس سے معافی مانگی اور روتے ہوئے کہا کہ میرے دوست ہمارے دوساھی اسلم اور اسد اسی چڑیل کے ہاتھوں مارے جا چکے ہیں اور وہ سرخ بکس اب کھل چکا ہے اور چڑیل آزاد پھر رہی ہے۔

یہ سنتے ہی شاہد کے چہرے پر پریشانی اور خوف کے آثار ظاہر ہونے لگے لیکن ہم تینوں نے اسے تسلی دی کہ کل صبح تم ہمارے ساتھ چلتا ہم تمہیں مولوی صاحب کے پاس لے جائیں گے کیونکہ کل جمعرات ہے اور ہم نے ان سے ملنے کا وعدہ کیا ہے کل شام عصر کی نماز کے بعد مسجد میں آجائے ہم اپنا مسئلہ بھی حل کر لیں گے اور تمہاری پریشانی بھی دور ہو جائے گی جاتے ہوئے عمران اور یاسر نے ایک بار شاہد کو دیکھا اور گھر چل دیئے جاتے ہوئے انہیں یہ خیال بالکل نہ رہا کہ جس دوست کو وہ بچانا چاہتے ہیں اگلے دن ہی دنیا سے رخصت ہو جائے گا کیونکہ اس کی موت قریب تھی چنانچہ رات ہو گئی شاہد سونے کے لئے کمرے میں چھپے ہی داخل ہوا تو بستر پر ایک کانڈ پڑا ہوا تھا جس پر لکھا کہ گیارہ بجے تمہاری موت کا اعلان ہو جائے گا جہاں مرضی چلے جاؤ موت ہر جگہ نظر آئے گی اسے بڑھ کر یقین ہو گیا کہ یہ سب اس چڑیل کی کارستانی ہے کیونکہ تھوڑی سی دیر کر ناموت کو قریب لانے کے برابر تھا جلدی سے اس نے اپنا مونڑ سائیکل نکالا جو کہ اس کے باپ چودھری حسن علی نے شہر سے لے کر دیا تھا اس پر بیٹھ کر وہ مولوی صاحب کے گھر کی طرف چل دیا دروازہ پر پہنچا تو دیکھا کہ مولوی صاحب کے گھر تالا لگا ہوا تھا اور وہ کسی کالم کے سلسلے میں بہاؤ لنگر گئے ہوئے ہیں یہ دیکھتے ہی اس کو مزید پریشانی سے دو چار ہونا پڑا ابھی وہ مونڑ سائیکل شارت کر کے وہاں سے نکلا ہی تھا کہ ظاہر اپنے باپ کے ساتھ گھر کی طرف جا رہا تھا ظاہر نے اپنے ابو کو کہا کہ آپ گھر چلیں میں شاہد کو لے کر آتا ہوں تو انہوں نے پوچھا کہ خیریت تو ہے رات کے نو بجے تو میں نے کہا کہ آپ ان

سب باتوں کو چھوڑیں اور گھر چلیں میں ابھی آتا ہوں چنانچہ ظاہر کے ابو تھلے گئے لیکن وہ یہ نہ سوچ سکے کہ وہ اپنے بیٹے کو موت کی طرف چھوڑ گئے ہیں ظاہر نے شاہد سے پوچھا کہ کیا بات ہے تو وہ مجھے اپنے کمرے میں لے گیا اور کانڈ ظاہر کو دکھایا جس پر کچھ بھی نہیں لکھا تھا ظاہر نے کہا کہ اس پر تو کچھ نہیں ہے تم ویسے ہی ڈر گئے ہو یہ تمہاری نظر کا دھوکا بھی ہو سکتا ہے مگر شاہد اصرار کرتا رہا کہ ضرور اسی چڑیل کی شرارت ہے تم میری بات کا یقین کرو اور یہاں سے لے جاؤ پلین ظاہر میری مدد کرو مجھے اپنے گھر لے جاؤ وہاں میں محفوظ رہوں گا شاہد کی عمر ظاہر سے کافی زیادہ تھی ظاہر نے شاہد کو کہا کہ تم سونے سے پہلے اپنے ارد گرد آیت الکرسی کا حصار قائم کر لینا پھر دیکھنا چڑیل تمہارے نزدیک بھی نہیں آئے گی چنانچہ شاہد کو تھوڑی بہت تسلی ہوئی اور اس نے آیت الکرسی پڑھ کر حصار قائم کیا اور سو گیارہ گیارہ بجے میں دس منٹ باقی تھے۔

شاہد کو باہر دروازے پر کھنٹی سنائی دی وہ چونکہ نیند میں تھا اس لئے وہ ایک بڑی غلطی کر گیا اور بستر سے اٹھ کر باہر دروازے کی طرف چل دیا دروازہ کھولا تو باہر ایک خوبصورت لڑکی کھڑی تھی شاہد نے پوچھا کہ تم کون ہو تو اس نے جواب دیا کہ مجھے ایک رات کے لئے اپنے گھر میں جگہ دے دیں صبح ہوتے ہی چلی جاؤں گی میں نے ایک نظر ابو کے کمرے پر ڈالی تو وہ گہری نیند سوتے ہوئے تھے چنانچہ میں اسے اپنے کمرے میں لے آیا اور کہا کہ آپ دوسرے بستر پر لیٹ جائیں چنانچہ وہ دوسرے بستر پر لیٹ گئی میں نے ایک موقع تلاش کیا اور اسے غور سے دیکھنے لگا کہ اس کی نظر اس کے پاؤں پر پڑی یہ دیکھتے ہی اسے جیسے ہوش سا آگیا کیونکہ اس کے پاؤں اٹلے تھے اس نے آؤ دیکھنا نہ فوراً گھر سے باہر دوڑ لگا دی وہ سرپٹ سرپٹ پر اندھا دھند بھاگ رہا تھا اس کو سانس چڑھ گیا تو پیچھے دیکھا کہ کچھ بھی نہ تھا اس نے ظاہر کے گھر کی طرف دوڑ لگا دی ظاہر اس وقت اپنے کمرے میں بیٹھا ہی سی آر پر انگشٹ مووی دیکھ رہا تھا دروازہ پر دستک ہوئی اتنی زور دار دروازہ کو پٹیا کیا کہ ظاہر نے غصے میں کہا کہ صبر کرو تمہارے باپ کے نوکر نہیں ہیں جو کہ دروازے پر کھڑے رہیں جلدی سے دروازہ کھولا سامنے شاہد کو دیکھا تو پریشان ہو گیا ظاہر نے کہا کہ کیا بات ہے تو شاہد نے کہا کہ وہ چڑیل اب میرے گھر پہنچ گئی ہے ظاہر نے شاہد کو کہا کہ تمہارے ابو کہاں ہیں تو اس نے جواب دیا کہ وہ گھر پر ہیں یہ سنتے ہی

ظاہر افسردہ ہو گیا اور کہا کہ جلدی سے گھر چلو نہیں تمہارے باپ کو قتل نہ کر دے یہ سنتے ہی شاہد اور ظاہر دونوں گھر کی طرف روانہ ہوئے جب ظاہر شاہد کے پینچا تو دیکھا کہ وہ غیبت چڑیل چودھری حسن علی کو کہ شاہد کا باپ تھا اس کا خون پی رہی تھی گردن ادھیڑ دی اور جسم جگہ جگہ سے کٹا پھٹا تھا چڑیل مزے سے چودھری کا خون پی رہی تھی شاہد نے غصے سے کہا کہ آج میں تجھے نہیں چھوڑوں گا شاہد جب چھوٹا تھا تو اس کی ماں دنیا فانی سے کوچ کر گئی تھی اور صرف باپ کا ہی سہارا تھا اس نے فوراً چڑیل پر چھلانگ لگا دی اور اس کو ہاتھوں سے مارنے لگا لیکن اسے ایسا محسوس ہوا جیسے وہ لوہے کی دیوار پہ ہاتھ مار رہا ہے ظاہر نے فوراً شاہد کو سنبھالا اور گھر سے باہر نکل پڑے ظاہر نے شاہد کو کہا کہ تم یاسر یا عمران آ کر گھر جاؤ میں اس چڑیل سے مقابلہ کرتا ہوں شاہد نے کہا کہ اگر تمہیں کچھ ہو گیا تو ظاہر نے کہا کہ میری فکر نہ کرو جلدی سے بھاگ جاؤ چنانچہ شاہد وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا اتنی دیر میں ظاہر کے سامنے وہ چڑیل آگئی اور کہا کہ تم نے مجھے قتل کرتے ہوئے دیکھا ہے لہذا اس سے پہلے کہ تم گاؤں والوں کو سب کچھ بتاؤ میں تمہیں مار دوں گی۔

تمہارا خون پی جاؤں گی ظاہر نے جیسے ہی آیت الکرسی پڑھنے کے لئے ہونٹ ملائے تو چڑیل نے اسے پڑھنے سے پہلے ہی گردن سے کچڑ لیا اور اپنے خنجر نما ہاتھوں کو اس کے حلق میں گاڑ دیا اور وہ مزے سے ظاہر کا گرم گرم خون پی رہی تھی ظاہر کا پورا جسم ٹھنڈا ہو گیا چڑیل نے اس کے جسم سے جگہ جگہ سے گوشت نچا اور مزے لے کر چبانے لگی اب ظاہر کی لاش سڑک کے کنارے پر پڑی نہایت ہی خوف زدہ نظر آرہی تھی چڑیل نے اس کا خون پیا گوشت کھلیا اور غائب ہو گئی دوسری طرف شاہد عمران کے گھر کی طرف گیا دروازہ زور زور سے بجانے لگا دروازہ کھلنے پر عمران کی امی باہر آئیں اور پوچھا کہ بیٹا کیا بات ہے تم بہت ہی خوفزدہ نظر آ رہے ہو تم چودھری حسن علی کے بیٹے ہو تو شاہد نے ہاں میں سر ہلایا اور اپنے باپ کی موت کا واقعہ روتے ہوئے سنایا عمران کی امی نے اسے دوسرے کمرے میں پینچا دیا اور کہا کہ تم یہیں بیٹھو میں تمہارے لئے ٹھنڈا پانی لے کر آتی ہوں چنانچہ شاہد نے پانی وغیرہ پیا تو اسے تھوڑا سا مطمئن ملا وہ ساری رات روتے ہوئے بستر پر لیٹ کر گزاری اگلے دن صبح عمران کو خبر ملی کہ شاہد اس کے گھر میں ہے وہ فوراً شاہد کے پاس گیا تو وہ گہری نیند سویا ہوا تھا اس کی آنکھوں سے

لے پئے، اسو کی خوش خبر کا اعلان کر رہے تھے شاہد کو اٹھانا مناسب نہ سمجھا اور کالج جانے کی تیاری میں مصروف ہو گیا۔ کالج میں دونوں دوست عمران اور یاسر ہاف ٹائم میں گراؤنڈ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ عمران نے کہا کہ یاسر آج ظاہر نہیں آیا کیا بات ہے تم نے گھر پر کیا تو یا سارے کناک میں تو اتنی گہری نیند سویا ہوا تھا کہ صبح ابو نے مجھے بتایا کہ کیا بات ہے رات گھوڑے بچ کر سوتے تھے یہ کہتے ہی دونوں مسکرا دیئے ابھی ہم کالج کے گراؤنڈ سے کلاس لینے جا رہے تھے تو کالج کا ایک لڑکا ظفر ہمارے پاس آیا اور کہنے لگا کہ یار عمران تمہیں پتہ ہے کہ چودھری حسن علی کو رات کے وقت کسی نے قتل کر دیا ہے تو ہم دونوں چونک پڑے اور فوراً پرنسپل سے پچھنی لے کر شاہد کے گھر گئے جہاں سے چودھری حسن علی کا جنازہ تیار تھا گھر میں کرام ساجا ہوا تھا چنانچہ دوپہر ظہر کی نماز کے بعد سارے گاؤں والوں کے سامنے چودھری حسن علی کو سپرد خاک کر دیا گیا گاؤں کا ہر فرد اس تھا اور ان کے دل سے خوشی چھین لی گئی تھی ابھی عمران اور یاسر شاہد کے ساتھ قبرستان سے واپس آ رہے تھے تو ایک اور جنازہ آتا ہوا دکھائی دیا میں نے یاسر سے کہا کہ یار یہ کون فوت ہوا ہے تو یاسر نے کہا کہ پتہ نہیں ہم تو ابھی قبرستان سے واپس آ رہے ہیں اور کسی کے فوت ہونے کا تو کچھ معلوم نہیں ہوا۔

چنانچہ نماز جنازہ پڑھانے کے بعد میں نے مولوی صاحب سے کہا کہ یہ کون ہے تو انہوں نے کہا کہ بیٹے عمران تم نہ ہی دیکھو تو متہر ہے کیونکہ میں تو صرف یہی بتا سکتا ہوں کہ یہ تمہارے قریب رہتا ہے اور اس وقت جہاں وہ گیا ہے یہ میں تمہیں نہیں بتا سکتا یاسر نے مولوی صاحب سے کہا کہ آخر ہے کون چہرہ تو دکھایا جائے چنانچہ جب چہرے پر سے کفن ہٹایا گیا تو یاسر تو وہیں بے ہوش ہو گیا مگر میری حالت ایسی ہو گئی کہ جیسے ہی کسی نے میرے جسم سے سب کچھ چھین لیا ہو میرا سب سے اچھا جگری دوست ظاہر بھی اللہ کے پاس چلا گیا چنانچہ ظاہر کی نماز جنازہ پڑھانے کے بعد اسے قبرستان میں سارے گاؤں کے سامنے سپرد خاک کر دیا گیا۔ شاہد کے چہرے پر رے تھے میں اور یاسر شاہد کے گھر گئے اسے دلا دیا اور کہا کہ موت تو اسلے ہے میرے دوست آج نہیں توکل ہر ایک کو اس دنیا سے جانا ہے چنانچہ نماز عصر کے بعد میں یاسر اور شاہد مولوی صاحب کے پاس بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے عمران یعنی مجھے کہا کہ تین دن کا ایک خطرناک وظیفہ کرنا



ہو گا اور اپنے دوست کی موت کا بدلہ لینا ہے اپنے دل میں چڑیل کو ختم کرنے کا انتقام پید کرنا ہو گا چنانچہ میں تیار ہو گیا اور ساتھ ساتھ مولوی صاحب نے ہمیں یہ بھی تلقین کی کہ وظیفہ کے دوران یا سر اور شہد کا مسجد میں ہونا لازمی ہے اس بات پر میں نے کہا کہ وہ کیوں تو مولوی صاحب نے کہا کہ وظیفہ کے الفاظ سن کر وہ چڑیل ضرور تمہیں ہرکانے آئے گی اور مسجد کے علاوہ اور کوئی محفوظ جگہ نہیں عمران نے مولوی صاحب سے کہا کہ مجھے وظیفہ کہاں کرنا ہے تو انہوں نے کہا کہ یہ خالی بول تم اپنے پاس رکھ لو اور جنگل میں اس جگہ پر جہاں چڑیل قید تھی وہاں اس درخت والی جگہ سے تھوڑے فاصلے پر ایک بڑا سا حصار کھینچنا ہو گا رات دس بجے وظیفہ شروع کرنا ہے تمہارا وظیفہ صبح فجر کی اذان سے تھوڑی دیر پہلے ختم ہو جائے گا اس کے دو فائدے ہوں گے پہلا یہ کہ آدمی مخلوق جن چڑیل وغیرہ کی اذان سے پہلے ہی چلی جائے گی اور دوسرا یہ کہ حصار سے یعنی دائرہ سے باہر آنے کے بعد تمہیں کوئی پریشانی نہیں ہو گی تین دنوں میں جب تم وظیفہ کرنے جاؤ گے تو بول ساتھ رکھو گے کیونکہ بول کا تمہارے پاس ہونا لازمی ہے کیونکہ اس بول کا وظیفہ سے تعلق ہے جس طرح چالی کے بغیر گاڑی نہیں چلتی اسی طرح بول کے بغیر تمہیں وظیفہ میں پریشانی ہو گی بلکہ نقصان کا بھی خدشہ ہے جیسا کہ تم نے کہا کہ یا سر اور شہد کا مسجد میں ہونا لازمی ہے تو یہ بات میں تمہیں بتا دوں غور سے سننا وہ یہ کہ چڑیل جس کو تم نے اپنی غلطی سے آزاد کیا ہے وہ تمہیں مارنے آئے گی اور تم دونوں کے پیچھے اس وقت تک لگی رہے گی جب تک وہ شہد سے اپنا انتقام نہ لے لے یا سر نے چونکہ شہد کو بچانے میں بھی مدد کی ہے لہذا ہو سکتا ہے کہ چڑیل سب سے پہلے یا سر کو اپنا نشانہ بنائے بہت احتیاط کرنی ہو گی یہ ساری باتیں جو مولوی صاحب نے ہمیں بتائی۔

ہم نے بہت توجہ سے سنی اور مولوی صاحب سے اجازت لے کر ہم اپنے گھروں کی طرف چل دیے میں نے یا سر اور شہد کو کہا کہ ہم بیٹوں ایک ہی کمرے میں سوئیں گے کیونکہ کل جمعہ ہے اور چاند کی بارہ تاریخ ہو گی مولوی صاحب نے بارہ تیرہ اور چودہ تاریخ کا بتایا ہے لہذا میں کل وظیفہ میں مصروف ہوں گا تم دونوں ایک ساتھ رہنا اور مسجد سے باہر نہ جانا چنانچہ اگلے روز یا سر کاچ سے آکر سو گیا اور شام پانچ بجے اٹھ کر منہ ہاتھ دھوا اور شہد کو لے کر اپنے گھر گیا کیونکہ شہد کا اکیلے رہنا خطرے سے

خالی نہیں تھا لہذا یا سر نے شہد کو اپنے گھر میں ہی رہنے کی ہدایت کی کیونکہ دن میں بھی چڑیل کے آنے کے خطرہ لاحق تھے۔ رات ہونے میں ابھی ایک گھنٹہ باقی تھا اور دونوں دوست یا سر اور شہد گھر میں بیٹھے گئیں بار رہے تھے کہ یا سر کی امی آئیں اور کہنے لگیں کہ بیٹے ذرا بازار سے تھوڑا گھر کا سودا لا دو چنانچہ میں نے شہد کو کہا کہ تم مسجد جاؤ میں رات ہونے سے پہلے ہی تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا چنانچہ شہد تو چلا گیا مگر وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ یا سر سے اس کی آخری ملاقات ہو گی یا سر نے امی سے کہا کہ میں جلد ہی واپس آ جاؤں گا چنانچہ میں گھر سے نکل پڑا اور گاؤں سے تھوڑی دور بازار آ تھا میں بازار میں داخل ہوا اور چیزیں خریدنے لگا میں نے اس وقت یہ بھی نہیں سوچا کہ موت میرے قریب آنے والی ہے دوسری طرف یا سر کی ماں پریشان تھی کہ رات ہو گئی ابھی تک واپس گھر نہیں آیا ہے یا سر نے جلدی سے گھر کا سودا سلف لیا اور گھر پہنچنے کے لئے تیز تیز قدم اٹھانے لگا۔ گھر پہنچنے پر یا سر نے امی کو ساری بات بتائی اور مسجد کی طرف روانہ ہو گیا گھر سے چندہ منٹ کا راستہ تھا چنانچہ جب یا سر گھر سے نکلا تو اس کی پریشانی کی انتہا نہ رہی جب اس نے گھڑی میں ناٹم دیکھا تو دس بجتے میں صرف پانچ منٹ باقی تھے یا سر نے قریب ہی اپنے کسی دوسرے دوست سے مونڈ سائیکل لیا اور تیز رفتاری میں مسجد کی طرف جانے لگا ابھی وہ ایک منٹ کا سفر ہی طے کر کے دوسری گلی میں پہنچا تو مونڈ سائیکل ایک جھٹکے سے بند ہو گئی سامنے سروک تھی اور دوسرے کنارے پر ایک پٹرول پمپ تھا لہذا یا سر نے دیر کے بغیر جلدی سے پٹرول بھرا اور مسجد کی طرف روانہ ہو گیا۔ دوسری طرف شہد مسجد میں یا سر کا انتظار کر رہا تھا اور ساتھ ساتھ پریشان بھی ہو رہا تھا یا سر ابھی مسجد سے ایک کلو میٹر دور ہو گا کہ گھڑی میں ناٹم دیکھا تو دس بج کر پندرہ منٹ ہو گئے تھے دوسری جانب عمران وظیفہ میں مصروف تھا اور چڑیل عمران کے سامنے آ گئی۔

عمران نے اپنی آنکھیں کھولیں تو سامنے چڑیل قہقہے لگا رہی تھی اور کہنے لگی کہ یا سر کو میں نے دیکھ لیا ہے وہ مسجد کی طرف جا رہا ہے میں اسے پہنچنے سے پہلے ہی ختم کر دوں گی میں نے وظیفہ کو وہیں چھوڑا اور اس کی منت سلامت کرنے لگا کہ پلیز اسے پیچھ نہ کہنا وہ میرا آخری دوست اب رہ گیا ہے اس کے بغیر میں زندہ نہیں رہوں گا چڑیل کہنے لگی کہ تمہارے دوست کی وجہ سے میں شہد کو نہ مار سکی لہذا اب تم اس کی لاش دیکھنا آہا کہتے ہوئے

قہقہے لگاتے ہوئے چڑیل غائب ہو گئی یا سر مسجد سے تھوڑی دور رک گیا اور مونڈ سائیکل کھڑی کرنے کے بعد ابھی وہ آگے بڑھا ہی تھا کہ ایک خوبصورت لڑکی اس کے سامنے آ گئی یا سر نے پوچھا کہ تم کون ہو تو اس نے کہا کہ میں تمہاری دوست ہوں میرے پاس آؤ مجھ سے ملو گے نہیں چنانچہ میں اس کی طرف چل دیا شہد جو کہ مسجد سے مجھے دیکھ رہا تھا کہ لگیا سر تو میں نے اس کی طرف دیکھا تو وہ کہنے لگا کہ جلدی سے مسجد میں داخل ہو جاؤ یہ چڑیل ہے جب شہد کے منہ سے میں نے یہ الفاظ سنے تو میری نظر اس کے پاؤں پر پڑی جو کہ پیچھے کی طرف مڑے ہوئے تھے چنانچہ یا سر نے دوڑ لگا دی لیکن آگے ایک اینٹ پر اس کا پاؤں لگا اور وہ گر گیا چڑیل نے فوراً یا سر کو اپنے منہ پر منہا تھوڑے پکڑ لیا لیکن یا سر نے جلدی سے چھڑا لیا اور آہستہ آہستہ مسجد کے احاطے میں داخل ہونے لگا اتنی دیر میں چڑیل نے اس کی گردن میں منہا تھوڑے گاڑ دیا ایک زوردار چپ یا سر کے منہ سے نکلی اور خون فوراً ہی کی طرح اس کی گردن سے بہنے لگا چڑیل اس سے پہلے اس کا خون چیتی یا سر نے ہت کر کے آیت الکرسی کے الفاظ نکالنے چاہے اس کے منہ سے صرف اللہ ہی کا نکل سکا جس کی بناء پر چڑیل کو بہت سخت تکلیف ہوئی اور غائب ہو گئی یا سر نے جلدی سے شہد کی طرف جانے کی کوشش کی تو دوسری طرف شہد نے یا سر کا ہاتھ پکڑا اور مسجد میں لے آیا لیکن دو منٹ بعد ہی یا سر ہوش و حواس کی دنیا سے بے گانہ ہو گیا چڑیل نے کہا کہ یا سر تمہیں کچھ نہیں ہو گا پلیز ہمیں چھوڑ کر مت جانا یا سر نے اپنے منہ سے آخری الفاظ اور اٹکے جو یہ تھے کہ میرے دوست شہد اب میرے جانے کا وقت آ گیا ہے پلیز عمران کا خیال رکھنا اس کی خدمت کرنا میرے سے پہلے یا سر نے کلمہ پڑھا اور اللہ کو پکارا ہو گیا اس کے جسم سے چونکہ کالی خون بہہ گیا تھا اس لئے اس کی موت واضح ہو گئی شہد نے یا سر کو اپنے گلے سے لگایا اور خوب رویا اتار دیا کہ اس پاس کی زمین اس کے آسوں سے بھر گئی دوسری طرف عمران اپنے وظیفہ میں مصروف تھا اور اپنے آخری مراحل میں پہنچ چکا تھا پہلا دن اس کا کامیاب رہا اور اس رات اس نے کامیابی حاصل کر لی تھی۔

صبح فجر کی اذان سے پہلے اس نے اپنا وظیفہ مکمل کیا اور حصار یعنی دائرہ سے باہر آکر آیت الکرسی کا ورد کیا در قریب ہی خیمے میں داخل ہو گیا کیونکہ مولوی صاحب نے اسے خیمے اور وظیفہ والی جگہ کے علاوہ کہیں اور جانے

سے منع کیا تھا فجر کی نماز پڑھ کر عمران نے اپنی کامیابی کے لئے دعا مانگی کہ یا اللہ مجھے نیک مقصد میں کامیاب کر دے۔ چنانچہ وہ نماز سے فارغ ہونے کے لئے بعد خیمے میں داخل ہو گیا اور مولوی صاحب کا شگرد اس کے لئے ناشتہ لے آیا وہ ناشتہ کر کے سو گیا کیونکہ ساری رات وہ وظیفہ میں مصروف عمل رہا تھا دوسرے روز مولوی صاحب نماز پڑھانے کے بعد عمران کے خیمے میں شاگرد کے ہمراہ کھانا لے کر جا رہے تھے۔ خیمے میں عمران صبح لے کر بیٹھا ہوا تھا اور اللہ کی عبادت کر رہا تھا مولوی صاحب کو اندر آتے دیکھ کر سلام کیا تو مولوی صاحب نے وعلیکم کہہ کر بیٹھنے کا اشارہ کیا چنانچہ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد مولوی صاحب نے عمران کو مخاطب کیا اور کہا کہ بیٹے ایک منحوس خبر تمہیں سنانی ہے تو عمران نے روتے ہوئے کہا کہ مولوی صاحب پلیز مجھے نہ سنیں شاید میں برواشت نہ کر سکوں یہ کہتے ہی عمران پھوٹ پھوٹ کر رو پڑا اور مولوی صاحب نے اسے اپنے سینے لگایا اور کہا کہ بیٹے بس چپ ہو جاؤ یا سر کی موت اسی چڑیل کی وجہ سے ہوئی ہے میں نے مولوی صاحب سے روتے ہوئے پوچھا کہ یا سر کیسے مارا گیا تو مولوی صاحب نے کہا کہ اگر خون زیادہ نہ بہتا تو تمہارا دوست بچ سکتا تھا رات کے وقت قریب ہسپتال بھی نہیں تھا جس کی وجہ سے دیر ہو گئی اور وہ خیمیں چھوڑ کر عالم ارواح میں چلا گیا مولوی صاحب نے جاتے ہوئے عمران کو کہا کہ آج دوسرا دن ہے تمہیں دائرہ سے باہر آنے کے لئے ذرا یا جائے گا دھکیلا جائے گا لیکن تم حصار سے باہر مت آنا میں تمہارے ساتھ ہی رہوں گا بس اللہ پر بھروسہ رکھو سب ٹھیک ہو جائے گا۔ آج چلہ کی یعنی وظیفہ کی دوسری رات تھی عمران اپنے وظیفہ والی جگہ پر اللہ کا نام لے کر بیٹھ گیا اور گھڑی میں ناٹم دیکھا پورے دس بج چکے تھے بسم اللہ پڑھ کر عمران نے وظیفہ شروع کیا ابھی اسے وظیفہ پڑھتے ہوئے تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ اس کو دائرہ کے باہر کسی کی آواز سنائی دی اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو سامنے اس کے شیر اور بڑے بڑے جنت خوفناک چڑیلیں موجود تھیں ایک نے کہا کہ آج میں عمران کا خون پیوں گی دوسری چڑیل نے کہا کہ آج میں اس کا دل نکال کر کھاؤں گی یہ دیکھ کر پہلے تو میں خوفزدہ ہو گیا لیکن پھر میں نے منظر دیکھا وہ ناقابل یقین تھا ساری چڑیلیں یکدم میری طرف آئیں لیکن دائرہ سے سے ٹکرا کر جل کر جہنم ہو گئیں۔

میں نے شکر ادا کیا کہ اس مصیبت سے جان بچوئی



اب میں نے دوبارہ جہاں سے وظیفہ چھوڑا تھا مصروف عمل ہو گیا ابھی مجھے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ سامنے دیکھا تو کسی روشن سی چیز پر نظر پڑی مجھے ایک آواز سنائی دی ایسی آواز جیسے محسوس ہو رہا ہو کہ ریل گاڑی کی سیٹی بج رہی ہے لیکن میں حیران ہو گیا کہ اس جنگل میں جہاں درخت ہی درخت ہیں ریل کی پسٹری تو کہیں بھی نہیں ہے تو پھر یہ آواز کیسی ہے تو یکدم مولوی صاحب کی آواز میرے کان میں آئی کہ تمہیں دائرے سے باہر آنے کے لئے دھمکایا جا رہا ہے یہ سب فرائض تم اپنا وظیفہ جاری رکھو چنانچہ میں وظیفہ پڑھنے میں مشغول ہو گیا میں نے پڑھتے ہوئے ایک نظر سامنے ڈالی تو ایک تیز رفتار انجن اپنی جانب آتا ہوا نظر آیا اور دھماکے سے میری اوپر سے گزر گیا آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ میں صحیح سلامت ہوں وہ انجن ایک دھوکے اور فریب کا ایک ذریعہ تھا اردائرے سے باہر نکلنے کی ایک سازش تھی چنانچہ میں وظیفہ میں مصروف ہو گیا ابھی وظیفہ کے ختم ہونے میں آدھا گھنٹہ باقی تھا کہ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کہ میرا دوست مجھے آوازیں دے رہا ہو میں نے اپنی آنکھیں کھولیں تو سامنے اپنے چاروں دوستوں کو دیکھا اسلم اسد طاہر اور یاسر کھڑے مجھے اپنی طرف راغب کر رہے تھے اسد نے کہا کہ عمران یار یہ تم کیا کر رہے ہو تو چھوڑو ان چیزوں کو اور ہمارے ساتھ گھر چلو میں نے اپنے دوستوں کو اپنی آنکھوں کے سامنے زندہ سلامت دیکھا تو ابھی اٹھا ہی تھا کہ مولوی صاحب کی آواز کان میں سنائی دی کہ بیٹا یہ سب نظر کا دھوکا ہے تم خود سوچو یہ تو سب مرچے ہیں اللہ کے پاس جانچے ہیں یہ الفاظ سننے ہی میں فوراً بیٹھ گیا اور وظیفہ پڑھنے لگا اور آنکھیں بند کر لیں۔ چنانچہ دوسری رات بھی میں اپنے وظیفہ کو مکمل کرنے میں کامیاب ہو گیا تو اگلے دن دوپہر کو مولوی صاحب نے مجھے بتایا کہ عمران بیٹا آج چاند کی چودھ تاریخ ہے بولن تمہارے پاس موجود ہے آج اس بولن کا استعمال کرنا ہے آج آخری رات ہے یعنی تمہیں آج کا وظیفہ بہت ہی بے چین کرے گا اور وظیفہ کے دوران تمہیں کل سے زیادہ دھوکے فریب اور دوسری باتوں کی طرف راغب کیا جائے گا لیکن تم اپنا دھیان اپنے وظیفہ کی طرف رکھو گے میں نے مولوی صاحب سے کہا کہ اس بولن کا کیا کرنا ہے تو مولوی صاحب نے مجھے بتایا کہ عمران بیٹے جب تم اپنا وظیفہ مکمل کرو گے تو چریل تمہارے سامنے آئے گی تم اس پر دینے کے الفاظ چھوٹک دینا وہ چریل ایک دھونیں میں تبدیل ہو جائے گی

اور وہ دھواں بولن میں چلا جائے گا تم اس بولن کو لے کر میرے پاس آجنا باقی کا سارا معاملہ تمہیں بعد میں بتاؤں گا۔

آج وظیفہ کی آخری رات تھی دس بج چکے تھے میں وظیفہ میں مشغول ہو گیا ساری رات تو میرے ساتھ کچھ نہ ہوا مگر جب وظیفہ ختم ہونے میں ایک گھنٹہ باقی تھا اس وقت جو کرام پچا وہ بیان سے باہر ہے میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو محسوس ہوا جیسے زلزلہ آ رہا ہو تقریباً سو فٹ لمبی چریلیں اپنے ہاتھوں میں اس کے دوستوں کو لے کر کھڑی یہ کہہ رہی تھی کہ عمران تم یہ سب بند کرو ہمیں تکلیف ہو رہی ہے اگر تم نے وظیفہ بند نہ کیا تو تمہارے دوستوں کو زندہ سلامت کچا کھا جائیں گے یاسر نے مجھے آواز دی کہ عمران یار تمہارا دوست ان چریلوں کے ہاتھوں میں ہے پلڑے تم تو ہماری بہت مدد کرتے تھے آج کیا ہو گیا ہے پلڑے ہمیں بچاؤ مجھ سے اپنے تئیں دوستوں کی یہ حالت دیکھی نہیں جا رہی تھی میں ابھی دائرے سے باہر نکلنے ہی والا تھا کہ مولوی صاحب کی آواز میری ساعت سے ٹکرائی کہ یہ سب نظر کا دھوکا ہے تم اپنا وظیفہ جاری رکھو چنانچہ میں اپنا وظیفہ پڑھنے میں مشغول ہو گیا۔ وظیفہ ختم کرنے میں تقریباً پندرہ منٹ باقی تھے میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو اسی چریل نے میری امی کو اپنے خنجر نما ہاتھوں میں پکڑا ہوا تھا میں یہ منظر دیکھ کر بے ہوش ہوتے ہوتے بچا ہی نہ لےا کہ میرے بیٹے اپنی ماں کو دیکھ کس حال میں ہوں یہ مجھے کھا جائے گی مجھے مار دے گی تم وظیفہ چھوڑ دو مجھ سے امی کی یہ حالت دیکھی نہیں جا رہی تھی مولوی صاحب نے مجھ سے کہا کہ یہ بھی اس چریل کا آخری حربہ ہے تم چھوڑو اپنا وظیفہ پڑھو کیونکہ تمہاری کامیابی صرف پانچ منٹ کے فاصلے پر ہے میں نے محسوس کیا کہ اس چریل نے امی کا سارا جسم ایک ہی وار میں کاٹ ڈالا میں نے ان سب باتوں کو نظر انداز کیا۔ میرا وظیفہ مکمل ہو چکا تھا وظیفہ کو ختم کرنے کے بعد چریل میرے سامنے آئی میں نے وظیفہ کے چند الفاظ پڑھ کر پھوٹک ماری تو وہ چیخ مارنے لگی تڑپ رہی تھی بل رہی تھی مکمل طور پر جلتے کے بعد دھونیں میں تبدیل ہو گئی اور خود بخود بولن میں دھواں داخل ہونے لگا میں نے بولن اچھی طرح سے بند کر لی جب میں دائرے سے باہر آیا تو مولوی صاحب نے مجھے پکارا کہ کیا کچھ شہاں بیٹا آج چریل اپنے قید کے جال میں آچکی ہے بولن کو لے کر میرے پاس آجنا چنانچہ میں بولن لے کر مولوی صاحب کے پاس آیا وہ

میں سے پاس رہو مل ن م موتی پور جا میں کے وہاں شاہ بابا کو یہ بولن دے دیں۔

اگلے روز میں اور مولوی صاحب شاہ بابا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں شروع سے آخر تک ساری کہانی سنائی اور بولن ان کو دے دی انہوں نے جاتے ہوئے ہمیں نصیحت کی بیٹا عمران جب بھی کہیں شکار وغیرہ یا گھوٹے پھرنے جاؤ تو ہر قدم احتیاط سے اٹھنا کیونکہ جنتا ہر جگہ (جو کہ ہوتے ہیں۔ شاہد عمران کاب دوست بن چکا ہے دونوں کی شادی کو آج چار سال گزر چکے ہیں عمران آج بہت خوش ہے کہ اس نے اپنے چاروں دوستوں کی موت کا بدلہ لے لیا ہے اور اس چریل کو اس کے عبرتناک انجام تک پہنچا دیا ہے عمران نے امی کو ساری بات بتائی اور ہمیشہ کے لئے جنگل میں جانے سے توبہ کر لی۔ آج عمران اپنے دوستوں کی قبروں پر جاتا ہے اور دعا فاتحہ وغیرہ کر کے واپس آجاتا ہے اور اپنے دوستوں کی یاد میں خوب روتا ہے اس کہانی سے یہ سبق ملتا ہے کہ کوئی بھی قدم اٹھائیں تو یہ ضرور سوچ لیں کہ اس میں کوئی خطرہ تو نہیں ہے ڈیڑھ قارمین کہانی کسی کی خط لکھ کر ضرور رائے دیتے گا آپ کے خطوط کا انتظار رہے گا آمین۔ (عمران رشید صدر راولپنڈی)

\*\*\*\*\*

### ”جنت کی چالی“

حضرت خالد ابن کثیر رمت اللہ علیہ کا جب وقت وفات قریب آیا تب لوگوں نے ان کے مہمانے کاغذ کے ایک پرچے پر یہ مضمون لکھا ہوا یا کہ ترجمہ یعنی خالد بن کثیر کو دوزخ سے نجات ہے اس کاغذ کے پرچے کو دیکھتے ہی لوگوں کو بڑا تعجب ہوا سب کے سب فوراً ان کے گھر والوں کے پاس تہن ہو کر اس کا سبب دریافت کرنے لگے ہر ایک حیران تھا اور ہر ایک یہ راز سننے کے لئے بے قرار تھا گھر والوں سے معلوم ہوا کہ خالد بن کثیر ہر جہرات کو حضور اکرم پر دس ہزار مرتبہ درود شریف بھجارتے تھے ان کا معمول تھا کہ رات دس ہزار مرتبہ اللہم قل علی محمد التبی الای علی الد وسلم پڑھ کر ادب و اخلاص سے یہ تحفہ حضور کو بھیجتے تھے سبحان اللہ اس درود شریف کو حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم پر بھیجنا ان کو دنیا میں ہی مل گیا آخرت تو آگے ہے جس میں جو انعام ملتے ہیں ان کو ہم سوچ بھی نہیں سکتے۔ انتہاء کرتی ہے محبوب خدا سے عہد زنگی ہے تو جنت میں دیدوں کا اپنا دل۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ

ابن سہول کے لئے درود شریف فتوح عظیمہ اور عطا پائے شریفہ کا ذریعہ ہے۔ مزید حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا یہ قول بھی مشہور ہے کہ آپؑ فرماتے تھے کہ مجھ کو خدا جلالت دے تو میں نبی کریم پر درود شریف بھیج پر ہی اپنی کل عبادت کر لوں۔ (محمد رضوان احمد رضوی کوٹلی آزاد کشمیر)

### ”فون نمبر“

پولیس کے محکمے میں انڈیو ہو رہا تھا دو امیدوار انڈیو دینے کے لئے آفس میں گئے ان میں ایک پولیس آفیسر کا بیٹا تھا آفس میں دونوں کو اکٹھے ہی بلا لیا گیا پولیس آفسر نے پہلے اپنے بیٹے سے پوچھا ہیر اور رانجھا تھا تھے لڑکے نے جواب دیا اور اسے انڈیو میں پاس کر لیا گیا۔ جب دوسرے امیدوار کی باری آئی تو پولیس آفیسر نے پوچھا بیٹا تو تم سے کیا سوال کروں امیدوار نے جواب دیا صاحب جی مجھ سے بھی کوئی ہیر رانجھے کے متعلق آسان سا سوال کر لیں؟ آفیسر نے پوچھا بیٹا ہیر رانجھے کے گھر کا فون نمبر کیا تھا۔ (پرس افضل شاہین، ہمداننگر)

### ”بیٹا بیٹ“

احتمالات کا معیار سخت سے سخت ترکیا جائے تاکہ زیادہ طلباء کے ٹپل ہونے کی وجہ سے اساتذہ کاؤنشن کا کاروبار چمک اٹھے ڈاکٹروں کی آمدنی بڑھانے کے لئے آئندہ مالی سال میں دس نئی بیماریاں تخلیق کی جائیں۔ وکلاء کو روزگار مہیا کرنے کے لئے آئندہ چار سال میں چار ہزار نئے قسٹے پیدا کئے جائیں گے انجینئرز کو روزگار مہیا کرنے کے لئے اس سال اللہ سے زیادہ سے زیادہ بارش کی دعا کی جائے گی تاکہ پلوں، سڑکوں وغیرہ کی مرمت کا کام شروع کیا جاسکے ریلوے کے خسارے کو کم کرنے کے لئے لوگوں کو دور دراز شاپاں کرنے پر مجبور کیا جاسکے تاکہ انہیں اپنے سرال جانے کے لئے ریل پر سفر کرنا پڑے۔ (رانا محمد شاہد پورے والا)

### ”انبیاء کرام کی زوجات“

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی زوجہ کا نام رملہ تھا حضرت یعقوب علیہ السلام کی زوجہ کا نام راحلہ تھا حضرت یوسف علیہ السلام کی زوجہ کا نام زلیخا تھا حضرت لوط علیہ السلام کی زوجہ کا نام المہ تھا حضرت ایوب علیہ السلام کی زوجہ کا نام رحمہ تھا حضرت اسحاق علیہ السلام کی زوجہ کا نام انتھا تھا حضرت الیاس علیہ السلام کی زوجہ کا نام ابن حتی تھا حضرت سلیمان علیہ السلام کی زوجہ کا نام بلقیس تھا حضرت ذکریا علیہ السلام کی زوجہ کا نام کلثوم تھا مولانا محمد حنیف تربت مکران



قارئین کرام میں اپنی کمائی نجات میں ڈر اور خوف کے علاوہ ایک پیغام بھی دینا چاہتی ہوں اور وہ یہ ہے کہ ہم میں سے اکثر لوگ بڑے چھوٹے کا فرق نہیں سمجھتے دراصل حقیقت یہ ہے کہ کوئی انسان بڑا یا چھوٹا نہیں ہوتا بلکہ انسان تو صرف انسان ہی ہوتا ہے اگر ہم دل میں سے یہ امتیاز منادیں اور ہر شخص کو خواہ وہ کتنا ہی غریب ہو بس ہو لاچار ہو اس ہی نظر سے دیکھیں جس سے خود کو دیکھتے ہیں تو نہ جانے کتنے ایسے مسائل دم توڑ جائیں جو ہمارے اپنے پیدا کردہ ہیں دوسرے یہ کہ زبان ہماری زندگی میں بڑا اہم کردار ادا کرتی ہے اگر ہم ضبط کرنا سیکھ جاتے تو کبھی کوئی ہماری وجہ سے ہرٹ نہ ہوتا یہ زبان ہمیں برا بھلا دیتی ہے کہتے ہیں کہ زبان کا برا اچھا دل کا برا خراب لیکن میں کہتی ہوں کہ پہلا واسطہ تو زبان سے ہے اور ہر ایسا شخص کیسے اچھا ہو سکتا ہے جو زبان کا برا ہے تو خوفناک ڈانچٹ پڑنے والوں سے یہ ریکوسٹ ہے کہ حلیمی اختیار کریں کسی کو برا مت کہیں یہ انداز ہے جو آپ کو سب میں جد اور منفرد کر دے گا اگر آپ اپنے رویے میں نرمی مٹا سکیں تو یہ نہ صرف دوسروں کو متاثر کرے گا بلکہ آپ کی شخصیت کا شفاف آئینہ بن جائے گا۔ عید کا دن بھی قریب ہی تھا سارے گھر میں عید کی خوشیوں کا سماں تھا ہر ایک کو اپنی اپنی تیاری مکمل کرنے کی جلدی تھی اور پھر عید تو دن ہی ایسا ہے کہ جو ہر چھوٹے بڑے کے لیے ایک سے بھی زیادہ معنی رکھتا ہے یہ خوشی کسی ایک فرد ایک گھرانے کی نہیں بلکہ سب کی ہوتی ہے۔ اور اس دن لڑکیوں کے لیے جھنڈا تاننا ہی ضروری ہوتا ہے جتنا عید کا دن طلوع ہونے کے لیے چاند رات کا ہوتا ضروری ہے اور چاند رات میں چوڑیوں کی گھن گھن بازار میں جلد بازی خوبصورت رنگین پکڑوں کا انتخاب چھکار اور منفرد ڈیزائن کے سوٹ سے میچنگ جوتے یہ سب کی اولین ضرورتیں ہوتی ہیں اور عید کے دن کو ابھی ایک ہفتہ باقی تھا تقریباً ”گلخت کا ہر روز ہی بازار آنا جانا تھا کبھی کوئی چیز نہیں ہے کبھی کوئی چیز بھول آئی اور دوسری طرف بیچاری نمرو بھی جس کی زندگی کی ہر خوشی



عید پر یہ ہی سوٹ پہنا ہے نمرو نے بچن میں ساری باتیں سن لی یہ کوئی نئی بات نہیں تھی زندگی کا ایک عرصہ اس نے تائی کی کڑوی باتوں میں گزارا تھا نمرو کو اتنا دکھ ہوا کہ وہ اپنے کمرے میں جا کر رونے لگی آج اس نے پھر ماضی کے صغیروں کو پلٹنا اور اپنے بیگ میں سے ماں کی تصویر

میں داخل ہوئی۔ ارے بیٹا آج ہی بازار سے کیا کچھ لائی ہو وہ پوچھنے لگی۔ امی یہ سوٹ اور چوڑیاں نمرو کے لیے لائی ہوں عید پر اس کے پاس کوئی خاص سوٹ نہیں تھا گلخت مچلتے ہوئے ہوئی۔ کیا ضرورت تھی اس فضول خرچی کی یہ سوٹ تم ہرگز نمرو کو مت دو اٹھا کے رکھ دو میں نے



نکل کر رونے لگی اسی کاش آج آپ بیتی میرے سر سے  
آپ کا نہیں گھٹی چھاؤں کا سایہ اٹھ گیا ہے آپ کی نمرہ  
اب ان باتوں اور طرہ مزاج سے تنگ آگئی ہے مجھ اپنے  
ساتھ لے چلو۔۔۔۔۔ اسی کہ اسی اثناء میں اسے قدموں کی  
چاپ سنائی دی اور اس نے تصویر تکیے کے نیچے چھپادی  
لیکن آنسو نہ چھپا سکی۔ نمرہ میں جیج بہت شرمندہ ہوں  
میں امی کو کیسے سمجھاؤں کہ انسان بڑا چھوٹا ہو تا سب  
انسان برابر ہے شکفتہ نے اسے گلے سے لگایا مگر نمرہ  
مسلل رو رہی تھی۔ اچھا اب خاموش بھی ہو جاؤ بند کرو  
یہ رونادھونا اور مجھے بتاؤ کہ اس بار عید پر صبا بانی (نمرہ کی  
بڑی بہن) کے گھر جاری ہو دیکھو جب سے ان کی شادی  
ہوئی ہے میں ان سے نہیں ملی اور اس بار میں بھی  
تمہارے ساتھ چلوں گی۔ (شکفتہ نے کہا) تو ٹھیک ہے  
شکفتہ ہم ایسا کرتے ہیں کہ کل صبح چلتے ہیں اور عید سے  
ایک دن پہلے واپس آجائیں گے عید یہاں پر ہی منائیں  
گے نمرہ نے آنسو صاف کرتے ہوئے خوشی سے کہا۔ پہلے  
مائی نے شکفتہ کو بھیجے سے انکار کر دیا لیکن شکفتہ اپنی مرضی  
کی مالک وہ کہاں سنتی ہے کسی کی نمرہ اور شکفتہ جب  
مطلوبہ مقام پر پہنچے تو صاف بڑے اچھے طریقے سے  
استقبال کیا یہ دو گروں پر خشک ایک معمولی سا گھر صبا کے  
دو خوبصورت بیٹے تھے اور وہ اپنی دنیا میں بہت خوش تھی  
صبا بانی آپ صرف یہ دو کمرے کیوں استعمال کرتی ہیں  
اس گھر کے پیچھے بھی کمرے ہیں اور کالی جگہ موجود ہے  
وہاں پر بھی کچھ سلمان وغیرہ رکھ لیں اور وہ کمرہ صاف کر  
کے اسے ڈرائسنگ روم میں بدل لیں (شکفتہ نے تجس  
بھرے الفاظ میں پوچھا) دراصل شکفتہ یہ بات زبان زد عام  
ہے کہ یہ کمرہ بھاری ہے مطلب یہ ہے کہ اس گھر میں  
کوئی آسپہن سایہ وغیرہ ہے ہم نے تو بھی کھولا ہی نہیں نہ  
ہی ضرورت ہے لہذا تم بھی اس پر توجہ مت دو۔ لیکن  
شکفتہ کو صبا کی بات سے کوئی تسلی نہ ہوئی آخر ایسا بھی کیا  
ہو سکتا ہے اسے کیوں نہیں کھولتے کاش مجھے پتہ چل سکے  
ابھی وہ یہ سوچ ہی رہی تھی کہ وہ منگلا کرے ہیں داخل  
ہوا۔ وہ یہاں تو ہمارے مہمان آئے ہوئے ہیں نمرہ کب  
آئی تم اور شکفتہ آپ تو عید کا چاند ہیں جسے دیکھنے کو جدائی  
کا غم برداشت کرنا پڑتا ہے اور پھر اپنے آپ کو تسلی دینے  
کے لیے غزل کا ساتھ لینا پڑتا ہے اچھا اس وقت ایک  
غزل یاد آ رہی ہے۔

آنسوؤں آنکھ کی دیلیز پر آیا نہ کرو  
رخسار پر جھٹک کر حال دل بتایا نہ کرو

یاس کی تپتی دھوپ میں جلتے دو مجھے  
امید کے بادلوں مجھ پر اب سایہ نہ کرو  
سانپ اکثر خوشبو کے احاطے میں رہا کرتے تھے  
پھول کے پودے آنگن میں لگایا نہ کرو  
جو لمحہ پاس ہو اسے سنبھال رکھو  
ان بناؤں چروں کی باتوں پر جایا نہ کرو  
کیسی ہے جلدی سے بتاؤ (یاس بے خودی میں بولا)  
یاس تم یہ شاعری کرنا چھوڑ دو زیادہ بہتر ہے (شکفتہ نے  
کہا) یاس صبا کے خاوند کا بھائی تھا بی بی اسکا دیور تھا اور  
شکفتہ دراصل یاس ہی کو ملنے گئی تھی وہ دونوں بہت  
پہلے سے ایک دوسرے کو پسند کرتے تھے اکثر فون پر بات  
چیت بھی ہوتی تھی رات کے تقریباً 9 بجے کا نام تھا شکفتہ  
کمرے میں لیٹی ہوئی تھی نمرہ کچن میں کام کر رہی تھی اور  
دوسرے گھر والے بھی یہاں وہاں تھے کہ اسے محسوس  
ہوا جیسے اس کا نام لے لے کر کوئی اسے پکار رہا ہو اس نے  
باہر نکل کر دیکھا لیکن کوئی اسے نہیں بلارہا تھا پھر اسے  
محسوس ہوا کہ جیسے کوئی اسے کہہ رہا ہو یہاں آؤ یہاں آؤ  
شکفتہ ہمت کر کے اس طرف بڑھی اس نے محسوس کیا کہ  
اسے کوئی اسی کمرے کی طرف بلارہا ہے شکفتہ بے خودی  
میں اس طرف بڑھی تو کیا دیکھتی ہے کہ ایک بھیاک شکل  
اس کے سامنے نمودار ہو گئی ہے اور وہ اپنے حواس کھو  
بیٹھی کہ اچانک دو کالے سیاہ ہاتھ اس کی طرف بڑھ گئے وہ  
بھاگ کر پیچھے ہٹی اور اچانک گر گئی وہ ہاتھ اس کی گردن  
کے بالکل قریب آچکے تھے اسے نظر آ رہا تھا کہ اس کی  
زندگی اس کے پاس صرف چند لمحوں کی مہمان ہے لیکن  
پھر اچانک وہ ہاتھ غائب ہو گیا اور ایک آواز گونجی ہم تیرا  
انتخاب کر چکے۔۔۔۔۔ اب تجھے کرنا ہو گا جس کے لیے ہم نے  
برسوں انتظار کیا ہے ہاں۔۔۔۔۔ ہاں تو وہی لڑکی ہے جو ہمارا  
مدد کرے گی (ایک گم نام آواز گونجی) نہیں۔۔۔۔۔ نہیں۔۔۔۔۔ میں  
آج کے بعد سبھی اس طرف نہیں آؤں گی بلکہ ایسا  
سوچوں گی بھی نہیں (شکفتہ رونے لگی) ابھی وہ اس  
احاطے میں ہی پہنچی تھی اس نے اس کمرے کا دروازہ  
نہیں کھولا تھا جیسے آج سے کئی سال پہلے بند کیا تھا اس  
گھر میں صرف ایک حصے پر ویران چیزوں کا سایہ تھا ورنہ  
بلی گھر کی اگلی جانب تو صاف آباد تھی اکثر سننے میں آتا تھا کہ  
جو شخص بھی اس کمرے کو گھولنا چاہتا ہے وہ بیچارہ زندگی  
ہی سے ہاتھ دھو بیٹھا ہے لہذا لوگ تو اس قدر خوف زدہ  
تھے کہ اس بارے میں سوچنا بھی وہاں جان سمجھتے تھے شکفتہ  
... شکفتہ... ارے شکفتہ کہاں تم (نمرہ اندھیرے میں

پکارنے لگی پھر اس نے اٹھ کر لائٹ آن کی تقریباً رات  
کے 12 بجے کا نام تھا اور نمرہ بانی پینے کے لیے اٹھی تھی  
شکفتہ کو چارپائی پر نہ پا کر اور پریشان ہو گئی گھر میں اوجھ  
اوجھ دیکھا لیکن وہ کہیں نہ تھی آخر اس نے صبا کو اٹھایا۔  
صبا بانی شکفتہ کہاں ہے کہ اچانک یاس کی بھی آنکھ  
کھل گئی ارے بھی کیا مصیبت ہے کون کہاں ہے کس کا  
پوچھ رہی ہو (وہ بیزار سی بولا) یاس شکفتہ نہ جانے  
کہاں ہے رات نو بجے میں نے اسے گھر کے پچھلے حصے کی  
طرف جاتے دیکھا تھا میں سمجھی ابھی آجائے گی اس کے  
بعد میں کمرے میں سو گئی اسے گھنے ہوئے چار کھٹے ہو گئے  
ہیں وہ ابھی تک نہیں آئی اگر اسے کچھ ہو گیا تو اتنی مجھے  
زندہ مار دے گی۔ (نمرہ بے حد پریشانی میں بولی) یاس  
نے یہ سنا تو پاؤں میں چپل اور ہاتھ میں نارنج پکڑ کر اس  
طرف بڑھا آج سے پہلے بھی اس کی بہت نہیں ہوئی تھی  
کہ وہ اس طرف جائے لیکن آج ناچا نے یہ حوصلہ یہ  
ہمت کیسے پیدا ہو گئی یاس نے نارنج کا رخ بدلا تو کیا دیکھا  
ہے کہ شکفتہ بے ہوش پڑی ہے بڑی مصیبت کے ساتھ وہ  
اسے کمرے میں لائے اس پچھلے میں رات کے دو بجے کا  
وقت تھا اور شکفتہ کو بالکل ہوش نہیں تھا اگر وہ اس وقت  
مولوی صاحب کو بلاتے ہیں تو ان کو کون بلا کر لائے  
دوسرے یہ کہ وہ جانتے تھے کہ اس کو کسی ڈاکٹر کی نہیں  
بلکہ اللہ کے کلام کی ضرورت ہے۔ بانی شکفتہ ٹھیک تو ہو  
جائے گی تا آپ تو اتنی کاروبار میرے ساتھ جاتی ہیں وہ تو  
شکفتہ کو میرے ساتھ آنے بھی نہیں دے رہی  
تھیں۔ ارے نمرہ منہ بند کرو مولوی صاحب دم کریں گے  
اور شکفتہ ٹھیک ہو جائے گی لیکن اس وقت مولوی صاحب  
کو بلا کر کون لائے گا (صبا نے نمرہ کو تسلی دی) میں ہونا ابھی  
بلا کر لائے گا میں بھائی بھائی کی سائیکل کہاں پر ہے وہ جلدی  
سے سائیکل پر سوار ہو کر مولوی صاحب کے گھر کی طرف  
بڑھا جو یہاں سے دس چندرہ منٹ کے فاصلے پر تھا ابھی وہ  
آدھے راستے پہنچا تھا کہ اسے محسوس ہونے لگا کہ کوئی  
اس کو پیچھے کی طرف بلارہا ہے اس نے اپنی غلط فہمی سمجھا  
لیکن پھر اچانک اس کی سائیکل کو زور دار دھکا لگا اور وہ  
نیچے گر گیا وہی غائبی آواز گونجی۔ یہاں سے ہی واپس  
چلا جا ورنہ اپنی بربادی کا ذمہ دار خود ہو گا شکفتہ اب  
ہمارے ہاتھوں میں ہے اور اسے ہمارے لیے اور ہمارے  
ہاتھوں میں مرنے ہے۔۔۔۔۔ اگر بھلائی چاہتا ہے تو لوٹ جا  
نہیں نہیں میں واپس نہیں جاسکتا میں شکفتہ کے لیے سب  
کچھ کرگزروں گا (یاس ہمت باندھ کر بولا) جا جا کے دیکھ

اب وہ ٹھیک ہو چکی ہے (غائبی آواز پھر گونجی) رات  
کے اندھروں میں ایسی بھیاک موسم خراب ہو گیا چاند بادلوں کی  
اوٹ میں چھپ گیا اندھیرا کٹ کٹ کھانے کو دوڑنے لگا یہ  
خوفناک منظر ناقابل فراموش تھا وہ نہ جانے کس مشکل  
سے گھر پہنچا۔ گھر پہنچا تو تہہ حال کمرے میں داخل ہوا جہاں  
اب شکفتہ کی طبیعت سنبھل چکی تھی صبا بار بار یاس سے  
پوچھ رہی تھی کہ مولوی صاحب کیوں نہیں آئے تو  
یاس نے ٹالے ہوئے کماہ گھر میں آرام کر رہے تھے  
اور پھر وہ شاید صبح آجائے ویسے اب مولوی صاحب کی  
ضرورت نہیں شکفتہ ٹھیک ہو گئی ہے لیکن صبا باندھ تھی  
کہ شکفتہ کو ایک بار مولوی صاحب سے دم کرا لینا  
ضروری ہے دوسری صبح خود شکفتہ کو ساتھ لے کر مولوی  
صاحب کے پاس گئی مولوی صاحب نے صبا کو کہا کہ وہ  
شکفتہ کو یہاں سے بھیج دے اور اگر شکفتہ اس گھر میں  
واپس نہ آئے تو مرنے اور میں اس لڑکی پر دم نہیں کر  
سکتا کیونکہ اس پر جو طاقتیں قابض ہیں ان کا صل میرے  
پاس نہیں ہے لیکن بہتر ہے کہ تم اسے یہاں سے بھیج دو  
ویسے ایک بات واضح کتنا چاہوں گا کہ یہ گھر اس لڑکی کی  
زندگی کا شروع بھی ہے اور آخر بھی۔ صبا گھر کی نمرہ کو  
تمام بات بتائی نمرہ اسی وقت واپسی کے لیے تیار ہو گئی  
شکفتہ نے بھی یہی بہتر سمجھا جب وہ واپس پہنچی تو یہ چاند  
رات تھی ابھی وہ اللہ اللہ کر کے گھر پہنچی تھی اور انہیں  
آئے ہوئے صرف دو گھنٹے ہوئے تھے کہ شکفتہ کی  
سہیلیں آگئیں ارے بھی تم بن جاتے چلی گئی تھی  
چلو چوڑیاں پہننے چلیں (راہبہ بولی) نہیں دراصل میں  
بہت تھک گئی ہوں نمرہ کو ساتھ لے جاؤ وہ ضرور چلی  
جائے گی اور نمرہ چلنے کے لیے تیار ہو گئی دوسری طرف  
شکفتہ اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔ وہ تکیے سے سر لگا کر  
لیٹ گئی ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ اچانک وہ اٹھی اور  
میوزک پلے کر دیا اس وقت اس کے پسندیدہ گانے چل  
رہے تھے اور وہ خاموشی میں سر ہلارہی تھی بھاری تھی  
اور بہت زیادہ لطف اندوز ہو رہی تھی کہ اچانک اسے  
محسوس ہوا کہ کمرے کے پردے ہلنے لگے وہ گھبرا گئی  
اس کے ذہن و دل میں وہی منظر گھومتا لگا اچانک وہ جس  
بیڈ پر بیٹھی ہوئی تھی وہ اس طرح ہلنے لگا جیسے زلزلہ آگیا ہو  
وہ اٹھ کر باہر کے دروازے کی طرف بھاگی لیکن گونجی  
کے دروازے پر خود بخود بند ہو گیا اور آواز گونجی دیکھ  
تجھے اس گھر میں واپس آنا ہو گا تو تم سے بچ کر کہیں نہیں



جاسکتی ہمارا کام تھے ہی کرنا ہو گا صرف تجھے نہیں میں  
تمہارا کوئی کام نہیں کروا گی تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تم  
یار سامنے آکر تو دیکھو (حلقہ خوف سے دہی آواز میں  
ہوں) ہاں ہاں یہ ہم ضرور سامنے آئیں گے مگر اس وقت  
جب تیری جان نکالیں گے مگر ابھی تو چل اور اگر انکار  
کرے گی تو اپنے بھائی کی لاش پاسے.... (وہ گہم آواز پھر  
بھڑکی) اور حلقہ بد حال سے رونے لگی وہ کہے کیا بتائے  
کیسے بتائے بھائی کی لاش اس کے قدموں تلے سے زمین  
نکل گئی اسے بھائی تو اپنی ہر چیز اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز  
ہے وہ اسکی زندگی کا کسی صورت رسک پر نہیں لگا سکتی  
تھی اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ عید کے دوسرے دن ہی  
روانہ ہو جائے گی اور نمہ کو تمام باتوں سے آگاہ کرے  
گی۔ عید کی صبح ہوئی ایسا لگا سارے جہاں میں رنگ بکھر  
گئے سارے اڑان آپس میں لپیک ہو گئے سویاں کی میٹھی  
میٹھی خوشبو ہر گھر سے آ رہی تھی عید کی نماز کے بعد  
مٹھائیاں سویاں اور کھیر وغیرہ لے کر ایک دوسرے کے  
گھر جانا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے تمام لوگ ایک ہی کنبے  
کے افراد ہیں۔ لیکن اس حسین دن میں بھی کبھی قیامت  
بھی ٹوٹ جاتی ہے حلقہ کے لیے تو عید کا دن بھی کوئی  
خوشی نہیں رکھتا تھا حالانکہ اس نے اس دن کے لیے کتنی  
تیاریاں کی تھی کاش وہ نمہ کے ساتھ نہ جاتی کاش وہ اس  
مصیبت کا شکار نہ ہوتی عید کی نماز کے بعد تقریباً ابھی کچھ  
نہ وقت گزرا تھا کہ خبر آئی کہ عدنان کا مونہ سائیکل پر  
حادثہ ہو گیا اور وہ شدید زخمی ہے حلقہ اس سے زیادہ کچھ  
نہ سن سکی اور بے ہوش ہو گئی حلقہ کی ماں کا تو کوئی حال  
نہ تھا سارا جہاں خوشیاں منا رہا تھا اور وہ بیچارے پہتالوں  
کے چکر لگا رہے تھے ان کے لیے غم کے بھاڑ ٹوٹ چکے  
تھے جو ان بیٹے کا صدمہ ماں کیسے برداشت کرے سارا گھر  
عدنان کے پاس ہسپتال میں تھا اور حلقہ گھر میں بے ہوش  
پڑی تھی اب حلقہ کی خراب حالت دیکھتے باعدنان کا غم  
کہ اچانک اسے ہوش آیا تو پھر وہ ہی آواز گونجی۔ ہم نے  
تجھے کہا تھا کہ اس جگہ پر پہنچ جاؤرنہ اپنے بھائی سے ہاتھ  
دھو بیٹھے گی لیکن شاید تجھے کوئی اثر نہیں ہوا اب دیکھ لیا  
نتیجہ ہم شیطانی خدا ہیں کچھ بھی کر سکتے ہیں۔ اس وقت ہم  
نے اس کی جان بخش دی ہے اگر اب تو نہ پہنچی تو وہ زندہ  
مر جائے گا اور آواز گم ہو گئی حلقہ کانپ گئی اور اس  
نے بے خودی میں فیصلہ کر لیا کہ وہ اسی وقت روانہ ہو  
گئی۔

تقریباً دوپہر کا وقت تھا اور جب وہ صبا کے یہاں

پہنچی تو صبا اسے تنہا دیکھ کر حیران رہ گئی تم اور یہاں اکیلے  
(صبا نے پوچھا) میں نے سوچا عید آپ کے ساتھ مناؤں  
آپ کو برا لگا (حلقہ نے کہا) بالکل نہیں یہ تمہارا اپنا گھر  
ہے جب چاہے آؤ صبا نے خوشی سے کہا۔ دوسری طرف  
حلقہ گھر میں کسی کو بتا کر نہیں آئی تھی ایک طرف بیٹا  
حادثے میں ایک ٹانگہ سے معذور ہو گیا تھا اور دوسری  
طرف حلقہ غائب تھی اس نے تمام رشتے داروں کے  
یہاں فون کر کے پوچھا مگر وہ کہیں نہ تھی پھر نمہ کے ذہن  
میں خیال آیا تو اس نے کہا کہ وہ صبا بابت کے یہاں فون بھی  
کر لے تو معلوم ہوا کہ حلقہ وہاں ہے تو نمہ کی مائی اس پر  
نوٹ پڑی۔ کم بخت تو اتنی مخوس ہے کہ میرے بیٹے کا  
حادثہ ہو گیا اور میں جانتی ہوں تو نے ہی حلقہ کو اپنی اس  
ذلیل بہن صبا کے یہاں بھیجا ہے میں دیکھ لوں گی تجھے نمہ  
کو نہ جانے کس کیسے کی سزا مل رہی تھی نمہ بیشک کی  
طرح خاموشی کے ساتھ سنی رہی۔ دوسری طرف تقریباً  
رات کا وقت تھا حلقہ صبا سے آگے بھاگ کر گھر کی پچھلی  
جانب گئی تو ایک آواز گونجی اور ساتھ ہی ایک کھوپڑی بھی  
سامنے آگئی اور اب اسے اندازہ ہوا کہ آوازیں اس  
کھوپڑی سے آ رہی تھیں اور کھوپڑی باقاعدہ بول رہی تھی  
ادھر اس دروازے کی بند کھوپڑی کھول گئی۔ حلقہ نے  
بڑے حوصلے سے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوئی تو ہر  
طرف جالے ہی جالے تھے کہ اچانک ایک بہت بڑی مڑی  
اس کے پاؤں پر کٹ گئی اور اس میں سے مسلسل خون  
پینے لگا لیکن حلقہ اس تکلیف کو برداشت کر گئی وہ جوں  
جوں قدم آگے بڑھا رہی تھی جالے غائب ہوتے جارہے  
تھے جب وہ اس خوفناک کمرے کی وسط میں پہنچ گئی تو  
یہاں پر ایک قبر تھی جب اس نے قبر دیکھی تو خوف سے  
پہچھے ہٹ گئی لیکن آواز گونجی مت ڈر اور غور سے سن یہ  
وہ قبر ہے جس میں ایک شخص کی لاش ہے اس شخص کے  
تین ٹکڑے کر کے اس کو دفن کیا گیا تھا یعنی پہلے اس کا سر  
اتارا پھر دھڑ اور ٹانگیں اس کو یہاں دفن ہوئے 20 سال  
گزر گئے لیکن آج تک اسے مٹی نے قبول نہیں کیا یہ  
شخص آج بھی اس قبر میں ایسے ہی ہے جیسے اس کو ابھی  
اسی وقت قتل کیا گیا ہو اس شخص کو اس کمرے میں قتل کیا  
گیا تھا اور اسی کمرے میں دفن بھی اسی وقت سے یہ کمرہ  
بند ہے اور اس میں رہتا تو دور کی بات اس کے قریب آنا  
بھی محال ہے اور تجھے یہ کرنا ہے ہر صورت یہ تجھے ہی  
سات دن کے بعد کرنا ہو گا۔ میں سب کچھ کروں گی لیکن  
مجھے یہاں اس بات کی ہمت نہیں کہ کوئی صدمہ برداشت کر

سکوں کہ اسی اثنا میں ہنسنے کی آوازیں گونجی۔ حلقہ کے  
پاس صرف سات دن تھے لیکن دوسرے ہی دن حلقہ کی  
ماں حلقہ کو واپس لینے پہنچ گئی اور اس نے صبا کی بے حد  
بے عزتی کی اس قدر کہ وہ بھی بھول بھی نہ سکے۔ حلقہ  
واپس اپنے گھر تو آگئی لیکن اس کا دل و دماغ وہاں اسی  
خوفناک گھر میں رہا وہ سوچ رہی تھی کہ آخر وہ کیسے واپس  
جائے صبا کے ہاں وہ اب کیسے جاسکتی ہے امی نے اس کی  
انتہی بے عزتی کی ہے کہ پھر حلقہ نے فیصلہ کر لیا کہ وہ ہر  
صورت الیاس سے شادی کرنا چاہتی ہے اور اگر ایسا نہ کیا  
تو وہ کچھ بھی کر کرے گی جب یہ بات نمہ تک پہنچی تو نمہ  
نے حلقہ کو بہت سمجھایا کہ خدا کے لیے الیاس کا نام مت  
لو اپنی تمہاری شادی کرنا تو درکنار وہ تمہیں بھی مار دیں گی  
اور شاید الیاس کو بھی معاف نہ کرے۔ امی میں ایک فیصلہ  
کر چکی ہوں جیسے میں بدل نہیں سکتی بہتر یہی ہو گا کہ  
آپ انکار نہ کریں میں الیاس سے شادی کرنا چاہتی ہوں  
(حلقہ نے بڑے حوصلے سے کہا) کیا کو اس کر رہی ہو تم  
میں سب جانتی ہوں یہ سب کیا دھرا نمہ کا بے میں اس  
نمہ کو دیکھ لوں گی اور تم اپنے دل سے یہ خیال نکال دو  
میری زندگی میں ایسا بھی نہیں ہو گا۔ حلقہ کی ماں بیٹ  
پڑی) امی یہ ہو گا اور آپ کی زندگی میں ہی ہو گا آپ کی  
آنکھوں کے سامنے آپ مجھے اپنے ہاتھوں سے رخصت  
کریں گی (حلقہ کی آنکھوں میں ایک عجیب سا خوف تھا)  
حلقہ کی ضد اس ماں پر بھاری ہو کر ٹوٹی وہ اس کا ذمہ دار  
صرف اور صرف نمہ کو ٹھہرا رہی تھی اس کا بس چلنا تو وہ  
اسے مار دیتی نمہ اپنے کمرے میں بیٹھی تھی کہ اس کی مائی  
اندر آگئی اور کہنے لگی عدنان کہاں ہے وہ ہاتھ روم میں گیا  
ہے اچھا چلو پھر تم میرے ساتھ اوپر والے کمرے میں (نمہ  
کی مائی کہنے لگی) نمہ اپنی مائی کے ساتھ گئی تو اس نے  
دروازہ بند کر لیا اور تیل والی بوتل نکال کر نمہ پر مٹی کا  
تیل چھڑک دیا اور پاؤں کی تیلی پینک دی نمہ کی چھین  
سارے گھر میں گونج اٹھی حلقہ نے یہ حال دیکھا تو اس  
نے نمہ کو فوراً "ہسپتال لے گئی جبکہ عدنان یہ سب کچھ  
اپنی نگاہوں سے دیکھ چکا تھا نمہ کا خوبصورت چہرہ جھلس گیا  
تھا آخر وہ کس سزا کی مستحق تھی یہ سب کچھ کیوں ہوا  
عدنان کو اپنی ماں کی اس حرکت پر بڑا افسوس تھا وہ سوچ  
بھی نہیں سکتا تھا کہ اس کی ماں بھی اس قدر گری ہوئی  
حرکت بھی کر سکتی ہے۔ دیکھنے امی آپ سمجھتی ہیں کہ ہم  
جاننے نہیں ہیں آج تک میں نے آپ کی ہر بات مانی تھی  
لیکن آج میں آپ کو بتا دیتا چاہتا ہوں کہ بڑی سادگی سے

حلقہ اور الیاس کا نکاح پڑوانے لگا ہوں آپ روک سکتی  
ہیں تو روک لیں عدنان نے ایسا ہی کیا شاید وہ ایسا نہ کرنا  
لیکن اس کی ماں کی اس حرکت نے اسے ایسا کرنے پر مجبور  
کر دیا۔ رات کا وقت تھا حلقہ کی ماں اپنے کمرے میں لیٹی  
یہاں وہاں کوٹیں بدل رہی تھی کہ اچانک ایک زوردار  
ٹھانچہ اس کے منہ پر پڑا وہ گھبرا گئی اس نے یہاں وہاں  
دیکھا اور مارے خوف کے کانپنے لگی کہ غائبی ہاتھوں  
نے اس کے بال کھینچے ہوئے اسے باہر کی طرف لے کر گئی  
وہ زور زور سے چیخ رہی تھی عدنان عدنان مجھے بچاؤں مگر  
کسی کو کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی آخر وہ کیا  
کرے کہ اچانک آواز گونجی آج کے بعد مختاری تیرا مقدر  
رہے گی اور وہی مڑی اس کی دونوں ٹانگوں پر کانٹے لگی  
جب وہ صبح اٹھی تو اس کے ہاتھ پاؤں کام نہیں کر سکتے تھے  
اب نہ وہ کچھ کر سکتی تھی نہ اٹھ سکتی تھی نہ بیٹھ سکتی تھی  
اب چار پائی ہی اسکا مقدر تھی لیکن اس کی یہ سزا بہت کم  
تھی اس نے جتنا ظلم و ستم نمہ پر کیا تھا اسے ایسی موت  
مرنا چاہیے تھا کہ جیل کو لے اس کا خوش گوشت ٹوٹے  
دوسری طرف حلقہ الیاس کے ساتھ بے حد خوش تھی وہ  
گھر جہاں وہ مہمان بن کر آئی تھی اسکا اپنا آشیانہ بن چکا  
تھا جسے اسے اب جنت بنانا تھا لیکن وہ مسلسل پریشان تھی  
اگر وہ شیطانی عمل پھر شروع ہو گیا جو کہ ایک عرصہ سے  
نہیں ہوا تھا تو وہ ایسی قوتوں کا شکار ہو جائے گی جن کو وہ  
سوچ بھی نہیں سکتی الیاس کچھ دن کے لیے ضروری کام  
سے شہر سے باہر گیا ہوا تھا جبکہ صبا بھی اپنے خاوند کے  
ساتھ اپنے ملنے والوں کے ہاں گئی ہوئی تھی صبا کا ایک بیٹا  
اور حلقہ گھر میں اکیلے تھے جاتے وقت صبا حلقہ کو بار بار  
کہہ کر وہ اس کے بیٹے کا خاص خیال رکھے اور وہ ایک دو  
دن بعد واپس آجائیں گے آٹھ نو سال کا بچہ معصوم بچہ  
حلقہ کے ساتھ بہت محل مل گیا تھا حلقہ اس کے ساتھ  
کھیل رہی تھی کہ اچانک کھوپڑی نمودار ہوئی تو نے ہمارا  
کام ابھی تک نہیں کیا چل ہمارے ساتھ وہ کھوپڑی ہوا  
میں اڑ رہی تھی حلقہ اس کے پیچھے پیچھے چل رہی تھی وہ  
کھوپڑی مسلسل اڑ رہی تھی اور حلقہ کو اجازت نہیں  
تھی کہ وہ مڑ کر بھی دیکھ سکتی تقریباً دس منٹ کے اندر  
اندر وہ اب قبرستان میں موجود تھی وہ کھوپڑی ایک جگہ پر  
تک گئی تھی اس کے سامنے کوئی بد صورت شکل آدمی  
بیٹھا تھا جو آسمان کی طرف ہاتھ کر کے کچھ پڑھ رہا تھا حلقہ  
بالکل سیدھی کھڑی تھی بالکل ایسے جیسے نہ وہ کچھ دیکھ سکتی  
ہے نہ سن سکتی ہے اور نہ کہہ سکتی ہے کہ اچانک وہ شخص



بولا اور ہنسنے لگا۔ بیٹھ جا۔ بیٹھ جا گفتہ بیٹھ گئی یہ وہ خون ہے جو انسانی خون ہے جب تو اس کو اس قبر ڈالے گی تو وہ محل جائے گی اس قبر کو کھولنے کے بعد یہ کھوپڑی اس قبر میں دفن ہو جائے گی اور پھر ایک موت ہو گی اور پھر شیطانی کھوپڑی مکمل ڈھانچہ بن جائے گی پھر یہ ایک شیطانی روح بن جائے گی اور اس قدر طاقت ملے گی کہ وہ آگ جو 20 سال سے جل رہی تھی بجھ جائے گی اب تو چلی۔ چلی جا وہ جادوگر زور زور سے بولا (گفتہ نہ جانے کیسے ایک منٹ میں گھر پہنچ گئی جہاں وہ گھر پہنچنے پر بیڑ پر گر گئی اسی اثناء میں الیاس دروازے پر دستک دیتے ہوئے اندر داخل ہوا اس نے گفتہ کی یہ حالت دیکھی تو سمجھ گیا کہ یہ وہی شیطانی طاقتیں ہیں جنہوں نے اسے سائیکل پر روک لیا تھا کہ وہ مولوی صاحب کو نہ لے کر آئے اور الیاس گفتہ کی یہ حالت نہیں دیکھ سکتا تھا اس نے فیصلہ کر لیا گفتہ کو میر حسین کے مزار پر لے کر جائے گا جہاں پر ایک بزرگ ہے جو بہت مانے ہوئے ہیں آج تک انہوں نے بڑے بڑے لوگوں کو نجات دلائی ہے جس وقت الیاس گفتہ کو بزرگ بلا کے پاس لے گیا اس وقت گفتہ مسلسل بے ہوش کی حالت میں تھی بلا جی ہمارے گھر کے پیچھے کمرہ ہے کہ جس میں (الیاس کہنے لگا) یہاں پر ہی رک جانا تو کچھ نہیں جانتا میں جتنا ہوں یہ کہانی 20 سال پہلے کی ہے یہاں تین افراد رہتے تھے جن میں ایک خوبصورت لڑکی بھی تھی اس لڑکی کا رشتہ اس کے چچا زاد بھائی سے ہو چکا تھا لیکن جب لڑکی کی ماں کو پتہ چلا کہ لڑکا تو نشہ کرتا ہے اور شراب وغیرہ پیتا ہے تو اس نے انکار کر دیا انکار کرنے کی دیر بھی اس نے اگر لڑکی کے ماں باپ اور خود لڑکی کو مار ڈالا لیکن اس بد بخت نے لڑکی کے باپ کے تین ٹکڑے کر دیئے اور ان کو اسی کمرے میں دفن کر دیا ان میں ایک لاش ایسی ہے جو ابھی تک مٹی نے قبول نہیں کی یہ کھوپڑی اس شخص کی ہے جس نے ان تمام لوگوں کو قتل کیا کچھ عرصہ بعد اس لڑکے کا ایک سیڈنٹ ہو گیا اور وہ ایسا مرا کہ اس کی لاش دیکھ دیکھ کر لوگ کاتوں کو ہاتھ لگاتے تھے اس کی روح آج بھی بھگ رہی ہے اور جو شخص اس قبر پر خون ڈالے گا یہ قبر کھل جائے گی اور پھر موت ہو گی اس کی جس نے قبر کھولنے کا عمل کیا مگر تو فکر نہ کر سب ٹھیک کر ڈالوں گا تو اس لڑکی کو یہاں پر ہی چھوڑ دے اور چل میرے ساتھ کہ اچانک پھر پھر رکے اور ایک تصویر الیاس کو دے کر کہنے لگے بیٹا یہ نقش ہے یوں تو تو نے بہت دیر کر دی ہے لیکن پھر بھی اللہ پر بھروسہ

رکھ۔ گفتہ کی خراب طبیعت کا پتہ چلا تو نمبرہ اور عدنان بھی یہاں آگئے اور گفتہ کی ماں آئیں سکتی تھی سارے گھر میں ایک خوف پھیل چکا تھا کسی کا دل بھی مطمئن نہیں تھا وہ سب باہی کے پاس بیٹھے تھے پاس چار پانی پر گفتہ بے ہوش پڑی تھی بلا جی کہنے لگے کہ جب گفتہ کو ہوش آئے گا تو وہ اس کالے جادوگر کے پاس جانے کے لیے تیار ہو جائے گی لیکن بہتر ہے کہ گفتہ نہ جائے کیونکہ اگر گفتہ گئی تو اس کی لاش واپس آئے گی کیونکہ اس کو ایک بار مکڑی نے کاٹ دیا ہے اسی مکڑی نے گفتہ کی ماں کو کاٹا ہے اور وہ مفلوج ہو گئی ہے اگر آپ لوگ گفتہ کی جان بچانا چاہتے ہیں تو آپ میں سے کون تیار ہو گا اپنی جان کی بازی لگانے کو کیونکہ گفتہ کے علاوہ اگر آپ میں سے کوئی اس مشکل سے گزرے گا تو میں اس کی پوری طرح مدد کر سکوں گا کہ اس دوران گفتہ ہلنے لگی جیسے اسے ہوش آ رہا ہو نمبرہ نے یہ دیکھا تو بے خودی میں بول پڑی میں گفتہ کی زندگی کے لیے سب کچھ کروں گی یہ کہنا تھا کہ بلا جی نے تصویر نمبرہ کے گلے میں ڈال دیا اور ایک جھٹکا لگا گفتہ بے ہوش ہو گئی لیکن اچانک نمبرہ کی حالت بیزار ہو گئی اور نمبرہ کی آنکھیں اوپر اٹھ گئیں بلا جی نے جب یہ حالت دیکھی تو نمبرہ کے گلے سے تصویر نکال لیا نہیں یہ سب کچھ گفتہ ہی کو کرنا ہو گا کوئی دوسرا گفتہ کی جگہ لے کر اسے بچا نہیں سکتا گفتہ اچانک پھر اٹھی اور قبرستان کی طرف چل پڑی کسی کی ہمت نہیں تھی کہ وہ گفتہ کا پیچھا کرے گفتہ ان کے پاس سے کافی دور جا رہی تھی اور بلا جی نے دعائیں کرنا شروع کر دیں اب گفتہ جادوگر کے سامنے کھڑی تھی اس نے ہنسنے ہوئے خون گفتہ کو پکڑ لیا گفتہ خون پکڑ کر واپسی کی طرف چل پڑی جب وہ قبر کے پاس پہنچی تو اچانک کھوپڑی دوبارہ نکلیاں ہو گئی ہاں ہاں جلدی ہے یہ خون اس قبر پر پھینک دیں کھوپڑی میں سے آواز گونجی گفتہ نے خون پینے کا توہستہ آہستہ آہستہ قبر پھٹ گئی اور قبر کے اندر سے انسانی سر باہر آگرا پھر دھڑا دھڑا نکلیں وغیرہ بلکہ ایسے باہر آئی جیسے کسی نے انہیں قتل کیا ہو گفتہ کھرا کر پیچھے ہٹ گئی کہ اچانک وہ کھوپڑی مکمل ڈھانچہ بن گئی اور وہ ڈھانچہ مسلسل گفتہ کی طرف بڑھ رہا تھا گفتہ پیچھے ہٹ رہی تھی اور وہ مسلسل آگے بڑھ رہا تھا کہ اچانک زوردار آسمانی بجلیاں گرجنے لگی ایک آسمانی بجلی گری اور وہ سب کچھ غرق ہو گیا وہ ڈھانچہ پڑیوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں بکھر گیا پھٹ جانے والی قبر پر مٹی کا ڈھیر پڑ گیا لیکن گفتہ موت کے منہ سے بچ نکلی اللہ

تعالیٰ کی مدد سے وہ بچ گئی گفتہ بھاگ کر گھر کی اگلی جانب آئی تو گفتہ کو زندہ سلامت دیکھ کر سب حیران رہ گئے۔ بزرگ بلا آپ نے میری گفتہ کو بچا لیا (الیاس بزرگ کے قدموں میں گر گیا) نہیں الیاس اللہ جانتا ہے میری کوئی کرامت نہیں ہے یہ طاقتیں میرے بس سے باہر تھیں سب اللہ کی کرامت سے صرف اللہ کی... دوسرے دن پتہ چلا کہ قبرستان میں کسی نامعلوم شخص کی لاش ملی ہے گفتہ کی نگاہوں سے اس لاش کا چہرہ گزرا تو وہ بچ اٹھی یہ وہی جادوگر ہے اللہ نے مجھے بچا لیا (گفتہ سجدے میں گر گئی) نمبرہ کا کردار جب اس کی مائی نے دیکھا جو سارا سارا دن اپنی مفلوج مائی کی خدمت کرتی تھی تو آج مائی کا دل تڑپ ہی پڑا نمبرہ مجھے معاف کر دے مجھے میری موت قریب دیکھائی دیتی ہے اگر تو نے مجھے معاف نہ کیا تو اللہ بھی مجھے معاف نہیں کرے گا میں نے تیرے خوبصورت چہرے پر قتل چھڑک کر ساری زندگی کے لیے تجھے بد صورت بنا دیا میں خود کو کبھی معاف نہیں کر سکتی۔ میں تیرے پاؤں پڑتی ہوں اور وہ بچ چچ اس کے قدموں میں گر گئی۔ نہیں نہیں مائی جان آپ میری ماں کی طرح ہیں اور ماں کا مقام تو آنکھوں میں ہو تا ہے قدموں میں نہیں نمبرہ بیشہ کی طرف نرم مزاج نمبرہ کا یہ رویہ دیکھا نمبرہ کی مائی نے نمبرہ کا نکاح عدنان سے بڑھا دیا سب کچھ بہت اچھا ہوا تھا لیکن شادی کے دوسرے ہی دن نمبرہ کی مائی دنیا سے رخصت ہو گئی۔ قارئین کرام آخر میں کچھ بات آپ سے مجھے امید ہے کہ آپ کو میری یہ کوشش بھی پسند آئے گی اور آپ لوگ میری کہانی کے شروع میں کی ہوئی ریکوئسٹ پر بھی غور کریں گے باقی میں چیف ایڈیٹر آف خوفناک ڈائجسٹ اور آپ سب لوگوں کی شکر گزار ہوں کہ آپ لوگ میری تحریروں کو اس قدر پسند فرماتے ہیں اور مجھے موقع فراہم کرتے رہتے ہیں کہ میں آپ لوگوں سے مزید سیکھوں آپ کی تعریف یا تنقید دونوں کی منتظر رہوں گی۔

\*\*\*\*\*

### علم مصطفیٰ

تاجدارِ مدینہ سرور قلب و سینہ نے ایک غازی کے معلق جو جہاں میں شریک تھا یہ خبر دی کہ یہ اہل جہنم میں سے ہے حالانکہ اس وقت اس کے اعمال سے اس کا تصور نہیں ہوا تھا

مگر پھر اس طرح ظاہر ہوا کہ اس نے خود کشی کر لی اور حرام موت مرا بخاری و مسلم شریف غزوہ بدر میں تاجدارِ مدینہ نبی رست صلی اللہ علیہ وسلم سردارانِ قریش میں سے ایک ایک کے مرکز کرنے کی جگہیں متعین کر کے بتا دی تھی کہ ابو جہل یہاں گرے گا اور فلاں فلاں جگہ۔ چنانچہ ٹھیک اسی طرح واقعہ ہوا ایک بابت کا بھی فرق نہیں ہوا (مسلم عن عمر) اپنی صاحبزادی سیدہ النساء فاطمہ زہرا کو آپ نے خردی تھی کہ آپ کے اہل بیت میں سب سے پہلے وہ ہیں گی چنانچہ ایسا ہی ہوا بخاری و مسلم شریف آپ نے خردی تھی کہ آپ کی دنیا سے پردہ فرمائے کے بعد ازواجِ مطہرات میں جو سب سے زیادہ ہی تھیں وہ سب سے پہلے مجھ سے ملیں گی چنانچہ ایسا ہی ہوا حضرت زینب المہلبینہ جو سب سے زیادہ صداقت و خیرات میں معروف تھیں سب ازواجِ مطہرات سے پہلے انکی وفات ہوئی، مسلم عن عائشہ (ازسید کفایت اللہ شاہ بخاری رضوی، خان پور بلوچستان)

### "پانچ نمازیں"

نماز فجر، حضرت سیدنا آدم صلی اللہ علیہ وسلم علی نبینا علیہ السلام نے صبح ہونے کے شکر یہ میں ادا کی کیونکہ انہوں نے جنت میں رات نہ دیکھی تھی، شامی نماز نذر، حضرت ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا علیہ السلام نے اپنے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جان محفوظ رہنے اور دنیا قربانی کرنے کے شکر یہ میں ادا کی، طحاوی نماز عصر، حضرت غزیر علی نبینا علیہ السلام نے پڑھی اس لئے کہ وہ سو برس کے بعد زندہ فرمائے گئے تھے، طحاوی نماز مغرب، حضرت داؤد علی نبینا علیہ السلام نے پڑھی اپنی توبہ قبول ہونے کے شکر یہ میں کیونکہ ان کی توبہ بوقتِ مغرب قبول ہوئی تھی چار رکعت کی نیت کی تھی مگر درمیان میں تین رکعت پر ہی سلام پھیر دیا، طحاوی نماز عشاء، ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا فرمائی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز تہجد کی بھی فرض تھی، نعیم الرحمن نوٹ: نماز تہجد کی فرضیت صرف سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہی خاصہ مبارک ہے محمد یونس شاہین، بشیر کلاونی سہرمنڈی



یہ کہانی مجھے میرے ایک قریبی دوست عرفان نے سنائی آئیے اسی کی زبانی سنئے ہیں۔ میرا نام طاہر ہے میں شروع ہی سے کافی ضدی اور شرارتی تھا گھر والے مجھے زبردستی سکول بھیجتے تھے لیکن پڑھنے کو میرا دل بالکل نہیں کرتا تھا کلاس میں میرا ایک دوست منیر تھا اسے بھی میری طرح بالکل پڑھنے کا شوق نہیں تھا کلاس میں بھی ہم نت نئی شرارتیں کرنے کے بارے میں سوچا کرتے تھے کسی کا پتین غائب کر دینا کسی کا بستہ اور کتابیں اٹھا کر پھت پر پھینک دینی یہ تو ہمارا روز مرہ کا معمول تھا ایک دفعہ ہم نے اپنی شرارتوں کی وجہ سے پورے سکول کی سزا کے طور پر صفائی کی جو بھی ہم صفائی کرتے کرتے سٹور میں داخل ہوئے تو ہماری نظرس بے شمار ٹوٹی ہوئی کرسیوں پر پڑی بنیں دیکھتے ہی ہماری آنکھوں میں بے اختیار چمک گوند آئی کیونکہ یہ ایک نئی شرارت تھی بہر حال ہم نے جیسے تیسے کر کے سٹور کی صفائی کی اور ایک کرسی کا انتخاب کر کے اسے باہر لے آئے اسے میں تفریح کی کھٹی بجی تو ہم اور بھی خوش ہوئے اور کرسی لاکر اپنی کلاس کے کمرے میں رکھ دی کرسی کی بناوٹ ایسی تھی کہ اگر اس پر کپڑا رکھ دیا جاتا تو بالکل پتہ نہیں چلتا تھا کہ یہ ٹوٹی ہوئی ہے اور جو بھی اس پر بیٹھا وہ براگرتا تھا تفریح کے بعد پیرٹھ بھی آصف صاحب کا تھا جو کہ انتہائی سخت مزاج کے آدمی تھے لیکن ان کے گرنے کے چانس بہت کم تھے کیونکہ وہ کلاس میں آتے تو کرسی پر بیٹھے ہی نہیں تھے خیر ہم نے کپڑے کا انتظام کیا اور کرسی پر رکھ دیا کرسی کے نیچے ہم نے کافی مقدار میں سیاہی انڈیل دی خیر جو بھی تفریح بند ہونے کی کھٹی بجی سب لڑکے اپنی اپنی جگہ پر آکر بیٹھ گئے کسی کو بھی شک نہ ہوا کہ کرسی ٹوٹی ہوئی ہے تو ٹوٹی دیر بعد آصف صاحب کلاس میں داخل ہوئے اور حسب

عادل لڑکوں سے سوال پوچھنے شروع کر دیے جو لڑکے جواب نہ دے سکے انہیں دیوار کے ساتھ کھڑا کر دیا گیا پچھر دینے کے بعد آصف صاحب نے ان لڑکوں کو سزائیں دیں اور کل سبق یاد کر کے آنے کے لئے کماندار ہو کر جوئی وہ کرسی پر بیٹھے دھڑام سے نیچے گر پڑے اور نیچے سیاہی

نے ان کے سفید کپڑوں کو بھی رنگین کر دیا سب لڑکے ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو رہے تھے آصف صاحب نے بڑے غصے کے ساتھ ہم دونوں کی طرف دیکھا اتنے میں دوسرے پیرٹھ کی کھٹی بجی اور آصف صاحب غصے کے ساتھ ہمیں دیکھتے ہوئے باہر نکل گئے ان کے باہر نکلتے ہی دو لڑکے تیزی کے ساتھ آگے بڑھے اور سیاہی صاف کی اور کرسی تلاش کر کے اپنی جگہ پر رکھی اتنے میں امجد صاحب تشریف لے آئے۔

خیر تیسرے پیرٹھ کے بعد ہمیں چھٹی ہو گئی اور ہم دونوں باہر نکل آئے کپڑے نکلتے ہی منیر نے لگا کہ یار کل آصف صاحب ہم دونوں کی خوب پٹائی کریں گے کیوں نہ ہم دو تین دن سکول نہ جائیں اور دو تین دن بعد آصف صاحب خود ہی اس واقع کو بھول جائیں گے ہم دونوں نے اس تجویز پر اطمینان کا اظہار کیا چنانچہ اگلے دن ہم دونوں گھر سے دو تین کتابیں لے کر نکل آئے اور سکول جانے کا ارادہ ترک کر دیا اب ہم سوچتے لگے کہ دن کہاں پر گزارہ جائے ہمارے گھر سے کچھ ہی فاصلے پر ایک حویلی تھی جس کے بارے میں مشہور تھا کہ اس میں جن بھوت رہتے ہیں اسی وجہ سے کوئی دن کے وقت بھی اس حویلی کی طرف نہیں جاتا تھا ہم ویسے بھی ایسی باتوں پر یقین نہیں رکھتے تھے چنانچہ ہم اس حویلی کی طرف چل پڑے اور دیواریں چھلانگ کر اندر داخل ہو گئے یہی شاید ہماری زندگی کی بڑی غلطی تھی جس کا ازالہ ہم آج تک نہیں کر سکے حویلی میں ایک پر اسرار قسم کی خاموشی چھائی ہوئی تھی خیر ہم نے کوئی پرواہ نہ کی اور چلتے ہوئے ایک کمرے میں داخل ہو گئے اندر داخل ہوتے ہی ہم پر بہت ساری چمکوں نے حملہ کر دیا اس جتنی چمکوں میں ہم نے آج تک نہیں دیکھیں ہم تیزی سے اس کمرے سے باہر نکلے لیکن چمکوں نے ہمارا اچھا نہ چھوڑا ایک چمک تیزی سے میری طرف آئی میں نے تیزی سے نیچے بیٹھنے کی کوشش کی لیکن اس کانچے میرے سر پر لگے مجھے ایسا لگا کہ جیسے میں نے اپنا سر کسی پتھر پر مار دیا ہو تقریباً دو منٹ تک میری یہی کیفیت رہی دو منٹ بعد جب میں نے آنکھیں

کھولیں تو میں نے دیکھا کہ منیر کا کپڑا بھی کوئی نام و نشان نہیں تھا جب کہ وہی چمکوں میں میرے ارد گرد منڈلا رہی تھیں اتنے میں وہی بڑی چمک پھر میری طرف آئی جو نہی وہ میرے قریب آئی میں تیزی سے ایک طرف ہٹ گیا چمکوں آگے جا کر ایک درخت کو لگی میری حیرت کی اس

وقت کوئی اٹھانہ رہی جب کہ درخت کو لگتے ہی چمکوں

کھڑے ہو کر نیچے گر پڑی اس کے کھڑے ہوتے

ہی ساری چمکوں میں کھڑے ہو کر نیچے گر پڑیں میں

نے خدا کا شکر ادا کیا اور منیر کو تلاش کرنا شروع کیا لیکن

مجھے وہ کہیں دکھائی نہ دیا میں نے سوچا کہ شاید ڈر کر باہر



چلا گیا یہ سوچ کر میں بھی باہر کی طرف چل پڑا ابھی میں چند قدم ہی چلا تھا کہ مجھے باہر موٹر سائیکل رکنے کی آواز آئی میں نے سوراخ میں سے جھانک کر دیکھا تو منیر میرے بڑے بھائی کے ساتھ موٹر سائیکل سے اتر رہا تھا۔

میں نے چھپنے کے لئے جگہ تلاش کی اور تیزی کے ساتھ سب سے آخر والے کمرے کی طرف بھاگا لیکن جونہی میں کمرے کے اندر داخل ہوا اندر کا منظر ایک بار پھر مجھے حیران کر دینے کے لئے کافی تھا اندر ایک خوبصورت بیچ جی ہوئی تھی پورے کمرے سے ایک محسوس کن خوشبو اٹھ رہی تھی اور ایک کافی خوبصورت لڑکی دلہن والا لباس زیب تن کر کے بیٹھی ہوئی تھی مجھے یوں لگا کہ جیسے میرا پورا جسم مفلوج ہو گیا ہو واقعی میں صرف ادھر ادھر دیکھ سکتا تھا سن سکتا تھا اور محسوس کر سکتا تھا آگے یا پیچھے حرکت کرنا میرے لئے ممکن نہ تھا اس نے ایک لمحے کے لئے مجھے دیکھا اور پھر یوں گویا ہوئی میرا اصل نام راگنی ہے میں کئی برسوں سے تمہارا انتظار کر رہی ہوں آؤ آگے بڑھو اور مجھے اس قید سے نجات دلاؤ آؤ آؤ آگے بڑھو مجھے اپنے سینے میں چھپا لو میں بہت بے چین ہوں اور کئی برسوں سے تمہارا انتظار کر رہی ہوں آج سے تم میرے ہو میرے ہو تمہیں مجھ سے کوئی نہیں چھین سکتا آؤ آگے بڑھو اور مجھے تمام لوہوں نے بولنے کی کافی کوشش کی لیکن باوجود کوشش کے بھی میری زبان سے ایک لفظ تک نہ نکلا پھر تھوڑی دیر خاموشی رہی اس نے ایک بار پھر میری طرف نظرس اٹھائیں اور بولی کہ مجھے سارے حالات کا علم ہے جاؤ آج سے کوئی تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا میں اگلے جنم میں تمہارے پاس آؤں گی اور تمہیں اپنے ساتھ لے جاؤں گی کوئی تمہیں مجھ سے چھین نہیں سکے گا جاؤ آج سے تم میرے ہو میرے ہو میں تمہیں اپنے ساتھ لے کر جاؤں گی اپنے ساتھ لے کر جاؤں گی میرا انتظار کرنا میں تمہیں کسی اور کا نہیں ہونے دوں گی ان الفاظ کے ساتھ ہی کمرے میں مکمل طور پر خاموشی چھا گئی جب تقریباً دو منٹ تک کوئی آواز نہ آئی میں نے نظرس اٹھا کر دیکھا تو پورا کمرہ خالی تھا کمرے میں کسی چیز کا نام و نشان تک نہیں تھا میں نے زور سے اپنے بازو پر کاناکہ لکس میں خواب تو نہیں دیکھ رہا ہوں لیکن یہ خواب نہیں ایک حقیقت تھی میں نے اپنے پاؤں کو آگے کی طرف حرکت دی میں بالکل ٹھیک ٹھاک تھا حرکت کر سکتا تھا۔ تو پھر تھوڑی دیر پہلے مجھے کیا ہو گیا تھا میں نے سوچا جب کوئی بات میری سمجھ میں نہ آئی تو میں اس حویلی

سے باہر نکل آیا اور گھر کی طرف چل دیا جب میں گھر پہنچا تو سب غصے سے بھرے ہوئے بیٹھے تھے والد نے مجھے کافی ملامت کی اور بھائی نے بھی برا بھلا کہا لیکن جب بھائی کا غصہ پھر بھی ٹھنڈا نہ ہوا تو وہ مجھے کمرے میں لے گیا اور سکول سے بھاگنے کی وجہ پوچھی جب میں کچھ نہ بولا تو بھائی کو طیش آگیا اور مجھے مارنے کے لئے ہاتھ جیسے ہی ہوا میں بلند کیا۔

اس کا ہاتھ ہوا میں ہی معلق ہو گیا یوں لگتا تھا کہ جیسے اس کا ہاتھ کسی نے مضبوطی سے پکڑ لیا ہو وہ وہیں بت بن کر کھڑا ہو گیا اور زبان سے ایک لفظ بھی نہ بول سکا میں یہ دیکھ کر چپ چاپ کمرے سے نکل آیا اور اپنے کمرے میں جا کر لیٹ گیا اور اس واقع کے متعلق سوچنے لگا سوچتے سوچتے ہی تجاہلے کس وقت میری آنکھ لگ گئی شام کے وقت میرا دوست منیر آیا اور اسی نے مجھے آکر جگایا میں اٹھا اور ہاتھ منہ دھونے کے بعد اس کے پاس آکر بیٹھ گیا اور جب میں نے اسے حویلی والا واقعہ بتانے کی کوشش کی تو یوں لگا کہ جیسے میری زبان لنگ ہو گئی ہو اور باوجود کوشش کے ایک لفظ بھی میرے منہ سے نہ نکل سکا اس کے بعد ہم تھوڑی دیر کے لئے گھومنے پھرنے چلے گئے دوسرے دن جب ہم دونوں سکول گئے تو آصف صاحب ہماری توقع کے برعکس ہم سے بڑی محبت سے پیش آئے انہیں دیکھ کر یہ محسوس ہی نہیں ہوا تھا کہ کل یا برسوں کا ناخوشگوار واقعہ پیش آیا ہے پر دیکھ کر کلاس کے لڑکے بھی حیران ہوئے اور جب آصف صاحب چلے گئے تو کلاس کے سب لڑکے ہم دونوں سے پوچھنے لگے کہ کیا تم نے آصف صاحب پر کیا جادو کیا ہے کہ وہ تمہیں کچھ کہنے کی بجائے تم سے بہت پیار سے پیش آئے ہیں تو ہم دونوں نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ شاید وہ اس واقع کو بھول گئے ہیں جب سکول سے چھٹی ہوئی تو باہر نکلتے ہوئے منیر مجھ سے کہنے لگا کہ یا آصف صاحب تو آج تک پیارک ساتھ کسی سے نہیں پیش آئے پھر آج انہیں کیا ہو گیا تھا تو میں نے جواب دیا کہ شاید آج وہ کسی وجہ سے بہت خوش ہوں بہر حال مجھے یقین تھا کہ یہ سب کچھ صرف راگنی کی وجہ سے ہو رہا ہے بہر حال اسی طرح وقت گزر گیا چلا گیا دن بھٹے مہینوں اور سالوں میں تبدیل ہوتے گئے میں تقریباً اس واقع کو مکمل طور پر بھول گیا منیر کی بھی شادی ہو گئی اور میری شادی کی بھی تیاریاں ہونے لگیں آخر کار میری شادی بھی ایک جگہ پر طے ہو گئی۔ بالآخر میری شادی میں صرف چند رہہ والی رہتے تھے کہ راگنی میرے خواب

میں آئی اس نے اسی دن کی طرح دلہن والا لباس پہنا ہوا تھا اور مجھے کہنے لگی کہ تم اس شادی سے انکار کر دو مجھے تمہاری شادی منظور نہیں تم میرے ہو تمہیں مجھ سے کوئی نہیں چھین سکتا میں تمہیں ساتھ لے کر جاؤں گی ساتھ لے کر جاؤں گی دوسرے جنم میں تم مجھے ضرور ملو گے۔ اس کے ساتھ ہی میری آنکھ کھل گئی یقین کریں کہ سخت سردی کے باوجود بھی میں پیسنے میں نہ لیا ہوا تھا وہ ساری رات میں نے جاگ کر کافی اور صبح بھی میں کافی پریشان تھا تین دن خواب میں اس طرح راگنی آتی رہی جس کی وجہ سے میری صحت پر کافی برا اثر پڑا اور میں بہتر سے لگ گیا۔

اس دوران منیر نے میرا کافی خیال رکھا اور میری دل جوئی کی عجیب بات یہ تھی کہ میں جب بھی منیر کو اس واقع کے متعلق بتانا چاہتا ایسے لگتا کہ جیسے کسی نے میری زبان پکڑ لی ہو اور میں ایک لفظ بھی نہ بول پا یا پھر خوشی میں صرف تین دن باقی رہ گئے تھے کہ راگنی میرے خواب میں آئی اور بولی کہ میں آخری بار تمہیں سمجھانے آئی ہوں اگر تم نے شادی کا ارادہ ترک نہ کیا تو نقصان کے ذمہ دار تم خود ہو گے یہ کہہ کر وہ غائب ہو گئی جب صبح ہوئی تو میں بہت زیادہ پریشان تھا جب گھر والوں نے مجھے دیکھا تو بھی بہت پریشان ہوئے اور وجہ دریافت کرنے لگے لیکن میں انہیں کچھ بھی نہ بتا سکا اب شادی میں صرف دو دن باقی تھے اب میں بھلا شادی سے کیسے انکار کرنا مجبوراً دو دھوکہ خود ہی مہر کر کے بیٹھ گیا کہ جو ہو گا دیکھا جائے گا اس رات سب دوستوں نے مجھے سونے نہ دیا اور خوب ہلا گھاکرتے رہے بالآخر بڑی مشکل سے میں ان سے پیچھا چھڑا کر آیا اور اپنے کمرے میں لیٹ گیا لیٹتے ہی مجھے نیند آگئی صبح جب میری آنکھ کھلی تو ہر طرف سے رونے کی آوازیں آ رہی تھیں میں جلدی سے باہر گیا تو سب لوگ رو رہے تھے پتہ چلا کہ رات کو کسی نے نائیل کو بڑی بے دردی سے قتل کر دیا ہے نائیل میری ہونے والی بیوی کا نام تھا میں اپنے آپ کو قصور وار سمجھنے لگا کہ اگر میں نے راگنی کی بات مان لی ہوتی تو نائیل کی زندگی بچ سکتی تھی خراب کیا ہو سکتا تھا جو ہونا تھا وہ تو چکا تھا قصور سارا میرا تھا اگر میں راگنی کی بات مان لیتا اور شادی سے انکار کر دیتا تو شاید ایک زندگی خیر اسی طرح چار ماہ کا عرصہ گزر گیا اور گھر والے ایک بار پھر میری شادی کی تیاریاں کرنے لگے تو ایک رات پھر راگنی میرے خواب میں آئی اور کہنے لگی کہ میں نے پہلے بھی تمہیں سمجھایا تھا لیکن تم باز نہیں آئے اگر تم ہزار شادیاں بھی کرو گے تو

انجام یابی ہو گا تم میرے ہو اور بیٹھ میرے رہو گے میں تمہیں ساتھ لے کر جاؤں گی اسی طرح رات گزر گئی صبح جب میں ناشتہ کر کے فارغ ہوا تو میں نے گھر والوں کے سامنے شادی کرنے سے انکار کر دیا تو گھر والوں نے مجھے کافی ڈانٹا اور مجھ سے کافی پوچھا کہ آخر کیا وجہ ہے تم شادی کیوں نہیں کرنا چاہتے کیا تمہیں لڑکی پسند نہیں میں نے جواب دیا بس میں شادی نہیں کروں گا تو والد صاحب بولے کہ دیکھو بیٹا آج تک ہم نے تمہاری ہر جائز و ناجائز خواہش پوری کی ہے لیکن اب ہم لڑکی والوں کو زبان دے چکے ہیں اور چاہے کچھ بھی ہو عیس شادی وہیں کرنی ہوگی۔

جب گھر والے کسی طرح بھی رضامند نہ ہوئے تو میں نے انہیں دھمکی دی کہ اگر آپ نے میری شادی زبردستی کرنے کی کوشش کی تو میں خودکشی کر لوں گا میری اس دھمکی کا بھی گھر والوں پر کوئی اثر نہ ہوا اور وہ لڑکی والوں کے گھر تاج بی بی کرنے چلے گئے یہ دیکھ کر میں کافی پریشان ہوا اور اپنے کمرے میں آکر سوچنے لگا کہ پہلے بھی میری وجہ سے ایک لڑکی کی جان چلی گئی ہے اور اب اگر میں نے دوبارہ شادی کی کوشش کی تو ایک اور لڑکی جان سے چلی جائے گی جب سوچ سوچ کر کوئی بات بھی میرے ذہن میں نہ آئی تو میں نے سوچا کہ کسی کی زندگی بچانے کے لئے اپنی زندگی قربان کر دینی چاہئے اگر میں نے اپنی جان دے دی تو ایک لڑکی کی جان تو بچ جائے گی یہ سوچ کر میں اٹھا اور بازار کی طرف چل پڑا بازار سے میں نے کافی مقدار میں نیند کی گولیاں خریدیں اور دراز میں لا کر رکھ دیں اور سو گیا تقریباً پانچ بجے میری آنکھ کھلی میں اٹھا اور باہر گھومنے نکل گیا تقریباً ساڑھے چھ بجے جب میں گھر واپس آیا تو منیر آیا ہوا تھا اور میرے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا میں جا کر اس کے پاس بیٹھ گیا تھوڑی دیر گپ شپ لگانے کے بعد وہ بولا یا راگنی تمہیں کیا ہوا جا رہا ہے تم وہ پہلے والے طاہر نہیں رہے اگر کوئی مسئلہ ہے یا پریشانی ہے تو مجھے بتائیں تمہارا دوست ہی نہیں بھائی بھی ہوں لیکن میں نے جواب دیا کہ ایسی ویسی کوئی بات نہیں میں بالکل ٹھیک ٹھاک ہوں تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے میرا ہے کہنا تھا کہ منیر بڑے غصے سے اوپر اٹھا اور مجھے دو ٹخن چھڑرید کے اور کہنے لگا کہ تم مجھ سے جھوٹ بولتے ہو بکواس کرتے ہو یہ دیکھو یہ کیا ہے نیند کی گولیوں کے پتے جو میں بازار سے خرید کر لایا تھا اس نے میرے سامنے پھینک دیئے میں ہکا بکا ہو کر اسے دیکھنے لگا تب مجھے اسے کیسے پتہ چل گیا تھا کہ



میں یہ کام کرنے والا ہوں اس نے مجھ سے کافی کما کر ایسی کون سی بات ہے جو تم مجھ سے چھپا رہے ہو جب میں پتہ نہ بولا تو وہ باہر چلا گیا اور گھر والوں کو جا کر سب کچھ بتا دیا تو سب گھر والے میرے کمرے میں آ گئے اور میری ماں روتے ہوئے بولی کہ بیٹا اگر تم نے شادی نہیں کرنی تو نہ کرو لیکن خدا کے لئے ایسا کام نہ کرو جس کی وجہ سے ہمیں ساری عمر پچھتانا پڑے تم جب کہو گے ہماری بات پر یقین کرو جب ہماری مرضی ہوگی اور تمہاری رضامندی ہوگی تب ہماری بات ماننا مگر خدا کے لئے تم سے دور نہ جانا ان باتوں سے مجھے کافی اطمینان ہو گیا وہ دوسرے دن میں نے اپنے طور پر کسی عامل وغیرہ کی تلاش شروع کر دی لیکن مجھے کوئی خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی کچھ دن بعد مجھے پتہ چلا کہ شام گھر گاؤں میں ایک بہت ہی پیچھے ہوئے بزرگ آئے ہوئے ہیں جو کہ غیب کا علم جانتے ہیں ان کا نام احمد حسن رضوی ہے میں دوسرے ہی دن ان سے ملنے کے لئے چلا گیا۔

میں جب شام گھر گاؤں پہنچا تو اسکے میزبان سے ملاقات ہوئی تو میں نے بتایا کہ میں ان سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں تو انہوں نے جواب دیا کہ تھوڑی دیر بیٹھ جاؤ وہ نماز پڑھ رہے ہیں جیسے ہی وہ نماز سے فارغ ہوں گے میں تمہیں ان کے پاس بھیج دوں گا چنانچہ میں ایک طرف بیٹھ کر بیٹھ گیا ایسی مجھے بیٹھے ہوئے تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ اسی آدمی نے آکر کہا کہ اب آپ اندر جا سکتے ہیں چنانچہ میں اندر کمرے میں داخل ہو گیا تو میں نے دیکھا کہ سفید داڑھی اور نورانی چہرے والے ہاتھوں میں شیخ لے کر چٹائی پر بیٹھے ہیں میں نے انہیں نہایت ادب سے سلام کیا انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا اور میرے آنے کی وجہ دریافت کی میں نے انہیں ساری تفصیل سے آگاہ کیا اور بتایا کہ میں کافی پریشان ہوں تو انہوں نے مجھے کہا کہ تمہیں فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں وہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی ان بزرگ نے مجھے تین دن بعد آنے کے لئے کہا۔ چنانچہ جب میں تین دن بعد ان کے ہاں گیا تو انہوں نے مجھے ایک طرف بیٹھے کا حکم دیا جب میں بیٹھ چکا تو وہ یوں گویا ہوئے بیٹا اس لڑکی کا نام واقعی راغنی تھا اور وہ چاندنی قبیلے کی رہنے والی تھی وہ بہت زیادہ خوبصورت تھی جو کوئی بھی اس کی طرف دیکھا دوبارہ دیکھنے کو اس کا دل کرتا تھا راغنی بہت ہی غریب ماں باپ کی لڑکی تھی وہ سارا دن ہنسی کھیلتی اور ہنسیوں میں بھاتی پھرتی تھی سارے قبیلے والے اس کی خوبصورتی پر رشک کرتے

تھے راغنی وہ پیر کے بعد کبیاں چرنے پہاڑوں کی طرف نکل جاتی تھی پہاڑوں کے دوسرے طرف جنگل تھا وہ اونچے اونچے پہاڑوں پر بیٹھ کر نظارہ کیا کرتی تھی اس قبیلے کا سردار ایک نیک انسان تھا جس کا صرف ایک ہی بیٹا تھا جس کا نام یوگا تھا یوگا بد صورت ہونے کے ساتھ ساتھ ظالم اور کمینہ شخص تھا وہ اپنے غلاموں پر بے پناہ ظلم کرتا تھا ایک دن یوگا صبح کے وقت اپنے چند غلاموں کے ساتھ گھوڑوں پر سوار ہو کر جنگل میں شکار کھیلنے کے لئے نکلا لیکن سہ پہر تک اسے کوئی شکار نہ ملا جب وہ واپس ہو کر واپس آ رہا تھا تو اس کی نظر ایک ہرن پر پڑی تو وہ اسے زندہ پکڑنے کی غرض سے اپنے ملازموں کے ساتھ اس کی طرف پکا لیکن جب وہ کسی بھی طرح ان کے ہاتھ نہ آیا تو انہوں نے ہرن پر تیروں کی پوجھا کر دی دو تین تیر لگنے کی وجہ سے ہرن زخمی ہو گیا اور اس کی رفتار بھی کم ہو گئی تو یوگا اکیلا ہی اس کے پیچھے گھوڑا دوڑانے لگا شام کے وقت جب راغنی کبیاں چرا کر گھر آ رہی تھی تو اس نے دیکھا کہ ایک زخمی ہرن سر پٹ بھاگتا ہوا آ رہا ہے راغنی کے قریب آ کر وہ ہرن گر پڑا راغنی جب بھاگ کر اس کے پاس پہنچی تو وہ زخمی حالت میں تڑپ رہا تھا اسے میں اس نے دیکھا کہ ایک گھر سوار بھی تیزی سے آ رہا ہے وہ ہرن کے پاس پہنچ کر گر گیا اور فاتحانہ قہقہہ لگاتے ہوئے بولا ہونہ مر گیا آخر یوگا سے بچ کر کہاں جاتا اچانک ہی اس کی نظر راغنی پر پڑی اس نے جب راغنی کو دیکھا تو پکلیں جھٹکنا ہی بھول گیا اس نے آج تک اپنی زندگی میں اتنی خوبصورت لڑکی کبھی نہ دیکھی تھی یوگا نے اس لڑکی سے اس کا نام پوچھا تو اس نے اپنا نام راغنی بتایا اس نے عجیب سی نظروں سے راغنی کی طرف دیکھا اور پھر ہرن گھوڑے پر لا کر روانہ ہو گیا۔

دوسری صبح اس نے اپنے چند غلاموں کو اس لڑکی کا حلیہ اور نام بتایا اور انہیں اس لڑکی کے بارے میں پتہ کرنے کو کہا شام کے وقت اس کے غلاموں نے اسے آکر بتایا کہ جناب وہ رحمہ کی بیٹی ہے اور پورے قبیلے میں اس جتنی خوبصورت لڑکی کوئی نہیں یوگا نے چند آدمیوں کو راغنی کے ماں باپ کے پاس رشتہ کا پیغام دے کر بھیجا لیکن راغنی کے ماں باپ نے انکار کر دیا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یوگا کا قسم کا آدمی ہے انکار کی خبر سن کر یوگا کا چہرہ غصے سے لال ہو گیا اس نے اپنے غلاموں کے ساتھ مل کر نہایت خوفناک پروگرام بنایا اور آدمی رات کا انتظار کرنے لگا جب آدمی رات کا وقت ہوا تو یوگا اپنے

ساتھیوں کے ساتھ راغنی کے گھر میں داخل ہو گیا اور راغنی کے ماں باپ کو رسیوں سے باندھ کر کھینچ لگا کر بولو تم میرے ساتھ شادی راغنی کی کرو گے یا نہیں لیکن راغنی کے ماں باپ نے جواب دیا کہ ہم مرجائیں گے لیکن اپنے جیتے جی اپنی بیٹی کی شادی تم جیسے کینے شخص سے نہیں کریں گے۔ یہ سن کر یوگا غصے میں آئے سے باہر ہو گیا اور اسی وقت اس نے راغنی کے سامنے اس کے ماں باپ کو قتل کر دیا اور راغنی کو اٹھا کر لے آئے اور اپنی جھوپڑی کے نیچے تہ خانے میں قید کر دیا اور اسے اپنے سے شادی کرنے کے متعلق مجبور کرنے لگا لیکن راغنی نے انکار کر دیا راغنی ہر وقت اپنے ماں باپ کو یاد کر کے روتی رہتی وہ یہاں سے کسی طرح بھاگ بھی نہیں سکتی تھی کیونکہ تہ خانہ چاروں طرف سے بند تھا اس میں صرف دروازے کے سوا کوئی کھڑکی موجود نہ تھی یوگا نے ہر طریقہ آزمایا اسے بھوکا پیاسا مارا اس پر تشدد کیا لیکن اسے کسی بھی طرح شادی کے لئے تامل نہ کر سکا تو یوگا راغنی کو ختم کرنے کے بارے میں سوچنے لگا پھر ایک رات چاند کی چودھویں رات کو جب چاند اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا تو یوگا نے چاندنی کو باہر نکالا اور راغنی سے کہنے لگا کہ بھاگ جاؤ تم جتنا تیز بھاگ سکتی ہو بھاگو میں آج تمہارا شکار کھیلوں گا تمہارا شکار کھیل کر مجھے بہت مزہ آئے گا یہ کہہ کر وہ اونچا اونچا ہنسنے لگا راغنی پچھاری تیزی سے بھاگنے لگی جب وہ نظروں سے اوجھل ہو گئی تو یوگا نے اپنا تیر کمان نکالا اور گھوڑے پر سوار ہو کر راغنی کے پیچھے چلا گیا تھوڑی دور جا کر ہی اس نے راغنی کو چالیا راغنی تیزی سے پہاڑوں پر بھاگ چلی جا رہی تھی یوگا نے جلدی سے اپنے آپ کو گھوڑے سے نیچے اتارا اور جلدی سے ایک اونچی جگہ پر جا کر کھڑا ہو گیا جیسے ہی راغنی اس کی زد میں آئی اس نے نشانہ لے کر تیر چلا دیا ایک ہلا دینے والی چیخ بلند ہوئی اور راغنی پہاڑوں سے نیچے گہری کھائیوں میں گر گئی چلی گئی۔

یہ دیکھ کر یوگا نے ایک فاتحانہ قہقہہ لگایا اور واپس چل پڑا مرنے سے پہلے راغنی نے دعا کی کہ اگر مجھے دوبارہ زندگی ملی تو میں اس پورے قبیلے سے انتقام لوں گی سید احمد حسن رضوی صاحب یہ ساری داستان شکار تھوڑی دیر کے لئے خاموش ہوئے اور پھر بولے کہ بیٹا راغنی کی یہ دعا قبول ہو گئی تھی اب اس کا دوسرا جنم قریب ہے جس رات وہ مری تھی وہ اٹاؤس کی رات تھی اور اسی رات تم پیدا ہوئے تھے اور اب پھر اٹاؤس کی رات ہی اس کا

دوسرا جنم ہو گا بیٹا اس کا اور تمہارا ملن ضرور ہو گا لیکن جب راغنی کا دوسرا جنم ہو گا تو وہ ایک خطرناک روح کی شکل میں ہوگی وہ جانتے ہی سب سے پہلے اپنے قبیلے پر حملہ کرے گی اور یوگا کا خون جانی جائے گی یوگا کا خون پینے کے بعد وہ تمہارے پاس آئے گی اور تمہیں اپنے ساتھ یہاں سے سات سو سندھ پار ایک جوی جزیرے میں لے جائے گی وہاں پر جوگی قبیلے میں تمہیں اس کے ساتھ آٹا لیس دن رہنا ہو گا اور ہر سات دن کے بعد تم اپنے دائیں ہاتھ کی شہادت والی انگلی سے چند قطرے خون اسے پلانا ہو گا اور آخری رات تمہارے جسم سے تقریباً ایک گلو خون نکالا جائے گا اور اس خون کے ساتھ غسل کرنے سے وہ واپس انسانی شکل میں آجائے گی اور پھر تمہیں کوئی اس سے جدا نہیں کر سکے گا لیکن اس سے پہلے ایک مشکل ضرور ہے اور اس میں تمہاری جان بھی جاسکتی ہے لیکن اگر تم نے عقل مند اور بہادری سے کام لیا تو مجھے امید ہے کہ تم ضرور کامیاب ہو جاؤ گے تو میں نے بزرگ سے پوچھا کہ وہ مشکل کیا ہے تو بزرگ نے جواب دیا کہ یہاں سے کوئی سو گلو میٹرک بعد ایک کلا جنگل آئے گا اس میں ایک شیطان جادوگر رہتا ہے جس کا نام کلا جادوگر ہے اس نے وہاں پر ساتوں کی ملک دیوی کو بھی قید کیا ہوا ہے وہ راغنی کی روح کو اپنے قبضے میں کرنا چاہتا ہے کیونکہ وہ راغنی کی روح کو قبضے میں کرنے کے بعد دنیا کا سب سے بڑا جادوگر بن جائے گا اور دنیا میں بہت تباہی پھیلے گی راغنی کی روح کو قبضے میں کرنے کے بعد وہ اس میں شیطانی طاقتیں داخل کرے گا اور پھر راغنی کو زندہ رکھنے کے لئے اسے روزانہ تین آدمیوں کا خون پلانا ہو گا راغنی کی روح کو قبضے میں کرنے کے لئے وہ اکیس دن کا چلا کرے گا اور جب راغنی یوگا کا خون کی طرح تمہیں لینے کے لئے تمہاری دنیا میں داخل ہوگی تو کلا جادوگر اپنے عمل کے ذریعے اسے قبضے میں کر لے گا اور بیٹا تمہارا یہ فرض بنتا ہے کہ تم راغنی کی جان بچاؤ اور اس مقصد کے لئے تمہیں سات دن کا ایک چلہ کلنا ہو گا اور یہ چلہ جادوگر کے چلے کا توڑ ہو گا پھر بزرگ نے طاہر سے کہا کہ آج سے ٹھیک گیارہ دن بعد تم قبرستان میں جاؤ گے اور بارہ بج کر دس منٹ پر اپنا عمل شروع کر دو گے اور یاد رکھو چاہے کچھ بھی ہو جائے تم نے حصار سے باہر نہیں نکٹنا۔

اگر تم اپنا عمل ختم کرنے سے پہلے حصار سے باہر نکل آئے تو پھر تمہارا پچھتاہی بہت مشکل ہو جائے گا اب تم کھ جا کر آرام کرو اور ٹھیک گیارہ دن بعد تمہیں اپنا چلہ



شروع کرنا ہو گا ظاہر یہ سن کر گھر چلا گیا اور گیارہ دن بعد قبرستان میں ایک دائرہ کھینچ کر بیٹھ گیا اور بزرگ کا بتایا ہوا وظیفہ پڑھنے لگا ابتداً دن تو کوئی واقعہ نہ ہوا لیکن چوتھے دن ساری قبریں پھٹ گئیں اور مردے باہر نکل آئے مردے کیا تھے بس ہڈیوں کے ڈھانچے تھے ان سب نے مل کر اونچی آواز میں رونا شروع کر دیا یہ دیکھ کر میں نے آنکھیں بند کر لیں اور اونچی اونچی آواز میں پڑھنا شروع کر دیا جب تھوڑی دیر بعد میں نے آنکھیں کھولیں تو سب ڈھانچے غائب ہو چکے تھے پھر تھوڑی دیر بعد میں اپنا وظیفہ مکمل کر کے گھر چلا گیا جب پانچویں روز میں نے اپنا وظیفہ شروع کیا تو میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا اڑدھا جس کے منہ سے آگ کے شعلے بلند ہو رہے تھے جو منی وہ حصار کے قریب پہنچ کر اندر داخل ہونے لگا اس کے سارے جسم کو آگ لگ گئی اس کے تھوڑی دیر بعد ہی ظاہر کے ابو اس کے سامنے آگئے اور بولے کہ ظاہر بیٹا جلدی سے گھر آؤ تمہاری امی بڑی سخت بیمار ہے ظاہر کچھ نہ بولا اور آنکھیں بند کر کے وظیفہ پڑھتا رہا۔ اسے وظیفہ ختم کرنے میں چالیس منٹ باقی رہتے تھے کہ کہیں سے ایک بہت ہی خوفناک بلا نمودار ہوئی بلا کا چہرہ انتہائی خوفناک تھا اور اس کے ماتھے کے درمیان ایک تیسری آنکھ موجود تھی جس میں سے چنگاریاں نکل رہی تھیں اس بلا نے منہ میں کسی انسان کو دبایا ہوا تھا بلانے ظاہر کے قریب پہنچ کر اس انسان کو زمین پر پٹخ دیا اور خود غائب ہو گئی ظاہر نے غور سے اس انسان کی طرف دیکھا تو وہ منیر تھا جو کہ زخمی حالت میں پڑا تڑپ رہا تھا میں اسے دوست کی یہ حالت دیکھ کر تڑپ اٹھا اور سب کچھ بھول کر اس کی طرف بھاگا لیکن جیسے ہی میں اس کے قریب پہنچا مجھے حیرت کا شدید ہجکا لگا کیونکہ منیر کی جگہ وہی خوفناک بلا یعنی ہوئی تھی اور اس سے پہلے کہ میں اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھتا ہوں اپنے خوفناک بچوں سے میرا جسم ادھیڑ ڈالتی کہ مجھے یکدم یوں محسوس ہوا کہ کسی نے مجھے قہام لیا ہے اس کے ساتھ ہی میرا ذہن اندھیروں میں ڈوبتا چلا گیا اور مجھے کچھ ہوش نہ رہا جب مجھے ہوش آیا تو میں اسی بزرگ کے پاس لیٹا ہوا تھا تھوڑی دیر بعد میں نے آنکھیں کھولیں اور اٹھ کر بیٹھ گیا بزرگ نے جب مجھے بیٹھے ہوئے دیکھا تو میرے قریب آئے اور بولے کہ بیٹا میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ حصار سے کسی صورت میں بھی باہر مت نکلتا اگر میں بروقت وہاں پہنچ کر تمہاری جان نہ بچاتا تو بلا نہ جانے تمہارا کیا حشر کرتی بہر حال اب تمہاری اور تمہارے گھر

والوں کی جان خطرے میں ہے۔

یہ تعویذ اور اور اسے پکن لویہ تعویذ پہن کر اگر تم گھر میں موجود ہو گئے تو بلا تمہیں اور تمہارے گھر والوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی اور تمہاری غیر موجودگی میں تمہارے گھر والوں کو ضرور کوئی نقصان پہنچا سکتی ہے خصوصاً رات کو گھر سے نکلنے سے گریز کرنا میں تعویذ لے کر گھر واپس آیا چند دن تو کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہ آیا پھر ایک رات جب میں سوئے کی تیاری کر رہا تھا کہ میرا بھائی میرے کمرے میں آیا اور کہنے لگا کہ والد صاحب نے مجھے ایک کام کرنے کے لئے کہا ہے لہذا تم میرے ساتھ چلو تو میں نے کہا کہ بھائی جان آپ چلیں جا میں مجھے نیند آئی ہے تو بھائی کہنے لگا کہ نہیں والد صاحب نے کہا ہے کہ تمہیں ساتھ لے کر جاؤں مجبوراً مجھے بھائی کے ساتھ جانا پڑا جب ہم چلتے چلتے کالے دور نکل آئے تو میں نے بھائی جان سے پوچھا بھائی جان اور کتنی دور جانا ہے لیکن بھائی نے کوئی جواب نہ دیا میں نے سوچا کہ بھائی نے سنا نہیں ہو گا جب چلتے چلتے کالی در ہو گئی تو میں ٹھک آکر بولا ہاں میں بھائی جان کہ آخر اور کتنی دور جانا ہے یہ سن کر بھائی نے میری طرف دیکھا اور میں جہاں کھڑا تھا وہیں کھڑے کا کھڑا رہ گیا کیونکہ وہاں میری نظروں کے سامنے ایک ڈھانچا کھڑا تھا اس نے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھایا اس کا ہاتھ لبا ہوتے ہوئے میری گردن تک پہنچ گیا لیکن جیسے ہی اس نے مجھے پکڑنا چاہا اس کے جسم کو اچانک آگ لگ گئی اور وہ وہیں راگھ کے ڈھیر میں تبدیل ہو گیا اب مجھے اپنے آپ پر سخت غصہ آ رہا تھا کہ بزرگ کے منع کرنے کے باوجود میں کیوں گھر سے باہر نکلا میں نے واپس گھر کی طرف بھاگنا شروع کر دیا جب کافی دیر بھاگنے کے بعد میں اپنے گھر پہنچا تو سامنے میرے گھر والوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں یہ دیکھ کر مجھے اپنا کچھ ہوش نہ رہا اور میں نے دیواروں سے ٹکرائیں مارنا شروع کر دیں اور بے ہوش ہو گیا جب مجھے ہوش آیا تو میرا سب کچھ لٹ چکا تھا میرے گھر والوں کو دفنایا جا چکا تھا میں کتنا بد نصیب تھا کہ ان کا آخری دیدار بھی نہ کر سکا میں اٹھا اور اسے گھر والوں کی قبروں پر جا کر خوب رویا وہاں پر میں نے قسم کھائی کہ چاہے میری جان ہی کیوں نہ چلی جائے میں اس شیطان جادوگر کو زندہ نہیں چھوڑوں گا پھر میں واپس بزرگ کے پاس گیا اور اس میں اپنا ارادہ بتایا تو انہوں نے مجھے ایک طلسمی خنجر اور ایک قالین دیا اور کہا کہ یہ قالین تمہیں کالے جنگل میں پہنچا دے گا اور اس خنجر کے ہوتے ہوئے تمہارا کوئی کچھ نہیں بگاڑ

کے گا اور جب جادوگر کا کوئی جادو تم پر اثر نہیں کرے گا تو پھر وہ آخری حربے کے طور پر تم پر ایک جال پھینکے گا اگر تم اس جال میں سے تین گھنٹے تک نہ نکل کے تو پھر تم ساری عمر اس جال میں سے نہیں نکل سکو گے۔

اجحاب جاؤ خدا تمہارا حامی و ناصر ہو ظاہر بزرگ سے اجازت لے کر باہر نکل آیا اور ایک ویران جگہ پر جا کر قالین پر بیٹھ گیا میرے بیٹھے ہی قالین نے اڑنا شروع کر دیا قالین پر ہی سفر کرتے کرتے پورا دن بیت گیا یہاں تک کہ رات بھی گزر گئی اگلی صبح قالین نے مجھے ایک جنگل کے پاس اتار دیا میں قالین سے اتر آیا اور قالین دوبارہ فضا میں بلند ہو کر واپس چلا گیا میں نے جنگل میں چلنا شروع کر دیا جنگل کیا تھا دن میں بھی اندھیرا معلوم ہوا تھا ابھی مجھے چلتے ہوئے تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ مجھے کچھ عجیب و غریب آوازیں سنائی دیں میں نے رک کر آوازوں کی طرف دیکھا شروع کر دیا مجھ سے تقریباً تین فرلانگ کے فاصلے پر دو خون خوار بھیڑیے میری طرف بھاگے چلے آ رہے تھے میں نے بھی آؤ دیکھا نہ تاؤ ایک طرف بھاگنا شروع کر دیا بھاگتے بھاگتے میری نظریاں مکان پر پڑی میں بہت حیران ہوا کہ اس جنگل میں یہ مکان کہاں سے آگیا بہر حال میں جلدی سے اندر پہنچا اور دروازہ اندر سے بند کر لیا اچانک ہی مجھے کسی کے ٹکارنے کی آواز سنائی دی جب میں اندر پہنچا تو کیا دیکھا ہوں کہ ایک بوڑھی عورت زنجیروں سے بکڑی پڑی تھی مجھے دیکھتے ہی وہ اٹھ بیٹھی اور کہنے لگی کہ کیا تمہارا نام ظاہر ہے اور تم ہی ماؤں کی رات کو پیدا ہوئے تھے تو میں نے اثبات میں سر ہلایا تو وہ کہنے لگی کہ مجھے معلوم تھا کہ تم ضرور آؤ گے اور مجھے اس قیدے نجات دلاؤ گے جلدی سے اسنے سر کے بال توڑ کر میرے اوپر پھینک دوں گا کہ میں اپنی اصلی حالت میں آجاؤں تو میں نے خنجر کے ساتھ اپنے سر کے چند بال توڑے اور اس پر پھینک دیئے چند لمحوں کے بعد وہاں ایک خوبصورت خنجر ایٹھی ہوئی تھی تو میں نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو اور تمہیں کس نے یہاں پر قید کیا ہوا ہے تو اس نے بتایا کہ میرا نام دیویہ اور میں سانپوں کی ملکہ ہوں بڑے بڑے شیش ٹاک اور اڑدھے مجھ سے کاٹتے ہیں کالے جادوگر نے اپنے جادوگر زور سے مجھے یہاں پر قید کیا ہوا ہے وہ مجھ سے شادی کرنا چاہتا تھا لیکن میں نے شادی کرنے سے انکار کر دیا تو اس نے مجھے یہاں پر بوڑھی عورت کے روپ میں قید کر دیا مجھ اپنے دیوتاؤں کے ذریعے یہ معلوم ہو گیا تھا کہ تم ہی مجھے اس

قیدے نجات دلاؤ گے میں تمہارا روز انتظار کرنی تھی اور اب میں آزاد ہوں اب میں واپس اپنے جوگیا جزیرے میں چلی جاؤں گی اور وہاں پر میری حکومت ہوگی تمہیں اگر کبھی موقع ملے تو میرے پاس ضرور آنا اور دیکھنا کہ میں تمہاری کیسی خدمت کرتی ہوں۔

تم نے مجھ پر بہت بڑا احسان کیا ہے تو ظاہر نے پوچھا کہ اب جادوگر کہاں لے گا تو دیوی نے بتایا کہ اسے ختم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ تم یہاں سے کالے کھنڈر میں چلے جاؤ کالے کھنڈر کے صحن میں ایک برگد کا درخت ہو گا تم تین بار اس پر ہاتھ مارنا تو اس میں ایک دروازہ نمودار ہو گا تم اس دروازہ میں سے اندر چلے جانا ایک اڑدھا موجود ہو گا جو کہ ایک طوطے والے بیٹھے کی حفاظت کر رہا ہو گا تم اڑدھے کو ختم کرنے کے بعد طوطے کو ختم کر دینا تو سامنے تمہیں ایک اور دروازے نظر آئے گا وہ ایک بہت بڑا کمرہ ہو گا اس کمرے کے وسط میں ایک بہت بڑا صندوق ہو گا اس صندوق میں ایک سوراخ ہو گا اس سوراخ میں تم اپنے ہاتھ کی چھوٹی انگلی داخل کرو گے تو وہ کھل جائے گا ورنہ وہ کسی بھی طرح نہیں کھلے گا لیکن یہ یاد رکھو کہ جیسے ہی تم طوطے کو ختم کرو گے تو جادوگر وہاں پہنچ جائے گا تم نے جادوگر سے مقابلہ کر کے کسی نہ کسی طریقے سے صندوق تک پہنچنا ہے اور جب صندوق کھلے گا تو اس میں سے ایک کوہ پڑی نکلے گی تم اس کوہ پڑی کے دو ٹکڑے کر دینا کوہ پڑی میں اپنی ہونٹیں بیوی وہ اپنی زمین پر گرے گا جادوگر خود بخود ختم ہو جائے گا اجحاب میں چلتی ہوں اور اس کے ساتھ ہی دیوی غائب ہو گئی تو ظاہر نے کھنڈر کی طرف چلنا شروع کر دیا کھنڈر میں ایک براسر اس کی خاموشی چھائی ہوئی تھی صحن میں واقعی ایک برگد کا درخت موجود تھا ظاہر اس کے قریب پہنچ کر ہاتھ مارنے ہی والا تھا کہ اچانک ہی ارد گرد سے بہت ساری بدرومیں روتی اور چیختی چلائی ظاہر کی طرف بڑھیں لیکن جو خیمہ وہ ظاہر کے قریب آئیں ان کے جسموں میں آگ لگ گئی اور وہ وہیں راگھ کا ڈھیر بن گئی ان سے چھٹکارا پاکر ظاہر نے تین دفعہ اپنا ہاتھ دروازے پر مارا تو ایک دروازہ نمودار ہو گیا ظاہر اس دروازے میں سے گزر کر اندر داخل ہو گیا اندر ایک اڑدھا سو رہا تھا اور کمرے میں ایک طوطا بیٹھا ہوا تھا ظاہر نے جیسے ہی اندر داخل ہوا طوطے نے خوفناک انداز میں چلانا شروع کر دیا جسے سن کر اڑدھا جاگ گیا اور ظاہر کو دیکھتے ہی خوفناک انداز میں آگے بڑھا اور ظاہر پر حملہ کر دیا اگر ظاہر ایک طرف نہ ہٹ جاتا تو



اڑھے نے یقیناً اسے اپنی لپیٹ میں لے لیتا تھا اب جیسے ہی اڑھے نے دوبارہ طاہر پر حملہ کیا تو طاہر نے نہ صرف اپنے آپ کو پھرتی سے بچالیا بلکہ خنجر کا وار کر کے اسے زخمی بھی کر دیا یہ دیکھ کر اڑھا طاہر پر انداز میں آگے بڑھا اور اس سے پہلے کہ طاہر اس سے بچتا اڑھے نے اسے سونٹ میں لپیٹ کر ایک طرف اچھال دیا طاہر جا کر طوطے کے بیچرے سے ٹکرایا اور اس سے پہلے کہ طاہر کے سر پر اڑھا پھینچتا طاہر نے جلدی سے بیچرہ کھول کر طوطے کی گردن کاٹ ڈالی۔

طوطے کے مرتے ہی اڑھا بھی خود بخود ختم ہو گیا اور ایک دروازہ نمودار ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی کالا جادوگر وہاں پہنچ گیا اور کہنے لگا کہ تم نے میرے دو ساتھیوں کو ہلاک کیا ہے میں تمہیں ایسی عبرت ناک موت ماروں گا کہ تمہاری لاش بھی باقی نہیں رہے گی تو طاہر کہنے لگا کہ جادوگر تم نے میرے ماں باپ کو مارا ہے میں تمہیں ایسے نہیں ماروں گا بلکہ بہت ہی نیک موت ماروں گا تو جادوگر کہنے لگا کہ ابھی یہ چل جاتا ہے کہ کون مرتا ہے یہ کہہ کر جادوگر نے اپنے ہاتھ طاہر کی طرف جھٹکے تو بجلیں سی کوندیں اور سیدھی طاہر کی طرف بڑھیں لیکن طاہر نے اپنا خنجر آگے کر دیا تو وہ طاہر کے قریب پہنچ کر غائب ہو گئیں اب جادوگر نے منہ میں منتر پڑھا تو ایک خوفناک بلا نے طاہر پر حملہ کر دیا جیسے ہی وہ طاہر کے قریب آئی طاہر نے پوری قوت سے خنجر اس کی ایک آنکھ میں اتار دیا جس سے بلا وہیں گر کر ترپنے لگی اور ٹھنڈی ہو گئی تو طاہر نے کہا کہ اے جادوگر دیکھ لیا اس بلا کا انجام میں تمہارا بھی حال ایسا ہی کروں گا جادوگر نے یہ دیکھ کر منہ میں کچھ پڑھا تو طاہر پر ایک جال اٹھیا طاہر نے خنجر سے جال کو کاٹنے کی کوشش کی لیکن وہ خنجر میں سے ایسے نکل جاتا جیسے پانی میں سے پھلی غرض طاہر جس طرف بھی جاتا جال ادھر ہی جاتا اور طاہر جس طرف رخ کرتا جال بھی ادھر ہی ہو جاتا یہ دیکھ کر جادوگر نے ایک تفتہ لگایا اور بولا کہ اب تم ساری زندگی اس جال میں سے نہیں نکل سکو گے اور میں پر اپنی ساری زندگی بسر کرو گے یہ کہہ کر جادوگر غائب ہو گیا طاہر نے بیٹھ کر اس جال سے چھٹکارا پانے کے متعلق سوچنے لگا لیکن کوئی بھی تریب اس کی سمجھ میں نہ آئی طاہر جس طرف بھی جاتا جال بھی اس کے ساتھ ہی حرکت کرتا اچانک ہی طاہر کی سمجھ میں ایک بات آئی اور وہ سر کے بل الٹا ہو گیا جب کہ جال بھی اس کے ساتھ ہی الٹا ہو گیا یہ دیکھ کر طاہر جلدی سے اس سے باہر نکل آیا

اور سیدھا دوسرے کمرے میں داخل ہو گیا وہاں پر ایک صندوق پڑا ہوا تھا طاہر کو اس میں ایک سوراخ بھی دکھائی دیا طاہر نے اپنی چھوٹی انگلی سوراخ میں ڈالی تو صندوق خود بخود کھل گیا اور ایک کھوپڑی باہر نکل آئی لیکن اس کے ساتھ ہی جادوگر بھی وہاں پہنچ گیا اور مٹیں کرنے لگا لیکن طاہر نے اس کی ایک نہ سنی اور پوری قوت سے خنجر کھوپڑی میں مارا جادوگر نے جلدی سے کھوپڑی میں سے گرے ہوئے پانی کو پینے کی کوشش کی لیکن طاہر پر تو اپنے ماں باپ کی موت کا انتقام سوار تھا۔

اس نے آگے بڑھ کر جادوگر کو ایک زبردست ٹھوکر رسید کی جس سے جادوگر منہ کے بل پیچھے جا کر اتنے میں پانی کے قطرے زمین پر گر چکے تھے ایک زبردست دھماکا ہوا اور اس کے ساتھ بڑا زبردست طوفان آیا جب طوفان تھا تو طاہر ایک چیل میدان میں کھڑا تھا اور اس کے ساتھ ہی اسے آواز آئی کہ میں رانگی ہوں اور میں تمہیں لینے آئی ہوں اس کے ساتھ ہی طاہر نے محسوس کیا کہ وہ ہوا میں اڑا چلا جا رہا ہے اور پھر اگلے دن میں ایک جزیرے پر پہنچ گئے اس جزیرے پر انیس دیوی ملی دیوی نے طاہر کی خوب عزت کی اور طاہر ہر سات روز کے بعد اپنے خون کے چند قطرے رانگی کو پلاتا پلاتا آخر چالیس دن پورے ہو گئے اور آٹھالیس دن جب رانگی اس کے خون سے غسل کر کے اس کے سامنے آئی تو اسے ایسا لگا کہ جیسے کوئی حور جنت سے اتر کر ان کے سامنے آگئی ہو وہ واقعی پریوں سے بھی زیادہ خوبصورت تھی پھر ان دونوں نے وہیں پر شادی کر لی اور ہمیشہ کے لیے ایک دوسرے کے ہو گئے رانگی کہنے لگی دیکھا میں نے کبھی تمہیں نہیں سکتا اب بھی کبھی کبھی طاہر میرے ملنے آتا ہے اور پھر وہاں چلا جاتا ہے وہ دونوں بہت خوش ہیں یہاں تک کہہ کر عرفان خاموش ہو گیا قارئین کیسی کٹی میری کہانی اپنی رائے سے ضرور توازیے گا۔ (محمد اعجاز ناز بھوال ضلع سرگودھا)

انجان راہ میں کسی اجنبی کا ملنا..... ایک اجنبی منزل پر پہنچ کر..... اجنبی روح کا پھڑ جانا..... یہ کیا مقدر ہے میرا ایسی زندگی ہے..... اے کاش! احساس رہے اُسے میرا..... فقط تعلقِ انہیت کا ہے میرا

سائزہ ارم

## غزل

محبت سے عنایت سے وفا سے چوٹ لگتی ہے  
بکھرتا پھول ہوں مجھ کو ہوا سے چوٹ لگتی ہے  
میں شبنم کی زباں سے پھول کی آواز سنتا ہوں  
عجیب احساس سے اپنی صدا سے چوٹ لگتی ہے  
تجھے خود اپنی مجبوری کا اندازہ نہیں..... شاید  
نہ کر عہد وفا عہد وفا سے چوٹ لگتی ہے

## غزل

پرندے بھلا کیوں ہوا ہے ڈر رہے ہیں  
درختوں پہ بھلا کب گھر رہتے ہیں  
عجیب دیران ہے شہر تنہا  
یہ کیسے لوگ ہیں کیا کر رہے ہیں  
کہانی پھر کوئی ترتیب دے دیتے ہیں  
ہم ہی ہیں جو بہت بے درد ہیں  
شاعری سے ہم کو ہے کیا لگاؤ  
شعر ہیں کہ خود ہی بن رہے ہیں  
نہ پوچھ تو ہم سے جاناں  
کیسے تمہاری یاد میں تڑپ رہے ہیں  
اس دل میں تمہارے لئے بہت کچھ ہے  
ہم تو راستہ محبت جن رہے ہیں  
تم نے مانگا ہے ہم سے دل ایسے  
سو دل تم پہ وار رہے ہیں

ناصر پر دیسی، راجہ پور

تمام عمر اسی نے سفر میں رکھا ہے  
ستارہ سمجھ کر جس کو نظر میں رکھا ہے  
پھڑنے والا کسی روز مل ہی سکتا ہے  
اسی امید پر قدم انجانی منزل پر رکھا ہے  
پرندے کھوج میں اٹکے ہیں دانے کی

سو انتظار کے اب کیا شجر میں رکھا ہے  
بچا بھی سکتا ہے وہ عکس کو ٹکڑے میں  
وہ جس نے عکس کو شیشے کے گھر رکھا ہے  
اگر وہ دل بھی دکھائے تو دکھ نہیں ہوتا  
ہنر دے کر بے ہنر ہی ہم کو رکھا ہے  
میں چاہتا ہوں کہ وہ مجھ سے پھڑ جائے  
وہ جس نے مجھ کو پھڑنے کے ڈر میں رکھا ہے  
ہنر تو مجھ میں نہیں ہے کوئی مگر ناصر  
کرم ہے اس کا صف معتبر میں رکھا ہے

ناصر پر دیسی، راجہ پور

## کسی سے نہیں ملے

تم سے نہیں ملے تو کسی سے نہیں ملے  
ملنا بھی پڑ گیا تو خوشی سے نہیں ملے  
دنیا تو کیا خود سے بھی کرتے رہے گریز  
جب تک نہیں ملے تو کسی سے نہیں ملے  
جو بے طلب تھا اس کی رہی طلب  
جو ملنا چاہتا تھا اس سے نہیں ملے  
ملنے کی زندگی میں سب کچھ ملا ریاض  
تم مل گئے تو لوگ خوشی سے نہیں ملے  
ہم اپنے دشمنوں سے گلے مل کر آگئے ریاض  
جس کے لئے گئے تھے اس سے نہیں ملے

استاد بصرہ ریاض، گھونٹکی قادر پور

## غزل

جگمگاتے جگنوؤں کا قافلہ میں اور تو  
یہ شبوں کے رتھوں کا سلسلہ میں اور تو  
بے بسی کا حیرتوں میں مست ہو کر دیکھنا  
زرد موسم خاموشی اک حادثہ میں اور تو  
جنوری کی سرد شاہیں گاؤں کی وہ ٹی سناں



ریل گاڑی کے ٹھہرنے کی صدا میں اور تو  
پائن اپیل کے درختوں کی مہک چارو  
گھونگی کی سمت جاتا راستہ میں اور تو  
استاد بصرہ ریاض، گھونگی قادر پور

## سایہ ہو محبت

دو چار لفظ کہہ کر میں خاموش ہو گیا  
وہ مسکرا کر بولے بہت بولتے ہو تم  
پیار میں دوری بھی ہوتی ہے کوئی بات نہیں  
بات تو یاد رکھنے کی ہوتی ہے سب دل کی  
آج کس زبان سے تیری بے وفائی کا شکوہ کرو  
کبھی اس زبان سے تیری تعریف ہوا کرتی تھی  
تم ترک تعلق کا کسی سے ذکر مت کرنا  
میں لوگوں سے کہہ دوں گا اسے فرصت نہیں ہے  
توڑ گئے پیمان وفا اس دور میں کیسے کیسے لوگ  
یہ مت سوچ ریاض کہ تیرا ہی صنم ہر جانی ہے  
استاد بصرہ ریاض، گھونگی قادر پور

## غزل

دل میں طوفان چھپائے بیٹھا ہوں  
یہ نہ سمجھو مجھ کو پیار نہیں ہے  
تم جو آئے ہو میری دنیا میں  
اب کسی اور کا انتظار نہیں ہے  
دل میں طوفان چھپائے بیٹھا ہوں  
میری قسمت کہ تم سے ☆ ہوں  
اور زندگی سے بھی مجھ کو پیارے ہو تم  
سامنے تم ہو تو کر جائیں  
بن تمہارے مجھ کو قرار نہیں  
تم جو آؤ تو پھول کھلتے ہیں  
موسموں کو سراب کرتے ہیں

## غزل

تعلق توڑ دیتا ہوں مکمل توڑ دیتا ہوں  
جسے چھوڑ دیتا ہوں مکمل چھوڑ دیتا ہوں  
محبت ہو کہ نصرت ہو بھرا رہتا ہوں شدت سے  
جدھر سے آئے یہ دریا اھر ہی موڑ دیتا ہوں  
یقین رکھتا نہیں ہوں میں کسی کے تعلق پر  
جو دھاگا ٹوٹنے والا ہو اس کو توڑ دیتا ہوں  
میرے دیکھے جو پسنے کہیں لہرس نہ لے جائیں  
گھر و در ریت کے تعمیر کر کے چھوڑ دیتا ہوں  
بصرہ اب تک وہی بچپن وہی تخریب کاری ہے  
قصص کو توڑ دیتا ہوں پرندے چھوڑ دیتا ہوں  
استاد بصرہ ریاض، گھونگی قادر پور روڈ

## غزل

جہاں آج اپنی ملاقات ہوگی  
نئے لوگ ہوں گے نئی بات ہوگی  
ہوا وقت رخصت اگر دلربا کا  
تو آنکھوں سے اشکوں کی برسات ہوگی  
اسی وقت میرا جنازہ اٹھے گا  
گلی میں جو تیری بات ہوگی  
خدا کے سوا کون میرا یہاں پر  
وہاں گھر ہے میرا جہاں رات ہوگی  
نہیں کوئی تیرا غم دل اب یہاں پر  
تیرے ساتھ رب کی فقط ذات ہوگی  
عمد ارشد علی مشوری، لاڑکانہ

## غزل

جب تصور میں پائیں گے تمہیں  
پھر ڈھونڈ لے جائیں گے تمہیں  
تم نے دیوانہ بنایا مجھ کو  
لوگ افسانہ بنائیں گے تمہیں  
حسرت! دیکھو یہ دیوانہ دل  
اس نے گھر میں بسائیں گے تمہیں  
مری وحشت مرے غم کے قصے  
لوگ کیا کیا نہ سنائیں گے تمہیں  
آہ! میں کتنا اثر ہوتا ہے  
یہ تماشا بھی دکھائیں گے تمہیں  
احتشام علی خواجہ، اٹک سٹی

## غزل

تجھے یاد کر کے شام و سحر میں رویا کرتی ہوں  
کیسے کئے گی زندگانی اپنی یہ سوچا کرتی ہوں  
تیرے بنا تو ایک ایک پل بھی صدیوں کا گزرتا ہے  
بڑی حسرت سے تصویر تیری اشکوں سے بھگوا کرتی ہوں  
میرے جسم و جان کو صبر ہی نہیں آتا تیرے بنا  
تیری یاد میں ہر پل آنسوؤں کے موتی پرویا کرتی ہوں  
فرزانہ خان، کوٹ ادو

## غزل

بند آنکھوں میں کوئی سپنا تھا چاند دیکھا تو تیری یاد آئی  
سننے میں کوئی اپنا تھا پھول چوما تو تیری یاد آئی  
جب آنکھ کھلی تو ہم نے جانا یونہی بیٹھے تھے ذرہ تنہائی میں  
کہ سپنا آخر سپنا تھا دل میرا ہڑکا تو تیری یاد آئی  
فرزانہ خان، کوٹ ادو آج ساون کی پہلی بارش میں

## غزل

روئے گا دل مگر فریاد نہ نکلے گی  
تیری ڈولی کے بعد یہاں سے میری میت نکلے گی  
اس وقت اے ستم گر بچھٹائے گا تو بھی  
جب تجھے میرے مرنے کی خبر ملے گی  
ترپ ترپ کے میری یاد میں روئے گا دل ترا  
اس وقت مگر تیرے منہ سے کوئی آہ نہ نکلے گی  
سجاد علی اسد، جھل مگسی

## غزل

مجھے تلاش ہے اس کی جو صرف میرا ہو  
میرا نصیب بنے میرے دل کے پاس رہے  
میرے قریب ہو اتنا کہ سانس رک جائے  
مجھی کو چاہے ہنسائے ستائے پیار کرے  
وہ میری مانگ سجائے مجھی کو بہلائے  
میں سوچتا ہوں کہ میری وفا کی شہزادی  
کہیں تو ابھوگی زمانے کی بھیڑ میں کھوئی  
کبھی تو میرے لئے اس کا دل تڑپے گا  
کبھی تو پیار کا شعلہ لبو میں بھڑکے گا  
ایس احسان علی قریشی، تحصیل  
کھاریاں ضلع گجرات

## غزل

بند آنکھوں میں کوئی سپنا تھا چاند دیکھا تو تیری یاد آئی  
سننے میں کوئی اپنا تھا پھول چوما تو تیری یاد آئی  
جب آنکھ کھلی تو ہم نے جانا یونہی بیٹھے تھے ذرہ تنہائی میں  
کہ سپنا آخر سپنا تھا دل میرا ہڑکا تو تیری یاد آئی  
فرزانہ خان، کوٹ ادو آج ساون کی پہلی بارش میں



جو چل ہوا تو تیری یاد آئی  
رات کو سوتے میں اک جھٹکا لگا  
جب جگا تو تیری یاد آئی  
برسوں بعد جو گزرے تیری گلی سے ہم  
تو اس پل صنم ہرجائی تیری یاد آئی  
بھول جاؤں گا اسے میں احسان  
ایس یہی سوچا تو تیری یاد آئی  
ایس احسان علی قریشی، کھاریاں،  
ضلع گجرات

شاہد عمران مرزا، شیخوپورہ

## غزل

جب تک یہ آگ دل میں ہمارے لگی نہ تھی  
یہ عالم نول یہ دیوانگی نہ تھی  
تصور آج آپ کی یوں دیکھتا رہا  
تصور جیسے آپ کی دیکھی کبھی نہ تھی  
لطف و کرم کا سلسلہ ہم پر دیا تری  
جب تک وفا کی ٹوٹ کے مالاگری نہ تھی  
کلیاں وہی تھیں پھول ہوا، اور وہی چن  
ان سب پر تیرے بعد مگر تازگی نہ تھی  
کیسے نہ جانے بات وہی عام ہوگئی  
جو دل کی بات عزتی کسی سے کہی نہ تھی  
ایس ایف محمد سعید ملک آف  
بہاولپور

## غزل

وہ جنہوں کا جہاں لئے میرے سامنے تھا مثال سا  
مگر اب کی رت میں یہ کیا ہوا وہ جہاں ہے رو بہ زوال سا  
نہ امنگ ہے نہ نگاہ نہ وہ رنگ چہرے کا لال سا  
نہ خوشی ہوئی کسی بات سے نہ ہی رنج سا نہ ملال سا  
کسی اور ہاتھ میں ڈور ہے کسی اور ہاتھ کا ہے یہ ہنر

مری زرد آنکھوں کو خواب دے مری ساری سوچوں کو تاب  
مجھے نفرتوں کا جواز دے کبھی اکتیں میرے نام کر  
شیخ محمد شاہد، شیخوپورہ

## غزل

زندگی اے زندگی دیکھ میری بے بسی  
میرے ہر سوال کا تو جواب دے  
یا تو مجھے زہر دے یا شراب دے  
اپنے آپ سے خفا کر دیا نصیب نے  
مجھ کو انہوں سے جدا کر دیا نصیب نے  
ہر دعا کو بدعا کر دیا نصیب نے  
میری خوشیاں کیا ہوئیں کچھ حساب دے  
یا تو مجھے زہر دے یا شراب دے  
مرزا عمران، شیخوپورہ

## غزل

حالات میکدے کے کروٹ بدل رہے ہیں  
ساتی بھک رہے ہیں مے کش سنبھل رہے ہیں  
کم شو سے مناؤ جشن بہار یارو!  
اس روشنی تلے کچھ گھر بھی جل رہے ہیں  
اے ہم سفر یہ شائد تم کو خبر نہیں ہے  
کچھ حادثے بھی میرے ہمراہ چل رہے ہیں  
کتنے غموں کو ہم نے ہنس کر چھپا لیا ہے  
کچھ غم امیر لیکن اشکوں میں دھل رہے ہیں  
ساتی بھک رہے ہیں مے کش سنبھل رہے ہیں  
حالات میکدے کے کروٹ بدل رہے ہیں  
عمر فاروق، پنڈ دادنخان

## مزاحیہ غزل

ہم یار ہیں تمہارے بیچتے ہیں چھوہارے  
ہم سے لیا کرو ہم سے لیا کرو  
جاں میں نے بیوپار کیا ہے  
ہاں میں نے کاروبار کیا ہے  
ہم یار ہیں تمہارے بیچتے ہیں چھوہارے  
ہم سے لیا کرو ہم سے لیا کرو  
سائیکل کو گرا کے لوری کو جھکایا  
سیکا ہے کہاں سے یوں درما لگاتا  
آتا ہے تمہیں تو یوں چھوہارے چراتا  
جاؤ جی بنو جی چھوڑ یوں ستانا  
ہم یار ہیں تمہارے بیچتے ہیں چھوہارے  
ہم سے لیا کرو ہم سے لیا کرو  
محمد شریف، پیر جگی موڑ TDA

## غزل

کچھ ایسی ابتدا ہے میری محبت میں کیا بتاؤں  
کہ آج تک تڑپ رہا ہوں محبت میں کیا بتاؤں  
وہ ستم گر ہی کچھ ایسا ملا مجھے محبت میں  
کہ دل کے کٹڑے ہوئے تھے میری محبت میں  
کچھ ایسی داستان غم تھی میں کیا بتاؤں  
کہ اتنے لمبے تھے دُخم مجھ کو اس کی محبت میں  
بکھرا تھا جو ریزہ ریزہ ہو کر کچھ اس طرح  
کہ آج تک ترس رہا ہوں بوند بوند کو محبت میں  
میں اتنا جو نادان تھا اس کی محبت میں  
لی اتنی سزا مجھ کو اس کی محبت میں  
کہ نہ جی سکا نہ ہی مر سکا اس کی محبت میں  
سافر شہزاد

## غزل

کیا دل کو روگ لگائے پھرتا ہے دہی ساغر



آنکھوں میں کچھ خواب سجائے پھرتا ہے دہی ساغر  
آشناؤں کے دیپ جلانے پھرتا ہے دہی ساغر  
تیرے غم کا بوجھ اٹھائے پھرتا ہے دہی ساغر  
ہر موسم سادون بھادوں گرمی ہو کہ سردی ہو  
آنکھوں میں برسات برسائے پھرتا ہے دہی ساغر  
اک دن تو آن ملیں گے روٹھ کے جانے والے  
کیسی کیسی آس لگائے پھرتا ہے دہی ساغر  
شائد ہم کو یاد تو کرتا ہوگا بھولنے والے  
یونہی اپنا دل بہلائے پھرتا ہے دہی ساغر  
ششے کی دکان سجائے والو! تم بھی محتاط رہنا  
ہاتھوں میں سنگ اٹھائے پھرتا ہے دہی ساغر  
دامن چاک گریباں چاک مٹی تنکے بالوں میں  
ایسا اپنا حال بنائے پھرتا ہے دہی ساغر  
ساغر جی دکھی، چک حسن ارانین

## غزل

آنکھوں میں بسا لوں تجھے خواب کی طرح  
دیکھوں گا ہر گھڑی تجھے کتاب کی طرح  
آنکھوں میں سا کر تیری وفا کی دلکشی  
مہکنا میری سانسوں کو پھر گلاب کی طرح  
دیکھوں تیر کی آنکھوں میں تو ہو جاتا ہوں مدہوش  
چڑھ جاتا ہے مجھے نشہ شراب کی طرح  
چھوٹا تیرا رخسار گر ہوتا تیرا آئین  
جب چہرے پہ چڑھاتی ہے مجھے نقاب کی طرح  
تیرے چہرے سے نظر ہٹتی نہیں اک پل بھی  
چھٹا ہوں تیرے حسن میں گرداب کی طرح  
اے کاش میں ہوتا دیا تیرے آگن کا  
چمکاتا تیرے آگن کو مہتاب کی طرح  
ساغر جی دکھی، چک حسن ارانین

## غزل

اشو اے دل زدگان آسمان بنانا ہے  
ہمیں اڑا کے دھواں آسمان بنانا ہے  
ملال حسرت، تعمیر کیا بتائیں تجھے  
مکان بنانا یہاں آسمان بنانا ہے  
زمین بنانی ہے ہم نے برائے دردراں  
برائے گمشدگان آسمان بنانا ہے  
ابھی سے کرنے لگے ہیں تھکان کی باتیں  
ابھی تو ہمسفر آسمان بنانا ہے  
پروفیسر رمضان جانی، پنڈ دادن خان

## غزل

تغلی جو ایک مجھ کو ملی تھی کتاب میں  
وہ اپنا عکس چھوڑ گئی میرے خواب میں  
اب تک وہ میرے ذہن میں الجھا سوال ہے  
شامل رہا جو ہر گھڑی میرے نصاب میں  
آنکھوں میں نیند ہے نہ کوئی خواب دور تک  
رہتا ہوں میں بھی آج کل کیسے عذاب میں  
ملتا تھا گردشوں سے گلے لگ کے چاند بھی  
آئے سٹ کے فاصلے کتنے سراب میں  
آخر میری وفا کا مجھے کیا ملا ثمر  
لکھا نہ ایک حرف بھی اس نے جواب میں  
ذکاء اللہ قریشی، کندیان

## شام کے بعد

آنکھ بن جاتی ہے سادوں کی گھٹا شام کے بعد  
لوٹ جاتا ہے اگر کوئی فضا شام کے بعد  
وہ جو ٹل جاتی رہی سر سے بلا شام کے بعد

کوئی تو تھا کہ جو دیتا تھا دعا شام کے بعد  
آپیں بھرتی ہے شب ہجر قیام کی طرح  
سرد ہو جاتی ہے ہر روز ہوا شام کے بعد  
شام تک قید رہا کرتے ہیں دل کے اندر  
درد ہو جاتے ہیں سارے ہی رہا شام کے بعد  
لوگ تھک ہار کے سو جاتے ہیں لیکن جاناں!  
ہم نے خوش ہو کے تیرا درد سہا شام کے بعد  
شام سے پہلے تک لاکھ سلائے رکھیں جاگ اٹھتی ہے  
محبت کی اتنا شام کے بعد  
خواب ٹکرا کے لپٹ جاتے ہیں بند آنکھوں سے  
جانے کس جرم کی کس کو ہے سزا شام کے بعد  
چاند جب رو کے ستاروں سے گٹھے ملتا ہے  
اک عجب رنگ کی ہوتی ہے فضا شام کے بعد  
ہم نے تنہائی سے پوچھا کہ ملو گی کب تک  
اس نے بے چینی سے پوچھا کہ ملوں گی شام کے بعد  
میں ارغوش بھی رہوں پھر بھی میرے سینے میں  
سوگاری کوئی روتی ہے سدا شام کے بعد  
تم گئے ہو تو سیاہ رنگ کے کپڑے پہنے  
پھرتی رہتی ہے میرے گھر میں فضا شام کے بعد  
لوٹ آتی ہے میری شب کی عبادت خالی  
جانے کس عرش پہ رہتا ہے خدا شام کے بعد  
دن عجیب مٹھی میں جکڑے رکھتا ہے مجھے  
مجھ کو اس بات کا احساس ہوا شام کے بعد  
کوئی بھولا ہوا غم ہے جو مسلسل مجھ کو  
دل کے پاتال سے دیتا ہے صدا شام کے بعد  
مار دیتا ہے اجڑ جانے کا دہرا احساس  
کاش ہو کوئی کسی سے نہ جدا شام کے بعد  
راجہ عرفان، گھوٹکی

## غزل

زندگی درد کی زنجیر بھی ہو سکتی ہے  
سرمئی شام کی تعبیر بھی ہو سکتی ہے  
وہ بھی انساں ہے پریشان نہ ہونا اے دوست!  
لوٹنے میں اسے تاخیر بھی ہو سکتی ہے  
تم جسے رات سے تعبیر کیا کرتے ہو  
وہ مرے چاند کی تصویر بھی ہو سکتی ہے  
دل میں نشتر کی طرح دوست اترنے والی  
بات ہو سکتی ہے تحریر بھی ہو سکتی ہے  
اس لئے دیکھتا رہتا ہوں ستارے صابر  
ان میں ابھی ہوئی تقدیر بھی ہو سکتی ہے  
صابر علی صابر پھلروان، سرگودھا

## غزل

نجانے کب کہاں، کچھ کھو گیا ہے  
ہوا ایسے گماں، کچھ کھو گیا ہے  
مری بھرتی کی سانسیں کہہ رہی ہیں  
فلک کے درمیاں، کچھ کھو گیا ہے  
دکھائی دے رہا ہے وہ جو مجمع  
مرے ہم دم وہاں، کچھ کھو گیا ہے  
مری تشویش بڑھتی جا رہی ہے  
مرے احساس جاں، کچھ کھو گیا ہے  
مرا بھی کھو گیا تھا ایک پناہ  
ترا بھی خاکداں، کچھ کھو گیا ہے  
بہت اسرار پر صابر کسی نے  
کہا اتنا یہاں، کچھ کھو گیا ہے  
صابر علی صابر، سرگودھا



## غزل

آدمی رات کو یہ دنیا والے جب خوابوں میں کھو جاتے

ایسے میں محبت کے روگی یادوں کے چراغ جلاتے ہیں  
کرتے ہیں محبت سب ہی مگر ہر دل کو صلہ کب ملتا ہے  
آتی ہیں بہاریں گلشن میں ہر پھول مگر کب کھلتا ہے  
میں رانجھا نہ تھا تو بیر نہ تھی ہم اپنا پیار نہ کھانے سکے  
یوں پیار کے خواب تو بہت دیکھے جبر مگر ہم پانہ سکے  
میں نے تو بہت پایا لیکن تو رکھ نہ سکی وعدوں کا بھرم  
اب رہ رہ کے یاد آتا ہے کیا جو تو نے اس دل پہ ستم  
پردہ جو اٹھا چہرے سے تو لوگ کہیں گے ہر جانی  
مجبور ہوں میں دل کے ہاتھوں منظور نہیں تیری رسوائی  
سوچا ہے اب اپنے ہونٹوں پر میں چپ کی مگر ہر لگا لوں گا  
میں تیری سلگتی یادوں سے اب اس دل کو بہلا لوں گا

عثمان چودھری اینڈ چودھری

عبدالقادر، آزاد کشمیر

## غزل

لگا کر دل پریشان ہے محبت دیکھ لی ہم نے  
امیدیں بن گئیں آنسو یہ چاہت دیکھ لی ہم نے  
لگی ہیں ٹھوکریں ایسی کہ اب جینا بھی مشکل ہے  
کسی سے کیا کریں شکوہ یہ قسمت دیکھ لی ہم نے  
کبھی بھولے سے دل والو کسی سے پیار نہ کرنا  
یہاں اپنے پرانے ہیں حقیقت دیکھ لی ہم نے  
ستارے آسمان تو بھی ستارے غم کے ماروں کو  
مصیبت اور کیا ہوگی مصیبت دیکھ لی ہم نے  
پچھڑ کر کیسے جنے ہیں کبھی نہ پوچھا تم نے صنم!  
محبت گر بیبی ہے تو محبت دیکھ لی ہم نے  
عثمان چودھری اینڈ چودھری

## نعت

زینت جہان کی تو ہمارا رسول ہے  
عرش بریں کا نور ہمارا رسول ہے  
خیر البشر ہے ذات گرانی حضور کی  
انسانیت کو جان سے پیارا رسول ہے  
ثانی نہیں ہے جس کا کوئی بھی جہان میں  
نازاں ہے جس پر عرش وہ ہمارا رسول ہے  
ہر مشکل حیات میں ان کو پکار لو  
سب پہ ہی مہربان ہمارا رسول ہے  
کوئی نظیر ڈھونڈ کے لایا نہ آج تک  
بے مثل بے مثال ہمارا رسول ہے  
سر پر احسان ان کا سایہ ہے ہر گھڑی  
بے مثل سائباں جو ہمارا رسول ہے  
ایس احسان علی قریشی ذنگہ روڈ  
نوناروی، گجرات

## مجھے تم اچھی لگتی ہو

بھلا لگتا ہے سب کو مگر تم مجھے اچھی لگتی ہو  
جو ہونا ہو سو ہونا ہو، مجھے تم اچھی لگتی ہو  
کبھی کبھی اچھا لگتے سننے مجھے اچھے نہیں لگتے  
مگر تم سو دیا جاگو، مجھے تم اچھی لگتی ہو  
یہ مانا غیر ممکن ہے ملن تیرا میری جاناں  
مگر میں کیا کروں بولو، مجھے تم اچھی لگتی ہو  
نہیں ہے گریقین تم کو میری بات تو کامیری جاناں  
میرے احباب سے پوچھو، مجھے تم اچھی لگتی ہو  
اگر پھر بھی یقین نہ آئے میری صداؤں کا  
میرا دل چیر کر دیکھو، مجھے تم اچھی لگتی ہو  
میرے خدا! جو خیالوں میں تمہاری یہ ادائیں ہیں

کوئی رکت ہو کوئی موسم، مجھے تم اچھی لگتی ہو

ریاض علی راجپوت، گھوٹکی قادر  
پور روڈ

## غزل

ٹوٹے ہوئے دل کو  
ہم جوڑ دیں گے  
اے یاد آنے والے  
تجھے یاد کرنا  
ہم چھوڑ دیں گے  
جب تیری وفا میں  
ساتھ تھیں ہمارے  
خوشیوں کے آشیانے  
بستے تھے اس دل میں  
جب تم نے روپ بدلا  
دکھایا اصلی چہرہ  
غم کے اندھیروں کا  
بن گیا خوشیوں پہ بھرا

اب میں ہوں ہر غم کا  
اور ہر غم ہے میرا  
اب تم بن ہے جینا  
اور تم بن ہے مرنا

سجاد علی اسد، جھل مگسی،  
بلوچستان

## غزل

چون کالی رات ہے  
تہامیری ذات ہے  
یادیں اور خاموش نگاہیں

ہر لمحہ برسات ہے  
خالی کمرہ اور کھلونے  
بچپن میرے ساتھ ہے  
کسی چاہت اور تمنا  
اپنوں کی سوغات ہے  
میں پاگل دیوانہ بخون  
تیری سند ذات ہے  
تو مہتاب کے کرنوں جیسی  
کیا میری اوقات ہے  
تہائی سے ڈر لگتا ہے  
شاہد میری مات ہے  
تیرے خواب سجائے ہیں  
یہ بھی کوئی بات ہے  
اک دن رادمر جائے گا  
میں ہوں اور فٹ پاتھ ہے

مرزا عمران، شیخوپورہ

## آنسو

شیشم اب تک سہا سا چپ چاپ کھڑا ہے  
بیگ بیگ، ٹھٹھرا ٹھٹھرا  
بوندیں پتا پتا کر کے  
ٹپ ٹپ کرنی ٹوٹی ہیں تو سسکی کی آواز آتی ہے  
بارش کے جانے کے بعد بھی  
دیر تک ٹپکار رہتا ہے  
تم کو چھوڑے دیر ہوئی ہے  
آنسو اب تک ٹوٹ رہے ہیں

سجاد حسین نومی، پنڈ دادنخان

☆☆☆



پیار میں جا کہ اس کو منا سے  
دیشان بلال۔ اٹکی

## غزل

وہ چاند چہرہ جو لگتا تھا انہوں کی طرح  
درد دے گیا ہے مجھے دشمنوں کی طرح  
خوابوں کا بنایا تھا میں نے اک تاج محل  
وہ شال تھا بکھرنے میں اوروں کی طرح  
محبت کی راہوں میں تھے ہم دونوں گامزن  
پھر کیوں وہ ہم سے بچھڑا مسافروں کی طرح  
بڑی چاہت سے جو گل الفت پنے تھے کبھی  
وہ دامن کو چیرتے ہیں کانٹوں کی طرح  
ساغر تو جسے محبت کا خدا کہتا ہے  
وہ تو بے حس تھا بے جان پتھروں کی طرح  
ساغر جی دکھی۔ عارفوالا

## غزل

اگلے اگلے چہرے والے  
ہوتے ہیں سب دل کے کالے  
رنگ و روپ کے دولت والے  
سن لے میرے دل کے نالے  
کتنی سچائی سے میں نے  
دل کو کیا تھا تیرے حوالے  
دل کے اس بے نور کھنڈر میں  
تیری یادوں کے ہیں اجالے  
عشق کی منزل اللہ اللہ  
پے تبسم پاؤں میں چھالے  
تیری نگاہوں سے جو پی لے  
اپنے دل کو کیسے سنبھالے  
باتیں کرتے ہیں مطلب کی  
دیکھے ہم نے لوگ نزالے  
ایمان جو ناراض ہے تجھ سے

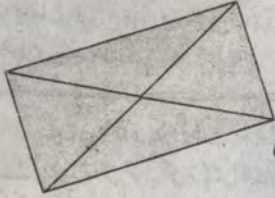
## غزل

جو پہلے تھی وہ محبت اب نہیں تیری  
وہ میری جیت تھی نہ مات تھی تیری  
کوئی تو ہے جسے سوچتے ہو تم  
یہ اداسیاں بے سبب ہیں تیری  
کوئی بات کوئی ڈر ہے دل میں شاید  
کہ یہ بے قراریاں عجب نہیں تیری  
میں نے تجھے بھلایا تو نہیں تھا مگر  
دل میں کوئی بھی یاد اب نہیں تیری  
نانالہ عندلیب بٹ

## غزل

دن کے پردوں میں رات ملتی ہے  
موت بن کر حیات ملتی ہے  
ظرف درکار ہے طلب کے لئے  
دولت کائنات ملتی ہے  
شبنمی شبنمی سی آنکھوں میں  
چاند تاروں کی بات ملتی ہے  
جن کو دنیا میں تم نہیں ملت  
تلخ ہو کر حیات ملتی ہے  
ہے رقم جن میں میری خاموشی  
ان انسانوں میں بات نہیں ملتی ہے  
اے این ان سے کوئی مانگے تو  
سب کو اپنی برات ملتی ہے  
قادر یار۔ ڈڈیال

# آپ کے خطوط



..... ماہ نامہ خوفناک جولائی 2012ء ترقی لاش نمبر چاندنی چوک راویلنڈی سے لیا نواز شریف پارک میں آ  
گیا چند گھنٹوں میں پڑھ لیا میرے خط نعت غزلیں شعر شائع کرنے کا شکریہ اسی طرح آپ میری حوصلہ افزائی  
کرتے رہیں میرے ہر ماہ شعر غزلیں تحریر ملامت شائع کرتے رہے میں ہر ماہ لکھتا رہوں گا باقی غزلیں شعر تحریر  
معلومات شائع کر دیں اس خط میں بھی چند تحریریں شعر کے کوپن غزلیں ارسال کر رہا ہوں ان کو بھی قریبی شمارے  
میں جلد جلد دیں غزلیوں میں تازہ یہ منڈی بہاؤ الدین، مدثر پردیسی عارف والا، بلقیس خان عرف بلوکی غزلیں اچھی  
تھیں کالم پھول اور کلیاں میں سب کی تحریریں اچھی تھیں انیلہ غزل، بلقیس خان عرف بلو جلد کہانیاں لکھیں اب  
آتے ہیں کہانیوں کی جانب ترقی روحیں کشور کرن، ویرانہ شہاب شیخ، سنا محمد عارف علی ان کی کہانیاں برفضول  
تھیں یا قوتی مالا شہاب شیخ کی اچھی پہلا حصہ تھی آگے کے جا کے پتہ چلے گا باقی یہ کہانیاں اچھی زبردست تھیں ریاض  
احمد کی آخری قسط براسرار آدمی کی اچھی رہی اینڈ شاندار رہا میری طرف مبارکباد دوسرے نمبر کا نئے حصہ دوم راہی  
خان پشاور کی اچھی تھی ماہ کال ربوار لود قسط 2 محمد وارث آصف واں پھر ان کی اچھی تھی ان کو مبارکباد قبول ہو  
سلام آخر میں کہوں گا کہانی کے اینڈ پر خاص توجہ دیا کریں اینڈ اچھا ہوگا کہانی اچھی ہوگی پڑھنے کا مزہ بھی آتا ہے  
سب پڑھنے لکھنے والوں کو سلام دعا قبول ہو۔

(سید عارف شاہ پری، جہلم شہر)  
..... سب سے پہلے تو اسلام علیکم تمام حضرات کو پھر ہماری ڈائجسٹ کی کچھ باتیں اسلامی صفحہ نہیں تھا کہانی پڑھی  
(براسرار آدمی) یہ اپنا مورال کھو رہی ہے مزہ نہیں آیا۔ پھر ماہ کال ربوار لود یہ کہانی آگے چل کر مزہ کرے گی اگر  
اس کو اسی طرح رکھا گیا تو یہ کہانی بیٹ ہوگی۔ کانٹے کچھ سمجھ آئی اور کچھ نہیں سمجھتی فتنی فتنی رہی یہ خوفناک غار اس  
میں الفاظ کی ترتیب اچھی تھی باقی کوئی خاص بات نہیں میں کنواری ہوں کوئی پتہ نہیں چلا کہ کیا پڑھا ہے باقی کا  
مطالعہ کرنا ہے چاند کے سات روپ پڑھ رہا ہوں اچھی ہوگی یہ کہانی پھر غزلیں اور شعر یہ سب بورنگ تھے کوئی مزہ  
نہیں اس میں وہی پرانے اشعار شہزادہ انکل کو اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔

(محمد وقاص احمد حیدری، بہگل آباد)  
..... السلام علیکم تمام قارئین حاضرین کو میری طرف سے مئی 2012ء کا نمبر پاس ہے پڑھ چکا ہوں اس دفعہ  
رسالہ کچھ پچکا لگا، ریاض کی بھی قسط نہ ہونے کے برابر تھی اور خالد کی آخری قسط بورری سیکنڈ لاسٹ قسط جس طرح  
لکھی گئی تھی میں نے سوچا کہ اگلی بھی اس کی طرح ہوگی لیکن بالکل اس کے مترادف نگلی باقی کہانیاں بھی وہیں جادو  
کا رولا امر ہونا چاہتا تھا وغیرہ وغیرہ اشعار بھی اچھے نہیں تھے اور نہ ہی غزلیں پسند آئیں خطوط کی تحفل میں کچھ جٹ  
ٹی باتیں تھیں وارث نے کہا کہ کہانی کے آغاز پر فلم کا نام لکھ دیا کریں تاکہ تنقید سے بچیں تو شکریہ تجویر کا مجھے جس  
قلم اچھی لگی اور میں نے اردو میں ڈپ کر کے بھیج دی اور رہی بات تنقید کی تو کرنی ہی چاہیے لوگوں کو اگر کوئی بات



اچھی نہیں لگی تو اس پر بات کرنا ان کا حق بنتا ہے باقی اور کوئی بھی میں نے ڈھنگ والی کہانی نہیں بھیجی اس کے علاوہ کونز کا سلسلہ شروع ہوا ہے دیکھیں کیا بنتا ہے ہم بھی اپنی قسمت آزماتے ہیں ہو سکتا ہے کوئی انعام نکل آئے شکر یہ تمام حضرات کا والسلام۔

(محمد وقاص احمد حیدری، سہیل آباد)  
..... ماہنامہ خوفناک ڈائجسٹ ماہ جولائی کا شمار میرے سامنے جو واقعی اچھی تحریروں کے ساتھ شامل تھا ہر رسالے کی طرح اس مرتبہ بھی ریاض احمد کی سنوری ٹاپ جاری ہے اس کے بعد کانٹے مایہ کال ریواؤڈ اور مردہ جادو گر کو شائع نہیں کرنا چاہیے تھا جبکہ اس کا رائٹر نامعلوم ہے اگر تھوڑی سی کوشش کی جاتی تو رائٹر کا نام معلوم ہو جاتا تو پھر آرام سے خوفناک ڈائجسٹ کی زینت بنا دیتے ہو سکتا ہے جس نے یہ سنوری لکھی ہو وہ اس کی پہلی کاوش ہو یوں تو اس کی محنت رنگ لائی مجھے یہ پکار سا لگا اگر اس نامعلوم کا معلوم ہو جاتا تو سنوری کو چار چاند لگ جاتے پھر بھی اس نامعلوم کو داد دینی چاہیے بانی کی سنوریاں بھی، اچھی تھیں مرحوم شہزادہ عالمگیر صاحب ہر کسی کو خوفناک میں شامل کرنے کا موقع فراہم کرتے تھے جب وہ زندہ تھے تو ہماری تحریروں بھی بہت زیادہ شائع ہوتی تھیں لیکن اب تو لگتا ہے یہ شاف والے ہماری امیدوں کو توڑ ڈالیں گے پھر بھی میں شاف سے ریکوٹ کرتا ہوں جن میں شہلا عالمگیر، شہزادہ انٹش ریاض احمد صاحب شہزادہ فیصل بھی شامل ہیں پلیز پلیز ہمیں نظر انداز نہ کیا جائے۔

(رئیس ساجد کاوش، شہر خان ہیلہ)  
..... ماہنامہ خوفناک ڈائجسٹ میں ریاض احمد باغبانپورہ کی بہترین کاوش پراسرار آدمی زبردست انداز میں آگے بڑھ رہی ہے ریاض بھائی جو سنوری آپ کی ہوتی ہے وہ اپنی مثال آپ ہوتی ہے اور انہوں نے یہ بات کئی بار ثابت کی ریاض بھائی مجھے آپ کی مدد کی ضرورت ہے کیونکہ میں ایک گروپ بنا رہا ہوں نئے اور پرانے رائٹروں پر مشتمل ابھی سے میں نے 10 رائٹر اکٹھے کر لیے ہیں جو باقاعدہ خوفناک میں لکھتے ہیں گروپ بنانے کا مقصد خوفناک کی بہترین اور اس کی تشہیر ہوگا برائے مہربانی ریاض بھائی بڑے بھائی کی حیثیت سے آپ ہماری ہیلپ کریں شکریں اے لاٹ آف۔

(رئیس صدام ساحل، ہٹی خان ہیلہ)  
..... اس بار جون کا خوفناک ڈائجسٹ بہت لیٹ ملا چلو خیر ہے اس بار لیٹروں میں وقاص احمد، اور نو شین خان کے لیٹر پڑھے لیکن لیٹر اچھے تھے کیوں جی نو شین خان آپ دوسروں کی سنوری کو پورا اور فلاح کیوں کہتے ہو کیوں کہ سنوری تو اچھی ہوتی ہیں اوہو اس بار سنوریوں میں راجہ کے بادشاہ راجہ ندان طالب، وارث آصف کی بہت اچھی لگی اور باقی بھی سراج خان عرف لعل شاہ رخ خان۔ محمد سجاد حسن قلم نشاد، راجی خان کرن کشور، وارث آصف رفعت محمود اور باقی بھی جو سوائے قسط وار کے سوا ایم فاروق کھوکھر میرا لیٹر پسند کرنے کا شکر یہ شعروں میں شعیب شیرازی اور حماد ظفر ہادی ایم فاروق کھوکھر ان سب کے شعر بہت اچھے تھے غزلوں میں احمد حسن عرضی ایم خالد سانول سیف الرحمن زخمی، عمر دراز آکاش کی پسند آئی، عبداللہ حسن کیٹ آؤٹ ہونے کا الوداع الوداع انکل جی میرا کوپن شائع کریں جواب عرض کا کوپن شائع کریں اور لیٹر میں بھی انکل جی ہم نے گروپ بنایا ہے خوفناک ڈائجسٹ میں پلیز میرا مو بائل نمبر لازمی شائع تو کر دیں مہربانی ہوگی۔

(السلام علیکم! جنوری 2012ء، سنگل کہانیوں میں خونی زنجیر زبردست رہی۔ نگوں نے 102 پر بخار میں تپتے ہوئے کبھی ہنسا کر پاگل مشہور کرنے کی کوشش کی مگر قسمت اچھی تھی بچ گیا۔ شکاری کون تھا اور شکار کون تھا سمجھ

نہیں آتی پتہ نہیں اس کا اگلا نرگٹ کون ہوگا۔ سنوری کافی اچھی تھی مظلوم روحمیں مزادے گئی کا یا جل، لگتا ہے آپ ساری رات خواب دیکھتے رہے اور پھر اسے ایک کہانی کا روپ دے دیا۔ اچھا ناراض مت ہوں میں کون سا تنقید کر رہا ہوں مرڈر خفیہ ہونے سے فحش کیا اچھا ہوا آسپ یہ وہ آسپ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی پاک کلام کا بھی اثر نہیں ہوتا مگر ان کا انجام عبرت ناک ہوتا ہے پنوں کا نکل مجھے یہ جان کر کافی دکھ ہوا کہ آپ مردانگی محبت کی سزا، قسط وار کہانیوں میں خون آشام سپر ہیرو پراسرار آدمی اور تاریک عبوت ایک دوسرے میں الجھ رہی ہیں۔ میری کچھ تحریروں آپ کی طرف آ رہی ہیں پلیز انہیں جلدی شائع کیجئے گا۔

(محمد اختر جمال، پانچاہ ڈی جی خان)  
..... ماہ مئی کا شمار سرخ کھوپڑی نمبر کافی لیٹ ملا۔ ٹائٹل شاندار تھا کہانیوں میں پہلے نمبر پر ریاض احمد کی پراسرار آدمی رہی گندک ریاض احمد دوسرے نمبر پر عثمان غنی کی خوفناک لوستوری تھی ویلڈن عثمان اور تیسرے نمبر پر ایم آفریدی کی خون کی پیاس بھی ایم آفریدی تمہاری کہانی پڑھ کر مزا آیا۔ خون آشام تاکن کی آخری قسط دیکھ کر دل باغ باغ ہو گیا چلو اس سپر کواں کہانی سے جان چھوٹی تاریک عبوت کی بھی آخری قسط مٹی اس نفل شدہ کہانی سے بھی جان چھوٹی۔ باقی بھیا تک تعبیر خونی تتلیاں، سرخ کھوپڑی، دیوانی ناگن، خوف کا احساس، تمام کی تمام بہترین کہانیاں تھیں غزلوں میں عارف شاہ، انعام علی، عمران اور اے جی کی غزلیں اچھی لگیں، پھول اور کلیاں سارے کے سارے ٹھیک تھے بہترین شعر میں عمر دراز امن، کا شعر بیٹ تھا خطوط تمام کے تمام لا جواب تھے۔ راجی جان کوئی قسط وار کہانی بھی لکھو۔

(راجہ عمر، قوتوال میر پور آزاد کشمیر)  
..... جون کا ڈائجسٹ ہمیں ملا ہی نہیں اس کیلئے میں خوفناک کی ٹیم سے گلہ کرتا ہوں کہ بروقت نیا شمارہ شائع نہیں کرتے پلیز شمارہ جلدی شائع کیا کریں اب آتے ہیں جولائی 2012ء کے شمارے تڑپتی لاش نمبر کی طرف اس دفع ٹائٹل بہت ہی شاندار بنا تھا۔ واقعی مان گئے بہت خوب کہانیوں کی طرف آئے مایہ کال ریواؤڈ قسط نمبر 2 دیکھ کر چونک گئے کہ یہ کیا ماجرہ ہے مگر جب مطالعہ کیا تو پتا چلا کہ وارث آصف بھائی نے تمام رائٹر خاص کر عمران رشید کو زبردست کمر دیا ہے یہ سنوری اس ماہ کی بیٹ سنوری تھی ویلڈن وارث بھائی دوسرے نمبر پر ریاض احمد کے پراسرار آدمی کا ایڈ تھا شعیب شیرازی کی یا قوتی مالا کو کیسے بھول جائیں یہ سنوری بھی خاصی دلچسپ ہے اگلی قسط کا شہادت سے انتظار ہے اس کے بعد نامعلوم کی وہ مردہ جادو گر جاند ار سنوری تھی سناٹا ماسٹر محمد عارف اچھی کاوش ہے مزید محنت کرے تڑپتی، روحمیں کشور کرن جواب عرض کی ہر دل عزیزہ یہاں خوفناک میں ہمارا دل نہ جیت سکیں بھیا تک رات ساحل دعا بخاری دیری گڈ اس کے علاوہ تمام سنوریوں پر بالترتیب روحوں سے شادی خوفناک قبر ویرانہ، دیو اور بدروح اچھی تھیں۔ میری غزلیں شائع کرنے کا شکر یہ آپ کے پاس جو میرے تین چار خطوط ہیں پلیز انہیں شائع کر دیں آخر میں کچھ دوستوں قمر رمضان پٹیل، عمر میاں جنوں، سراج خٹک، امیر عاصم ملک، صدام بہادر پور، وارث عاصف ندیم اکبر، چھتر وہ اور میاں فثار، چھتر وہ کو میرا سلام، اجازت جا ہوں گا۔

(محمد علی، چھتر وہ آزاد کشمیر)  
..... ماہنامہ خوفناک ڈائجسٹ جولائی 2012ء تڑپتی لاش نمبر میرے سامنے پڑا ہے۔ ٹائم کی قلت کی وجہ سے سنوریاں نہیں پڑھ سکا اس لیے سنوریوں پر ڈسکس نہیں کی جاسکتی۔ تمام دوستوں سے معذرت خواہ ہوں سب سے پہلے میں مشکور ہوں۔ خوفناک کی انتظامیہ کہ کہ جنہوں نے میری سنوری یا قوتی مالا کو اس قابل سمجھا کہ وہ خوفناک کی زینت بن سکے شکریں اس کے بعد میں تہہ دل سے مشکور ہوں ان دوستوں کا جنہوں نے میری سنوری آکھیں کے



ساتھ ساتھ رزاق کو بھی پسند کیا ان دوستوں میں راجہ عمر تھو تھا ل عثمان غنی، اسد شہزاد، عمران نواز، طاہر محمود طاہری، عدنان عاشق شامل ہیں علاوہ ازیں کچھ تعریف کرنے میں کجی کا مظاہرہ کیا خیر جادوہ جو سچڑھ کے بولے آج نہیں توکل بھی تو اونٹ پہاڑ کے نیچے آئیگا عثمان غنی صاحب ہم نے کب کہا کہ آپ سے دوستی نہیں کرنی ویکم نو فرینڈ شب می اٹھائے جواب عرض کالم ملاقات میں ہمارا پورا ایڈریس لکھا ہے مگر ایک بات کا خاص خیال رکھیے گامیری شاپ کا نام چوہدری ملک شاپ ہے مزید مجھے یا قونی مالا کے بارے میں دوستوں کی رائے کا انتظار ہے گا۔

(شعب شیرازی میو، جوہر آباد)

..... السلام علیکم قارئین ہمیشہ کی طرح اس بار بھی نصف سال کے کچھ بہترین کڑوے اور چٹ پنے الفاظ میں سچے تجزیے کے ساتھ اک بار پھر موجود ہیں اور میں وہ ریمارکس پڑھ کر بہت خوشی ہوئی ہے جو آپ پسندیدگی کے الفاظ سے سجا کر لکھتے ہیں یوں لگتا ہے کہ ابھی تو نیا سال شروع ہوا تھا اور پتا ہی نہ چلا کہ کب چھ ماہ بھی گزر گئے۔ بحر حال وقت کا تیز پیہر مسلسل گردش میں ہے اور اور اک اک کر کے پل گزرتے جا رہے ہیں اسی گزرتے پل کے ساتھ آنے والے خوفناک ڈائجسٹ کے گزشتہ چھ شماروں پر تجزیہ کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اس عرصے میں کس نے کیا کچھ کیا کوئی نمبروں ر ہا اور کس کی تحریروں کو پسند ناپسند کیا گیا اس تجزیے میں ریاض احمد کو مستثنیٰ رکھیں گے۔ کہانیاں۔ جی قارئین اس چھ ماہ کے دوران قسط وار کہانیوں کی تو اس عرصے میں خالد شاہان کی تار عنکبوت اور مسٹر عمران رشید کی خون آشام ناگن کا اینڈ ہوا ریاض احمد کی پراسرار آدمی اور وارث آصف کی مایہ کال ریوا لوز ابھی تک چل رہی ہیں خالد شاہان کی کہانی شروع میں کچھ اچھی نہ تھی مگر اینڈ میں بہت زبردست بن گئی۔ عمران رشید کی ناگن شروع میں بہت زبردست رہی مگر اینڈ میں ہمیشہ کی طرح عمران رشید نے کہانی کا بیڑہ غرق کیا۔ دو کہانیاں ایسی بھی تھیں جو کہ دو دھوڑوں پر مشتمل رہیں ان میں محمد ذاکر کی مظلوم روحمیں رابی خان کی کاٹنے دار اک اور بھی کہانی تھی جو راجہ عدنان طالب کی جادو کے ساتھ روپ تھی مکمل کہانیوں کی بات کی جائے تو ہمیشہ کی طرح ان میں کئی زبردست اور اچھوتی کئی گھٹیا اور کواس اور کئی نقل شدہ اور کئی پہلے سے شائع شدہ بھی شائع کی گئیں اس کے علاوہ فالسہ کنول یعنی ساحل دعا بخاری کی دماغ پر ہتھوڑے برسانی کہانی بات تو سچ ہے مگر بھی شائع ہوئی جو کئی قسط وار مگر اس کی صرف اک ہی قسط شائع ہوئی اور باقی قسطیں ایسے غائب ہیں جیسے گدھے یا اونٹ کے سر سے سینگ رابی خان، پرنس کریم، ریحان خان، عثمان غنی، عبداللہ حسین، انعام علی عطا محمد بروہی وغیرہ اور کچھ نئے رائٹر حضرات بھی شامل تھے اس کارنامے کو سرانجام دینے میں اور یقیناً یہ ان سب رائٹرز کے لیے شرم سے ڈوب مرنے کا مقام ہے پھلایہ لائوں کے بھوت جو پٹھرے باتوں سے کیا مائیں گے۔ پہلے سے شائع شدہ تحریروں کی تعداد 5 رہی باقی رہ جانے والی سنو ریز میں جو سب سے سیر بہت تھیں ان میں آسب، سپنوں کا مکمل و سیٹھان گورکن، آنکھیں خون کی پیاس پیٹیل کا بیڑہ وغیرہ تھیں اور ان کو افضال احمد عباسی، احسان کھر، شعب شیرازی، وارث آصف، ایم آفریدی صاحبہ وغیرہ شامل ہیں۔ یہاں اک بات نہایت ہی مزاح کن ہے کہ ایم آفریدی جس کو کبھی سمیت تمام لوگ لڑکا سمجھتے تھے دراصل وہ لڑکی ہیں بحر حال کہانیوں کا معیار نفی نفی تھا خوفناک کے دو مشہور رائٹرز صائمہ تبسم اور محمد یونہ راہی کو شادیاں کرنے پر اپنی جانب سے اور خوفناک کی پوری نگری کی طرف سے مبارکباد ضرور پیش کروں گا۔ مختصر کہانیاں، بھی اچھی تھیں غزلیات رئیس برادران، ساحل دعا بخاری، صائمہ تبسم، محمد یونہ راہی اور وارث آصف کی غزلیات زبردست تھیں عمیر مظہر سنی کی بھی۔ اشعار چھ ماہ کے دوران خوفناک میں تقریباً 250 اشعار

خوفناک ڈائجسٹ

294

خوفناک ڈائجسٹ

آپ کے خطوط

شامل کیے گئے جن میں ریاض احمد کا بھی اک شعر شامل تھا جواب عرض کے رائٹرز کے بھياس میں اشعار شامل تھے سحر یسین احمد، بہادر عار بانی وغیرہ کے اچھے اشعار تھے۔ بہترین شعر پیاروں کے نام عدنان خان اور شعب شیرازی، محمد فاروق، عمیر مظہر، عدنان خان، وقاص احمد حیدری، وغیرہ کے اچھے ذوق والے اشعار تھے۔ لطائف معانیہ کے لطائف اچھے تھے۔ سندیسے، گلدستہ تقریباً سب قارئین نے دل کو چھو لینے والی تحریروں ارسال کیں۔ خطوط، جی ہاں اب بات ہو جائے اس سلسلے کی جو نہ ہو تو خوفناک کی حیثیت بالکل ایسے ہے جیسے بجلی کے بغیر پنکھا، نمک کے بغیر آٹا سب سے اچھا خط نوشین خان اور ساحل دعا بخاری کا تھا راجہ عمر، سراج اللہ خٹک، فرزاندہ یاسین لعل شاہ رخ شعب شیرازی وغیرہ کے خطوط بھی اچھے تھے عثمان غنی، عمران رشید، خالد شاہان کے خطوط بھی اچھے تھے۔ ریحان خان، وارث آصف کے تجزیے کو مسترد کیا سب سے زیادہ وارث آصف کی تحریروں پسند کی گئیں اور کئی قارئین نے اپنے خطوط کی کٹنگ پر شکوہ کیا۔ چند تجاویز جی ہاں ہم اپنے پیارے ڈائجسٹ کی ترقی میں مزید چار چاند لگانے میں کچھ تجاویز ضرور دیں گے امید ہے کہ عمل ہو گا سب سے پہلے تو صفحات کی تعداد میں اضافہ کیا جائے اور قیمت کو اس سطح پر لایا جائے کہ محمد احمد جیسے غریب لوگ اسے خرید سکیں۔ شعروں کے دو سلسلوں میں سے ایک کو بند کر کے ایک سلسلہ کیا جائے گلدستہ اور سندیسے جیسے کالم ہر ماہ شائع کیے جائیں کسی بھی قاری کے دو سے زیادہ اک ماہ میں خط نہ شائع کیا جائے اور نئے لوگوں کو بھی موقع دیا جائے فرضی ناموں سے لکھنے والے رائٹرز کے خلاف ایکشن لیا جائے کوئی بھی چوری شدہ تحریر ارسال کرنے والے کو بلیک لسٹ کیا جائے خوفناک میں جواب عرض کے رائٹرز کی تحاریر شامل کر کے خوفناک کے رائٹرز کی حق تلفی نہ کی جائے اور جواب عرض کے رائٹرز کو وہیں تک محدود رکھا جائے پیلز کسی بھی رائٹرز کو فوقیت نہ دی جائے بلکہ میرٹ پر تحریر شائع کی جائے ناقابل اشاعت کہانیوں کی ہر ماہ لسٹ دی جائے اقراء ہر النساء، زیب النساء کو واپس لایا جائے اور عثمان غنی اینڈ رابی خان کو بلیک لسٹ کیا جائے، ٹائٹل نئے لگائے جائیں پر انوں کو پھر سے شائع نہ کیا جائے۔

(محمد وارث آصف، واں پھراں، میانوالی)

..... ماہ نامہ خوفناک ستمبر 2012ء کا شمارہ چند گھنٹوں میں پڑھ لیا میرے خط نعت غزلیں شعر شائع کرنے کا شکریہ اسی طرح آپ میری حوصلہ افزائی کرتے رہیں میرے ہر ماہ شعر غزلیں تحریر معلومات شائع کرتے رہیے میں ہر ماہ لکھتا رہوں گا باقی غزلیں شعر تحریر معلومات شائع کر دیں اس خط میں بھی چند تحریروں شعر کے کوپن غزلیں ارسال کر رہا ہوں ان کو بھی قریبی شمارے میں جلد جگہ دیں غزلیوں میں نازیہ منڈی بہاؤ الدین، مدثر پرویدی عارف والا، بلقیس خان عارف بلوکی غزلیں اچھی تھیں کالم پھول اور کلیاں میں سب کی تحریروں اچھی تھیں انیل غزل، بلقیس خان عارف بلو جلد کہانیاں لکھیں اب آتے ہیں کہانیوں کی جانب ترقی روحمیں کشور کرن، ویرانہ شہاب شیخ، سنا محمد عارف علی ان کہانیاں بور فضول تھیں یا قونی مالا شہاب شیخ کی ابھی پہلا حصہ بھی آگے کے جا کے پتہ چلے گا باقی یہ کہانیاں اچھی زبردست تھیں ریاض احمد کی آخری قسط پراسرار آدمی کی اچھی رہی اینڈ شانہ لدر ہا میری طرف مبارکباد دوسرے نمبر کا نئے حصہ دوم رابی خان پشاور کی اچھی تھی مایہ کال ریوا لوز قسط 2 محمد وارث آصف واں پھراں کی اچھی تھی ان کو مبارکباد قبول ہو سلام آخر میں کہوں گا کہانی کے اینڈ پر خاص توجہ دیا کریں اینڈ اچھا ہو گا کہانی اچھی ہوگی پڑھنے کا مزہ ابھی آتا ہے سب پڑھنے لکھنے والوں کو سلام دعا قبول ہو۔

(عارف شاہ پری، جہلم شہر)

خوفناک ڈائجسٹ

207

خوفناک ڈائجسٹ

آپ کے خطوط